تجلیاتِ صفدر

جلد پنجم

مناظرِ اسلام ترجمانِ اہلسنّت وکیلِ احناف

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رح

ترتیب تسہیل وتصحیح

مولانا نعیم احمد

مدرس: جامعہ خیر المدارس ملتان شہر

مکتبہ امدادیہ

ملتان - پاکستان۔ فون: ۵۴۳۹۶۵





تجلّیاتِ صفدر

جلد پنجم

تالیف




مناظرِ اسلام، وکیل اہل السنّت والجماعت

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

عنوانات و ترتیب و تصحیح

مولانا نعیم احمد

اُستاذ جامعہ خیر المدارس ملتان

ناشر

مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان

نام کتاب: تجلیات صفدر (جلد پنجم)

مصنف : مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

مرتب : مولانا نعیم احمد صاحب

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

کمپوزر : حافظ محمد نعمان حامدؔ

ناشر : مکتبہ امدادیہ، ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان، پاکستان

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

مکتبۃ العلم، اردو بازار لاہور

اسلامی کتب خانہ، اردو بازار لاہور

فہرست تجلیاتِ صفدر

(جلد پنجم)

عرضِ مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین اسلام ایک مکمل دین ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الایہ** اور یہ تکمیل دین رحمۃ للعالمین سید الرسل، سید البشر، نور ہدایت نبی کریم ﷺ کے ذریعے ہوئی اور پھر اس مکمل دین کو چار دانگ عالم میں پھیلانے والے برگزیدہ جماعت صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین ہیں، جنہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں اسلام کو دیگر ادیان باطلہ پر غالب کر دیا۔ اس طرح تمکین دین حضرات صحابہ کرام کے ہاتھوں ہوئی اور **لیظھرہ علی الدین کلہ** اور **ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم** کا واسطہ صحابہ کرامؓ بنے، پھر صحابہ کرام کے بعد ضرورت تھی کہ اس دین اسلام کو مکمل طور پر مدون کرا دیا جائے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرات مجتہدین خصوصاً ائمہ اربعہ کا انتخاب فرمایا، جنہوں نے اسلام کو مدوّن فرما کر امت مسلمہ پر عظیم احسان فرمایا۔

اور پھر حدیث بعد المأتین کے تحت حضور ﷺ کی پیشین گوئی سچی ثابت ہوئی اور بارہ سو سال بعد دین اسلام پر اعتراض کرنے والے انگریز کے دور میں کھڑے ہوئے یعنی نیچریت، مرزائیت اور لامذہبیت جیسے فتنوں نے سر اٹھایا۔ ان فتنوں کی سرکوبی کے لئے حضرات علماء دیوبند نے خوب کام کیا اور تطہیر دین کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس تطہیر دین کا فریضہ سرانجام دینے والوں کی لسٹ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ان میں ایک نام ہمیں مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کا بھی نظر آتا ہے، جنہوں نے دور حاضر کے تمام فتنوں، خواہ وہ فتنہ

مرزائیت ہو یا رافضیت ، فتنہ انکار حدیث ہو یا فتنہ لامذہبیت ، (غیر مقلدیت) خواہ وہ فتنہ بدعت ہو یا مماتیت ، کے خلاف کام کیا۔

الغرض وہ الحاد و بدعت کے ہر قسم کے فتنوں کے خلاف تحریراً اور تقریراً مسلسل کام کرتے رہے۔ یہ آپ کے ہاتھوں میں تجلیات صفدر کی پانچویں جلد بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اس پانچویں جلد میں ہم نے اولاً حضرت کے وہ مضامین جمع کر دیئے ہیں جن میں آپؒ نے فقہ حنفی پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں اور پھر قربانی سے متعلق آپ کے تحریر کردہ مضامین رکھے ہیں ، اور اس کے ساتھ دو مضمون مقدمہ آثار خیر اور مسئلہ ایصال ثواب بھی شامل کر دیئے ہیں۔ اور آخر میں غیر مقلدین کے مذہبی ، سیاسی ، معاشرتی و معاشی تعارف میں جتنے مضامین حضرت نے تحریر فرمائے تھے ان کو یکجا اس جلد میں جمع کر دیا ہے۔ اس طرح قارئین کو یقیناً ایک موضوع سے متعلق مواد یکجا مل جائے گا۔

آگے مزید چھٹی جلد بھی کمپوزنگ کے مراحل میں ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت اوکاڑویؒ کے دیئے ہوئے علم کو سمجھنے ، پڑھنے اور اس پر عمل کرنے اور اس کو پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے اور حاسدین کے حسد سے بچائے۔ آمین۔

نعیم احمد

غلط اور صحیح سوالات کا معیار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر مناظرہ میں دو مناظر ہوتے ہیں جن میں سے ایک مدعی ہوتا ہے اور دوسرا سائل، جب تک یہ دونوں مناظر اپنے اپنے دائرہ میں رہیں گے تو بحث انشاء اللہ العزیز نتیجہ خیز رہے گی لیکن اگر کوئی مناظر اپنا دائرہ چھوڑ دے مثلاً مدعی بجائے دلیل یا تنبیہ کے سوالات شروع کر دے، یا سائل بجائے منع، نقض یا معارضہ کے نئے نئے دعوے کرنا شروع کر دے تو بحث خلط مبحث کا شکار ہو جائے گی اور نتیجہ صفر رہے گا۔

المدعی: مدعی کی تعریف یہ ہے من نصب نفسہ لا ثبات الحکم بالدلیل او التنبیہ (رشیدیہ ص۱۴، ۱۵)

یعنی مدعی وہ ہے جو کسی حکم کو ثابت کرنے کے لئے دلیل یا تنبیہ سے کوشش کرے۔

السائل: دوسرا مناظر سائل ہوتا ہے اس کی تعریف یہ ہے من نصب نفسہ لنفیہ (رشیدیہ ص۱۶)

یعنی سائل وہ ہے جو مدعی مناظر کے دعوی کی نفی کے لئے کوشش کرتا ہے۔

جس طرح مدعی مناظر کا دائرہ کار صرف دو کام ہیں۔ دلیل یا تنبیہ اسی طرح سائل مناظر کے تین ہی کام ہیں۔ منع۔ نقض یا معارضہ اور صحیح سوال کی یہی تین قسمیں ہیں۔

نوٹ۔ اہل سنت والجماعت کے مخالف جتنے فرقے ہیں۔ وہ اہل سنت

والجماعت مناظرین سے اتنے خائف ہو چکے ہیں کہ وہ اب مدعی مناظر بننے کا حوصلہ نہیں رکھتے اور وہ اپنے غلط دعوؤں کو ثابت کرنے سے بالکل عاجز آ گئے ہیں۔ اس لئے مناظرے کا یہ میدان بالکل چھوڑ گئے ہیں **فللہ الحمد**۔

مسلمانوں کے مقابلہ میں جب یہودی اور عیسائی بار بار شکست کھانے کے بعد میدان مناظرہ چھوڑ بیٹھے تو اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے انہوں نے یہ طریق نکالا کہ یہود و نصاریٰ کا کوئی عالم مسلمانوں کا مقابلہ نہ کرے بلکہ سکول کالج کے لڑکوں کو غلط سلط سوالات دے کر مسلمان علماء کے پاس بھیجو۔ تا کہ وہ تو غلط سلط سوالات پوچھتے رہیں اور مسلمان عالم اگر کوئی ان کے مذہب کی بتائے یا پوچھے تو صرف یہ کہہ دیں کہ ہم تو ان پڑھ ہیں اور صرف تحقیق کے لئے چند سوالات پوچھنے آئے ہیں، مناظرہ کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے حالانکہ یہ جواب محض دھوکا اور فریب ہے۔ ہر شخص پر اپنے مذہب کی واقفیت پہلے فرض ہے دوسرے مذہب کی واقفیت ضروری نہیں۔ تو جب آپ اپنے مذہب سے جاہل ہیں تو پہلے اپنے مذہب کی واقفیت حاصل کرو دوسرے مذہب سے بعد میں بات کرنا۔ پھر یہ کہنا کہ ہم تو سوال کرنے آئے ہیں مناظرہ کرنے نہیں آئے یہ بھی فریب ہے۔ جن سوالات کا مقصد کسی کے دعویٰ کا ابطال ہو وہ سوالات مناظرہ کے سوالات ہیں اور وہ سوال کرنے والا مناظر ہے وہ جان بوجھ کر اس لئے جاہل بن رہا ہے کہ کہیں شرائط مناظرہ کی پابندی نہ کرنا پڑے، وہ بھی جانتا ہے کہ میں مناظرہ ہی کر رہا ہوں اور میرے سوالات مناظرانہ ہیں۔ لیکن اس مجلس میں بیٹھ کر تو کہتا ہے کہ میں مناظرہ کرنے نہیں آیا وہاں سے باہر نکل کر وہ اپنے فرقہ کو یہی بتاتا ہے کہ میں فلاں شخص کو مناظرہ میں شکست دے کر آیا ہوں، یہی دوغلی پالیسی اور منافقت ان کے پروپیگنڈے کی ہے۔

یہود و نصاریٰ کی اس پالیسی کو آج اہل سنت والجماعت کے مخالفین نے اپنا رکھا ہے ان کے علماء اور مناظرین تو اہل سنت والجماعت مناظرین کا نام سُن کر بھاگ جاتے ہیں مگر چند لونڈوں کو غلط سلط سوالات دے کر اہل سنت والجماعت کے پاس بھیجتے ہیں

قادیانی، رافضی، رضائی، منکرین حدیث اور لا مذہب غیر مقلدین صرف اسی سہارے پر زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں۔

اُن کے وہ سوالات سو فیصد غلط ہوتے ہیں کیونکہ صحیح سوال وہ ہوتا ہے کہ مدعی پہلے دعویٰ کرے پھر ایسے سوالات کرے جو اس دعویٰ کی نفی کرتے ہوں اور دعویٰ کو غلط ثابت کر دیں۔

مثال: میں صرف قرآن پاک کو مانتا ہوں۔ سُنت یا اجماع و اجتہاد وغیرہ کو بالکل نہیں مانتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کہے مجھے قرآن کافی ہے اُس سے پوچھو گدھا حلال ہے یا حرام۔ حضرت عمران بن حصینؓ نے ایسے آدمی سے کہا کہ نمازِ ظہر کی رکعتیں قرآن پاک سے دکھاؤ۔ امام ابو حنیفہؒ نے ایسے آدمی سے کہا بندر کا حلال یا حرام ہونا قرآن سے دکھاؤ۔ یہ سوالات اس شخص کے دعویٰ کو غلط اور جھوٹا ثابت کر دیں گے اس لئے منکرِ حدیث سے ہم جو سوال بھی کریں گے۔ اُس میں یہ کہیں گے کہ صرف قرآن پاک سے مکمل نماز دکھاؤ۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ نکاح۔ طلاق کے مکمل مسائل دکھاؤ اور یہ سوالات صحیح ہوں گے کیونکہ خود اس کے دعویٰ کے موافق ہیں۔

ہاں اگر منکرِ حدیث کسی اہل حدیث سے یہی سوال کرے کہ تم صرف قرآن پاک سے نماز کے مکمل مسائل دکھاؤ تو اس کا یہ سوال غلط ہوگا کیوں کہ اہلِ حدیث کا دعویٰ یہ نہیں کہ صرف قرآن کافی ہے بلکہ اُس کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں تمام مسائل ہیں اس لئے اہل حدیث سے سوال یوں کیا جائے گا کہ قرآن پاک یا صحیح صریح غیر معارض حدیث سے نماز کی مکمل شرائط۔ ارکان۔ واجبات۔ سنن۔ مستحبات۔ مکروہات۔ مفسدات۔ رکعات اور مسائل سہو وغیرہ دکھاؤ۔ یہ سوالات اس سے صحیح ہوں گے۔

اگر منکرِ حدیث ضد کرے کہ جب میں حدیث کو نہیں مانتا تو مجھے سب مسائل صرف قرآن سے دکھاؤ۔ تو ہم اس کی اس غلط بات کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔ بلکہ یہ کہیں گے کہ جزئی مسائل کی بجائے پہلے حجیت حدیث پر بحث کر لو۔ اور ہم اس کے سامنے حدیث کا حجت ہونا ثابت کریں گے۔

اسی طرح جب اہلِ سنت والجماعت اور لا مذہب غیر مقلدین میں سوال و جواب ہوگا تو ہم اہلِ سنت والجماعت اُن سے سوال اِس طرح کریں گے کہ صرف قرآن پاک یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے تمام جزئی مسائل ثابت کرو۔ اور ہمارے یہ سوالات صحیح ہوں گے کیونکہ اُن کے دعویٰ کے موافق ہیں لیکن اگر وہ ہمارے فقہی مسائل میں اس طرح سوال کریں تو یہ سوالات غلط ہوں گے کیونکہ جس شخص نے ہماری اصولِ فقہ کی چھوٹی کتاب اصول شاشی بھی پڑھی ہو وہ بھی جانتا ہے کہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ مسائل، فقہ چار دلیلوں سے ثابت ہیں۔ کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ۔ اجماع اُمت۔ قیاس شرعی۔ اس لئے کوئی بھی باطل فرقہ ہم سے سوال کرے گا تو یوں کرے گا کہ اپنی چاروں دلیلوں میں سے کسی دلیل سے فلاں مسئلہ ثابت کرو۔ فقہی مسائل میں اس طرح سوال کرنا کہ صرف قرآن حدیث سے ثابت کرو ایسا ہی غلط سوال ہے جیسے منکرین حدیث کا غیر مقلدین سے اس طرح سوال کرنا کہ صرف قرآن سے مسائل ثابت کرو غلط سوال ہے۔ اگر کوئی لا مذہب غیر مقلد ضد کرے کہ میں جب اجماع اور قیاس شرعی کو نہیں مانتا تو میرے ہر سوال کا جواب صرف قرآن و حدیث سے دو تو ہم اُس سے پوچھیں گے کہ تیرا بڑا بھی منکرِ حدیث جب حدیث کو نہیں مانتا تو کیا تو اس کے ہر سوال کا جواب صرف قرآن پاک سے دینے کی پابندی کرے گا۔ جب تو اُس کے غلط سوال کو پسند نہیں کرتا تو ہم پر غلط سوال کیوں کرتا ہے۔ کیا یہ حدیث یاد نہیں کہ سچا مومن وہ ہے جو اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اگر لا مذہب غیر مقلد اجماع اور قیاس شرعی کو نہیں مانتا تو ہم پہلے اُس سے یہ بحث کریں گے کہ اجماع اُمت اور قیاس شرعی دلائل شرعیہ میں سے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب حضرات خلفائے راشدین۔ حضرت ابنِ عباسؓ۔ حضرت ابنِ مسعودؓ۔ حضرت معاذؓ۔ حضرت زید بن ثابتؓ جیسے جلیل القدر صحابہ ہر سوال کا جواب صرف قرآن یا صرف قرآن، حدیث سے نہیں دے سکے، کتب حدیث میں ان حضرات کے بیسیوں فتاویٰ ایسے موجود ہیں جو محض قیاس شرعی سے دیئے گئے تو ہم لوگ تو اُن کے برابر

بھی قرآن وحدیث نہیں سمجھتے ہم کیسے ہر سوال کا جواب صرف قرآن وحدیث سے دے سکتے ہیں اس لئے اہلِ سنت والجماعت سے سوال کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ادلہ اربعہ سے فلاں بات کا جواب دو۔

نوٹ ضروری: سوالات کا یہ غلط طریقہ خیر القرون میں ہرگز نہیں آتا، کتب حدیث مثل مصنف عبدالرزاق مصنف ابن ابی شیبہ میں صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے ہزاروں فتاوی درج ہیں مگر نہ سائل نے یہ پابندی لگائی کہ صرف قرآن سے جواب دو یا صرف قرآن حدیث سے جواب دو اور نہ ہی کسی مجیب نے ایسی غلط پابندیوں کو قبول کیا۔ اس طرح دلیل کو خاص شرائط سے جکڑ کر سوال کرنا خالص دورِ برطانیہ کی بدعت ہے اور خصوصاً مرزا قادیانی کی تقلید شخصی ہے۔

ورنہ ہمارا کھلا چیلنج ہے کہ دورِ برطانیہ سے پہلے تمام مسائل میں سوالات میں اس قسم کی شرائط لگا کر سوال کرنا کسی اہلِ سنت والجماعت محدث یا مفسر یا فقیہ کی کتاب سے دکھا دو۔



کتاب "سبیل الرسول" پر ایک نظر

یہ کتاب کسی عالم کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ایک طبیب نے اصل کتابوں سے ہٹ کر چھوٹے چھوٹے رسالوں سے چند بے ربط اور غیر متعلق حوالوں کو اکٹھا کیا ہے، نہ یہ کوئی علمی تصنیف ہے اور نہ تحقیق، البتہ مؤلف رسالہ کی کج فہمی اور بدفہمی کا شاہکار ہے۔

کتاب کا نام "سبیل الرسول" رکھا ہے، یہ نام کلمة حق ارید بها الباطل کا مصداق ہے، مؤلف کا عقیدہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ طریق رسول ﷺ پر نہیں بلکہ رسول سے بغاوت اور طریق یہود و مشرکین ہیں۔ چنانچہ ص ۵۰ پر نقشہ بنا کر چار راہوں کو شیطان کی راہیں قرار دیا ہے۔

کتاب کا مقصد ائمہ اربعہ خصوصاً سیدنا الامام الاعظمؒ کی تقلید شخصی کو قرآن و حدیث سے شرک اور حرام ثابت کرنا ہے مگر اس میں مؤلف بری طرح ناکام رہا ہے۔

قرآن پاک: مؤلف نے پوری ۳۸۱ صفحات کی کتاب لکھ ماری مگر ایک آیت بھی ایسی پیش نہیں کر سکا کہ جس سے ثابت ہوتا ہو کہ مجتہد کی تقلید شخصی شرک اور حرام ہے لیکن سیدنا الامام الاعظمؒ کی تقلید شخصی کے شرک و حرام ہونے پر قرآنی آیات سے استدلال کی ناکام سعی کی ہے۔

پہلا استدلال: اتخذوا احبارهم ورهبانهم ارباباً من دون الله (پ۱۰، ع۱۰) (سبیل الرسول ص ۲۰۵، ۲۶۵)۔ ترجمہ: ٹھہرایا انہوں نے (یہود و نصاری نے) اپنے عالموں اور درویشوں کو رب اللہ کے سوا۔

جواب: (۱) اس آیت میں علماء مشائخ کو رب بنانے کا رد ہے نہ کہ ان کی تقلید کرنے کا، اور رب بنانا جس طرح علماء اور مشائخ کو ناجائز ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو بھی رب بنانا جائز نہیں اسی لئے اس آیت میں و المسیح بن مریم بھی ساتھ ہی ہے لیکن مؤلف نے دو جگہ یہ آیت لکھی کسی جگہ یہ الفاظ نہیں لکھے، قرآن پاک کی آیت نقل کرنے میں یہ خیانت کرنا سبیل رسول نہیں سبیل یہود ہے۔

اگر رب بنانے سے کسی کی بات ماننا مراد ہے تو یہ آیت منکرین حدیث کی دلیل بنے گی کہ جس طرح علماء و مشائخ کی بات ماننا ناجائز ہے اسی طرح نبی کی بات و حدیث ماننا بھی ناجائز ہے۔

(۲) مؤلف کا فرض تھا کہ وہ یہ بھی ثابت کرتا کہ یہود و نصاریٰ کے وہ علماء و مشائخ مجتہد تھے، اس پر قیامت تک وہ کوئی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکتا بلکہ قرآن نے ان کو سماعون للکذب اور اکالون للسحت بتایا ہے اور بتایا ہے کہ یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ۔ کیا مؤلف کے نزدیک مجتہد کی شرائط یہی ہیں کہ وہ حرام خور ہو، پرلے درجہ کا جھوٹا ہو، خدا کے ذمہ بہتان باندھنے والا ہو، اس آیت کو ائمہ مجتہدین پر چسپاں کرنا یحرفون الکلم عن مواضعہ پر عمل اور تقلید یہود ہے۔

(۳) دراصل مؤلف نے مجتہدین کو دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی مجتہدین کی بات کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے، ہاں اس بے چارے نے اپنے فرقہ کے علماء و مشائخ کو ایسا ہی پایا کہ جھوٹ بولنے، حرام کھانے اور خدا و رسول پر افتراء میں بڑے دلیر ہیں اس لئے مجتہدین کو اپنے مولویوں پر قیاس کر لیا۔

حکیم صاحب شہر سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں، اس شہر میں لا مذہبیت پھیلانے والے حکیم صاحب کے استاد مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی تھے، مؤلف نے ان کے حالات کا گہرا مطالعہ فرمایا اور پھر اپنے استاد محترم سے یوں خطاب فرمایا ''اے حضرت! اگر میں آپ کی روحانی داستانوں کی ہزاروں میل لمبی فلم شہر کے لوگوں کو

دکھادوں تو سارا شہر لیلائے امارت کے عشق میں دیوانہ ہو جائے اور حضرت علی ؓ کی گدی کے جانشین کی زیارت کرنے پنجاب دوڑا آئے، جس شخص کی زندگی کا پس منظر اتنا تاریک اور بھیانک ہو اسے چاہئے کہ منہ چھپا کر گوشۂ مسجد میں خاموشی کی زندگی گزارتا اور رو رو کر تلافی مافات کرتا لیکن حضور اسی (۸۰) سال کی عمر میں نئی جوانی چڑھے ہیں (مدعی امارت سے شرعی استفتاء ص ۲۷)

مکرم ناظرین! آپ اب حکیم صاحب کی مجبوری سمجھ گئے ہوں گے، انہوں نے دین ایسے لوگوں سے سیکھا جن کی ہزاروں میل لمبی روحانی فلم آپ تیار کرتے رہتے اور ظاہر ہے کہ خود شریک ہوئے بغیر فلم کیسے تیار ہو سکتی تھی حکیم صاحب حافظ عبداللہ روپڑی کے بھی خوشہ چیں ہیں ان کے بارہ میں مولانا محمد صاحب جوناگڑھی لکھتے ہیں "روپڑی نے معارف قرآنی بیان کرتے ہوئے رنڈیوں اور بھڑووں کا ارمان پورا کیا اور تماش بینوں کے تمام ہتھکنڈے ادا کئے (اخبار محمدی دہلی ص ۱۳، ۱۵ اپریل ۱۹۳۹ء) اور مولوی محمد عثمان صاحب اپنے مکتوب میں بذریعہ اخبار عبداللہ روپڑی سے دریافت کرتے ہیں کہ "طالب علمی میں آپ علۃ المشائخ (علت مفعولیت) میں مبتلا تھے، اب وہ عادت چھوٹ گئی ہے یا اب بھی باقی ہے، قاعدہ تو یہ ہے کہ جب تک آپ میں صوفیت رہے گی یہ لتکا بھی نہ جائے گا لہذا مہربانی کر کے خدا سے ڈر کر اس کا صحیح جواب دیں اور اب بھی توبہ کر لیں" (اخبار محمدی دہلی ص ۱۵ کالم نمبر ۳، ۱۵ جولائی ۱۹۳۹ء) اصل بات یہ ہے کہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔ حکیم صاحب کو اپنے فرقہ کے علماء و مشائخ میں وہ چیزیں نظر آئیں کہ یہود و نصاریٰ کے علماء و مشائخ کے ریکارڈ کو بھی توڑ دیا اور حکیم صاحب نے اپنی کج فہمی سے ائمہ مجتہدین کو پہلے یہود اور پھر اپنے علماء پر قیاس کر لیا گویا سچ کو جھوٹ پر، حلال کو حرام پر، ایمان کو کفر پر، دودھ کو پیشاب پر اور فرشتوں کو شیطان پر قیاس کر لیا۔

(۴) حکیم صاحب تقلید شخصی مجتہد کو شرک و حرام ثابت کرنے اٹھے تھے اور تقلید شخصی کا مطلب خود حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ نبی کو چھوڑ کر کسی امتی سے اپنی نسبت

قائم کر لینا اور فرقے بنالینا، تو حکیم صاحب کا فرض تھا کہ وہ قرآن و حدیث سے ان مجتہدین کے نام پھر ان مجتہدین کی طرف منسوب فرقوں کے نام اور پھر ان نسبتوں کا شرک اور حرام ہونا ثابت کرتے مگر وہ تو پہلے قدم میں فیل ہو گئے، حقیقت یہ ہے کہ ان کا طرز بالکل لامذہبوں والا تھا، ان کے عوام مجتہدین کی طرف رجوع کرنے کی بجائے بازاری ملاؤں اور حکیموں کی طرف رجوع کرتے وہ خود گمراہ ہوتے اور عوام کو گمراہ کرتے۔

(۵) مجتہد کے بارہ میں بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ اگر صواب پر ہو تو دو اجر، خطاء ہو تو بھی ایک اجر ملتا ہے، کیا آپ کا یہی عقیدہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے وہ علماء جن کا ذکر ان آیات میں ہے وہ بعض مسائل میں دو اجر اور بعض مسائل میں ایک اجر کے مستحق تھے۔

(۶) حدیث ترمذی: حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۶۵ پر ترمذی کی حدیث کا ترجمہ لکھا ہے مگر امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے بارہ میں آگے جو فیصلہ لکھا ہے اسے نقل نہیں کیا، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے، کہ ہم عبدالسلام بن حرب کے علاوہ کسی طریق سے اس حدیث کو پہچانتے تک نہیں اور اس سند کا دوسرا راوی غطیف بن اعین حدیث میں غیر معروف ہے (ترمذی ص ۴۴۱) اس سند کا پہلا راوی حسین بن یزید کوفی ہے، ابو حاتم اس کو لین الحدیث کہتے ہیں (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۵) اور لامذہبوں نے تو صراحۃً لکھا ہے کہ اہل کوفہ کی حدیث بے نور ہوتی ہے (حقیقۃ الفقہ) سند کا دوسرا راوی عبدالسلام بن حرب بھی کوفی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۱۴) تیسرا راوی غطیف بن اعین ہے، امام دارقطنی اسے ضعیف کہتے ہیں (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۳۶) یہ حضرت عدی بن حاتم والی حدیث ہے جس کی سند کا حال حکیم صاحب نے چھپایا جب کہ کتمان سبیلِ یہود ہے سبیلِ رسول نہیں۔

(۷) پھر اس حدیث سے لامذہب مراد ہیں، مجتہدین مراد نہیں، اگر حکیم صاحب اور ان کا پورا فرقہ مل کر اصول فقہ سے صرف ایک حوالہ دکھا دیں جس میں مجتہد کی تعریف یہ لکھی ہو کہ "مجتہد اسے کہتے ہیں جو خدا کے حلال کو حرام کرے اور خدا کے

حرام کو حلال کہے" تو ہم انہیں ایک ہزار روپیہ نقد رائج الوقت انعام دیں گے۔

اہل سنت والجماعت کے نزدیک مجتہد قانون ساز نہیں قانون دان ہوتا ہے، اس کا اعلان یہ ہوتا ہے القیاس مظھر لا مثبت یعنی قیاسِ شرعی خدا اور رسول کے حکم کو ظاہر کرتا ہے خود مسائل بناتا نہیں تو مجتہد خدا کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام بتاتا ہے خدا کے حلال کو حرام یا حرام کو حلال بنانا لا مذہب کا کام ہے نہ کہ مجتہد کا، اب لامذہب والی بات کو ائمہ اربعہ پر چسپاں کرنا یحرفون الکلم عن مواضعہ پر عمل اور یہود کی تقلید ہے۔

حکیم صاحب کا فرض ہے کہ حدیث میں مذکور علماء و مشائخ کا مجتہد ہونا قرآن وحدیث سے ثابت کریں اور ہم سے ایک ہزار روپیہ انعام لیں۔

اور قرآن وحدیث سے ثابت کریں کہ ان مجتہدین کے مکمل مذاہب مدون اور متواتر تھے اور لوگ ان کی تقلید شخصی کر کے اپنی تقلید کا نسبت ان کی طرف کیا کرتے تھے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

(۸) حکیم صاحب یہود کے نقش قدم پر: یہود کے علماء جن کا ذکر ان آیات میں ہے انکا خصوصی وصف جھوٹ کہنا اور جھوٹ سننا تھا، حکیم صاحب بھی اس وصف میں کچھ ان سے کم نہیں، آپ نے بخاری شریف پر جھوٹ بولے ہیں۔

پہلا جھوٹ: آپ ایک حدیث لکھتے ہیں افضل الاعمال الصلوۃ فی اول وقتھا (بخاری) (سبیل الرسول ص ۲۴۶) یہ بخاری شریف پر ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا مرزا قادیانی نے اپنی کتاب شھادۃ القرآن میں یہ جھوٹ لکھا ہے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی ھذا خلیفۃ اللہ المھدی۔

دوسرا جھوٹ: حکیم صاحب نے طلاق ثلاثہ کے متعلق سبیل الرسول ص ۲۶۸ پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل کی ہے اور حوالہ صحیح بخاری کا دیا ہے، حالانکہ اس حدیث کا نام ونشان تک صحیح بخاری میں نہیں ہے۔

تیسرا جھوٹ: اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے "یکبارگی" کا لفظ اپنی طرف سے بڑھایا جو حدیث میں مذکور نہیں۔

چوتھا جھوٹ: سبیل الرسول ص ۶۹ پر امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کے لئے جو واقعہ فجر کی نماز والا ذکر کیا ہے اس میں حوالہ ابن ماجہ اور موطا امام مالکؒ کا بھی دیا ہے جو بالکل جھوٹ ہے ان دونوں کتابوں میں اس واقعہ کا نام و نشان تک موجود نہیں۔

دوسرا استدلال: حکیم صاحب نے ائمہ مجتہدین خصوصا مجتہد خیر القرون سید نا الامام الاعظم ابو حنیفہؒ کی تقلید شخصی کو شرک اور حرام ثابت کرنے کے لئے دو اور آیتوں سے بھی استدلال کیا ہے۔ (۱) و اذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللّٰہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا (پ۲ ع۸) (سبیل الرسول ص۳۵۶) (۲) و اذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللّٰہ و الی الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ آباء نا (پ۷ ع۴) (سبیل الرسول ص۳۵۷)

جواب: ان آیات سے ائمہ مجتہدین کی تقلید شخصی کو شرک اور حرام ثابت کرنے کے لئے دو باتیں ضروری تھیں۔ (الف) مشرکین کے ان آباؤ اجداد کا مجتہد ہونا قرآن پاک سے ثابت کر دیا جائے۔ (ب) ان کے مذاہب کا مرتب و متواتر ہونا اور مشرکین کا تقلید شخصی کی وجہ سے ان کی طرف نسبتیں کرنا قرآن و حدیث سے ثابت کر دیا جائے اور یہ دونوں باتیں حکیم صاحب اور ان کا فرقہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا۔ ایک واجب کو حرام اور مجتہد کی تقلید شخصی کو شرک اور حرام ثابت کرنا اتنا مشکل ہے کہ خدا تعالیٰ کی آیات نقل کرنے میں بھی خیانت کرنا پڑتی ہے۔

پوری آیات: پہلی آیت: و اذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللّٰہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ آباء نا او لو کان آباء ھم لا یعقلون شیئا و لا یھتدون۔

دوسری آیت: و اذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللّٰہ و الی الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ آباء نا او لو کان آباء ھم لا یعلمون شیئا و لا یھتدون

یہ خط کشیدہ جملے حکیم صاحب نے نہیں لکھے۔

اب بات واضح ہے کہ ان آیات کا تعلق ائمہ مجتہدین کی تقلید سے دور کا بھی نہیں ہے۔

(الف) جن مسائل کا مشرکین مکہ انکار کر رہے تھے وہ سب مسائل اعتقادی تھے، ایک بھی مسئلہ اجتہادی نہ تھا۔

(ب) ان کے آباء خدا اور رسول ﷺ سے ہٹانے والے تھے اور مجتہدین خدا اور رسول کے طریقہ پر چلانے والے ہیں۔

(ج) وہ آباء پر لے درجہ کے بے عقل تھے جبکہ ائمہ مجتہدین عقل میں نابغۂ روزگار تھے۔

(د) وہ علم سے بالکل کورے تھے جبکہ ائمہ مجتہدین علوم شرعیہ میں بحر ناپید کنار کی حیثیت رکھتے تھے۔

(ہ) وہ ہدایت سے خالی خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے تھے جبکہ ائمہ مجتہدین خود ہدایت یافتہ اور دنیا بھر کے لوگوں کو راہ ہدایت دکھانے والے تھے، آہ، لیکن حکیم صاحب ان کو مجتہد بنانے پر تلے بیٹھے ہیں اور اس کے لئے قرآنی آیات میں خیانت کرنے سے بھی نہیں شرماتے، قرآن نے مشرک، جاہل، بے عقل اور گمراہ آباء کی تقلید سے روکا تھا، حکیم صاحب نے ان کے اوصاف ذکر ہی نہیں کئے، یہ ایسا ہی فریب ہے جیسے ایک شخص کہے کہ جھوٹے خدا کو نہ مانو، حکیم صاحب اصل مقصدی لفظ اڑا کر کہیں وہ کہتا ہے خدا کو نہ مانو، ایک آدمی کہے کہ جھوٹے نبی کی بات مت سنو، حکیم صاحب جھوٹے کا لفظ کاٹ کر کہیں وہ کہتا ہے نبی کی بات مت سنو، دیکھو کس طرح ایمانی جملوں کو کفر بنایا جا رہا ہے۔ یہی دھوکا حکیم صاحب نے خدا تعالیٰ اور قرآن کے ساتھ کیا، اور نہ ہی حکیم صاحب قرآن وحدیث سے یہ ثابت کر سکے کہ مشرکین تقلید شخصی کے لئے کسی نسبت سے ان کی طرف منسوب تھے۔

حکیم صاحب نے ان آیات کو رد تقلید میں پیش کر کے یہ تو تسلیم کر لیا کہ اتباع اور تقلید دونوں ہم معنی الفاظ ہیں، اب حکیم صاحب نے تقلید مذموم کا تو رد کر لیا مگر تقلید

محمود کا حکم جو قرآن میں موجود تھا اس کے ماننے سے مشرکین کی طرح انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں و اتبع سبیل من اناب الی "اور تقلید کر (اے مخاطب) اس شخص کے مذہب کی جو میری طرف رجوع رکھتا ہے" مجتہد قیاس شرعی کے موافق بذریعہ علت خدا اور رسول کی طرف رجوع کرتا ہے اور پھر سبیل یعنی مذہب کو مرتب کرتا ہے، دوسرے لوگ جو خود قیاس شرعی سے خدا و رسول کی طرف رجوع نہیں کر سکتے وہ اس منیب (مجتہد) کی طرف رجوع کر لیں جس کا مسلک مشہور اور متواتر ہو، لیجئے مجتہد کی تقلید کا وجوب تو خود قرآن پاک سے ثابت ہو گیا۔

(۱۱) حکیم صاحب ایک ایسے فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کا زبانی دعویٰ کتاب و سنت پر عمل کرنے کا ہے مگر عملی طور پر وہ خدا اور رسول ﷺ کی بات سننا بھی پسند نہیں کرتے، ایک مجلس میں ہم نے قرأت خلف الامام پر قرآن و حدیث سے استدلال پیش کیا مگر ایک لا مذہب غیر مقلد بھی ایسا نہ نکلا جو قرآن کو ماننا یا احادیث کو تسلیم کرتا بلکہ ہم قرآن و حدیث پڑھتے تھے تو وہ لوگ اتنا شور مچاتے تھے کہ مشرکین مکہ کا ریکارڈ بھی توڑ دیتے تھے، اب بھی آپ ہر جگہ اس کی آزمائش کر سکتے ہیں، حدیث شریف کی کتاب زجاجۃ المصابیح لیں اور اس سے ترک قرأت خلف الامام، ترک رفع یدین وغیرہ کی حدیثیں سنانا شروع کر دیں اور ایک ایک حدیث سنا کر پوچھتے جائیں کہ کیا آپ اس حدیث کو مانتے ہیں، وہ خوب شور مچائے گا اور آخر میں یا تو یہ کہہ کر چلا جائیگا کہ یہ حدیثیں جھوٹی ہیں یا یہ کہہ کر چلا جائے گا کہ میں اپنے مولوی سے پوچھوں گا، گویا قرآن و حدیث پر عمل کرنے سے پہلے اپنے مولوی کی اجازت یعنی تقلید شرط ہے۔ تو ایسے غیر مقلدوں پر اگر یہ آیات پڑھتے تو ہم بھی آپ کی تائید کرتے اور کہتے کہ حق بحق دار رسید، حکیم صاحب بیچارے کنویں کے مینڈک ہیں جو زبوں حالی اپنے فرقہ کی مشاہدہ کرتے ہیں اسی پر مجتہدین اور مقلدین کو قیاس کرنے لگتے ہیں۔

ص ۳۰۸ پر ایک حدیث نقل کی ہے: حدثنا ابن الفضل حدثنا ابوسهل احمد بن عبد الله بن زياد بن القطان حدثنا محمد بن الجهم السمري حدثنا

الهیثم بن خالدن المقری حدثنا یحییٰ بن المتوکل الباهلی حدثنا محمد بن ذکوان الازدی حدثنا ابوهارون العبدی عن ابی سعید الخدری ؓ انه کان اذا رأی الشباب قال مرحباً بوصیة رسول اللّٰه امرنا رسول اللّٰه ﷺ ان نوسع لکم فی المجلس و ان نفهمکم الحدیث فانکم خلوفنا و اهل الحدیث بعدنا (شرف اصحاب الحدیث)

یہ حدیث صادق سیالکوٹی نے سبیل الرسول ص ۳۰۸ پر خطیب کے حوالہ سے درج کی ہے لیکن اس سند کے پہلے دو راویوں ابن الفضل اور ابو سہل احمد بن عبداللہ کا تو اسماء الرجال میں پتہ ہی نہیں چلتا اس لئے ان کا عادل ضابط ثابت کرنا صادق صاحب کا فرض تھا جو وہ نہیں کر سکے۔ تیسرے راوی محمد بن الجہم کا حال بھی معلوم نہیں، چوتھے راوی ہیثم بن خالد المقری کا حال بھی معلوم نہیں ہو سکا۔ اس نام کے سات راوی تقریب التہذیب ص ۳۶۷ پر درج ہیں، ان میں المقری کوئی بھی نہیں اس سند میں استاد نویں طبقہ کا ہے تو شاگرد دسویں طبقہ کا ہوگا جس کو متروک لکھا ہے، اس کی تعدیل بھی ثابت کرنا ضروری ہے، پانچواں راوی یحییٰ بن المتوکل الباھلی ہے "ابن المدینی اور امام نسائی نے اس کو ضعیف کہا ہے، ابن معین نے لیس بشیء کہا ہے، امام احمدؒ اسے بالکل نکما فرماتے ہیں اور ابوذرعہ اسے لین الحدیث کہتے ہیں" (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۰۴) چھٹا راوی محمد بن ذکوان ہے جو ضعیف ہے (تقریب ص ۲۹۷) امام بخاری اس کو منکر الحدیث فرماتے ہیں، امام نسائی فرماتے ہیں وہ ثقہ نہیں منکر الحدیث ہے، دارقطنی ضعیف کہتے ہیں (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۵۴۲) ساتواں راوی ابوھارون العبدی ہے اس کا نام عمارہ بن جوین ہے، حماد بن زید اس کو جھٹلاتے تھے۔ امام شعبہ فرماتے اگر مجھے قتل کر دیا جائے تو منظور ہے لیکن ابو ہارون العبدی سے حدیث لینا منظور نہیں، امام احمدؒ فرماتے ہیں لیس بشیء، ابن معین فرماتے ہیں ضعیف ہے، امام نسائی فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے، امام دارقطنی فرماتے ہیں متلون خارجی شیعی، ابن حبان کہتے ہیں وہ حضرت ابوسعید سے ایسی حدیثیں روایت کرتا تھا جو ان سے ثابت ہی نہیں، امام جوزجانی

فرماتے ہیں کذاب مفتر، ابوعلی کہتے ہیں ابو ھارون اکذب من فرعون، فرعون سے بھی بڑا جھوٹا تھا (میزان الاعتدال ج۳ ص۱۷۴) ان سب کے مقابلے میں ابن عون اس سے حدیث روایت کرتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ محدثین اس کی اس حدیث کا اعتبار کرتے ہیں جو اس سے سفیان روایت کرے۔ (میزان الاعتدال ج۳ ص۱۷۳)

سفیان کی روایت: حدثنا سفیان بن وکیع حدثنا ابوداؤد الحفری عن سفیان عن ابی ھارون قال کنا ناتی ابا سعید فیقول مرحباً بوصیة رسول اللّٰہ ﷺ ان النبی ﷺ قال ان الناس لکم تبع و ان رجالاً یاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین و اذا اتوکم فاستوصوا بھم خیراً قال علی بن عبد اللّٰہ قال یحییٰ بن سعید کان شعبة یضعف ابا ھارون العبدی قال یحییٰ و ما زال ابن عون یروی عن ابی ھارون العبدی حتیٰ مات و ابو ھارون اسمه عمارة بن جوین (ترمذی ص ۸۹ ج۲ ابواب العلم باب ما جاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم)

حماد بن سلمہ کی روایت: حماد بن سلمة عن ابی ھارون عن ابی سعید مرفوعاً الناس لکم تبع یأتونکم من اقطار الارض یسألونکم عن العلم فاستوصوا بھم معروفاً (میزان الاعتدال ج۳ ص۱۷۴) اب دیکھئے ان میں سفیان کی روایت میں فقہ کا ذکر ہے، حماد بن سلمہ کی روایت میں علم کا لفظ ہے اور محمد بن ذکوان کی روایت میں فہم حدیث کا۔ اھل الحدیث بعدنا کے الفاظ نہ سفیان کی حدیث میں ہیں نہ حماد بن سلمہ کی حدیث میں۔ اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو اس کا مطلب صاف ہے کہ دور صحابہ میں کسی ان پڑھ کو ہرگز اھل حدیث نہیں کہا جاتا تھا بلکہ ان کو کہا جاتا تھا جو الفاظ حدیث کے حافظ ہوتے، عالم ہوتے اور احادیث سے فقہی مسائل کا استنباط کر سکتے۔ فقہ کے منکر اور جاہل کو کبھی خیر القرون میں اہل حدیث نہیں کہا گیا، معلوم ہوا یہ ایک علمی طبقہ کا نام ہے کسی فرقہ مذہبی کا نام نہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان اللّٰہ وتر یحب الوتر فاوتروا یا اھل القرآن و فی

الباب عن ابن عمر و ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم و عن علی رضی اللہ عنہ، ترمذی ج۱ ص ۹۱ باب ماجاء ان الوتر لیس بحتم) دیکھئے اس میں لفظ اہل قرآن سے مراد فرقۂ منکرین حدیث ہرگز نہیں بلکہ حفاظ قرآن کا علمی طبقہ مراد ہے۔ یہ حدیث اگر صحیح ہے تو فقہاء احناف اہل حدیث ہیں کیونکہ وہ الفاظ حدیث سے بڑھ کر فہم حدیث اور فقہ میں سب سے ممتاز ہیں اور غیر مقلدین ہرگز اہل حدیث نہیں کیونکہ نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ایک مسئلہ بھی احادیث سے استنباط نہیں کر سکتے۔ (الحطۃ)

میٹھا میٹھا ہپ ہپ
کڑوا کڑوا تھو تھو

امام ابوسفیان بن عیینہ: حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں "سفیان بن عیینہ کوفہ کے رہنے والے ہیں پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے، اور ۱۹۸ھ میں وفات پائی آپ بڑے پایہ کے حدیث کے امام ہیں" (سبیل الرسول ص ۳۱۰ حاشیہ) یہ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اکیلے نمازی کے لئے ہے ھذا لمن یصلی وحدہ مگر غیر مقلدین اس کو بالکل نہیں مانتے لیکن یہاں صادق صاحب نے سفیان بن عیینہ کا قول لکھ مارا "مجھے امام ابوحنیفہؒ نے اہل حدیث بنایا" اب اصل عبارت دیکھیں "قال سوید بن سعید عن سفیان بن عیینہ قال اول من اقعدنی للحدیث ابوحنیفۃ۔ قدمت الکوفۃ فقال ابوحنیفۃؒ ان ھذا اعلم الناس بحدیث عمرو بن دینار فاجتمعوا علی فحدثتھم" (الجواہر المضیہ ج۱ ص ۳۰) اور فرماتے ہیں اول من صیرنی محدثاً ابوحنیفۃؒ (تاریخ ابن خلکان) اب دیکھئے صادق صاحب نے "محدث" کا ترجمہ اہل حدیث کیا اور پھر اہل حدیث سے اپنا فرقہ مراد لیا صادق صاحب میں اگر ذرا دیانت ہے تو ذرا محدثین سے محدث کی شرائط نقل فرمائیں اور پھر اپنے فرقہ کی ہر مرد عورت جاہل عالم میں محدث کی شرائط دکھادیں۔ خود صادق صاحب میں بھی محدث کی شرائط موجود نہیں ہیں۔ اور کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر حکیم صاحب حضرت سفیان بن عیینہ کا یہ قول بھی نقل فرمادیتے کہ قاری حمزہ کی

قرأت اور امام ابوحنیفہؒ کی فقہ آفاق یعنی زمین کے کونوں تک پہنچ چکی ہے (مناقب ذہبی ص۲۰) جس سے ثابت ہوا کہ پوری دنیا دوسری صدی ہجری میں ہی امام ابوحنیفہؒ کی تقلید پر جمع تھی اور ساری دنیا میں دین کوفہ سے ہی گیا، قرآن بھی کوفہ سے اور فقہ بھی کوفہ سے" آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ان اللّٰہ زوی لی الارض فرأیت مشارقھا و مغاربھا و ان امتی یبلغ ملکھا مازوی لی (ترمذی ص۳۱۷ ابواب الفتن باب سوال النبی ثلاثاً فی امتہ) آنحضرت ﷺ کی اس پیش گوئی کے موافق ساری دنیا میں آپ کا دین پھیلا، ملکوں میں حکومتیں قائم ہوئیں، چنانچہ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں "و جمہور الملوک و عامۃ البلدان متمذھبین بمذھب ابی حنیفۃؒ" (تفہیمات الٰہیۃ ج۱ ص۲۱۲) یعنی امام سفیان بن عیینہ کے دور دوسری صدی سے لے کر شاہ ولی اللہؒ کے دور بارھویں صدی تک تمام دنیا اور تمام ممالک میں عوام اور بادشاہ سب حنفی تھے، یہ پیش گوئی جس طرح آنحضرت ﷺ کا معجزہ ہے اسی طرح احناف کے سچے ہونے کی بھی بڑی زبردست دلیل ہے۔

علامہ شامی تاتارخانیہ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں حکی ان رجلاً من اصحاب ابی حنیفۃ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عھد ابی بکر الجوزجانی فابی الا ان یترک مذھبہ فیقرأ خلف الامام و یرفع یدیہ عند الانحطاط و نحو ذا للشا فاجابہ فزوجہ، فقال الشیخ بعد ما سئل عن ھذہ و اطرق راسہ النکاح جائز و لکن اخاف علیہ ان یذھب ایمانہ وقت النزع لانہ استخف بمذھبہ الذی ھو حق عندہ، وترکہ لاجل جیفۃ منتنۃ و لو ان رجلا برئ من مذھبہ باجتھاد وضع لہ کان محموداً ماجوراً اما انتقال غیر من غیر دلیل بل لما یرغب من عرض الدنیا و شھوتھا فھو المذموم الآثم المستوجب للتادیب و التعزیر لارتکابہ المنکر فی الدین و استخفافہ بدینہ و مذھبہ" (ردالمحتار باب التعزیر مطلب فیما ارتحل الی غیر مذھبہ ج۳ص۱۹۰) صادق سیالکوٹی نے سبیل الرسول ص۳۱۲ پر اس واقعہ سے اپنا فرقہ ثابت کرنے کی کوشش

کی ہے حالانکہ اصحاب الحدیث سے مراد محدث ہے اس میں اگر غیر مقلد کا لفظ دکھا دیں تو ہم منہ مانگا انعام دیں گے پھر یہ واقعہ پورا بھی نقل نہیں کیا تا کہ لوگوں کو عبرت ہوتی۔

ابن خلدون کی شہادت: صادق صاحب نے سبیل الرسول ص۳۱۲ پر ابن خلدون کا بھی حوالہ دیا ہے "یہیں سے فقہ کی دو شاخیں نکل آئیں ایک قسم کے فقیہ اہل الرائے والقیاس ٹھہرے جن میں اہل عراق کا شمار تھا دوسری نوع اہل حدیث کہلائے جو کہ اہل حجاز تھے" (ص۴۶۷) ادھر حجاز میں حضرت امام مالکؒ کا نام نامی اور ان کے بعد امام شافعیؒ کا اسم گرامی سب سے پہلے سامنے آتا ہے، انہیں بزرگوں کے مذاہب دنیا میں رائج ہوئے اس کے بعد منکرین قیاس کا طائفہ پیدا ہوا جنہوں نے قیاس پر عمل کرنے کو سراسر لغو بتایا.......... امت میں تو یہی تین مذہب حنفی مالکی شافعی زور پکڑ گئے (ص۴۶۸) پھر منکرین قیاس یعنی ظاہریہ کے بارہ میں لکھتے ہیں "اہل ظاہر کا تو یہ حشر ہوا کہ ان کے ائمہ کے ختم ہوتے ہی ان کا مذہب صفحہ ہستی سے ایسا مٹا کہ اب تک اس میں کوئی جان نہیں پڑی، محض کتابوں میں لکھا پڑا ہے جو کیڑے کی غذا بن رہا ہے اور اب آج اگر کوئی طالب علم ان کی کتابوں سے ان کی فقہ اور ان کا مذہب سیکھنے بیٹھتا ہے تو وہ حقیقت میں وقت کو رائیگاں کھوتا ہے اور جمہور امت کو مخالفت کے لئے چیلنج دیتا ہے اور امت کی طرف سے بدعتی کا نامِ بد حاصل کرتا ہے .... ائمہ اسلام نے اس کے مذہب کو بری نظر سے دیکھا اور اس کے مذہب کو لغو ثابت کر کے توڑ مروڑ کر رکھ دیا۔ اس کی کتابوں کو کوئی ہاتھ تک نہ لگاتا اور ان کو چھوتا نہیں۔ بازار میں بکنے آتیں تو کوئی خریداری پر راضی نہ ہوتا اور کبھی ہاتھ پڑ جاتیں تو پھاڑ دی جاتیں (ص۴۶۸)

امام احمد بن حنبلؒ کے بعد تمام شہروں میں تقلید کا دائرہ انہیں چار مذاہب میں محصور و محدود رہا اور دوسرے مذاہب کے مقلد مٹ مٹا گئے اور یہیں سے اختلاف طرق و مذاہب کا باب بند ہو گیا اور اجتہاد کی راہ بھی مسدود ہو گئی کیونکہ اگر اجتہاد کا دروازہ پھر بھی کھلا رہتا تو سخت خطرہ تھا کہ نا اہل بھی اجتہاد کا دعوی کر بیٹھیں اور مجتہد ہونے کا دم بھریں اس لئے لوگوں نے انہیں مجتہدین میں سے کسی کی تقلید کو جائز رکھا بلکہ یہاں تک

روا نہ رکھا کہ ایک کی تقلید اختیار کر کے پھر کسی دوسرے امام مجتہد کی تقلید کی جائے اور یوں دین کو ایک کھیل بنایا جائے، اب فقہ کا ماحصل یہی ہے کہ بیان کرنے کو تو سب ائمہ کے مذاہب بیان کئے جائیں لیکن ہر مقلد اقتداء صرف ایک ہی امام کی کرے اور تصحیح اصول اور اتصال سند روایت کا پورا پورا لحاظ رکھے اور اب اجتہاد کی راہ ایسی بند ہوئی کہ اگر آج کوئی اجتہاد کا دعویٰ لے کر اٹھے تو اس کا دعویٰ اس کے منہ پر مار دیا جائے اور کوئی اس کی تقلید کی طرف رخ نہ کرے، یہی وجہ ہے کہ سارے ممالک اسلامیہ میں اب انہیں مذاہب اربعہ کا چلن ہے۔ امام احمد بن حنبل کے مقلدین بہت کم تعداد میں ہیں کیونکہ ان کا مذہب اجتہاد سے دور ہے......... امام ابو حنیفہؒ کے مقلدین آج عراق ہند چین ماوراء النہر اور عرب و عجم میں بکثرت پھیلے ہوئے ہیں ان کی کثرت کی وجہ دراصل یہ ہوئی کہ اول تو اس مذہب حنفی نے دارالاسلام عراق میں جنم لیا جس کو قدرۃً مقبولیت عامہ نصیب ہونی چاہئے پھر ان کے شاگردوں نے خلفاء عباسیہ کی صحبت میں رہ کر تالیفات کے تودے لگا دیئے اور شافعیوں کے ساتھ ان کی زبردست مناظرے رہے اور اختلافی مسائل میں اچھی اچھی بحثیں ان کے قلم سے نکلیں اور وہ علم میں منجھ گئے اور عمیق النظر بن گئے اور جو کچھ ان کی فضیلت اور برتری تھی وہ منظر عام پر آ گئی (ص ۴۶۹) چار مذاہب ممالک اسلامیہ میں رائج ہو گئے اور ہر مذہب ایک مستقل حیثیت پکڑ گیا اور اجتہاد کا دروازہ بھی مسدود تھا (ص ۴۷۰)

دیکھئے علامہ ابن خلدون نے صرف چار مذاہب کا بار بار ذکر کیا ہے وہ منکرین قیاس کو اہل حدیث ہرگز نہیں سمجھتے بلکہ ان کو اہل سنت والجماعت کا مخالف اور بدعتی سمجھتے ہیں۔

طائفہ منصورہ: عام غیر مقلدین کی طرح صادق سیالکوٹی نے بھی طائفہ منصورہ والی حدیث کو اپنی جماعت پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے (سبیل الرسول ص ۳۱۱) دیکھو یہ حدیث صحیح بخاری میں پانچ مقامات پر آئی ہے۔ ج ا ص ۱۶، ج ا ص ۴۳۹، ج ا ص ۵۱۴، ج ۲ ص ۱۰۸۷، ج ۲ ص ۱۱۱۱۔ امام بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۷ پر ان الفاظ میں باب باندھتے

ہیں قول النبی ﷺ لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق (فی نسخة یقاتلون و هم اهل العلم۔ اور حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں من یرد اللّٰه به خیراً یفقهه فی الدین و انما انا قاسم و اللّٰه یعطی و لن یزال امر هذه الامة مستقیماً حتی تقوم الساعة او حتی یاتی امر اللّٰه عز وجل (ج۲ص۱۰۸۷) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں و فی ذلك بیان ظاهر لفضل العلماء علی سائر الناس ولفضل التفقه فی الدین علی سائر العلوم (فتح الباری ج۱ص۱۳٤ فی باب من یرد اللّٰه به خیراً یفقهه فی الدین) اور صحیح مسلم ج۲ص ۱۴۳، ۱۴۴ باب قول النبی ﷺ لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لا یضرهم من خالفهم میں یہ الفاظ ہیں من یرد اللّٰه به خیراً یفقهه فی الدین و لا تزال عصابة من المسلمین یقاتلون علی الحق ظاهرین علی من ناواهم الی یوم القیامة (مسلم ج۲ص۱۴۴) اس میں رسول اقدس ﷺ نے تین باتیں صراحۃً بیان فرمائی ہیں: (۱) وہ جماعت ہمیشہ رہے گی، احناف سب سے پہلے کے ہیں غیر مقلدین دور برطانیہ کی پیداوار ہیں۔ (۲) وہ فقہ میں سب سے برتر ہوگی، یہ بھی احناف کو حاصل ہے، غیر مقلدین تو فقہ کے منکر ہیں۔ (۳) وہ جماعت جہاد کرے گی، جہاد کے لئے پہلے حکومت کا ہونا ضروری ہے، تمام ممالک میں سلطنت بھی احناف کے پاس رہی اور جہاد بھی انہوں نے کئے، غیر مقلدوں کو نہ کبھی حکومت نصیب ہوئی نہ جہاد کرنا قسمت میں ہوا بلکہ جہاد کے خلاف رسالے لکھ کر جاگیریں حاصل کیں۔ صادق سیالکوٹی صاحب نبی ﷺ کی تشریحات کو نہیں مانتا اور امتیوں کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے کہتے ہیں (۱) امام احمد نے فرمایا وہ اصحاب الحدیث ہیں قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں انما اراد احمد بن حنبل اهل السنة والجماعة (شرح مسلم ج۲ص۱۴۳) شیخ عبد القادر جیلانیؒ بھی اپنے امام کی تقلید میں اصحاب الحدیث لکھتے ہیں اور وضاحت اہل سنت والجماعت سے کرتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین) علی بن المدینی اصحاب الحدیث کہتے ہیں مگر ان کے شاگرد امام بخاریؒ هم اهل العلم کہہ کر سمجھا رہے ہیں کہ مراد طبقہ علمی ہے نہ کہ فرقہ مذہبی۔ آپ کے مولانا محمد

ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی لکھتے ہیں "بعض جگہ تو ان کا ذکر اہل حدیث سے ہوا ہے بعض جگہ اصحاب حدیث سے بعض جگہ اہل اثر کے نام سے اور بعض جگہ محدثین کے نام سے، مرجع ہر لقب کا یہی ہے" (تاریخ اہلحدیث ص ۱۲۸) معلوم ہوا کتب قوم میں اہل قرآن، اہل حدیث، اہل فقہ، اہل صرف، اہل نحو کسی فرقہ مذہبی کا نام نہیں بلکہ طبقات علمیہ کے نام ہیں ما صادق صاحب اگر بضد ہیں تو ان سے گزارش ہے کہ وہ ہر صدی میں اپنی فقہ کی کتاب کا پتہ دیں ماہر صدی میں ہر ملک میں اپنے بادشاہوں کا نام بتائیں اور ہر صدی میں جہادوں کی فہرست پیش کریں جو غیر مقلدین نے کئے ہوں ورنہ ہم احناف اپنی فقہ کی کتابوں کا نشان پانچویں صدی سے بارھویں صدی تک کو آپ کی کتاب سبیل الرسول ص ۲۲۱ سے دکھادیں گے۔

لطیفہ: طائفہ منصورہ اہل علم ہیں (بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۷) آپ کا علم یہ ہے کہ طحطاوی جو درمختار کی شرح ہے ان کی تاریخ یہ لکھی ہے کہ طحطاوی تو آٹھویں صدی میں لکھی گئی اور درمختار گیارھویں صدی میں لکھی گئی یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ قرآن کی تفسیر پہلی صدی میں لکھی گئی مگر قرآن پانچویں صدی میں اترا، یا کوئی کہے بخاری کی شرح فتح الباری دوسری صدی میں لکھی گئی اور بخاری تیسری صدی میں لکھی گئی کیا کہیں۔

معشوق ما خورد سال ست ناز نہ داند ہنوز
دست چپ از دست راست باز نہ داند ہنوز

علامت اہل بدعت: اہل بدعت محدثین کی بدگوئی کرتے ہیں (سبیل الرسول ص ۳۱۳) ذرا چور تلاش کرنے ہوں تو کسی غیر مقلد کے سامنے مسند امام اعظم، کتاب الآثار امام محمد، کتاب الآثار ابو یوسف، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ، طحاوی، عقود الجواہر المنیفہ، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، الجواہر النقی فی الرد علی البیہقی۔ مرقات شرح مشکوۃ، فیض الباری شرح بخاری، زجاجۃ المصابیح، آثار السنن، معارف السنن، بذل المجہود، محدثین کی کتابیں رکھ کر دیکھ لو کہ ان کتابوں اور ان کے مؤلفین کو کیا کیا صلوٰتیں سناتا ہے، ذرا یہ بتا دو کہ محدثین نے محدثین کے حالات میں جو کتابیں لکھی ہیں وہ طبقات

حنفیہ، طبقات شافعیہ، طبقات مالکیہ، طبقات حنابلہ ہیں اس طرح سب محدثین مقلد ہیں تو پھر دیکھو مقلدین کو کس طرح مشرک اور کافر اور بدعتی کہتے ہیں۔

ابن ابوداؤد کا خواب: ص ۳۱۴ پر ابن ابی داؤد کا خواب ذکر کیا ہے اولاً تو امام ابو داؤد نے خود فرمایا میرا بیٹا کذاب ہے ابن صاعد، ابن عدی اور ابراہیم ابو ہریرہ الاصبہانی نے بھی اسے کذاب کہا ہے (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۳۳) اور خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے انا اول صاحب حدیث فی الدنیا (تاریخ بغداد) لیکن صادق صاحب نے اول کا لفظ نقل نہیں کیا ورنہ ۸ھ میں جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے اس سے پہلے سب صحابی اہل حدیث نہیں رہیں گے اگر یہ خواب صحیح بھی ہو تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کب فرمایا ہے میرے فرقہ کا نام صاحب الحدیث، ہے کوئی کہے کہ میں صرفی ہوں، نحوی ہوں، عروضی ہوں تو کیا آپ یہ ان کے مذہبی فرقوں کا نام سمجھیں گے، افسوس ہے ایسی سمجھ پر، اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ میں بھی محدث تھا طبقہ علمی میں اور بس۔

اہل سنت والجماعت حنفی: آپ حنفی کہلا کر خوش ہوتے ہیں یا اہلحدیث (ص ۳۱۵)

جواب: ہم اہل سنت والجماعت حنفی کہلا کر خوش ہوتے ہیں کیونکہ ہماری نسبت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ملتی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی اور امام صاحب رحمہ اللہ سے بھی، صحیح عبارت یہ ہے صحابہ تابعین اور تبع تابعین خود کو حنفی نہیں کہتے تھے (ص ۳۱۶ سبیل الرسول)

صحابہ: حنفی شافعی نہیں کہلاتے تھے (ص ۳۱۶) صحابہ قرآن پڑھتے تھے وہ اگرچہ قرأت حمزہ قرأت حفص کا نام بھی نہ جانتے تھے مگر آج صحابہ کے طرز پر قرآن پڑھنا چاہو تو ان ہی قرأت کی قرأت میں پڑھنا ہوگا۔ اسی طرح صحابہ بخاری مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابو داؤد، مشکوۃ اور بلوغ المرام کا نام تک نہیں جانتے تھے مگر احادیث پر عمل کرتے تھے نہ رواہ البخاری کہتے نہ رواہ مسلم لیکن آج احادیث کے لئے ان حضرات کی طرف نسبت ضروری ہے، اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم ائمہ اربعہ کا نام نہیں جانتے

تھے مگر عمل فقہ پر ہی کرتے تھے ئمہ اربعہ نے انہی کے فقہی مسائل کو مرتب فرمایا ہے، جن مسائل میں صحابہ کرام کا اتفاق تھا وہ سب نے جمع فرمالئے، جن میں صحابہ کا اختلاف تھا ان میں سے ایک ایک پہلو لے لیا۔ آج ان کی فقہ کے بغیر صحابہ کی اتباع کا کوئی طریقہ ہی نہیں ہے۔ ص ۳۱۹

نمود روئے تو گلہائے باغ راچہ کنم
چوں آفتاب برآمد چراغ راچہ کنم

منکر حدیث مسلمان نہیں: ص ۳۱۶ اسی طرح مطلق فقہ کا منکر بھی نص قطعی اور احادیث متواترہ کا منکر ہے اس لئے کافر ہے۔

کیا ایسی کتابوں میں عشقیہ اشعار لکھنا جو عورتوں نے بھی پڑھنی ہیں دل کی گندگی کی دلیل اور مرزا قادیانی کا طریق نہیں؟ پھر اجتہاد کا تو تعلق ہی ان مسائل سے ہے جو صحیح صریح غیر معارض حدیث میں نہ ہوں جب آفتاب نہ ہو تو پھر اندھیرے میں بیٹھنا چمگادڑ صفت لوگوں کا ہی کام ہے۔

ص ۳۲۰، اللهم ارحم خلفائي: حدثنا ابوحصين الوذاعى حدثنا ابو طاهر احمد بن عيسىٰ العلوى حدثنا ابن ابى فديك حدثنا هشام بن سعد عن زيد بن اسلم عن عطاء عن ابن عباس عن على رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ اللهم ارحم خلفائي قلنا من خلفاءك قال الذين يروون احاديثى ويعلمونها الناس قلت هذا باطل (ميزان الاعتدال ج١ ص١٢٧ فى ترجمة احمد بن عيسىٰ والرامهرمزى فى المحدث الفاصل موضوع واحمد بن عيسىٰ وضاع (نصب الرايه ج١ ص٣٤٨ فى بحث الجهر بالبسملة)

پھر اس سے مراد محدثین ہیں جو طبقہ علمی ہے نہ کہ کوئی فرقہ مذہبی یہاں تو روایت حدیث اور تعلیم حدیث کا بیان ہے کیا آپ کے فرقہ کا ہر شخص محدث ہے۔

کتب فقہ کی فہرست (ص ۲۲۱): دجل کی انتہاء جیسے کوئی معارف القرآن کی تاریخ کو نزول قرآن کا سال بتائے ذرا لا مذہبوں کی کتابوں کی لسٹ بھی اسی طرح

صدی وار تحریر فرمائیں۔ امام محمدؒ امام ابو یوسفؒ کی کتابوں کا سن تحریر کیوں نہیں فرمایا۔

(تقریب)

ص۱۴۰: عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ تفترق امتی علی ثلاث وسبعين فرقة كلهن فی النار الا واحدة قالوا ماتلك الفرقة قال ما انا عليه اليوم و اصحابی رواه الطبرانی فی الصغیر و فيه عبد الله بن سفيان قال العقيلی لا يتابع علی حديثه هذا و قد ذكره ابن حبان فی الثقات (**مجمع الزوائد ج۱ص۱۸۹، میزان الاعتدال ج۲ص۴۳۰**) یعنی یہ راوی مجہول بھی ہے اور اس کا متابع بھی کوئی نہیں اور صادق نے ص۱۴۰ پر الملل و النحل کے حوالہ سے نقل کی ہے جو وہاں بالکل بے سند ہے (سبیل ص۳۶۹)۔

حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ: تعمل هذه الامة رواه ابو ليلی و فيه عثمان بن عبد الرحمن الزهری متفق علی ضعفه (مجمع الزوائد ج۱ص۱۷۹) اس حدیث کی ایک دوسری سند بھی جامع بیان العلم ج۲ص۱۳۴ پر ہے جسمیں محمد بن اللیث (میزان ج۴ ص۲۳ جبارۃ بن المغلس (میزان ج۱ ص۳۸۷) حماد بن یحییٰ الابح (میزان ج۱ ص۶۰۱) تینوں ضعیف ہیں اور مراد اہل الرائے سے اہل بدعت ہیں (جامع ج۲ ص۱۳۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بہت سے فتوے ہیں جو بلا ذکر دلیل موجود ہیں مثلاً کتے کے برتن کا تین بار دھونا وغیرہ۔

سبیل ص ۳۶۹ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اعداء السنن فرمانا جامع بیان العلم ج۲ ص۱۳۴، ۱۳۵ پر اس کی سندوں پر کلام ہے اور مراد اہل بدعت ہیں ورنہ قیاس شرعی کے وہ خود قائل ج۲/ص۵۶، ج۲/ص۵۷، ج۲/ص۵۹ اور کئی فتاویٰ آپ کے بلا ذکر دلیل ہیں، اعداء کے لفظ سے بھی اہل بدعت کا مطلب ہی نکلتا ہے کیونکہ بدعت ہی سنت کو مٹاتی ہے قیاس شرعی تو سنت کو سمجھاتا ہے نہ کہ مٹاتا ہے۔

اصحاب الرأی قوم یفتون سے مراد غیر مقلدین ہیں کہ پوری قوم کا ہر آدمی اپنی اپنی رائے پر چلے گا، یہ نہ ہوگا کہ سارے ایک کی تقلید کر لیں کیونکہ ایک روایت میں

ہے ولکن فقهاء کم يذهبون ثم لا تجدون منه خلفاً و يحييٰ قوم يفتون الامور برأيهم (جامع ج۲ص۱۳۵) و فی رواية قراء كم وعلماء كم يذهبون و يتخذ الناس رؤسا جهالاً يفتون الامور برأيهم (ج۲ص۱۳۶) یہ ابن مسعود کا فرمان ہے یعنی وہ لوگ فقہاء کے باغی اور جاہل ہوں گے یہی غیر مقلدین ہیں۔

سبیل ص۳۷۰ پر يفتون الامور برأيهم (مجمع الزوائد ج۱ص۱۷۹) کے حوالہ سے درج ہے مگر آخری الفاظ فيحلون الحرام و يحرمون الحلال چھوڑ دیئے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ مجتہدین اس سے مراد نہیں کیونکہ وہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام بتاتے ہیں ولاعکس اس لئے عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں خذ من الرأى مايفسرلك الحديث (جامع ج۲ص۱۳۷) علامہ شعبیؒ و عن الشعبی ذم القياسَ و معناه عندنا قياس على غير اصل لئلا يتناقض ما جاء عنه (جامع ج۲ص۶۲) ان فتاویٰ کو اس تقلید کے خلاف پیش کرنا يحرفون الكلم عن مواضعه پر عمل ہے۔

سبیل ص۳۷۱ پر حدیث حسد یہود والی لکھی ہے، قول امامهم سے امام جماعت غرباء مراد ہو۔

حکیم صاحب نے ص۲۲۷ پر ایک عنوان قائم کیا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے اختلاف

اس کے بعد صفحہ ۲۲۹ سے لیکر صفحہ ۲۶۴ تک اکیس مسائل نقل کئے ہیں ہم یہاں پر ترتیب وار اعتراض نقل کر کے ان کے جواب عرض کرتے ہیں۔

نمبر ۱ کتے کا ناپاک برتن

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص۲۲۹ پر حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے یہ پہلا مسئلہ لکھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا حکم:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبع مرات (بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کتا تمہارے برتن میں سے پی جائے تو اسے سات مرتبہ دھوؤ۔

فقہ کا اختلاف:

یغسل الاناء من ولوغہ ثلثاً (ھدایہ، کتاب الطھارۃ) جب برتن سے کتا پی جائے اسے تین بار دھوؤ۔

بخاری شریف مسلم شریف کی متفق علیہ حدیث کے خلاف بے دلیل قول، بھائیو غور کرو۔

جواب: آنحضرت ﷺ نے فرمایا

(۱) کتے کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھو ڈالو آٹھویں دفعہ مٹی سے مانجھو (مسلم عن عبد اللہ بن المغفل)

(۲) کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھوؤ (بخاری و مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

(۳) کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھوؤ (کامل ابن عدی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہذا صحیح اوحسن) (معارف السنن ج۱ص۳۲۵)

یہ آنحضرت ﷺ کے تین حکم ہیں آٹھ مرتبہ دھونا، سات مرتبہ دھونا، تین مرتبہ دھونا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتوی:

کتا برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ دھونا (دارقطنی، طحاوی) سندہ صحیح، آثار السنن ج۱ص۱۲) محدث طحاویؒ فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تین بار

دھونے کا فتویٰ دینا واضح دلیل ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سات دفعہ دھونے والی حدیث منسوخ ہے کیونکہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن ظن رکھتے ہیں، یہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے کچھ اور سنیں اور پھر فتویٰ آپ ﷺ کے خلاف دیں، اس سے تو آپؓ کی عدالت ہی ساقط ہو جائے گی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل ہیں۔

(طحاوی ج۱ص۲۳)

مکہ مکرمہ کے مفتی حضرت عطاء تابعیؒ سے جب کتے کے جھوٹے برتن کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں نے یہ سب سنا ہے سات مرتبہ، پانچ مرتبہ اور تین مرتبہ (عبدالرزاق ج۱ص۹۷)

مدینہ منورہ معمر جو سات اور آٹھ دفعہ دھونے کی حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں میں نے امام زھریؒ سے کتے کے جھوٹے برتن کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا تین مرتبہ دھویا جائے (عبدالرزاق ج۱ص۹۷)

کوفہ سیدنا الامام الاعظمؒ بھی یہی فتویٰ دیتے ہیں کہ برتن تین مرتبہ دھویا جائے۔

آنحضرت ﷺ سے یہ تین حکم مروی ہیں جو بظاہر متعارض ہیں اور خود آنحضرت ﷺ سے ان کے بارہ میں کوئی فیصلہ مروی نہیں کہ کونسا پہلے کا ہے اور کونسا بعد کا، اور جو فیصلہ صراحۃً کتاب وسنت میں موجود نہ ہو اس میں بنص حدیث معاذ رضی اللہ عنہ مجتہد اجتہاد سے جو فیصلہ دے وہ لازم العمل ہوگا۔

ایک واضح حدیث:

احادیث پر نظر رکھنے والا جانتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں کتوں کے بارہ میں احکام بہت سخت تھے ان کو مار ڈالنے کا حکم تھا بعد میں ان سے شکار کھیلنے کی اجازت مل گئی اور احکام نرم کر دیئے گئے اس لئے خیر القرون میں تمام مراکز اسلام مکہ مکرمہ،

مدینہ منورہ، کوفہ میں فتویٰ تین پر ہی رہا۔

حکیم صاحب نے احناف کثر اللہ سوادھم پر اعتراض کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ سے بھی دھوکا کیا کہ آپ ﷺ کے تین حکموں میں سے ایک حکم بتایا اور دو کو چھپایا جو سبیل رسول نہیں سبیل یہود ہے۔

دوسرا فریب یہ کہ صحابی رسول ﷺ اور تابعین کے صحیح فتووں کو چھپایا، انہوں نے تین والی حدیث پر فتویٰ دیا تھا، اس نے خیر القرون والوں کے خلاف محض ضد اور نفسانیت سے اس فتویٰ کی مخالفت کی۔

ہدایہ کی مکمل عبارت:

"اور کتے کا جھوٹا ناپاک ہے اور جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو تین مرتبہ دھویا جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھوؤ۔ اور کتے کا منہ پانی کو لگا تھا نہ کہ برتن کو تو جب برتن ناپاک ہوگیا تو پانی بدرجہ اولیٰ ناپاک ہوگیا، یہ دلیل ہے کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے اور حدیث شریف میں تین مرتبہ کا عدد امام شافعیؒ پر حجت ہے جو سات مرتبہ کو شرط قرار دیتے ہیں، کتے کا پیشاب جہاں لگ جائے تو (بالاتفاق) تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا اور جس حدیث میں سات مرتبہ دھونے کا حکم ہے وہ اسلام کے ابتدائی دور سے متعلق ہے (اب منسوخ ہے)" (ہدایہ ج۱ ص۴۵) دیکھو صاحب ہدایہ نے مسئلہ کا ثبوت حدیث پاک سے دیا تھا اور قیاس والی دلیل بھی نقل کی تھی اور سات والی روایت کا جواب بھی دیا تھا مگر حکیم صاحب نے ہدایہ کی عبارت نقل کرنے میں انتہائی خیانت کی ہے، حکیم صاحب نے فقہ کے ایک مسئلہ کو حدیث کے خلاف ثابت کرنے کے لئے تین زبردست بے ایمانیاں کیں۔

(۱) احادیث رسول سے بے ایمانی

(۲) خیر القرون سے بے ایمانی

(۴) ہدایہ سے بے ایمانی

ایک اور دھوکہ: لامذہب اپنی بددیانتیوں کو چھپانے کے لئے جلدی سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ سات والی حدیث صحیح ہے اور تین والی ضعیف ہے ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ سات والی حدیث کو صحیح اور تین والی کو ضعیف اللہ کے نبی نے کہا ہے یا کسی امتی نے، اگر نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے تو حدیث پیش کرو، اگر کسی امتی نے کہا ہے تو امتی کی تقلید آپ کے مذہب میں شرک ہے۔

پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ امتی خیر القرون کا مجتہد ہے یا بعد خیر القرون کا غیر مجتہد، تو ہم خیر القرون کے مجتہد کے مقابلہ میں مابعد خیر القرون کے کسی غیر مجتہد کی بات تسلیم نہیں کرتے کیونکہ خیر القرون والوں کی خیریت حدیث صحیح سے ثابت ہے اور بعد والوں کی خیریت حدیث سے ثابت نہیں اور مجتہد کی طرف رجوع حدیث سے ثابت ہے جبکہ کسی غیر مجتہد کی طرف رجوع حدیث سے ثابت نہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ: حکیم صاحب نے احناف پر اعتراض کرنے کے لئے تو دیانت و امانت سب کو خیر باد کہہ دیا مگر صحیح بخاری ص ۲۰ ج ۱ پر کتے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے کی اجازت دی ہے، ذرا اس طرف بھی توجہ فرماتے اور آپ کے علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں ''کتے کا پیشاب پاک ہے'' (ہدیۃ المہدی ج ۳ ص ۷۸) اور نواب صدیق حسن غیر مقلد لکھتے ہیں کتے کے گوشت، خون، بال اور پسینہ کے نجس ہونے پر دلیل نہیں ہے (بدور الاہلہ ص ۱۶) حکیم صاحب آپ نے ان کی تردید میں کیا لکھا ہے جو کسی امتی کے نام سے نہیں بلکہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے نام سے ایسے گندے مسائل پھیلا کر نبی معصوم ﷺ کو بدنام کر رہے ہیں۔ حکیم صاحب! آپ کے ابن حزم نے یہ لکھا ہے کہ بیوی کو حق مہر میں کتا دینا جائز ہے، حکیم صاحب! ذرا اس کی تفصیل بیان فرمائیں کہ آپ کے مذہب میں کنواری کے لئے کس نسل کا کتا ہو اور ثیبہ کے لئے کس نسل کا کتا مطلوب ہے۔

نمبر۲ بیت اللہ کی چھت پر نماز

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۳۰ پر حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے یہ مسئلہ لکھا ہے۔

پیغمبر ﷺ رحمت کی ممانعت:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ نہی ان یصلی فی سبع مواطن فی المزبلة والمجزرة و المقبرة وقارعة الطريق و فی الحمام و معاطن الا بل و فوق ظهر بيت الله ...... قال ابو عیسیٰ حديث ابن عمر اسناده ليس بذلك القوی و قد تكلم فی زيد بن جبيرة من قبل حفظه (ترمذی ص۷۷ باب ماجاء فی كراهية مايصلی اليه و فيه و ابن ماجة ص٥٤ باب المواضع التی تكره فيها الصلوٰة۔

فقہ کا اختلاف:

ومن صلى على ظهر الكعبة جازت صلوته خلافا للشافعی لان الكعبة هی العرصة والهواء الى عنان السماء عندنا دون البناء لانه ينقل الاترى انه لوصلى على جبل ابى قبيس جاز و لا بناء بين يديه الا انه يكره لما فيه من ترك التعظيم و قد ورد النهی عنه عن النبی ﷺ (ہدایہ ج۱ص۱۸۵)

حکیم صاحب کی بد دیانتیاں: حکیم صاحب نے پہلے تو حدیث نہایت نامکمل نقل کی اور خط کشیدہ جملے چھوڑ دیئے پھر اس پر امام ترمذیؒ نے جو جرح کی وہ بھی نقل نہ کی اور جو باب ترمذی اور ابن ماجہ نے کراہت کے لفظ سے باندھا اس کو بھی نقل نہ کیا اور پھر ہدایہ کی عبارت بھی نامکمل نقل کی تمام خط کشیدہ عبارت چھوڑ دی۔ صاحب ہدایہ نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا بلکہ اس حدیث سے بیت اللہ شریف کی چھت پر نماز

پڑھنے کو مکروہ ثابت کیا لیکن حکیم صاحب نے المعترض کا لا عمی کا پورا کردار ادا کیا۔

حکیم صاحب نے ایک قاعدہ از خود گھڑا کہ آنحضرت ﷺ جس سے منع فرمادیں اس میں جواز بالکراہت کیسے ہوسکتا ہے، تو حکیم صاحب کا فرض ہے کہ اپنے اس قاعدہ کو پہلے حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کریں۔ حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں نهينا عن اتباع الجنائز و لم يعزم علينا (بخاری ج۱ص۱۷۰) اور فرماتی ہیں كنا ننهى عن اتباع الجنائز و لم يعزم علينا (مسلم ج۱ص۳۰۴) امام نوویؒ فرماتے ہیں معناه نهانا رسول الله ﷺ عن ذلك نهى كراهة تنزيه لا نهى عزيمة و تحريم (نووی ج۱ص۳۰۴) حکیم صاحب صحابیات بھی جانتی تھیں کہ نہی کبھی کراہت کے لئے ہوتی ہے کبھی تحریم کے لئے، حکیم صاحب بیع میں دھوکا منع ہے مگر ایک شخص جو دھوکا کھاجاتا تھا اسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ثم لا خلابة کہہ دیا کرو، امام بخاریؒ اس پر ان الفاظ میں باب باندھتے ہیں مایکره من الخداع فی البیع (صحیح بخاری ج۱ص۲۸۴) حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں اس باب کا مطلب بیان فرماتے ہیں كانه اشار بهذا الى ان الخداع فى البيع مكروه و لكنه لا يفسخ البيع (حاشیہ بخاری ج۱ص۲۸۴ نمبر۱۰) اور خود اسی زیر بحث حدیث پر امام ترمذی اور ابن ماجہ نے کراہت کا باب باندھا ہے ان پر تو اعتراض نہیں کیا مگر صاحب ہدایہ پر اعتراض کیا۔ کیا حضرت ام عطیہ، امام بخاری، امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام نوویؒ پر بھی مخالفت حدیث کا الزام لگے گا، حکیم صاحب یہ بددیانتیاں سبیل رسول نہیں سبیل یہود ہیں۔

<u>تصویر کا دوسرا رخ:</u> حکیم صاحب فقہ پر اعتراض کرنے کے لئے سمجھ بوجھ اور علم کی ضرورت ہے۔ جس سے صرف آپ ہی نہیں آپ کا سارا فرقہ محروم ہے، آپ اپنے استاد محترم کی آنکھوں دیکھی شہادت پڑھیں۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی فرماتے ہیں "اہل حدیث جماعت اپنے ناقص العلم اور غیر محتاط نام نہاد علماء کی تحریروں اور تقریروں سے دھوکا نہ کھائے، ان میں بعض تو پرانے خارجی اور بے علم محض اور بعض کانگری ہیں"

(احیاء المیت ص ۳۴) حکیم صاحب دانا سچ کہتے ہیں کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

حکیم صاحب آپ نے مشکوۃ میں یہ حدیث پڑھی ہوگی کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو سچے دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے خدا تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو روک دیا کہ لوگوں کو اس کی خبر نہ دینا، اس روک کے باوجود حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت یہ حدیث سنا دی بلکہ اس کے نہ سنانے کو گناہ سمجھا (مشکوۃ) حکیم صاحب آنحضرت ﷺ نے جس سے روک دیا تھا اس کو سنانا ہی رسول پاک ﷺ کی کیا کم مخالفت تھی لیکن اب نہ سنانے کو گناہ سمجھنا یہ تو انتہاء ہوگئی۔ فرمائیں آپ کے اصول پر معاذ اللہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ منکر حدیث بن کر فوت ہوئے۔ یاد رکھنا کسی امتی سے اس کی تاویل نقل نہ کرنا، صاف آنحضرت ﷺ کی حدیث پیش کرنا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ اب نہ سنانا صرف موت کے وقت سنانا، نہ سناؤ گے تو گنہگار ہو گے۔

نمبر ۳ عورتوں کی امامت کا مسئلہ

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۳۱ پر اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے کہ اس میں فقہ اور حدیث میں اختلاف ہے۔ جماعت کی نماز میں امام مقتدیوں کے آگے کھڑا ہوتا ہے، دو یا دو سے زیادہ مقتدیوں کے ہوتے ہوئے امام کا آگے کھڑا ہونا اسلام میں سنت متواترہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ خلفاء راشدین اور تمام امت کا عمل یہی ہے اس لئے دو یا دو سے زائد مقتدیوں کے ہوتے ہوئے امام کا مقتدیوں کے درمیان کھڑے ہو کر جماعت کرانا اس سنت متواترہ کی مخالفت کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اور پورے ذخیرہ حدیث میں ایک بھی صحیح صریح غیر معارض حدیث موجود نہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ اس مسئلہ میں عورتوں کا حکم مردوں سے مختلف ہے، حکیم

صاحب اور ان کا سب فرقہ شاذہ قیامت تک ایسی حدیث پیش نہیں کر سکتا و لو کان بعضھم لبعض ظھیراً۔

حکیم صاحب نے ابوداؤد امامۃ النساء سے حضرت ام ورقہ کی حدیث نقل کی ہے جعل لھا مؤذناً یؤذن لھا و امرھا ان تؤم اھل دارھا (ج۱ص۹۵) حکیم صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کی سند میں ایک راوی محمد بن فضیل ہے جو سچا تو ہے مگر مذہباً شیعہ ہے، دوسرا راوی ولید بن عبد اللہ بن جمیع ہے جو سچا تو ہے مگر وہم کا مریض اور مذہباً شیعہ ہے، تیسرا راوی عبد الرحمٰن بن خلاد ہے جو مجہول ہے (۲) پھر حکیم صاحب نے حدیث کا یہ جملہ چھوڑ دیا کہ حضرت ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اپنے گھر کے لئے ایک مؤذن رکھے۔ دوسری روایت میں ہے حضرت ﷺ نے خود مؤذن مقرر فرما دیا۔ شاید اس طرح ہر غیر مقلد گھر کو ایک مستقل مؤذن رکھنا پڑے گا جس پر ان کا عمل نہیں ہے پھر اس حدیث میں حضور ﷺ کا امر موجود ہے، امر وجوب کے لئے ہوتا ہے تو غیر مقلدین کا فرض ہے کہ ہر گھر میں عورت کی امامت کو واجب قرار دیں، یہ اجازت کا لفظ حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے پھر اس حدیث میں حضرت ﷺ نے امام عورت کو مقتدیوں سے آگے کھڑے ہونے سے منع نہیں فرمایا تو ہر غیر مقلد گھر کے مرد اپنی بیوی کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز باجماعت ادا کیا کریں۔ الغرض یہ حدیث نہ تو صحیح ہے اور نہ ہی اس حدیث کے ظاہر الفاظ پر امت میں کسی کا عمل ہے کہ ہر گھر میں مستقل مؤذن ہو اور مستقل جماعت عورت کرائے۔

پھر حکیم صاحب کو مندرجہ ذیل احادیث جو کلیہ قاعدہ کی حیثیت رکھتی ہیں نظر کیوں نہیں آئیں۔ عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنھا ان رسول اللہ ﷺ قال لا خیر فی جماعۃ النساء الا فی السمجد او فی جنازۃ قتیل رواہ احمد و الطبرانی (مجمع الزوائد ج۱ص۱۵۵) حضرت علی فرماتے ہیں لا تؤم المراۃ (المدونۃ الکبری ج۱ص۸۶) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خیر صفوف الرجال اولھا و شرھا آخرھا و خیر صفوف النساء آخرھا و شرھا

اولھا (مسلم ج ا ص ۱۸۲) عورت کے لئے تو مقتدی بن کر بھی اگلی صف میں کھڑے ہونا منع ہے پھر اس کی امامت کیسے جائز ہوگی۔ حکیم صاحب! جب گھر کے مرد عورت کے مقتدی بنیں گے تو ان پر امام صاحبہ کی اطاعت واجب ہوگی یا نہیں، اگر وہ اطاعت کریں گے تو حضرت ﷺ کا فرمان ہے هلكت الرجال حين اطاعت النساء رواه احمد و الحاكم و قال صحيح الاسناد۔ اگر حکیم صاحب! یہ کہیں کہ ہم تو صرف اس کے قائل ہیں کہ صرف عورت عورتوں کی جماعت کرائے تو ان کی پیش کردہ حدیث میں یہ ذکر نہیں بلکہ سب گھر والوں کی امامت کا حکم ہے اور گھر میں مرد بھی ہوتے ہیں اور ہماری پیش کردہ حدیث سے پتہ چلا کہ عورت کی جماعت میں کوئی خیر نہیں اور خیر سے خالی ہونا ہی دلیل کراہت ہے۔ حکیم صاحب نے حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو روایت نقل کی ہے اولاً تو وہ صحیح نہیں کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم ہے جو ضعیف ہے (میزان الاعتدال) دوسرے اس طریقہ کی تائید آنحضرت ﷺ سے ہرگز ثابت نہیں اور جماعت کے وقت مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہونا بالاتفاق مکروہ ہے، ہاں ایسے مکروہ کا ارتکاب کسی ضرورت کے تحت کیا جاسکتا ہے مثلاً کسی کو نماز کا طریقہ سکھانے کے لئے جیسے ظہر وعصر میں امام کا بلند آواز سے قرآن پڑھنا خلاف سنت اور مکروہ ہے مگر صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ بغرض تعلیم کبھی کبھار کوئی آیت اونچی آواز سے پڑھ دیتے تھے۔ ایسی ضرورت کے وقت کراہت نہیں رہتی، لیکن اس کو جواز کا قاعدہ بنا لینا یقیناً مکروہ ہے۔ الغرض حکیم صاحب نے سبیل یہود پر عمل کرتے ہوئے دو ضعیف حدیثیں لکھیں اور باقی صحیح حدیثوں کو چھپایا اور بالکل یہی دھوکا ہدایہ کے ساتھ کیا اس کی عبارت بھی مکمل نہیں لکھی۔

مکمل عبارت:

و یکره للنساء ان یصلين وحدهن الجماعة لانها لا تخلو عن ارتكاب محرم و هو قيام الامام وسط الصف فيكره كالعراة و ان فعلن قامت الامام

وسطهن لان عائشة فعلت كذلك و حمل فعلها الجماعة على ابتداء الاسلام و لان فی التقدم زیادة الكشف (ہدایہ ج ا ص ۱۲۳)

حکیم صاحب نے ہدایہ کی عبارت نامکمل پیش کی، صاحب ہدایہ نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ہی ثابت کر دیا کہ اس سے ہی کراہت نکلتی ہے کیونکہ امام کا مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہونا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

ایک سوال حکیم صاحب آپ تو حدیث وفقہ میں بد دیانتی کر کے بھی تضاد ثابت نہ کر سکے لیکن ذرا دیانت داری سے اس کا جواب دیں کہ آنحضرت ﷺ نے تاکید کے ساتھ دو مرتبہ فرمایا لا صام من صام الابد جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس کا روزہ ہی نہیں ہوگا (بخاری ج ا ص ۲۶۵) مگر امام شعبہ بن الحجاج صائم الدہر تھے۔ (میزان الکبریٰ ج ا ص ۵۰)

امام بخاریؒ صائم الدہر تھے (میزان الکبریٰ ج ا ص ۵۰) حافظ عبد اللہ روپڑی صائم الدہر تھے (نتائج التقلید ص ۳۰) ان حضرات کو آپ بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث کا مخالف سمجھتے ہیں یا نہیں۔ سمجھتے ہیں تو ان کے خلاف آپ نے کونسی کتاب لکھی ہے۔

نمبر ۴ نابالغ کی امامت کا مسئلہ

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۳۲ پر بچے کی امامت کا مسئلہ ذکر کیا ہے کہ حدیث سے بچے کی امامت جائز ہے اور فقہ ناجائز کہتی ہے۔

حکیم کی بد دیانتیاں: لیکن بچے کی امامت کے جواز میں نہ تو وہ آنحضرت ﷺ کا حکم پیش کر سکے کہ بالغ مرد نابالغ بچے کو اپنا امام بنا لیا کریں، نہ حضرت ﷺ کا فعل ثابت کر سکے کہ خود آنحضرت ﷺ نے کسی نابالغ بچے کو مردوں کا امام بنایا ہو اور نہ یہ ثابت کر سکے ہیں کہ عمرو بن سلمہ سات سالہ بچے کی امامت کا حضور ﷺ کو علم ہوا اور آپ خاموش رہے، ویسے عوام کو دھوکا دینے کے لئے یہ جھوٹ لکھ دیا ہے کہ حضور ﷺ کو علم ضرور تھا اور آپ ﷺ نے سکوت فرمایا یہ بالکل غلط ہے، حکیم صاحب نے بخاری

کا حوالہ دیا ہے مگر بخاری میں یہ ہرگز مذکور نہیں۔ عمرو بن سلمہ کے خاندان کے لوگ جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے حضرت کا حکم سنا کہ جو زیادہ قرآن پڑھا ہو اس کو امام بناؤ انہوں نے اپنی رائے سے عمرو بن سلمہ کو امام بنالیا اس حال میں کہ عمرو بن سلمہ کی چادر پھٹی ہوئی تھی جس کی وجہ سے چوتڑ ننگے ہوتے تھے، پیچھے نماز پڑھنے والی عورتوں نے کہا امام صاحب کے چوتڑ تو چھپا دو (ابو داؤد) حکیم صاحب نے پورا واقعہ اس لئے نقل نہیں کیا کہ اس حدیث سے استدلال کی صحت سے ستر عورت کا وجوب بھی ختم ہو جاتا اور احناف کی ضد میں ان کے ائمہ مساجد کو چوتڑ ننگے کر کے نمازیں پڑھانی پڑتیں۔

بچے کی امامت کے منع کی احادیث

(۱) آنحضرت ﷺ بچے کو امام بننے کی تو کیا اجازت دیتے وہ بچے کو پہلی صف سے آگے بڑھنے کی بھی اجازت نہیں دیتے عن ابن عباس ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یتقدم الصف الاول اعرابی و لا اعجمی و لا غلام لم یحتلم (دار قطنی باب من یصلح ان یقوم خلف الامام ج ا ص ۳۹۸)

(۲) اہل طائف نے نماز تراویح میں ایک بچے کو امام بنالیا اور حضرت عمر ؓ کو بطور خوشخبری یہ بات لکھی، حضرت عمر ؓ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں ہرگز نہیں چاہئے کہ لوگوں کا امام ایسے بچے کو بناؤ جس پر حدود واجب نہیں (عبد الرزاق ج ۲ ص ۳۹۸)

(۳) حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب ؓ نے ہمیں منع فرمادیا تھا کہ ہم امامت اس حال میں کرائیں کہ قرآن پاک مصحف سے دیکھ کر پڑھ رہے ہوں اور ہمیں منع فرمایا کہ ہم کسی نابالغ کو امام بنائیں (کنز العمال ج ۴ ص ۲۴۶)

(۴) حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ لڑکا اس وقت تک امام نہ بنے جب تک اس پر حدود واجب نہ ہوں (یعنی جب تک بالغ نہ ہو جائے) رواہ الاثرم فی

سننه كذافي المنتقىٰ (اعلاء السنن ج۴ ص۲۸۲)

(۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لڑکا جب تک بالغ نہ ہو امام نہ بنے۔ (عبدالرزاق ج۲ ص۳۹۸)

(۶) مکہ مکرمہ کے مفتی حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں لڑکا امامت نہ کرائے جب تک بالغ نہ ہو۔ (ج۲ ص۳۹۸)

(۷، ۸، ۹) حضرت عمر بن عبد العزیز، امام شعبی، امام مجاہد فرماتے ہیں لڑکا جب تک بالغ نہ ہو امامت نہ کرے (ابن ابی شیبہ ص۲۳۳)

(۱۰) ابراہیم نخعی (صحابہ و تابعین) اس سے کراہت کرتے تھے کہ لڑکا بالغ ہونے سے پہلے امام بنے (المدونۃ الکبریٰ ج۱ ص۸۵)

(۱۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو ضامن فرمایا ہے (احمد، طبرانی مجمع الزوائد ج۱ ص۱۴۳) اب اگر امام کی نماز نفل ہوگی اور مقتدی کی فرض ہوگی تو وہ ضامن کیسے بنے گا اور ظاہر ہے کہ نابالغ بچے کی نماز نفل ہوتی ہے اور مردوں کی فرض تو وہ کیسے امام بن سکتا ہے، معلوم ہوا کہ اس مسئلے کو خلاف حدیث کہنا حکیم صاحب کی جہالت کا کرشمہ ہے، حکیم صاحب ذرا ہمت کر کے حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت ابراہیم نخعی اور اس دور کے صحابہ و تابعین کو منکرین حدیث کی لسٹ میں درج فرمالیں یا پھر بیچارے احناف سے بھی درگزر فرمالیا کریں۔

حکیم صاحب نے جس طرح نقلِ احادیث میں حق کو چھپایا ایسے ہی فقہ کی کتاب ہدایہ کی عبارت بھی نامکمل نقل کی و لا يجوز للرجال ان يقتدوا بامرأة او صبى لانه متنفل فلا يجوز اقتداء المفترض به (ہدایہ ج۱ ص۱۲۳، ۱۲۴)

حکیم صاحب! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید سے موت کی تمنا سے منع فرمایا تھا اور بے چارگی کی حالت میں صرف ایک خاص دعا کی اجازت دی تھی، ذرا الفاظ ملاحظہ ہوں "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا يتمنين احدكم الموت من ضر اصابه فان كان لا بد فاعلا فليقل اللهم احيني ما كانت الحياة خيراً لي و توفني اذا كانت الوفاة

خیر الی" (بخاری ج ۲ ص ۸۴۷ عن عائشہ) لیکن اتنی تاکیدی نہی کے بعد بھی امام بخاریؒ آخر عمر میں یہ دعا مانگتے رہے "اے اللہ زمین باوجود کشادگی کے مجھ پر تنگ ہوگئی ہے تو مجھے اپنی طرف اٹھا لے" ایک ماہ پورا نہیں ہوا تھا کہ آپ کا وصال ہوگیا (تاریخ بغداد ص ۳۴ ج ۲ طبقات الشافیہ الکبری ج ۲ ص ۱۴) کیا آپ اس سے یہ نتیجہ نکالیں گے کہ امام بخاریؒ کا وصال مخالفت حدیث پر ہوا۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ قرآن ختم کرو و لا تزد علی ذلك اور اس پر زیادہ مت کرو (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۶) آنحضرت ﷺ نے ایک ہفتہ سے پہلے قرآن پاک ختم کرنے سے صراحۃً منع فرمادیا۔ لیکن پھر بھی امام بخاریؒ روزانہ ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۲)، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۹ الحطہ ص ۲۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک رات میں پورا قرآن ختم کرتے تھے (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۳) حضرت تمیم داری اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بھی رات کو ایک قرآن ختم کرتے تھے (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۵) امام وکیع بن الجراح ایک رات میں سارا قرآن ختم کر دیتے تھے (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۷۰) امام شافعیؒ نے تین دنوں میں ۹ مرتبہ قرآن ختم کیا (مفتاح الجنہ للسیوطی ص ۲۹) کیا آپ ان سب پر مخالفت حدیث کا الزام لگائیں گے۔

اند کے باتو گفتم وغم و دل ترسیدم
کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیارست

نمبر ۵ ہبہ کی ہوئی چیز کا مسئلہ

سبیل الرسول ص ۲۳۳ پر مؤلف نے حدیث اور فقہ میں اختلاف ثابت کرنے کے لئے ہبہ کا مسئلہ بھی ذکر کیا ہے۔ پہلے حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والا مانند کتے کے ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔ پھر ہدایہ سے فقہ کا مسئلہ نقل کیا ہے کہ "جب کسی غیر شخص کو کوئی چیز ہبہ کی جائے تو

ہبہ کرنے والے کو اسے واپس کرنے کا اختیار ہے" پھر لکھا ہے "حنفی بھائیو! غور کرو کہ رسول اللہ ﷺ تو ہبہ کی چیز کو واپس لینے سے منع فرمائیں اور اس کی مثال کتے کی قے چاٹنے سے دیں لیکن فقہ میں ہبہ کو واپس لینے کا اختیار دیا گیا ہے اور پھر رجوع کے حق پر دلیل نہیں دی۔ افسوس بخاری شریف کی حدیث کا مقابلہ"۔

حکیم کی خیانتیں: مؤلف نے نہ تو فقہ کا مسئلہ مکمل نقل فرمایا اور نہ ہی احادیث کو پورا بیان فرمایا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی اجنبی (غیر محرم) کو کوئی چیز ہبہ کرے تو اس میں رجوع کا اختیار ہے لیکن اگر وہ لینے والا اس کا کوئی عوض دے دے تو اختیار باقی نہیں رہتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ کا زیادہ حق دار ہے جب تک لینے والے کی طرف سے عوض نہ پایا جائے۔ اور دلیل عقلی یہ ہے کہ اجنبی کو کوئی چیز ہبہ کرنے سے عادتاً مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ احسان کی راہ و رسم اختیار کرے لیکن اگر لینے والا اس مقصد کو پورا نہ کرے تو اس ہبہ کرنے والے کو فسخ کا اختیار ملنا چاہئے کیونکہ مقصود پورا نہ ہوا لیکن یہ اختیار ہونے کے باوجود ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینا مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کتا قے کر کے چاٹ لے اور یہ عادتاً بھی خلاف مروت واحسان ہے (ملخصاً ہدایہ ج ۳ ص ۲۸۶، ۲۸۷)

حضرات معلوم ہوا کہ ہبہ کا رجوع جائز بالکراہت ہے۔ صاحب ہدایہ نے جواز پر بھی دو دلیلیں بیان فرمائی ہیں ایک حدیث نبوی ﷺ دوسری عقلی دلیل اور کراہت پر بھی دو دلیلیں بیان کی ہیں ایک حدیث نبوی ﷺ اور دوسری دلیل عقلی، اس لا مذہب تبرائی غیر مقلد نے مسئلہ بھی نقل کرنے میں خیانت کی کہ جواز کا ذکر تو کیا کراہت کا ذکر تک نہیں کیا حالانکہ یہ خیانت کرنا ہرگز ہرگز سبیل رسول نہیں بلکہ یہ کتمان تو سبیل یہود ہے اور پھر یہ کہنا کہ رجوع کے حق پر دلیل نہیں خالص جھوٹ ہے۔ صاحب ہدایہ نے دو دلیلیں بیان کی ہیں، یہ جھوٹ بولنا سبیل رسول نہیں بلکہ علامت نفاق ہے اور عوام کو سلف

صالحین سے بدگمان کرنا اور سلف کے خلاف بدزبانی کرنا بھی علامات قیامت میں سے ہے، ایسے ہی لا مذہبوں کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ وہ جاہل ہوں گے اور بغیر علم کے فتوے دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے۔

جو حدیث صاحب ہدایہ نے جواز کی دلیل میں نقل فرمائی ہے اس کی تخریج مطالعہ فرمائیں۔

(۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الرجل احق بھبتہ مالم یثب منھا (ابن ماجہ ص۱۷۲ ابواب الھبات)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے ہبہ میں رجوع کا اختیار رکھتا ہے جب تک عوض نہ ملے۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے دو سندوں سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی کو کوئی چیز ہبہ کی، وہ اس میں رجوع کا اختیار رکھتا ہے جب تک اس کا عوض نہ ملے لیکن یہ رجوع کرنا ایسا ہی ہے جیسے کتا قے کر کے چاٹ لے (طبرانی، دارقطنی) دونوں سندیں باعث تقویت ہیں۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص کوئی چیز ہبہ کرے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے جب تک اس کا عوض نہ ملے۔ (مستدرک حاکم ج۲ص۵۲) اور حاکم نے کہا ہے کہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(۴) خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص کسی غیر محرم کو کوئی چیز ہبہ کرے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے جب تک اس کا عوض نہ پائے (طحاوی شرح معانی الآثار ج۲ص۲۶۶، ۲۶۷) یہ کئی سندوں سے ہے۔

(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہبہ کرنے والا زیادہ حق دار ہے جب تک اس کا عوض نہ پائے (طحاوی ج۲ص۲۶۷)

(۶) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بھی ہبہ میں رجوع کو جائز فرمایا کرتے تھے (طحاوی ج۲

ص ۲۶۷)

(۷، ۸، ۹، ۱۰) حضرت عمر بن عبدالعزیز، قاضی شریح، حضرت امام سعید بن المسیب اور امام ابراہیم نخعیؒ چاروں سے صحیح سندوں سے یہی روایت ہے (المحلی ابن حزم ج ۹ ص ۱۲۹، ۱۳۰)

(۱۱) اور یہی مسلک مکہ مکرمہ کے فقیہ حضرت عطاء اور

(۱۲) مدینہ منورہ کے مفتی حضرت ربیعۃ الرائے وغیرہ تابعین کا ہے (المحلی ج ۱ ص ۱۳۰)

اب یہ لامذہب تبرائی غیر مقلد غور کر کے بتائے کہ ان بارہ روایات کو چھپانا سبیل یہود ہے یا نہیں۔ اس لامذہب کا یہ اعتراض صرف امام ابوحنیفہ پر ہی نہیں بلکہ حضرت عطاء، حضرت ربیعۃ الرائے، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت امام ابراہیم نخعیؒ، حضرت امام سعید بن المسیب اور حضرت قاضی شریح پر پہنچتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر خلفاء راشدین ﷺ خصوصاً حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما تک پہنچتا ہے اور پھر سید کائنات فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ آہ حنفیت کی ضد میں یہ شخص کیسا اندھا ہو رہا ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ: کتے کا قے کر کے چاٹ لینا شرعاً حرام نہیں کیونکہ وہ مکلف نہیں اگرچہ طبعاً نہایت خسیس اور قبیح حرکت ہے لیکن غیر مقلدین کے مذہب میں کتا خود بھی پاک ہے (عرف الجادی ص ۱۰) اس کی قے اور خون بھی پاک ہے (بدور الاہلہ ص ۱۷) کتا کنویں میں گر کر مر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۰۰، فتاویٰ علماء حدیث ج ۱ ص ۱۱) البتہ بچوں کی گیند کھیلتے ہوئے کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہوگیا۔ اب تاوقتیکہ تمام و کمال پانی نہ نکلے پاک نہیں ہوگا۔ (فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۲۰۲ فتاویٰ علماء حدیث ج ۱ ص ۱۸) اگر کسی کی جوتی گر جائے تو سارا پانی کنویں کا نکالنا آتا ہے (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۰۲ فتاوی علماء حدیث ج ۱ ص ۱۹) ان فتاوی کے لئے حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں۔

نمبر ۶۔ استسقاء کی نماز باجماعت

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۳۴ پر نماز استسقاء کے مسئلے کو حدیث کے خلاف قرار دیا ہے، پہلے ہدایہ کی عبارت کا ترجمہ دیکھیں "امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا استسقاء میں نماز باجماعت سنت نہیں ہے، اگر لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھیں تو جائز ہے، استسقاء تو صرف دعا اور استغفار ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا استغفار کرو اپنے رب سے، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ (اور اس استغفار کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ خوب برسنے والے بادل بھیجیں گے اور آنحضرت ﷺ نے (اکثر دفعہ) بارش کی دعا مانگی اور (ان اکثر واقعات میں) آپ سے نماز پڑھنا مروی نہیں اور صاحبین کہتے ہیں کہ نماز پڑھائے امام دو رکعت جیسا کہ آنحضرت ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے پڑھیں دو رکعت مثل عید کے، اس کو ابن عباسؓ نے روایت فرمایا۔ ہم کہتے ہیں آپ ﷺ نے ایک آدھ مرتبہ نماز پڑھی پھر چھوڑ دی پس سنت نہ ہوئی (ہدایہ ج ۱ ص ۱۷۶) یہ پوری عبارت ہے جو حکیم صاحب نے نقل نہیں کی، حکیم صاحب کو مخالفت کے مفہوم کا معنی بھی نہیں آتا۔ امام صاحب اس نماز باجماعت کے سنت ہونے کی نفی کرتے ہیں، حدیث کے خلاف جب ہوگا کہ آپ حدیث شریف میں لفظ سنت دکھادیں جو آپ قیامت تک نہیں دکھا سکتے، اگر آپ کے نزدیک نماز باجماعت استسقاء کی مستقل سنت ہے تو فرمائیے۔

(۱) قرآن پاک نے بارش مانگنے کا جو طریقہ ذکر فرمایا اس میں استغفار ہے، نماز باجماعت کا ذکر نہیں کیا اس قرآنی طریقہ کو آپ خلاف سنت کہیں گے۔

(۲) آنحضرت ﷺ نے اکثر اوقات بارش کے لئے صرف دعا استغفار پر ہی اقتصار فرمایا، نماز باجماعت نہیں پڑھائی، کیا یہ سب کچھ آپ کے نزدیک خلاف سنت ہے۔

(۳) ابومروان الاسلمی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ استسقاء کے لئے نکلے تو آپ نے استغفار کے علاوہ اور کچھ نہ کیا (ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور، زجاجہ ج ۱

ص ۴۳۲)

اگر یہ طریقہ خلاف سنت ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیوں ایسا کرتے اور مہاجرین وانصار اور دیگر صحابہ جو ساتھ تھے وہ اس ترک سنت پر کیوں خاموش رہتے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے اعضائے وضو کا ایک ایک دو دو مرتبہ دھونا آپ ﷺ کے فعل سے ثابت ہے مگر سنت نہیں سنت تین تین دفعہ دھونا ہی ہے۔

قابل غور: آنحضرت ﷺ نے خصال فطرت بیان فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا ونتف الابط (بخاری ج۲ ص ۸۷۵ مسلم ج۱ ص ۱۲۸) لغت میں نتف کے معنی (موچنے کیساتھ) بال اکھاڑنے کے آتے ہیں، کسی صحیح صریح مرفوع حدیث میں حلق الابط استرے کے ساتھ بالوں کے مونڈنے کا ذکر نہیں لیکن سارے غیر مقلدین اس سنت کی مخالفت پر ڈٹے ہوئے ہیں اور استرے سے بغل کے بال منڈواتے ہیں آپ نے اس مردہ سنت کو زندہ کرنے کے لئے کوئی مہم نہیں چلائی اور اپنے سارے فرقہ پر مخالفتِ حدیث کا الزام ابھی تک نہیں لگایا۔ کیا آپ کے نزدیک عمل بالحدیث فقہاء کو گالیاں دینے کا ہی نام ہے۔

نمبر ۷ نماز جنازہ غائبانہ

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۳۵ پر نماز جنازہ غائبانہ میں حدیث وفقہ کا تضاد ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور اپنی عادت کے مطابق نہ حدیث کو سمجھ سکے ہیں اور نہ فقہ کو، حکیم صاحب تعصب دل سے نکال کر مندرجہ ذیل امور کا جواب دیں۔

(۱) آنحضرت ﷺ کے کئی صحابہ کا ملک عرب میں وصال ہوا۔ کیا آپ ﷺ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی؟ آپ ﷺ کی پوری زندگی میں ایک بھی مثال کسی صحیح سند سے نہیں ملتی۔

(۲) خود آنحضرت ﷺ کے وصال پر کس کس ملک میں کس کس صحابی نے آپ ﷺ

کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی؟

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کس کس کی نماز جنازہ غائبانہ ادا فرمائی؟

(۴) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال پر کس کس ملک میں آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی گئی؟

(۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کس کس کی نماز جنازہ غائبانہ ادا فرمائی؟

(۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر کس کس ملک میں آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی گئی؟

(۷) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کس کس کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی؟

(۸) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر کس کس ملک میں آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی گئی؟

(۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کن کن کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی؟

(۱۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر کس کس ملک میں ان کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی؟

(۱۱) امہات المومنین کے وصال پر کس کس ملک میں نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی؟

(۱۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اطہار کی وفات پر کن کن علاقوں میں جنازہ غائبانہ پڑھا گیا؟

اسلام میں ان ہستیوں سے بڑھ کر ہستیاں نہیں گزریں جب ان بارہ کے بارہ سوالوں کے جواب میں آپ ایک ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کرنے سے عاجز ہیں تو معلوم ہوا کہ نماز جنازہ غائبانہ نہ پڑھنا ہی سنت متواترہ ہے اور سنت متواترہ کے خلاف کوئی حدیث خبر واحد مل بھی جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کو قبول نہ کرو (الکفایہ)

جس حدیث سے حکیم صاحب نے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے اس میں نہ غائب کا لفظ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے غائبانہ جنازہ پڑھی، نہ صحابہ نے کہا ہم

نے غائبانہ جنازہ پڑھا، حکیم صاحب نے قیاس سے یہ نکال لیا۔ اب ذرا نماز جنازہ پڑھنے والے صحابہ کی سن لیجئے فرماتے ہیں نحن لانری الا ان الجنازة قدامنا (ابوعوانه) وهم لا يظنون الا ان الجنازة بين يديه (ابن حبان) وما نحسب الجنازة الا موضوعة بين يديه (مسند احمد ج ۴ ص ۴۴۶) آجب جنازہ سامنے تھا تو غائبانہ کیسے رہا۔

نمبر ۸ جماعت میں اکہری تکبیر

(سبیل الرسول ص ۲۳۶) حکیم صاحب نے ہدایہ سے یہ عبارت نقل کی ہے و الاقامة مثل الاذان اس کی دلیل میں صاحب ہدایہ نے لکھا تھا هكذا فعل الملك النازل من السماء۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۸۷) صاحب ہدایہ نے بات صاف کر دی ہے کہ یہ اقامت کسی فقیہ نے معاذ اللہ گھر سے نہیں گھڑی بلکہ اصل اذان و اقامت اس فرشتے کی ہے جس نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اذان سکھائی تھی اس فرشتہ نے اقامت مثل اذان سکھائی تھی۔

(۱) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس فرشتے کی اذان اور اقامت دونوں دوہری دوہری تھیں (ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۶، عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۶۱، ۴۶۲، آثار السنن ج ۱ ص ۵۲) وسندہ صحیح، هذا اسناد فی غاية الصحة (المحلی لابن حزم ج ۲ ص ۱۵۸) حافظ ابن دقیق العید کہتے ہیں رجاله رجال الصحيح (نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۶۷ ابوداؤد ج ۱ ص ۷۵)

(۲) حضرت عبداللہ بن زید فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان و اقامت دو دو مرتبہ تھی (ترمذی ج ۱ ص ۲۷)

(۳) حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان و اقامت دو مرتبہ سکھائی (عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۵۸)

(۴) عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں میں نے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی اذان و اقامت سنی

دونوں دو دو مرتبہ تھیں (طحاوی ج ۱ ص ۹۳)

(۵) حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بھی اذان و اقامت دوہری کہتے تھے (دار قطنی) و اسنادہ صحیح (آثار السنن ص ۶۷)

(۶) حضرت ابراہیم فرماتے ہیں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی اذان و اقامت دوہری دوہری ہوتی تھی (عبد الرزاق ج ۲ ص ۴۶۲)

(۷) حضرت سوید بن غفلہ فرماتے ہیں میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان و اقامت کہتے سنا ان کی اذان و اقامت دو دو مرتبہ ہوتی تھی (رواہ الطحاوی) واسنادہ حسن (آثار السنن ص ۶۷)

(۸) حضرت ابوجحیفہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اذان بھی دو دو مرتبہ اور اقامت بھی دو مرتبہ کہا کرتے تھے۔ (رواہ الدار قطنی و الطبرانی)

محدث طحاویؒ فرماتے ہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا دوہری اقامت کہنا تو اتر سے ثابت ہے (طحاوی ج ۱ ص ۹۴)

(۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤذن اقامت دو دو مرتبہ کہا کرتا تھا (عبد الرزاق ج ۱ ص ۴۶۳)

(۱۰) حضرت ربیع بن قیس کہتے ہیں بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ اذان و اقامت دو دو مرتبہ کہا کرتے تھے، ایک دن ایک مؤذن کو سنا جس نے ایک ایک مرتبہ کہی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے دو دو مرتبہ کیوں نہ کہی تیری ماں مرجائے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۴)

(۱۱) ابو اسحاق کہتے ہیں اصحاب علی رضی اللہ عنہ اور اصحاب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سب کے سب اذان اور اقامت دو دو کہا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۴)

(۱۲) حضرت امام سفیان ثوریؒ نے منیٰ میں اذان و اقامت کہی جو دو دو مرتبہ تھی (عبد الرزاق ج ۱ ص ۴۶۲)

(۱۳) مجاہد فرماتے ہیں کہ ایک ایک مرتبہ اقامت کہنا امراء (بنی امیہ) کی تخفیف ہے اقامت تو دو مرتبہ ہی ہے (عبد الرزاق ج ۱ ص ۴۶۳ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸، طحاوی

ج ۱ ص ۹۵ دار قطنی ص ۸۹)

(۱۴) امام محمدؒ سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا سب سے پہلے جس نے اقامت میں کمی کی وہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے (کتاب الحجۃ علی اھل المدینہ ج ۱ ص ۸۴)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلاثہ کے دور میں سنت متواترہ دوہری اقامت ہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے تمام اصحاب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام اصحاب میں بھی دوہری اقامت ہی متوارث تھی، بعض اموی امراء نے اختصار سے کام لے کر اقامت اکہری بنالی پس ثابت ہوا کہ دوہری اقامت احناف نے گھر سے نہیں گھڑی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب مؤذن حضرت ابو محذورہ، حضرت بلال، حضرت ثوبان، حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہم دوہری اقامت ہی کہا کرتے تھے اور یہی خلافت راشدہ میں رائج تھی، خلافت راشدہ کے بعد بعض اموی امراء نے اکہری تکبیر نکالی اور اپنے دور حکومت سے اس کو رواج دیا۔

حکیم صاحب نے سنتوں کو مٹانے پر کمر باندھ رکھی ہے وہ جس حدیث سے دھوکا دے رہے ہیں ان میں اگر کلمات مراد لئے جائیں تو سنت متواترہ کے خلاف ہوگی خود ان کے عمل کے بھی خلاف ہوگا کیونکہ وہ اذان میں اللہ اکبر چار مرتبہ کہتے ہیں نہ کہ دو مرتبہ اور اقامت میں اللہ اکبر دو مرتبہ کہتے ہیں نہ کہ ایک مرتبہ اس لئے اس حدیث میں شفع سے مراد یہ ہوگا کہ اذان کے کلمات دو سانس میں ہوں اور اقامت کے ایک سانس سے

(اذان)

اللّٰہ　اکبر　اللّٰہ　اکبر　اللّٰہ　اکبر　اللّٰہ　اکبر (شفع)

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ　اشھد ان لا الہ الا للّٰہ (شفع)

اشھد ان محمد رسول اللّٰہ　اشھد ان محمد رسول اللّٰہ (شفع)

حیّ　علی　الصلوۃ　حیّ　علی　الصلوۃ (دو مرتبہ)

حیّ　علی　الفلاح　حیّ　علی　الفلاح (دو مرتبہ)

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

لا الہ الا اللّٰہ

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وتر

اشھد ان لا لہ الا اللّٰہ اشھد ان لا لہ الا اللّٰہ دونوں ایک سانس سے وتر

اقامت میں یہ دونوں کلمے ایک ہی سانس میں ہیں۔

پس اس تطبیق سے احادیث میں کوئی اختلاف نہ رہا، اور سے کلمات مرزا لینا اموی امراء کی بناوٹ ہے۔

حکیم صاحب! فقہ کا مسئلہ تو حدیث سے ثابت ہو گیا مگر اپنے فرقہ کو دیکھیں آنحضرت ﷺ تو فقہ کو خیر فرماتے ہیں (بخاری ج ۱ ص ۱۸) مگر آپ کا محمد جونا گڑھی کتاب کا نام رکھتا ہے اظہار الطیب و الخبیث بتقابل الفقه و الحدیث بتائیے اس نام میں فقہ کو خبیث کہا گیا ہے یا حدیث کو جس کو بھی خبیث کہا گیا ہے یقیناً حدیث کے مخالف ہے ورنہ قرآن و حدیث میں دکھاؤ کہاں فقہ کو خبیث کہا گیا ہے۔

نمبر ۹۔ نماز کی امامت کا مسئلہ

حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس تعلیمات کا براہ راست مطالعہ نہیں کیا بلکہ وہ دشمنِ سنت شاتم سلف صالحین محمد جونا گڑھی کی آراء کا خوشہ چیں ہے۔ اس مندرجہ بالا عنوان کے تحت اس نے محمد جونا گڑھی کی کتاب ''طریق محمدی'' کو سامنے رکھ کر کئی مسائل چھیڑے ہیں۔

(۱) آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ امامت کا سب سے بڑا مستحق وہ ہے جو قرآن کا سب سے بڑا قاری ہو لیکن فقہ نے کہا کہ نہیں سب سے بڑا مستحق وہ ہے جو سنت کا سب سے بڑا عالم ہو، اس طرح فقہ نے حدیث کا حکم تبدیل کر دیا۔

(۲) دوسرے نمبر پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو سنت کا بڑا عالم ہو وہ امام بنے مگر فقہ نے اس حکم کو بدل کر کہا بڑا قاری امام بنے۔

(۳) تیسرے نمبر پر رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس نے پہلے ہجرت کی ہو وہ امام بنے لیکن فقہ نے اس حکم کو بھی بدل دیا اور اس کی بجائے کہا کہ جو زیادہ پرہیز گار ہو وہ امام بنے البتہ چوتھی صورت کو فقہ نے بحال رکھا ہے۔

(۴) فقہ نے ان چار صورتوں کو دس بنا دیا اور پھر اکیس تک بڑھا دیا۔

(۵) اور یہ طریقہ خدا اور رسول ﷺ سے آگے بڑھنا ہے جس سے خدا تعالیٰ نے منع فرمایا ہے (سبیل الرسول ص ۲۴۰، ص ۲۴۳ ملخصاً)

اصل بات: یہ فرقہ غیر مقلدین ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ میں اس کی خاص پالیسی کے موافق پیدا کیا گیا، اس فرقہ کا اصل مشن مساجد میں لڑائی جھگڑا کرنا تھا تا کہ مساجد میں درسِ جہاد بند ہو جائے اور عوام میں جذبہ جہاد سرد ہونے سے ملکہ وکٹوریہ آرام سے اپنی حکومت کر سکے بلکہ مساجد میں رات دن ایسا فساد ہوتا رہے کہ مسلمان نہ کبھی متحد ہو سکیں اور نہ جہاد کا خیال دل میں لا سکیں۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ہماری مرکزی مساجد کے اکثر ائمہ یا تو شہید ہو چکے تھے یا کالے پانی بھیج دیئے گئے تھے، انگریز کی خواہش تھی کہ ان کی جگہ یہ غیر مقلدین امام مسجد بن جائیں تا کہ عوام مسلمانوں کو بتائیں کہ انگریز حکومت کے خلاف جہاد حرام ہے، جہاد کو حرام قرار دینے کے سلسلہ میں ان کی دو کتابیں الاقتصاد فی مسائل الجہاد مؤلفہ مولوی محمد حسین بٹالوی وکیل اہلحدیث ہند اور ترجمان وہابیہ مؤلفہ نواب صدیق حسن صاحب اس وقت مفت تقسیم کی جاتی تھیں۔ اول الذکر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حکومت برطانیہ کے جاگیردار اور ثانی الذکر نواب صدیق حسن خان صاحب انگریز کے وظیفہ خوار تھے۔ ان سب باتوں کی باحوالہ تفصیل ہماری کتاب "انگریز اور اہلحدیث" میں مطالعہ فرمائیں۔ جب ان لا مذہبوں کو یہ شوق چرایا کہ جن مساجد کے ائمہ شہید یا قید ہو گئے ہیں وہاں ہم امام بن بیٹھیں اور امام و خطیب بن کر انگریز کے خلاف جہاد کو حرام اور فقہاء کے خلاف فساد کو فرض قرار دیں۔ تو ان کی یہ کوشش اس لئے ناکام ہو جاتی کہ ان میں امامت کی شرائط موجود نہ ہوتیں، سب سے پہلے سنت کا بڑا عالم دیکھنا تھا تو ان کے بڑے سے بڑے عالم کا یہ حال تھا کہ وہ

قرآن وحدیث سے نماز کی شرائط، ارکان، واجبات کی تفصیل بھی نہ بتا سکتا تھا، وہ یہ بھی نہ بتا سکتا تھا کہ ایک رکعت نماز میں کل کتنی سنتیں ہیں بلکہ جب ان سے کہا جاتا کہ مقلدین کے اصول فقہ کو چھوڑ کر صرف قرآن وحدیث سے فرض، واجب، سنت مؤکدہ، مستحب، مکروہ، حرام کی جامع مانع تعریفیں اور ان کے منکر یا تارک کے احکام بیان کرو تو وہ بہرے اور گونگے بن جاتے تھے، ظاہر ہے کہ ایسا جاہل آدمی امامت کا مستحق نہیں ہوسکتا تو اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ شور مچاتے کہ امامت کا مستحق بڑا قاری ہوتا ہے، فقہ نے ترتیب بدل دی ہے اور بس۔ فقہ اور فقہاء پر تبرا بازی شروع کر دیتے اور کہتے ہمیں حدیث کے معیار پر پرکھو جب لوگ کہتے کہ اچھا ثابت کرو کہ تم بڑے قاری ہو تو حنفی بچوں کے سامنے بھی جو قاری ہوتے ان کا قرآن غلط نکلتا کیونکہ ان کے مدارس میں فقہ پر تبرا بازی اور فقہاء پر سب وشتم تو سکھائی جاتی تھی قرآن پاک پر کوئی محنت نہیں کرائی جاتی تھی، آج تک ان کے ۹۵% آدمی قرآن غلط پڑھتے ہیں، جو اگر کوئی شاذ و نادر صحیح پڑھتا ہے تو وہ حنفی مدارس کا فیض ہے، جب ان کی پرہیز گاری کی بات چھڑتی تو لوگ دیکھتے کہ شراب کو پاک کہتے ہیں، خون بہنے سے وضو نہیں کرتے، منی کو پاک کہتے بلکہ کھانا بھی جائز سمجھتے ہیں، کفار سے جہاد کو حرام مگر مساجد میں فساد کو فرض جانتے ہیں۔ ملکہ وکٹوریہ اور حکومت برطانیہ کے رات دن قصیدے پڑھتے ہیں مگر فقہاء اور صوفیاء کرام پر رات دن تبرا بازی کرتے ہیں۔ یہ ان کی پرہیز گاری کا عالم تھا، اس کے بعد بڑی عمر والے کو دیکھنا تھا لیکن یہ احناف سے شکست خوردہ ایسے چھپے کہ ان کے عمر رسیدہ لوگ تو سنت فرض کی تعریف بھی نہ کر سکتے تھے اب شور مچانے کے لئے اپنی بچہ پارٹی کو آگے کر دیا (شبان اہلحدیث) اور یہ آخری شرط بھی ختم ہوگئی جب امامت کی شرائط سے یہ فرقہ بالکل عاری نکلا تو اپنے عیب چھپانے کے لئے محمد جونا گڑھی کی قیادت میں فقہ پر حملہ آور ہوئے۔

مؤلف کا فریب: (۱) مؤلف کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا امامت کا زیادہ حقدار بڑا قاری ہے، یہ حدیث تو نقل کر دی مگر آنحضرت ﷺ کا دوسرا فرمان کہ امامت

کا زیادہ مستحق افقهھم فی الدین ہے جو دین کا بڑا فقیہ ہو پھر وہ جو بڑا قاری ہے (مستدرک حاکم ج۱ص۲۴۳، دار قطنی ج۱ص۱۰۴) کیا وجہ ہے کہ پہلی حدیث کو ماننے والا تو اہل حدیث کہلائے لیکن دوسری حدیث کو ماننے والا مخالف حدیث کہلائے، کیا حکیم صاحب ایک ہی ایسی حدیث پیش کرسکتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ پہلی حدیث کو ماننا اور دوسری حدیث کو ماننے سے انکار کر دینا بلکہ اس کے ماننے والوں کو منکر حدیث کہنا؟ حکیم صاحب کا فرض تھا کہ دونوں حدیثیں نقل کر کے ان میں تطبیق بیان کرتے لیکن اس کے لئے علم کی ضرورت ہے جس کا ان کی جماعت میں قحط ہے، ایسی احادیث میں تطبیق کے لئے فقہاء کی ضرورت ہوتی ہے، اب سنئے فقہاء نے کیا تطبیق بیان فرمائی ہے، آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، سب سے بڑے قاری حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے کہ خود خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے قرآن سنو اور سب سے بڑے محدث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے، اب پوری امت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آخری وقت اپنے مصلی پر نہ بڑے محدث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر کھڑا کیا اور نہ ہی سب سے بڑے قاری حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام نماز بنایا۔ بلکہ آپ نے سب سے بڑے فقیہ کو امام بنایا، یہ فقہاء کا گھڑا ہوا مسئلہ نہیں ہے بلکہ آنحضرت ﷺ کی آخری قولی اور فعلی سنت ہے، آپ ﷺ کے بعد خلافت راشدہ میں بھی امامت فقہاء کے سپرد ہی رہی۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ زیادہ سے زیادہ رمضان میں تراویح کی امامت کرایا کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ کے مشہور تابعی مفتی حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں دور صحابہ وتابعین میں یہی کہا جاتا تھا کہ امامت کا اول درجے پر مستحق بڑا فقیہ ہے دوسرے نمبر پر بڑا قاری (کتاب الام للشافعی ج۱ص۱۴۰) الغرض خیر القرون میں بھی بلانکیر اسی پر عمل جاری رہا۔ تو فقہ کا جو مسئلہ آنحضرت ﷺ کی قولی اور فعلی سنت اور خلفاء راشدین اور خیر القرون کے اجماع سے ثابت ہے اس کے بارہ میں یہ جھوٹ بولنا کہ فقہاء کے گھر کا بنایا ہوا ہے اور اس جھوٹ کو صادق کے نام کے پردہ میں چھپانا۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

جس فرقہ کے صادق کا یہ حال ہو اس کے کاذب کا کیا حال ہوگا۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

(۲) ہجرت: اس لامذہب کو یہ شکوہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تیسرے نمبر پر مہاجر کو رکھا تھا لیکن فقہاء نے اس مسئلہ کو بدل کر پرہیز گار کا لفظ رکھ دیا۔ یہاں بھی خالص فریب اور مغالطہ ہے۔ ایک ہجرت وہ تھی جو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہو رہی تھی اس کے بارہ میں تو آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ لا هجرة بعد الفتح یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہے۔ جب ہجرت کی یہ قسم ختم ہوگئی تو فقہاء نے جستجو کی کہ کیا ہجرت کی کوئی قسم جاری بھی ہے تو انہیں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی مل گیا کہ المهاجر من هجر الخطايا و الذنوب (رواه الحاکم صحیحہ) یعنی وہ شخص بھی مہاجر ہے جو کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو چھوڑ دے۔ اس کی تفسیر فقہاء نے اورع یعنی زیادہ پرہیز گار سے کردی تو یہاں مراد رسول کو ہی بیان فرمایا ہے، لامذہب کا یہ کہنا کہ یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے کتاب وسنت سے جہالت کی دلیل ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ۔ مرزائی کی اقتداء: فقہ کے بغض میں تو یہ لامذہب سانپ کی طرح پیچ وتاب کھا رہا ہے مگر اسے اپنے گھر کی خبر نہیں (۱) مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتا ہے "میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر ایک کلمہ گو کے پیچھے اقتدا جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی" (اہل حدیث ص۲۶/ اپریل ۱۹۱۵ء) اور وہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں جناب حافظ عبدالمنان صاحب، مولانا حافظ عبداللہ صاحب، مولانا شاہ عین الحق صاحب اور مولانا عبدالعزیز صاحب نے بھی میرے ساتھ اتفاق کیا (اہل حدیث امرتسر ص۸، ۲۸ جون ۱۹۱۲ء)

دیکھئے آپ کی جماعت کے پانچوں مفتی اس پر اتفاق کر رہے ہیں کہ مرزائی امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، فرمائیے یہ مسئلہ آپ کا گھڑا ہوا ہے یا کسی حدیث سے آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مسیلمہ کذاب کے پیچھے نماز پڑھی ہو یا

پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

اسی فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے خود مولوی ثناء اللہ نے مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی (فیصلہ مکہ ص ۳۶)

اسی طرح مولوی عنایت اللہ اثری وزیر آبادی نے مرزا محمود احمد کو کہا کہ میں آپ کو مسلمان سمجھتا ہوں اور آپ کی اقتداء کر رہا ہوں۔ مرزا محمود نے کہا ہمارا آزادانہ خیال ہے کہ تو کافر ہے اور تیری اقتداء میں ہماری نماز نہیں ہو سکتی۔ (الجبر البلیغ ج ۱ ص ۱۲۔۱۳)

(۴) ہم نے تو حدیث قولی و فعلی اور اجماع سے ثابت کر دیا کہ بڑا فقیہ امامت کا مستحق ہے اور الحمد للہ ہماری مساجد میں یہی سنت جاری ہے لیکن غیر مقلدین کی مساجد میں یہ سنت مردہ ہے کیا آپ ایک بھی حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ فقہ کے منکر اور فقہ کے دشمن کو امام بناؤ، فقہ کے منکر کا امام بننا تو کجا امام کے قریب پہلی صف میں بھی اولوا الاحلام والنھی یعنی فقیہ ہوں دوسری صف میں بھی فقہ کے ماننے والے ہوں، تیسری صف والے بھی فقہ کے ماننے والے ہوں۔ (مسلم)

(۵) فقہ کا مسئلہ تو حدیث سے ثابت ہو گیا، اب امام جماعت غرباء اہلحدیث نے فتاویٰ ستاریہ میں جو مسئلہ لکھا ہے کہ جو شخص بجو کو حلال نہ سمجھے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں (فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۲۱ فتویٰ ۲۲۷)

(۶) آپ کے مفسر اور صحاح ستہ کے مترجم علامہ وحید الزمان نے لکھا ہے کہ "رافضیوں اور خارجیوں کی اقتداء میں نماز جائز ہے" (لغات الحدیث ج ۸ ص ۹۸) یہ دونوں مسئلے کس حدیث سے ثابت ہیں۔

(۷) نواب وحید الزمان نے لکھا ہے "ایک شخص نے جماعت کرائی اور سلام کے بعد اعلان کیا کہ میں نے بے وضو نماز پڑھائی ہے تو نماز ہو گئی دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں"۔ (کنز الحقائق ص ۲۴)

(۸) نواب وحید الزمان لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے نماز پڑھائی اور بعد میں

بتایا کہ میں کافر ہوں تو نماز ہو گئی، دہرانے کی ضرورت نہیں (کنز الحقائق ص ۲۴)

(۹) پھر ایک اور فریب دیا ہے کہ فقہاء نے زیادہ صورتیں بیان کی ہیں یہ غلط ہیں حالانکہ یہ ایسا ہی فریب ہے جیسے منکرین حدیث کہا کرتے ہیں جو مسائل قرآن پاک میں نہیں اور احادیث میں زائد ہیں وہ غلط ہیں۔ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں صراحت ہے کہ جب مسئلہ صراحۃً کتاب اللہ شریف میں نہ ملے تب ہی سنت سے لیا جائے گا اور جب صراحۃً سنت سے نہ ملے تب ہی اجتہاد سے لیا جائے گا، اس لئے فقہ کے مسئلہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے ہر مسئلہ کے خلاف لامذہبوں کو حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کرنا چاہئے۔

(۱۰) اگر ہر وہ مسئلہ جو قرآن یا حدیث میں صراحۃً منقول نہ ہو غلط ہے تو بھینس کا گوشت کھانا، دودھ پینا، گھی، مکھن، دہی، لسی، چمڑا استعمال کرنا نہ قرآن میں ہے اور نہ صحیح صریح حدیث میں، کیا لامذہب ان سب کے حرام ہونے کا فتویٰ دیں گے۔

(۱۱) اس وقت دنیا میں دو سو سے زائد چھوٹے چھوٹے جانور جن کی رگوں میں بہتا ہوا خون نہیں مگر حدیث پاک میں صرف مکھی کا ذکر آیا ہے کہ اگر پینے کی چیز میں گر جائے تو نکال کر پھینک دو اور وہ چیز ناپاک نہیں، استعمال کر لو مگر فقہاء نے مکھی پر ہی چیونٹی، بھڑ، مچھر، جگنو، ٹڈی، پسو، جوں، کھٹل وغیرہ اس قسم کے دو سو سے زائد جانوروں کو قیاس کر لیا ہے، اب کوئی جاہل کہے کہ فقہاء نے ایک صورت سے دو سو صورتیں بیان کر دیں تو یہ فقہ کا کمال ہے نہ کہ نقص۔ یہ بے چارے فقہ کو کیا سمجھیں۔

(۱۲) لامذہب کو شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں لکھا کہ امام خوش اخلاق ہو لیکن فقہ کے اس مسئلہ کے خلاف اس نے نہ کوئی آیت پیش کی نہ حدیث کہ امام بد اخلاق ہونا چاہئے، اگر ہو تو لائیے۔

(۱۳) فقہاء کا کہنا ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نمازیں قبول فرمائیں تو

اپنا امام نیک لوگوں کو بناؤ (رواہ ابن عساکر) اور فرمایا کہ نیکی خوش اخلاقی کا نام ہے (احیاء العلوم) تو فقہ کا مسئلہ تو حدیث سے ثابت ہو گیا۔

(۱۴) نیز بہت سی احادیث میں آتا ہے کہ نماز باجماعت میں جتنی تعداد زیادہ ہوگی اتنا ثواب زیادہ ہوگا تو اگر امام خوش اخلاق ہوگا تو جماعت کی تعداد زیادہ ہوگی اور باعث اجر عظیم ہوگا اور اگر امام بد اخلاق ہوگا تو جماعت ٹوٹ جائے گی۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولك اے پیغمبر ﷺ اگر آپ ترشی سے پیش آتے تو لوگ آپ سے کٹ جاتے۔ پس قیام جماعت کے لئے امام کا خوش اخلاق ہونا ضروری ہوا۔

(۱۵) لامذہب کو یہ شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں لکھا ہے کہ امام خوبصورت چہرے والا ہونا ضروری ہے، اگر لامذہب صحیح حدیث پیش کرتے تو ہم تسلیم کر لیتے کہ واقعی فقہ کا یہ مسئلہ حدیث صحیح صریح غیر معارض کے خلاف ہے۔

(۱۶) لامذہبوں کو یہ بھی علم نہیں کہ بیہقی کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ثم احسن وجھاً پھر امام اس کو بناؤ جو خوب صورت چہرے والا ہو اور یہ ضعیف حدیث کسی صحیح حدیث کے خلاف نہیں۔

(۱۷) لامذہب نے یہ بھی نہیں بتایا کہ چہرے کے خوبصورت ہونے سے فقہاء کا کیا مطلب ہے، ان کا کہنا ہے کہ خوبصورت چہرے والے سے مراد زیادہ تہجد پڑھنے والا ہے اور یہ بات بھی ایک ضعیف حدیث سے ثابت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا من کثرت صلوته باللیل حسن وجهه بالنهار جو رات کو زیادہ نماز پڑھتا ہے اس کا چہرہ حسین و خوبصورت ہو جاتا ہے (شامی)

(۱۸) لامذہب کو یہ بھی شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں لکھا ہے کہ امام شریف النسب ہونا چاہئے لیکن اس کے خلاف بھی لامذہب کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کر سکا کہ امام اسے بناؤ جس کی سات پشتیں بازار حسن کی زینت ہوں۔

(۱۹) اس لامذہب کو یہ بھی علم نہیں کہ حدیث پاک میں ہے الناس معادن

کمعادن الذهب و الفضة فخیارھم فی الجاھلیة خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا (بخاری) یعنی لوگ سونے چاندی کی کان کی مانند ہیں جو جاہلیت میں نیک تھے وہ اسلام میں بھی نیک ہیں جب کہ فقیہ بھی ہوں۔ یعنی فقہ کے ساتھ اگر شرافت نسب مل جائے تو سونے پر سہاگہ ہے اور یہی کچھ فقہاء فرمارہے ہیں۔

(۲۰) لامذہب کو یہ بھی شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں تحریر فرمایا کہ بہتر ہے کہ امام اچھی آواز والا ہو لیکن اس کے خلاف بھی یہ کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کرسکا کہ امام مسجد کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان انکر الاصوات لصوت الحمیر کا ہی مصداق ہو، اگر ہے تو پیش کرے۔

(۲۱) لامذہب کو یہ بھی علم نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا زینوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسناً رواہ الحاکم و قال صحیح یعنی قرآن پاک کو خوش آوازی سے مزین کرو، بے شک خوش آوازی قرآن پاک کے حسن کو چار چاند لگا دیتی ہے، دیکھئے فقہاء کا بیان کردہ مسئلہ تو حدیث پاک سے ثابت ہوگیا۔

(۲۲) لامذہب کو یہ بھی شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں تحریر فرمادیا کہ بہتر ہے کہ امام وہ ہو جس کی بیوی خوبصورت ہو۔ اس کا فرض تھا کہ اس مسئلہ کا غلط ہونا کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کرتا کہ امام اس کو بنانا چاہئے کہ جس کی بیوی نہایت بدصورت اور بدسیرت ہو۔

(۲۳) لامذہب اس مسئلہ کو بہت اچھالا کرتے ہیں لیکن اگر واقعی وہ اس مسئلہ کو غلط سمجھتے ہیں کہ تو ان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ جس لامذہب امام کے نکاح میں خوبصورت بیوی ہو وہ فوراً اسے طلاق دے کیونکہ وہ احناف کا حصہ ہے فقہ کا بغض بھی ثابت ہو اور حق بحق دار رسید پر بھی عمل ہوجائے۔

(۲۴) آنحضرت ﷺ نکاح کو نصف ایمان فرماتے ہیں اور خوبصورت بیوی کو جنت کا خزانہ، اسی لئے فقہاء نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ اگر امام کی بیوی خوبصورت

ہوگی تو غالب یہی ہے کہ وہ اسی سے محبت کرے گا اور اپنے دل کو ناجائز تعلقات سے پاک رکھے گا اور وہ نیک اور خوبصورت بیوی نیکی اور پرہیزگاری میں اس کی مددگار ثابت ہوگی اور یہ بات کہ امام کی بیوی کیسی ہے اور امام کا تعلق اس کے ساتھ کیسا ہے ہمسایہ اور رشتہ دار لوگوں کو اپنی عورتوں کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے۔ یہ مراد نہیں کہ ہر شخص اپنی بیوی کے حسن کو لوگوں کے سامنے بیان کرے۔ (شامی)

تہذیب غیر مقلدیت : (۲۵) لامذہب کو چاہئے تھا کہ وہ پہلے اپنے گھر کی خبر لیتا اس کے مذہب میں لکھا ہے کہ "بہتر عورت وہ ہے جس کی فرج تنگ ہو جو شہوت کے مارے دانت رگڑ رہی ہو اور جو جماع کراتے وقت کروٹ سے لیٹی ہو" (لغات الحدیث پ۵ ص۵۶ الحارقہ) اور ذرا اپنی تہذیب بھی ملاحظہ فرمائیں نواب وحید الزمان ہی لکھتے ہیں "اور عورتوں کی گانڈوں میں جماع کرنا قرآنی حکم ہے" (لغات الحدیث) شاید اسی لئے آپ نے عورت کو مادرزاد ننگی ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت دے رکھی ہے (بدور الاہلہ) تاکہ بہتر عورت کی شناخت میں کوئی پریشانی نہ ہو، تف ہے ایسے مذہب پر۔

(۲۶) لامذہب کو اس سے بھی شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں لکھا ہے کہ بہتر ہے کہ امام مالدار اور مرتبے والا ہو، لیکن اس کے خلاف بھی وہ کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کر سکا کہ امام ضرور پرلے درجہ کا مفلس اور قلاش ہونے کے ساتھ ساتھ بدنام زمانہ بھی ہو، حالانکہ اس کا فرض تھا کہ قرآن وحدیث سے اس مسئلہ کا غلط ہونا ثابت کرتا لیکن وہ نہ قرآن جانتے ہیں نہ حدیث۔

(۲۷) فقہاء کا فرمان ہے کہ کثرت مال جب دین کے ساتھ جمع ہو تو اس سے قناعت اور عفت آتی ہے اور کثرت جاہ تکثیر جماعت کا باعث ہوتی ہے اور جماعت کا بڑا ہونا ہی اصل مقصد ہے تو جب یہ دونوں چیزیں اصل مقصد کے لئے ممد و معاون ہوں گی تو ان کے مطلوب ہونے میں کون عقلمند شبہ کرے گا۔

(۲۸) لامذہب کو یہ بھی شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں تحریر فرمایا ہے کہ امام

کے لئے بہتر ہے کہ اس کے کپڑے اور لباس اچھا ہو مگر اس کے خلاف بھی وہ کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کر سکا۔

(۲۹) فقہاء لکھتے ہیں کہ امام اگر میلے کچیلے کپڑوں میں رہے گا تو لوگ اس سے نفرت کریں گے اور جماعت کی کمی یا تفرقہ کا اندیشہ ہے اور حدیث پاک میں بھی آتا ہے ان اللہ جمیل یحب الجمال (مسلم) کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہیں اور جمال کو پسند فرماتے ہیں اور اچھا لباس انسان کے جمال کو مزید اجاگر کر دیتا ہے۔

(۳۰) تصویر کا دوسرا رخ: اس کے اپنے مذہب کا مسئلہ یہ ہے کہ ہر کہ در جامہٴ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح باشد (عرف الجادی ص ۲۱) یعنی جو (مرد یا عورت) ناپاک کپڑوں میں (جو پیشاب پاخانے منی اور خون سے لت پت ہوں) نماز پڑھے اس کی نماز صحیح ہے" بلکہ یہ مذہب تو کپڑوں کا بوجھ ویسے ہی پسند نہیں کرتا چنانچہ لکھا ہے

(۳۱) ہر کہ در نماز عورتش نمایاں شد نمازش صحیح باشد (عرف الجادی ص ۲۱)

یعنی جس (مرد یا عورت) کی شرمگاہ (ساری) نماز میں بھی ننگی رہے اس کی نماز صحیح ہے۔ کیوں نہ ہو ابوجہل اور اس کی بیوی ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کر لیا کرتے تھے، یہ ابوحنیفہ کو چھوڑ کر ابوجہل کی تقلید پر چلنے لگے ہیں۔

میرے دل سے گیا پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی او غیرے تجھے کفران نعمت کی سزا

(۳۲) لامذہب کو یہ بھی شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں لکھا کہ امام کا جسم بھی متناسب ہونا بہتر ہے کیونکہ اعضاء جسم کا متناسب ہونا کمال عقل کی دلیل ہے اس لئے امام کا سر بڑا ہو اور باقی اعضاء تناسب کے ساتھ چھوٹے ہوں کیونکہ داناؤں کا قول ہے "سر وڈے سرداراں دے تے وڈے پیر گنواراں دے" اس کے خلاف بھی کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کر سکا کہ امام بے عقل ہونا چاہئے حالانکہ امام جتنا عقل مند ہوگا وہ مسلمانوں کی جماعت کی مضبوطی کا باعث ہوگا۔

(۳۳) اس لامذہب نے یہ مسئلہ لکھتے وقت یہ بھی خیانت کی کہ اس جملے ''سر بڑا اور عضو چھوٹے'' کا جو معنی خود فقہاء نے بیان کیا ہے یعنی کامل عقل والا ہو وہ بیان ہی نہیں کیا جو خالص مغالطہ اور فریب ہے۔

(۳۴) بعض لامذہب تو فقہاء کے اس بیان کئے ہوئے مطلب کو چھپانے کے ساتھ ساتھ اس کا نہایت غلط مطلب بیان کر کے عوام میں اشتعال پیدا کیا کرتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام وہ ہو جس کا ذکر چھوٹا ہو حالانکہ فقہاء نے صاف اس کی تردید کی ہے کہ اس مطلب کا تو یہ ذکر کرنا بھی جائز نہیں، جو جملہ تردید کے لئے نقل کیا گیا ہو اس کو فقہ کی طرف منسوب کرنا ایسا ہی فریب ہے جیسے قرآن پاک میں عیسائیوں کی تردید کی گئی ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ھو المسیح بن مریم۔ وہ لوگ کافر ہیں جو مسیح بن مریم کو خدا مانتے ہیں اب کوئی عیسائی تردید نقل نہ کرے اور کہے کہ قرآن میں لکھا ہے کہ ان اللّٰہ ھو المسیح بن مریم۔ بے شک مریم کا بیٹا مسیح خدا ہے تو ایسے فریب کی کوئی حد ہے؟

(۳۵) اسی طرح مقیم کو مسافر پر، آزاد کو غلام پر، وضو کرنے والے کو تیمم کرنے والے پر بہت سے احکام میں فضیلت حاصل ہے تو امام میں ان فضائل کا حصول مطلوب ہے ان کے خلاف بھی یہ لامذہب احادیث صحیحہ صریحہ غیر معارضہ پیش نہیں کر سکا۔

۱۰۔ نماز کا اول وقت

حکیم صاحب سبیل الرسول ص ۲۴۴ پر نقل کرتے ہیں:

پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم امنی جبرئیل عند البیت مرتین فصلیٰ بی الظھر حین زالت الشمس و کانت قدر الشراك و صلیٰ بی العصر حین صار ظل کل شیٔ مثله (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امامت کی جبرئیل نے میری بیت اللہ میں اور ظہر کی نماز پڑھائی جب سورج ڈھل گیا اور اس کا سایہ بقدر ایک تسمہ کے ظاہر ہو گیا اور نماز عصر اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا تو یہ نماز عصر کا اول وقت اور نماز ظہر کا آخر وقت ہے یعنی ظہر ختم اور عصر شروع ہے۔ لیکن حنفی مذہب اس کے برعکس حکم دیتا ہے وہ کہتا ہے۔

فقہ کا اختلاف:

و اخر وقتها عند ابی حنیفة اذا صار ظل کل شیء مثلیه و اول وقت العصر اذا خرج وقت الظهر۔ (ہدایہ جلد اول باب المواقیت)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آخری وقت ظہر کا اور اول وقت عصر کا وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ اس سے دگنا ہو جائے۔

جواب: یہ کوئی نیا اعتراض نہیں اس سے پہلے بھی غیر مقلدین کرتے رہے اور احناف کی طرف سے اس کے مفصل اور مدلل جوابات بھی شائع ہوتے رہے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی (وکیل اہلحدیث) نے بھی اپنے اشتہار میں یہ مسئلہ ذکر کیا تھا اور اس کا جواب شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ دیوبندی نے ادلہ کاملہ میں دیا تھا ہم یہاں پر اس مسئلہ کو تو ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں تاکہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اختلاف:

ظہر کا اول وقت بالاتفاق زوال سے شروع ہوتا ہے اور استواء شمس کے وقت ہر چیز کا جو سایہ ہوتا ہے وہ فئ زوال (اصلی سایہ) کہلاتا ہے اس کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ہموار زمین میں کوئی سیدھی لکڑی یا کیل گاڑھ دی جائے زوال سے پہلے اس کا جو سایہ ہوگا وہ تدریجاً گھٹتا رہے گا پھر یا تو بالکل ختم ہو جائے گا یا کچھ باقی رہے گا[1] اور گھٹنا بند ہو جائے گا یہی باقی ماندہ سایہ فئ زوال (اصلی سایہ) ہے پھر وہ دوسری جانب بڑھنا

[1] خط استواء سے قرب و بعد کی وجہ سے فئ زوال مختلف ہوتا ہے ۱۲۔

شروع ہوگا جوں ہی بڑھنا شروع ہو سمجھ لینا چاہئے کہ زوال شمس ہوگیا اور ظہر کا وقت شروع ہوگیا۔ اور ظہر کا وقت کب تک باقی رہتا ہے اور عصر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اس میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمدؒ اور صاحبین یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ظہر کا وقت ختم ہوتا ہے، جب ہر چیز کا سایہ فیِ زوال کو منہا کرنے کے بعد اس چیز کے بقدر ہو جائے، اصطلاح میں اس کو ایک مثل (مانند) کہتے ہیں اور اس کے بعد فوراً عصر کا وقت شروع ہوتا ہے دونوں وقتوں کے درمیان مشہور قول کے مطابق نہ تو کوئی حد فاصل ہے نہ وقت مشترک۔

اور امام اعظم سے اس سلسلہ میں چار روایتیں منقول ہیں:

(۱) ظاہر روایت میں ظہر کا وقت دو مثل پر ختم ہوتا ہے، اور اس کے بعد فوراً عصر کا وقت شروع ہوتا ہے یہی مفتیٰ بہ قول ہے، علامہ کاسانیؒ نے بدائع الصنائع ج۱ ص۱۲۲ لکھا ہے کہ یہ قول ظاہر روایت میں صراحۃً مذکور نہیں ہے، امام محمدؒ نے صرف یہ لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عصر کا وقت دو مثل کے بعد (یعنی تیسرے مثل سے) شروع ہوتا ہے، ظہر کا وقت کب ختم ہوتا ہے اس کی تصریح امام محمدؒ نے نہیں کی ہے۔

(۲) امام اعظم کا دوسرا قول وہی ہے جو ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کا ہے، امام طحاویؒ نے اس کو اختیار کیا ہے اور صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ آج کل لوگوں کا عمل اسی پر ہے اور اس پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور سید احمد دحلان شافعیؒ نے خِزَانَةُ الْمُفْتِين اور فتاویٰ ظہیریہ سے امام صاحب کا اس قول کی طرف رجوع نقل کیا ہے [۱]، مگر ہماری کتابوں میں یہ رجوع ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اس قول کو حسن بن زیاد لؤلؤی کی روایت قرار دیا گیا ہے اور سرخسی نے مبسوط میں اس کو بروایت امام محمدؒ ذکر کیا ہے، اور صاحب درمختار نے جو اس قول کو مفتیٰ بہ کہا ہے اس کو علامہ شامی نے رد کیا ہے۔

(۳) امام اعظم سے تیسری روایت یہ ہے کہ مثل ثانی مہمل وقت ہے یعنی ظہر

[۱] فیض الباری ص۹۵ ج۲۔

کا وقت ایک مثل پر ختم ہوجاتا ہے اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے اور دوسرا مثل نہ ظہر کا وقت ہے نہ عصر کا، یہ اسد بن عمرو کی روایت ہے امام اعظمؒ سے۔

(۴) اور چوتھا قول عمدۃ القاری شرح بخاری میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سے کچھ پہلے ختم ہوجاتا ہے، اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوجاتا ہے، امام کرخیؒ نے اس قول کی تصحیح کی ہے۔ ۲

نماز زوال ہوتے ہی پڑھائی تھی اور عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھائی تھی، اور دوسرے دن ظہر کی نماز ایک مثل پر پڑھائی یعنی ٹھیک اسی وقت جس وقت پہلے دن عصر کی نماز پڑھائی تھی، (لوقت العصر بالامس) اور عصر کی نماز دو مثل پر پڑھائی تھی۔ ۳

روایت کا مفاد:

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مثل تک ظہر کا وقت ہوتا ہے ور دونوں وقتوں کے درمیان نہ تو کوئی مہمل وقت ہے نہ مشترک، اس روایت کو ائمہ ثلثہ اور صاحبین نے لیا ہے، البتہ امام مالک علیہ الرحمۃ مثل اول کے آخر میں مقیم کے لئے چار رکعت کے بقدر، اور مسافر کے لئے دو رکعت کے بقدر مشترک وقت مانتے ہیں، یعنی اس میں ظہر کی نماز بھی پڑھی جاسکتی ہے اور عصر کی نماز بھی، کیونکہ حضرت جبرئیلؑ نے پہلے دن جس وقت عصر کی نماز پڑھائی ٹھیک اسی وقت میں دوسرے دن ظہر کی نماز پڑھائی تھی۔ علامہ دردیر کی شرح صغیر میں ہے:

---

۲ فیض الباری ص ۹۵ ج ۲۔

۳ یہ روایت متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، ابوداؤد، ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت مروی ہے اس میں لوقت العصر بالامس کا لفظ ہے، یہ روایت ترمذی و نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اور ابن راہویہ نے اپنی مسند میں حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے نیز یہ روایت صحیحین میں بھی ہے مگر مجمل ہے یعنی اوقات صلوٰۃ کی اس میں تفصیل نہیں ہے، نیز اس روایت کو بزار رحمہ اللہ نے بھی اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت عمرو بن حزم سے روایت کیا ہے (کمافی نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۲۱۔ ۲۲۳)

و اشترکت الظهر و العصر فی اٰخر القامة بقدر اربع رکعات، فیکون اٰخر وقت الظهر، و اول وقت العصر۔

ظہر اور عصر شریک ہیں مثل اول کے آخر میں چار رکعت کے بقدر (شرح صادی میں ہے کہ یہ حالت حضر میں ہے اور حالت سفر میں دو رکعت کے بقدر ہے) لہٰذا مثل اول کا آخر ظہر کا آخری وقت اور عصر کا اول (ابتدائی وقت) ہے۔ (بلغة السالك ج۱ ص۸۳)

مگر ابن حبیب مالکی اشتراک کے قائل نہیں ہیں اور ابن العربی مالکی تو فرماتے ہیں کہ:

تا للّٰه مابینهما اشتراك و لقد زلت فیه اقدام العلماء (حوالہ سابقہ)

خدا کی قسم دونوں وقتوں کے درمیان مشترک وقت نہیں ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء (مالکیہ) کے پیر پھسل گئے ہیں۔

اور جمہور لوقت العصر بالامس کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ یہ بات راوی نے تقارب زمانین کی وجہ سے کہی ہے ورنہ حقیقت میں پہلے دن جس وقت عصر کی نماز شروع کی تھی دوسرے دن اس سے ذرا پہلے ظہر کی نماز پوری کر دی تھی، دونوں دن دونوں نمازیں ایک ہی وقت میں نہیں پڑھی تھیں کیونکہ آیت کریمہ ان الصلوٰة کانت علی المؤمنین کتباً موقوتاً (یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے) سے یہ بات واضح ہے کہ ہر نماز کا وقت الگ الگ ہے اشتراک نہیں ہے۔

دوسری روایت:

یہ ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے نماز کے اوقات دریافت کئے آپ ﷺ نے اس شخص کو ٹھہرایا اور دو دن نماز پڑھا کر عملی طور پر اوقات نماز کی تعلیم دی، اس روایت میں ہے کہ پہلے دن حضور اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز زوال ہوتے ہی پڑھائی اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج سفید اور بلند تھا، اور دوسرے دن

ظہر کی نماز بہت زیادہ ٹھنڈی کر کے پڑھائی، اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج آخر وقت میں پہنچ گیا تھا۔[۱]

یہ روایت مسلم شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور مسلم شریف ہی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی مروی ہے کہ ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کے برابر ہو جائے، پھر ظہر کا وقت باقی رہتا ہے عصر کا وقت آنے تک، اور عصر کا وقت باقی رہتا ہے سورج کے زرد ہونے تک۔[۲]

روایت کا مفاد:

اس روایت سے اوقات صلوٰۃ کی کوئی واضح حد بندی نہیں ہوتی البتہ اس میں یہ جملہ ہے کہ دوسرے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز بہت زیادہ ٹھنڈی کر کے پڑھائی، اس سے کچھ ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ شاید مثل ثانی میں پڑھائی ہو، کیونکہ مشاہدہ یہ ہے کہ مثل اول کے ختم تک موسم ٹھنڈا نہیں ہوتا، علاوہ ازیں اس حدیث کے جو الفاظ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ "ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے، اور آدمی کا سایہ اس کے برابر ہو جائے" اس سے تو یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے کہ مثل ثانی بھی ظہر کا وقت ہے۔

تیسری روایت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گشتی فرمان ہے جو آپ نے اپنے گورنروں کے نام جاری کیا تھا اس میں آپ نے لکھا تھا کہ ظہر کی نماز پڑھو جب سایہ ایک ہاتھ ہو جائے یہاں تک کہ وہ سایہ ایک مثل ہو جائے اور عصر کی نماز پڑھو درآں حالیکہ سورج بلند، چمکدار اور صاف ہو، اور عصر کے بعد غروب آفتاب سے پہلے سوار دو یا تین فرسخ کا سفر کر سکے۔[۳]

---

[۱] و [۲] مسلم شریف ص ۲۲۳ ج ۱۔

[۳] موطا امام مالک ص ۱۳۔

روایت کا مفاد:

یہ روایت بھی اس باب میں صریح نہیں ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے، بظاہر روایت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ مستحب اوقات کا بیان ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم اس وقت دیا ہے جب کہ سایہ ایک ہاتھ ہو جائے، حالانکہ ظہر کا وقت زوال ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ نیز عصر جس وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے وہ اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فرمان کے ذریعہ لوگوں کو مستحب اوقات کی تعلیم دی ہے، حقیقی اوقات نہیں بتائے۔

چوتھی روایت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے کہ ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے نماز کے اوقات پوچھے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

انا اخبرك !صل الظهر اذا كان ظلك مثلك، و العصر اذا كان ظلك مثليك الخ [1]۔

سن میں تجھے بتاتا ہوں! ظہر کی نماز پڑھ جب تیرا سایہ تیرے برابر ہو جائے اور عصر کی نماز پڑھ جب تیرا سایہ تیرے دو مثل ہو جائے۔

روایت کا مفاد:

یہ روایت صریح ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد بھی باقی رہتا ہے کیونکہ جب ظہر کو ایک مثل پر پڑھنے کا حکم دیا، اور عصر کو دو مثل پر۔ تو اب مثل ثانی عصر کا وقت تو ہو ہی نہیں سکتا، لامحالہ ظہر ہی کا وقت ہوگا، یہ اگرچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، مگر چونکہ مقادیر مدرک بالعقل نہیں ہیں اس لئے اس کو لامحالہ حکماً مرفوع ماننا ہوگا۔

[1] یہ روایت موطا مالک ص ۳ھ اور موطا محمد ص ۴۶ میں ہے، یہ دونوں کتابیں در حقیقت ایک ہی ہیں، یحیی بن یحیی کی روایت موطا مالک کے نام سے مشہور ہے اور امام محمد بن حسن شیبانی کی روایت موطا محمد کے نام سے مشہور ہے ۱۲۔

پانچویں روایت:

حضرت ابوذر غفاری ﷛ کی ہے جو صحیحین میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، جب ظہر کا وقت ہوا تو مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "ابھی وقت کو ٹھنڈا ہونے دو" کچھ دیر بعد پھر مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کہ ابھی وقت کو ٹھنڈا ہونے دو" حتیٰ رأینا فئ التلول (یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا) پھر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کے پھیلاؤ سے ہے لہٰذا جب گرمی سخت ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھا کرو۔

اس حدیث کو امام بخاریؒ نے کتاب الاذان میں بھی ذکر کیا ہے وہاں یہ الفاظ ہیں کہ حتیٰ ساوی الظل التلول (یہاں تک کہ سایہ طول میں ٹیلوں کے برابر ہو گیا)

روایت کا مفاد:

اس روایت سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس سفر میں ظہر کی نماز بالیقین مثل ثانی میں بلکہ ثانی کے بھی آخر میں پڑھی ہے کیونکہ ٹیلوں کے سایہ کا ظاہر ہونا بلکہ ٹیلوں کے سایہ کا طول میں ٹیلوں کے برابر ہونا مثل اول میں ممکن ہی نہیں ہے۔ جس کو تردد ہو وہ مشاہدہ کر کے اپنا شک دور کر سکتا ہے۔

چھٹی روایت:

چھٹی روایت بخاری شریف کی ہے، جو مشکوۃ شریف کے بالکل آخری باب باب ثواب ھذہ الامۃ کے بالکل شروع میں ہے، جس میں حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کی مدت عمر اور یہود و نصاریٰ کی مدت عمر مثال سے سمجھائی ہے کہ:

"ایک شخص نے صبح سے دوپہر تک ایک ایک قیراط طے کر کے مزدور رکھے اور

دوپہر میں ان کو ان کی اجرت دے کر رخصت کر دیا، پھر دوپہر سے عصر تک کے لئے ایک ایک قیراط طے کر کے دوسرے مزدور رکھے، عصر کے وقت ان کو بھی ان کی اجرت دے کر رخصت کر دیا پھر عصر سے غروب آفتاب تک کے لئے اور مزدور رکھے اور ان کی اجرت دو دو قیراط طے کی جب انہوں نے کام پورا کیا تو ان کو ان کی ڈبل اجرت دی گئی۔

یہ مثال بیان کر کے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ وہ مزدور ہو جنہوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا ہے لہٰذا تمہیں ڈبل مزدوری ملے گی، اس پر یہود و نصاریٰ ناراض ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ کام ہم نے زیادہ کیا اور مزدوری ہمیں کم ملی، اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ کیا میں نے تمہارا کچھ حق مارا ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو میں اپنی مہربانی جس پر چاہوں کروں''

روایت کا مفاد:

اس روایت کے اشارہ سے بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے کیونکہ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مدت عمل کم ہے، اور یہود و نصاریٰ کی مدت عمل زیادہ ہے، یہود کی مدت عمل کا زیادہ ہونا تو بدیہی ہے کیونکہ وہ صبح سے دوپہر تک ہے، اسی طرح نصاریٰ کی مدت عمل امت محمدیہ کی مدت عمل سے بدیہی طور پر زیادہ اسی وقت ہو سکتی ہے جب عصر کا وقت مثل ثالث سے شروع ہو اور مثل ثانی کے ختم تک ظہر کا وقت رہے، اگر ظہر کا وقت مثل اول کے ختم تک مانا جائے تو نصاریٰ اور امت محمدیہ دونوں کی مدت عمل میں کوئی واضح تفاوت نہیں رہتا۔

الغرض یہ روایت اگر عقل سلیم ہو تو اس بات کی صاف دلیل ہے کہ ظہر کا وقت مثل ثانی کے ختم تک رہتا ہے۔

امام اعظمؒ کی مختلف روایات کے سلسلہ میں احناف کے مختلف نقطہ ہائے نظر:

بحث کے شروع میں امام اعظمؒ کی چار روایتیں بیان کی گئی ہیں (۱) ظہر کا وقت مثل ثانی کے ختم تک رہتا ہے اور عصر کا وقت مثل ثالث کی ابتداء سے شروع ہوتا ہے ...... یہ ظاہر روایت ہے (۲) ظہر کا وقت مثل اول کے ختم تک رہتا ہے، اور عصر کا وقت مثل ثانی کی ابتداء سے شروع ہوتا ہے...... یہی جمہور کا بھی مذہب ہے (۳) مثل ثانی پورا مہمل وقت ہے (۴) مثل ثانی کے آخر میں تھوڑا وقت مہمل ہے......... امام اعظمؒ کی ان مختلف روایتوں کے سلسلہ میں احناف کے تین نقطہ ہائے نظر ہیں۔

پہلا نقطہ نظر: یہ ہے کہ یہ تمام روایات باہم متعارض ہیں، لہٰذا غور کر کے آخری روایت متعین کی جائے، اور مقدم روایات کو منسوخ قرار دیا جائے، صاحب خزانۃ المفتین اور صاحب فتاویٰ ظہیریہ نے یہی صورت اختیار کی ہے چنانچہ انہوں نے دوسرے قول کی طرف امام صاحب کا رجوع کرنا نقل کیا ہے، اور اس کو آخری قول قرار دیا ہے مگر کتب مذہب میں یہ رجوع معروف نہیں ہے، اس لئے عام طور پر یہ نقطہ نظر تسلیم نہیں کیا جاتا۔

دوسرا نقطہ نظر: یہ ہے کہ موافقت جمہور یا قوت دلیل کی بناء پر کسی ایک قول کو ترجیح دی جائے، چنانچہ امام طحاوی اور صاحب درمختار نے موافقت جمہور کے پیش نظر دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اسی پر لوگوں کا عمل ہے، اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے...... اور شارح منیہ علامہ ابراہیم حلبیؒ اور علامہ ابن عابدین شامیؒ اور مفتیان دارالعلوم دیوبند نے قوت دلیل کی بناء پر پہلے قول کو ترجیح دی ہے جو ظاہر روایت ہے، علامہ شامیؒ صاحب درمختار پر رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''صاحب درمختار نے جو فرمایا ہے کہ ''امام اعظمؒ کی دوسری روایت اظہر ہے حدیث جبرئیل کی وجہ سے اور حدیث جبرئیل اس مسئلہ میں نص ہے'' یہ فرمانا صحیح نہیں ہے کہ کیونکہ امام اعظمؒ کے قول کے کافی دلائل موجود ہیں اور امام اعظمؒ کی دلیل کی

کمزوری ظاہر نہیں ہوئی ہے، بلکہ امام صاحب کے دلائل قوی ہیں جیسا کہ مطولات اور شرح منیہ کے مطالعہ سے یہ بات معلوم کی جا سکتی ہے اور علامہ ابن نجیم مصری نے البحر الرائق میں یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ امام صاحب کا قول چھوڑ کر صاحبین کا قول، یا ان میں سے کسی ایک کا قول کسی ضرورت ہی کی وجہ سے اختیار کیا جا سکتا ہے، مثلاً امام صاحب کی دلیل کمزور ہو یا تعامل امام صاحب کے قول کے خلاف ہو، جیسے مزارعت کا مسئلہ، محض مشائخ کے یہ کہہ دینے سے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے امام صاحب کا قول نہیں چھوڑا جا سکتا" (شامی ج۱ص۲۶۴)

تیسرا نقطہ نظر: یہ ہے کہ امام صاحب کے اقوال میں تطبیق دی جائے اور یوں کہا جائے کہ ظہر کا وقت ایک مثل تک تو بالیقین رہتا ہے، اور مثل ثانی کے ختم تک رہنے کا احتمال ہے اور عصر کا وقت مثل ثالث سے بالیقین شروع ہوتا ہے، مگر مثل ثانی سے شروع ہونے کا احتمال ہے، لہٰذا احتیاط اس میں ہے کہ ایک مثل ختم ہونے سے پہلے ظہر کی نماز نہ پڑھ سکے تو پھر مثل ثانی میں پڑھ لے، اس سے تاخیر نہ کرے، اور اس کو ادا کہا جائے گا، قضا نہیں کہا جائے گا، اسی طرح اگر کسی مجبوری میں .... (جیسا کہ حاجیوں کو حرمین شریفین میں یہ مجبوری پیش آتی ہے) .... کوئی شخص مثل ثانی میں عصر کی نماز پڑھ لے تو اس کو بھی صحیح کہا جائے گا، یعنی ذمہ فارغ ہو جائے گا مگر ظہر اور عصر دونوں کو مثل ثانی میں پڑھنا شریعت کے منشاء کے خلاف ہے، شریعت کا منشاء یہ ہے کہ دونوں نمازوں کے درمیان فصل ہونا چاہئے اور یہ فصل عام حالات میں کم از کم ایک مثل کے بقدر ہونا چاہئے اور مخصوص حالات میں اس سے کم بھی ہو سکتا ہے......... اور وقت مہمل سے امام صاحب کی مراد یہی عملی اہمال ہے یعنی دونوں نمازوں کے درمیان فصل کرنا۔

حضرت شیخ الہند قدس سرہ کا نقطہ نظر غالباً یہی ہے، چنانچہ ایضاح الادلہ میں حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"وقت مابین المثلین (یعنی مثل ثانی) کو بوجہ تعارض روایات نہ بالیقین وقت ظہر میں داخل کر سکتے ہیں، نہ وقت عصر میں......... یا یوں کہئے کہ ایک وجہ سے

ظہر میں داخل ہے تو دوسرے طور سے عصر میں، تو اب بوجہ احتیاط حضرت امام صاحب نے ظاہر الروایت میں وقت مذکور (مثل ثانی) وقت ظہر میں شامل کر دیا تا کہ کوئی صلوٰۃ عصر وقت مذکور (مثل ثانی) میں ادا کر کے اداء صلوٰۃ قبل الوقت کے احتمال میں نہ پڑ جائے، اور وقت یقینی کو ترک کر کے وقت محتمل میں صلوٰۃ عصر کو ادا نہ کرے"۔

رہی صلوٰۃ ظہر، اس کا وقت یقینی گو ایک مثل تک ہے، لیکن اگر کسی ضرورت یا غفلت کی وجہ سے کسی کو صلوٰۃ مذکور (ظہر کی نماز) وقت یقینی میں ادا کرنے کا اتفاق نہ ہوا تو اب یہی چاہئے کہ مابین المثلین (مثل ثانی) ہی میں اس کو ادا کر لے، کیونکہ یہ وقت گو وقت محتمل ہے تاہم اور اوقات سے تو عمدہ ہے، یہاں احتمالِ ادا تو ہے، اور اوقات میں تو یہ بھی نہیں بلکہ بالیقین قضاء محض ہے۔

بالجملہ مطلب ظاہر الروایت یہ ہے کہ وقت مابین المثلین کا بوجہ معروضہ (مذکورہ وجہ کی بناء پر) وقت ظہر میں شمار کرنا مناسب ہے، کیونکہ وقت عصر میں داخل کرنے سے اداء صلوٰۃ قبل الوقت کا احتمال باقی ہے۔......... یہ مطلب نہیں کہ وقت مذکور (مثل ثانی) بالیقین وقت ظہر میں داخل ہے اور جیسا بقاء ظہر ایک مثل تلک یقینی ہے بعینہ ایسا ہی مثلین تلک وقت ظہر باقی رہتا ہے، بلکہ وقت ظہر یقینی تو مثل تلک ہے، اور ابتداء عصر بالیقین مثلین سے ہوتا ہے اور درمیان کا وقت بوجہ روایات مختلفہ دونوں امر کا محتمل ہے"۔ (ص ۱۵۵ تا ص ۱۵۶ فخریہ)

حضرت قدس سرہ، نے یہ نقطہ نظر دو وجہ سے اپنایا ہے، ایک اس وجہ سے کہ مثلین تک وقت ظہر کے باقی رہنے کی کوئی صریح روایت نہیں ہے، اس لئے احتمال ہے کہ مثل ثانی عصر کا وقت ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ امامت جبرئیل والی حدیث کی تاریخ معلوم ہے وہ اس وقت کی روایت ہے جب پانچ نمازیں فرض ہوئی تھیں یعنی اسلام کے بالکل دور اول کی روایت ہے اور باقی تمام روایتیں مابعد کی ہیں اس لئے احتمال ہے کہ مثل اور مثلین کے معاملہ میں نسخ ہوا ہو یعنی عصر کا وقت کٹ کر مثلین سے کر دیا گیا ہو اور ظہر کا وقت بڑھا کر مثلین تک کر دیا ہو، لہٰذا مثل ثانی میں شک پیدا ہو گیا کہ وہ عصر کا

وقت رہا یا نہیں؟ اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ عصر کی نماز مثل ثانی کے بعد پڑھی جائے تا کہ بالیقین ذمہ فارغ ہو جائے، اگر مثل ثانی میں عصر کی نماز پڑھی جائے گی تو آخری تین روایتوں کی بناء پر کھٹکا رہے گا کہ شاید نماز وقت سے پہلے پڑھی گئی ہو اور ذمہ فارغ نہ ہوا ہو۔

رہا ظہر کا معاملہ تو اگر وہ مثل اول میں ادا کی گئی ہے تب تو وہ بالیقین ادا ہوگئی اور اگر مثل ثانی میں پڑھی گئی ہے تب بھی ذمہ فارغ ہو جائے گا، کیونکہ امامت جبرئیل والی حدیث کے پیش نظر اگر ظہر کی نماز ادا نہ ہوگی تو قضا ہو جائے گی اور قضاء سے بھی ذمہ فارغ ہو جاتا ہے۔

الغرض جمہور نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ اولاً تو مبنی براحتیاط نہیں اور ثانیاً ان کے مذہب کے مطابق آخری تین روایتوں کو ترک کرنا لازم آتا ہے، اور امام اعظمؒ نے ایسا طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ اس میں احتیاط بھی ہے اور تمام روایتوں پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیراً واثابہ بما ھو اھلہ (آمین)

جمہور کے پاس بھی کوئی قطعی دلیل نہیں ہے:

جمہور کا مستدل یعنی امامت جبرئیل والی حدیث قطعی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس میں نسخ کا احتمال ہے اور یہ احتمال بے دلیل نہیں ہے بلکہ آخری تین روایتوں کی بناء پر یہ احتمال پیدا ہوا ہے، دلیل کے قطعی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی نص پیش کی جائے جس سے دائماً حضور اکرم ﷺ کا مثل ثانی میں عصر پڑھنا ثابت ہوتا ہو، یا کم از کم ایسی تصریح پیش کی جائے کہ حضور اکرم ﷺ کا آخری عمل مثل ثانی میں عصر پڑھنے کا تھا اور ایسی تصریحات جمہور کے پاس نہیں ہیں۔

احناف کے دلائل

پہلی حدیث: عن عبداللہ بن رافع مولی ام سلمة زوج النبی ﷺ انہ سأل

اباهريرة رضي الله عنه عن وقت الصلوة فقال ابو هريرة رضي الله عنه انا اخبرك صل الظهر اذا كان ظلك مثلك و العصر اذا كان مثليك۔

ترجمہ عبداللہ بن رافع جو آنحضرت ﷺ کی بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مولیٰ ہیں انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز کا وقت پوچھا کہا، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے میں بتاؤں تجھ کو نماز پڑھ ظہر کی جب سایہ تیرا تیرے برابر ہو جائے اور عصر کی جب سایہ تیرا تجھ سے دوگنا ہو۔ (موطا امام مالک مترجم علامہ وحید الزمان غیر مقلد ص ۲۱-۲۰)

دوسری حدیث: عن عبداللہ بن رافع مولی ام سلمة زوج النبی ﷺ عن ابی هريرة رضي الله عنه انه ساله عن وقت الصلوة فقال ابو هريرة رضي الله عنه انا اخبرك صل الظهر اذا كان ظلك مثلك و العصر اذا كان ظلك مثليك۔

ترجمہ: عبداللہ بن رافع جو حضور اکرم ﷺ کی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز کے اوقات کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں بتلاتا ہوں ظہر کی نماز ادا کرو جب تمہارا سایہ تمہارے برابر ہو جائے اور نماز عصر (ادا کرو) جب تمہارا سایہ تم سے دوگنا ہو جائے۔ (موطا امام محمدؒ ص ۴۱-۴۲)

تیسری حدیث: (۱) عن ام سلمة رضی اللہ تعالی عنها قالت کان رسول اللہ ﷺ اشد تعجيلاً للظهر منكم و انتم اشد تعجيلاً للعصر منه (ترمذی ج ۱ ص ۵۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۹)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ تو ظہر کی نماز تم سے جلدی پڑھتے تھے اور تم لوگ عصر کی نماز کو آنحضرت ﷺ سے جلدی پڑھتے ہو۔

(۲) عن رافع بن خديج ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم كان يامرهم بتاخير العصر (بيهقی ص ۴۴۳ ج ۱ و هامشه الجواهر النقی ص ۴۴۱ ج ۱)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ لوگوں کو حکم دیتے

تھے کہ وہ عصر کی نماز کو مؤخر کر کے پڑھیں۔

(۳) عن الاعمش قال کان اصحاب عبداللّٰہ بن مسعود یعجلون الظھر و یؤخرون العصر (مصنف عبدالرزاق ج۱ ص ۵٤٠)

اعمشؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھی اور شاگرد ظہر کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے۔

(۴) عن ابی ھریرۃ انہ کان یؤخر العصر حتی اقول قد اصفرت الشمس (مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۲۷ ج۱)

سوار بن شبیبؒ کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ عصر کو اتنا مؤخر کر کے پڑھتے تھے کہ میں یہ خیال کرتا تھا شاید سورج زرد ہو گیا ہے۔

(۵) عن علی بن شیبان رضی اللہ عنہ قال قدمنا علی رسول اللّٰہ ﷺ المدینۃ فکان یؤخر العصر ما دامت الشمس بیضاء نقیۃ (ابوداؤد ص۵۹ ج۱، ابن ماجۃ ص۴۸)

علی بن شیبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ عصر کی نماز مؤخر کر کے پڑھتے تھے جب تک سورج سفید اور صاف ہوتا ہے (زرد ہونے سے پہلے)

(۶) عن ابراھیم قال کان من قبلکم اشد تعجیلا للظھر واشد تاخیراً للعصر منکم (مصنف عبدالرزاق ص ۵٤٠ ج۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں تم سے پہلے لوگ ظہر کی نماز کو تمہاری بہ نسبت جلدی پڑھتے اور عصر کی نماز کو تم سے زیادہ مؤخر کرتے تھے۔

حدیث جرائیل: حکیم صاحب نے ص۲۴۴ پر یہ حدیث نقل کی ہے مگر حدیث نقل کرنے میں کئی خیانتیں کی ہیں۔

(۱) حدیث آدھی نقل کی ہے۔

(۲) اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن الحارث ضعیف ہے (میزان الاعتدال ج۲ ص۵۵۴) مگر حکیم صاحب نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔

(۳) متن حدیث میں مرتین کے الفاظ موجود تھے اور خود حکیم صاحب نے نقل بھی کئے ہیں مگر ان کا ترجمہ قصداً نہیں کیا۔ ترجمہ اس لئے (دو مرتبہ) نہیں کیا کہ جب عوام کو اس بات کا علم ہوگا کہ جبرئیل علیہ السلام نے دو مرتبہ نماز پڑھائی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلے دن کا ذکر تو حکیم صاحب نے نقل کر دیا مگر دوسرے دن کا ذکر نہ کیا کیونکہ وہ ان کے مسلک کے خلاف تھا اس میں عصر کی نماز کا وقت مثلین پر ہے۔

(۴) اور حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں ثم التفت الی فقال یا محمد هذا وقت الانبياء من قبلك و الوقت بين هذين الوقتين۔

ترجمہ: پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہا اے محمد ﷺ! یہ آپ سے پہلے نبیوں کا وقت ہے اور وقت ان دو وقتوں کے درمیان ہے۔

ہم نے اپنے دلائل میں حدیثیں نقل کر دی ہیں اگر کسی کو زیادہ تفصیل درکار ہو تو تنویر الحق مصنفہ نواب قطب الدین محدث دہلوی کا صفحہ ۴۴ تا ۵۰ ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر ۱۱ جمع بین الصلوتین

حکیم صادق نے یہ مسئلہ بھی فقہ کا حدیث کے خلاف بتایا ہے، فقہ کا مسئلہ یہ لکھا ہے و لایجمع فرضان فی وقت بلا حج (شرح وقایہ) یعنی حج کے علاوہ دو فرض ایک وقت میں جمع کرنے جائز نہیں۔ دو فرضوں کو جمع کرنے کے تین طریقے ہو سکتے ہیں۔

(۱) **جمع تقدیم:** ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر کو اور مغرب کے وقت میں مغرب اور عشاء کو اکٹھا پڑھ لیا جائے۔

(۲) **جمع تاخیر:** عصر کے وقت میں ظہر اور عصر کو اور عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء کو اکٹھا پڑھ لیا جائے، ان دونوں صورتوں میں ایک ایک نماز ضرور بے وقت پڑھنی پڑتی ہے۔

(۳) **جمع صوری:** ظہر کی نماز ظہر کے آخر وقت میں اور عصر کی نماز عصر کے اول وقت میں پڑھ لی جائے، اسی طرح مغرب کی نماز آخر وقت میں غروب شفق سے پہلے

اور عشاء کی نماز کو اول وقت میں غروب شفق کے فوراً بعد پڑھ لیا جائے، اس صورت میں ہر ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی جاتی ہے، کوئی نماز بے وقت نہیں پڑھی جاتی۔ اس لئے اس کو جمع حقیقی نہیں جمع صوری کہتے ہیں، یہ سفر میں بالاتفاق جائز ہے اور حکیم صاحب نے جو بخاری کے حوالہ سے حدیث نقل کی ہے اس سے یہی جمع مراد ہے۔ فقہ کا مسئلہ تو خود بخاری مسلم کی حدیث سے صراحۃً ثابت ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال مارأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی صلوٰۃ الا لمیقاتھا الا صلوتین صلوٰۃ المغرب و العشاء بجمع وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتھا (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے وقت نماز پڑھتے نہیں دیکھا مگر دو نمازیں مغرب اور عشاء حج کے موقع پر اور اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز وقت (معتاد) سے پہلے ادا فرمائی۔

بالکل یہی مسئلہ فقہ کا ہے، حکیم صاحب اور اس کے فرقہ شاذہ نے اس متفق علیہ حدیث کو ماننے سے انکار کر دیا ہے، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً۔ بے شک نماز مومنوں پر فرض ہے وقت پر۔ جب نماز وقت پر فرض ہوتی ہے اور وقت سے پہلے فرض ہی نہیں ہوتی تو ادا کیسے ہوگی۔ جیسے حج کا وقت مقرر ہے اب کوئی شخص دو ماہ پہلے شوال میں حج کر آئے تو اس کا حج ہرگز ادا نہ ہوگا۔ اسی طرح رمضان شریف کے روزوں کا وقت مقرر ہے، اب کوئی شخص رمضان شریف کے آنے سے تین ماہ پہلے ہی روزے رکھ لے تو فرض ادا نہیں ہوگا، جمعہ کی نماز کا دن اور وقت مقرر ہے، اب کوئی شخص بدھ کے دن ہی جمعہ کی نماز ادا کر لے تو نماز ادا نہیں ہوگی۔ جیسے موت سے پہلے جنازہ پڑھنا یا نکاح سے قبل اولاد کا ہونا غلط ہے ایسے ہی وقت آنے سے پہلے نماز پڑھنا غلط ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں لیس فی جمع التقدیم حدیث قائم۔ وقت سے پہلے نماز جمع کرنے کی کوئی حدیث صحیح نہیں۔ لامذہبوں کا ظلم آیت قرآنی اور متفق علیہ حدیث کے خلاف مولوی ثناء اللہ

امرتسری نے عبدالحفیظ نامی ایک ملازم کو اجازت دے دی کہ وہ عصر کی نماز (وقت ہونے سے پہلے) ظہر کے وقت میں پڑھ لیا کرے (فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۶۱۵)

اور سارے لامذہب خدا اور رسول ﷺ کے خلاف ثناء اللہ امرتسری کی اندھی تقلید کر رہے ہیں نہ خدا کی سنتے ہیں اور نہ رسول ﷺ کی۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حافظوا علی الصلوٰت و الصلوٰۃ الوسطیٰ۔

پابندی کرو نماز کی یعنی ان کے وقتوں میں پڑھو لیکن مولوی ثناء اللہ امرتسری نے عصر کے وقت فٹ بال کھیلنے والوں کو فتویٰ دے دیا ہے کہ وہ عصر کے وقت فٹ بال کھیل لیا کریں ہاں عصر کی نماز وقت ہونے سے پہلے ظہر کے وقت پڑھ لیا کریں (فتاویٰ ثنائیہ ص ۶۳۱ ج ا ملخصاً) کس طرح فٹ بال لہو ولعب کو فرض نماز سے بڑھایا جا رہا ہے اور پھر بھی دعویٰ اہل حدیث ہونے کا ہے، کسی نے خوب کہا ہے رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی۔

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ و اتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا۔ یعنی پھر ہوئے ایسے ناخلف جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا (یعنی وقت سے بے وقت پڑھ کر) اور اپنی شہوتوں کے پیچھے پڑ گئے، عنقریب وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

(۶) اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون تباہی اور بربادی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں، پس جو شخص ظہر کا سارا وقت نماز سے غافل رہا اور اسے عصر کے وقت میں پڑھا یا مغرب کا سارا وقت غافل رہا، نماز ادا نہ کی اور عشاء کے وقت میں اسے پڑھا، وہ بھی اسی آیت کا مصداق ہے۔

(۷) لیکن یہ لامذہب وقت پر نماز پڑھنے کو بوجھ اور طوق قرار دے کر قرآن پاک سے غلط استدلال کر رہا ہے اور بالکل غیر متعلق آیت پیش کر کے سبیل یہود یحرفون الکلم عن مواضعہ پر عمل کر رہا ہے دیکھو (سبیل الرسول ص ۲۴۷)

(۸) عن ابی قتادۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اما انہ لیس فی النوم تفریط انما التفریط علی من لم یصل حتی یجیء وقت الصلوۃ الاخری (مسلم) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اقدس ﷺ نے فرمایا نیند میں تفریط نہیں ہے، تفریط تو یہ ہے کہ آدمی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

(۹) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تفریط یہ ہے کہ تو نماز میں اتنی تاخیر کرے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔ (طحاوی)

(۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اس کے ہم معنی روایت طحاوی نے صحیح سند سے روایت کی ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جو ظہر قضا کر کے عصر کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہے یا مغرب قضا کر کے عشاء کے ساتھ پڑھے وہ گنہگار ہے، خلاصہ یہ کہ جمع کی پہلی صورتوں میں یا تو دو نمازوں کو قضا کرنا پڑتا ہے جو گناہ کبیرہ ہے یا دو نمازوں کو وقت سے پہلے پڑھنا پڑتا ہے تو فرض ہی ادا نہیں ہوتا، یہ بھی گناہ کبیرہ ہے اسی لئے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ثقہ راویوں نے علاء بن الحارث سے انہوں نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساری دنیا کو یہ لکھ بھیجا اور ان کو ایک وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے سے منع فرمایا، اور لکھا کہ ایک وقت میں دو نمازوں کا جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے (موطا امام محمد ص ۱۳۲) حضرت فاروق اعظمؓ کے اس حکم پر کسی نے انکار نہیں کیا گویا یہ مسئلہ امت میں اجماعی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن نواب وحید الزمان غیر مقلد لکھتا ہے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں بلا عذر بھی جمع کر کے پڑھنا ہم اہل حدیثوں کی علامت ہے۔ سبحان اللہ اس مذہب کی علامت ہی کبیرہ گناہوں سے بنتی ہیں۔

نمبر ۱۲ عورت اور مرد کی نماز میں امتیاز

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۴۸ تا ص ۲۵۰ پر فقہ اور حدیث میں تضاد ثابت کرنے کے لئے نمبر ۱۲ پر یہ مسئلہ ذکر کیا ہے۔

حدیث کا ارشاد:

نماز کے متعلق حضرت انور ﷺ کا عام حکم ہے۔صلوا کما رأیتمونی اصلی (بخاری شریف)، نماز پڑھو (اے عورتو، مردو) جس طرح میں پڑھتا ہوں۔

اس میں کوئی تفریق نہیں کہ مرد اس طرح پڑھے اور عورت اس طرح بلکہ یہی حکم ہے کہ سب طریق رسول ﷺ پر پڑھیں۔

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کان النبی ﷺ اذا قام الی الصلوۃ رفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ (مشکوٰۃ باب صفۃ الصلوۃ) جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے مونڈھوں کے برابر۔

فقہ کا اختلاف:

حضور انور ﷺ کا مذکورہ فعل سب کے لئے یعنی مردوں اور عورتوں کے لئے مساوی ہے، اب فقہ کی تقسیم دیکھئے۔

یرفع یدیہ حتی یحاذی بابھامیہ شحمۃ اذنیہ مرد ہاتھ اٹھائیں اس طرح کہ انگوٹھے کان کی لو کے برابر ہو جائیں۔

آگے لکھتے ہیں اب عورت کے متعلق سنئے۔

و المرأۃ ترفع یدیھا حذاء منکبیھا (ہدایہ) اور عورت مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے۔

الجواب: جواب سے قبل ایک بات تمہیداً سمجھ لیں تاکہ فہم مراد میں آسانی ہو۔

کتاب و سنت میں تمام جزئی مسائل تصریحاً نہیں ہوتے بعض تنصیصاً ہوتے ہیں اور بعض تعلیلاً۔

مثال: قرآن پاک میں ہے کہ حیض والی عورت کے بارہ میں سوال ہوا اس کا جواب تو اتنا ہی تھا کہ فاعتزلوا النساء عورتوں سے دور رہو۔لیکن اللہ تعالی نے جواب

سے پہلے ایک علت بیان فرمادی قل ھو اذیٰ کہہ دیجئے وہ ناپاکی ہے۔ اس میں ایک قاعدہ بتا دیا کہ حائضہ سے صحبت منع ہونے کی وجہ ناپاکی ہے، اب اسی علت سے نفاس کا حکم بھی معلوم ہوگیا کیونکہ ناپاکی کی علت وہاں بھی پائی گئی اور اسی علت کی بناء پر نفاس کے تمام مسائل کو حیض کے مسائل پر قیاس کر لیا گیا مثلاً نفاس والی مسجد میں داخل نہ ہو، قرآن کو ہاتھ نہ لگائے، قرآن پاک کی تلاوت نہ کرے، نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، مرد سے ہمبستر نہ ہو وغیرہ اگر آپ قیاس کو نہ مانیں تو نفاس والی عورت کے لئے قرآن پڑھنے، نماز، روزہ، صحبت وغیرہ کے بارہ میں حضور ﷺ کا ایک ایک صریح حکم سنا دیں۔

بالکل اسی طرح عورت کی نماز کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے دو قاعدے ارشاد فرما دیئے۔

پہلا قاعدہ: (حدیث) عن یزید بن ابی حبیب انه ﷺ مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأة فی ذلك لیست کالرجل۔

(رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ)

رسول اقدس ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنا گوشت (جسم) زمین کے ساتھ چمٹا دو کیونکہ عورت اس (نماز) میں مرد کی مثل نہیں۔

دیکھئے اس حدیث میں حضرت ﷺ نے پہلا قاعدہ بتا دیا کہ عورت کی نماز مرد کی طرح نہیں لیکن آپ (حکیم صاحب) نے حضرت ﷺ کے اس حکم کو نہیں مانا۔

دوسرا قاعدہ: عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً اذا جلست المرأة فی الصلوٰة وضعت فخذها علی فخذها الاخریٰ فاذا سجدت الصقت بطنها علی فخذها کاستر ما یکون فان اللّٰه تعالی ینظر الیها و یقول یا ملائکتی انی قد غفرت لها (رواه ابن عدی و البیهقی، کنز العمال ج٤ ص١١٧)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے پھر جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنے رانوں پر رکھے جتنا زیادہ ستر (پردہ پوشی) ہو سکے کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر کرتے ہیں اور فرشتوں کو فرماتے ہیں گواہ رہو میں نے اس عورت کو بخش دیا۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے دوسرا قاعدہ ارشاد فرمادیا کہ عورت کی نماز کے مسائل میں سب سے زیادہ اہمیت ستر کی ہے اس لئے جس حالت میں ستر زیادہ ہوگا وہی نماز عورت کی خدا کو زیادہ محبوب ہوگی اور ذریعہ مغفرت بنے گی۔ اس حدیث کی روشنی میں علماء اہل سنت کہتے ہیں، اصل میں عورت کی ستر کا مسئلہ ہے، نماز میں جتنا بھی عورت کا ستر ہوگا بہتر ہے، اس حدیث کو پیش نظر رکھ کر مرد و عورت کا فرق واضح کیا گیا ہے۔

فرق کی بعض باتیں:

چنانچہ مرد کے لئے فرض نماز مسجد میں پڑھنا ضروری ہے اور عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے۔ (بوجہ ستر)

نماز باجماعت میں مرد کے لئے اول صف افضل ہے اور عورت کے لئے آخری صف افضل ہے (بوجہ ستر)

نماز باجماعت میں امام کا وسط صف میں کھڑا ہونا بالاتفاق مکروہ ہے لیکن عورت وسط صف میں ہی کھڑی ہو (بوجہ ستر)

آپ کے مرد ننگے سر نماز پڑھتے ہیں عورتیں ننگے سر نماز نہیں پڑھتیں۔

مرد ٹخنے اور آدھی پنڈلیاں ننگی کر کے نماز پڑھتے ہیں جب کہ عورتیں پنڈلیاں اور ٹخنے ڈھانپ کر نماز پڑھتی ہیں بہر حال یہ شریعت مقدسہ کا کلیہ قاعدہ ہے کہ عورت نماز اس طرح ادا کرے جس میں ستر کا زیادہ سے زیادہ اہتمام ہو۔ اب آیئے اصل مسئلے کی طرف۔

آنحضرت ﷺ تکبیر تحریمہ میں دو طرح ہاتھ اٹھاتے رہے کبھی کانوں تک کبھی کندھوں تک پھر آپ ﷺ نے آخری عمر میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ کو جب نماز سکھائی تو حکم دیا کہ تم اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت چھاتیوں تک (اس حالت میں ہاتھوں کی انگلیاں کندھوں تک پہنچ جاتی ہیں (رواہ الطبرانی) اب دیکھئے آنحضرت ﷺ نے خود بوجہ ستر عورت اور مرد کی نماز میں فرق کر دیا۔

ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنهما انه سئل کیف کان النساء یصلین علی عهد رسول اللہ ﷺ قال کن یتربعن ثم امرن ان یحتفزن (جامع المسانید ج۱ ص۴۰۰)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ عورتیں عہد رسالت میں نماز کیسے پڑھتی تھیں فرمایا وہ چارزانو بیٹھتی تھیں۔ پھر انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر بیٹھیں۔

اب دیکھئے حدیث میں دو طرح بیٹھنا آتا تھا ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرا بچھا کر بیٹھنا اور سمٹ کر سرین پر بیٹھنا جسے تورک کہتے ہیں۔ عہد رسالت میں بوجہ تستر عورت کو نماز میں تورک کی طرح بیٹھنے کا حکم دے دیا گیا جب کہ مرد پہلے طریقے پر ہی بیٹھتے رہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال اذا سجدت المرأة فلتحتفز و لتضم فخذیها (رواہ ابن ابی شیبة)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اس کو سمٹ کر سجدہ کرنا چاہئے اور سارے جسم کو ملا کر سجدہ کرنا چاہئے۔

دیکھئے اس طرح سجدہ کرنا مرد کے لئے بالاتفاق مکروہ ہے مگر عورت کے ستر کا اہتمام اسی میں زائد تھا اس لئے یہ حکم دیا گیا۔

اسی طرح ائمہ اربعہ کا اجماع اس پر ہے کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے (الفقہ علی مذاہب اربعہ۔ درمختار ج۱ ص۳۲۷، عالمگیری ج۱ ص۷۳) اور اس اجماع کی بنیاد بھی یہ قاعدہ ہے جو حدیث میں آگیا لانہ استر لہا (شرح نقایہ ج۱ ص۷۳) کہ اس میں

ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔

اور دوسری حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ تھی من السنة وضع الكف على الكف تحت السرة (احمد) نماز کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ہتھیلی ہتھیلی پر رکھ کر ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں۔اس سنت پر بھی عمل جاری رہا۔دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق صریح حدیث سے نہیں، حدیث میں مذکور قاعدہ ستر کے مطابق بیان کر دی گئی آپ کسی صحیح حدیث سے جو صریح ہو ان دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرنے کا طریقہ بتا دیں تو ہم یقیناً صریح کو علت پر ترجیح دیں گے، اگر آپ صریح حدیث تطبیق کی پیش نہ کر سکیں تو مجتہد نے حدیث کی بیان کردہ علت کو سامنے رکھ کر دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرنے کا جو طریقہ بتایا ہے اسے کیوں چھوڑا جائے۔

نوٹ: اگر آپ ان دونوں قسم کی احادیث سے ایک کو صحیح دوسری کو ضعیف قرار دیں تو ان کا صحیح یا ضعیف ہونا حدیث صحیح صریح سے ثابت کریں کیونکہ آپ کے نزدیک امتی کا قول شرعی دلیل نہیں ہم امتیوں کے اجماع اور مجتہد کے ارشاد کو دلیل سمجھتے ہیں اس لئے مجتہد کی تطبیق کے مقابلہ میں کسی غیر مجتہد کی بات نہیں مانتے اور خیر القرون کے مجتہد کے مقابلہ میں مابعد خیر القرون کے کسی آدمی کی بات تسلیم نہیں کرتے کیونکہ خیر القرون کی خیریت منصوص بالا حادیث ہے۔

استفتاء

خواتین کے طریقہ نماز کا ثبوت

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

لڑکی حنفی مذہب سے تعلق رکھتی ہے جس کی شادی غیر مقلد لڑکے سے ہوئی ہے، لڑکی کا شوہر اپنی حنفی بیوی سے کہتا ہے کہ تم مردوں کی طرح نماز پڑھا کرو کیونکہ عورتوں کی نماز کا طریقہ مردوں کی نماز کے طریقہ کے مطابق ہے اور عورتوں کی نماز کا مردوں سے جدا ہونا ثابت نہیں تو اب پوچھنا یہ ہے کہ لڑکی کو غیر مقلد لوگوں کے طریقہ سے نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں، اگر اس کا شوہر ایسا حکم دے تو حنفی بیوی پر غیر مقلد شوہر کا حکم ماننا ضروری ہے یا نہیں؟ اور نیز حنفی مذہب میں عورت کی نماز کا طریقہ مردوں کی نماز کے طریقہ سے جدا ہونا احادیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ مفصل اور مدلل جواب دیکر مطمئن فرمائیں۔

المستفتی: شبیر احمد سانگھڑوی

الجواب

حامداً و مصلیاً

مذکورہ صورت میں اہل حدیث شوہر کا اپنی حنفی بیوی کو مردوں کے طریقہ سے نماز پڑھنے پر مجبور کرنا جائز نہیں کیونکہ عورتوں کی نماز کا طریقہ بالکل مردوں کی نماز کی طرح ہونا صراحۃً ثابت نہیں بلکہ خواتین کا طریقہ نماز مردوں کے طریقہ سے جدا ہونا بہت سی احادیث اور آثار صحابہ و تابعین سے ثابت ہے اور چاروں ائمہ فقہ، امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالکؒ، امام شافعی و امام احمد رحمہم اللہ اس پر متفق ہیں، تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما انه سئل کیف کان النساء یصلین علی عهد رسول اللّٰہ ﷺ قال کن یتربعن ثم امرن ان یحتفزن۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ خواتین حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں کس طرح نماز پڑھا کرتی تھیں تو انہوں نے فرمایا پہلے چار زانو ہو کر بیٹھتی تھیں۔ پھر انہیں حکم دیا کہ خوب سمٹ کر نماز ادا کریں (جامع المسانید ج ا ص ۴۰۰)

(۲) وعن وائل بن حجر رضی اللّٰہ عنه قال قال لی رسول اللّٰہ ﷺ یا وائل بن حجر! اذا صلیت فاجعل یدیك حذاء اذنیك و المرأة تجعل یدیها حذاء ثدییها۔

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے نماز کا طریقہ سکھلایا تو فرمایا کہ اے وائل بن حجر! جب نماز شروع کرو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ چھاتیوں تک اٹھائے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۳)

(۳) عن یزید بن ابی حبیب ان رسول اللّٰہ ﷺ مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأة لیست فی ذلك کالرجل۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو تم اپنے جسم کے بعض حصوں کو زمین سے چمٹا دو اس لئے کہ اس میں عورت مرد کے مانند نہیں ہے۔ (السنن للبیہقی ج ۲ ص ۲۲۳) مراسیل ابی داؤد بحوالہ اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۹)

(۴) عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اذا جلست المرأة فی الصلاة وضعت فخذها علی فخذها الاخری و اذا سجدت الصقت بطنها علی فخذیها کاستر ما یکون لها و ان اللّٰہ تعالی ینظر الیها و یقول یا ملٰئکتی اشهدکم انی قد غفرت لها۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز کے دوران جب عورت بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب

سجدہ میں جائے تو اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے ملالے اس طرح کہ اس سے زیادہ سے زیادہ ستر ہو سکے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی طرف دیکھتے ہیں اور فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اس عورت کی بخشش کر دی (بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳ کنز العمال ج ۷ ص ۵۴۹)

(۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ التسبیح للرجال و التصفیق للنساء۔

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ (اگر نماز کے دوران کوئی ایسا امر پیش آ جائے جو نماز میں حارج ہو تو) مردوں کے لئے یہ ہے کہ وہ تسبیح کہیں اور عورتیں صرف تالی بجائیں (ترمذی ص ۸۵ سعید کمپنی، مسلم شریف ج ۱ ص ۱۸۰)

(۶) قال ابو بکر بن ابی شیبۃ سمعت عطاء سئل عن المرأۃ کیف ترفع یدیھا فی الصلاۃ قال حذوثدیھا (و قال ایضابعد اسطر) لا ترفع بذلك یدیھا کالرجل و اشار فخفض یدیہ جدًا و جمعھما الیہ جداً و قال ان للمرأۃ ھیئۃ لیست للرجل۔

ترجمہ: (امام بخاریؒ کے استاد) ابو بکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے سنا کہ ان سے عورت کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ نماز میں ہاتھ کیسے اٹھائے تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی چھاتیوں تک اور فرمایا نماز میں اپنے ہاتھوں کو اس طرح نہ اٹھائے جس طرح مرد اٹھاتے ہیں اور انہوں نے اس بات کو جب اشارہ سے بتلایا تو اپنے ہاتھوں کو کافی پست کیا اور ان دونوں کو اچھی طرح ملایا اور فرمایا کہ نماز میں عورت کا طریقہ مردوں کی طرح نہیں ہے۔ (المصنف لابی بکر بن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۷۵)

(۷) حدثنا ابو الاحوص عن ابی اسحق عن علی رضی اللہ عنہ قال اذا سجدت المرأۃ فلتحتفز و لتضم فخذیھا۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو سرین کے بل بیٹھے اور اپنی رانوں کو ملالے (بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳)

(۸) عن ابن عباس رضی اللہ عنھما انہ سئل عن صلاۃ المرأۃ فقال تجتمع

و تحتفز۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عورت کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ (سب اعضاء کو) ملالے اور سرین کے بل بیٹھے (المصنف لابی بکر بن ابی شیبۃ ج۱ ص۲۷۰)

مذکورہ بالا احادیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین سے عورتوں کی نماز کا طریقہ مردوں کی نماز سے واضح طور پر مختلف ہونا ثابت ہوا، اب اس بارے میں ائمہ فقہ کا مسلک ملاحظہ فرمائیں۔

و فی مذهب الحنفية:

و اما النساء و اتفقوا علی ان السنة لهن وضع اليدين علی الصدر لانه استر لها كما فی البناية و فی المنية المرأة تضعهما تحت ثدييها (ص١٥٦ ج١ ، السعاية)

و المرأة تنخفض فی سجودها و تلزق بطنها بفخذيها لان ذلك استرلها (و فی موضع آخر) و ان كانت المرأة جلست علی اليتيها اليسری اخرجت رجليها من الجانب الايمن لا نه استرلها الخ (ص١١١ ج١ هداية)

و فی مذهب المالكية:

ندب مجافاة ای مباعدة رجل فيه ای سجود (بطنه فخذيه) افلا يجعل بطنه عليها و مجافاة (مرفقيه ركبتيه) ای عن ركبتيه و مجافاة ضبعيه ای مافوق المرفق الی الابط جنبيه ای عنهما مجافاة وسطا فی الجميع و اما المرأة فتكون منضمة فی جميع احوالها۔ (الشرح الصغير للدردير المالكی۔ ج١ ص٣٢٩)

و فی مذهب الشافعية:

قال النووی: يسن ان يجافی مرفقيه عن جنبيه و يرفع بطنه عن

فخذیه و تضم المرأة بعضها الی بعض (وقال بعد اسطر) روی البراء بن عازب ؓ ان النبی ﷺ کان اذاسجد جنح وان کانت امرأة ضمت بعضها الی بعض لان ذلك استرلها (شرح المهذب ص ۴۰۴ ج ۳)

و فی مذهب الحنابلة:

و فی المغنی و ان صلت امرأة بالنساء قامت معهن فی الصف و سطا قال ابن قدامة فی شرحه اذا ثبت هذا فانها اذا صلت بهن قامت فی وسطهن لانعلم فیه خلافا بین من رأی لها ان تؤمهن و لان المرأة یستحب لها التستر و لذلك لا یستحب لها التجافی الخ (ص ۲۰۲ ج ۲)

مذکورہ بالا احادیث طیبہ، آثار صحابہ و تابعین اور چاروں مذاہب فقہ حقہ کے حضرات فقہاء کرام کی عبارات سے جو عورتوں کی نماز کا مسنون طریقہ ثابت ہوا وہ مردوں کے طریقۂ نماز سے جدا ہے، عورتوں کے طریقہ نماز میں زیادہ سے زیادہ پردہ اور جسم سمیٹ کر ایک دوسرے سے ملانے کا حکم ہے اور یہ طریقہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک سے آج تک اس امت میں متفق علیہ اور عملاً متواتر ہے، آج تک کسی صحابی یا تابعی اور تبع تابعین یا دیگر فقہاء امت کا کوئی ایسا فتویٰ نظر نہیں آیا جس میں عورتوں کی نماز کو مردوں کی نماز کے مطابق قرار دیا ہو نیز خود اکابر اہل حدیث حضرات اس مسئلہ میں مذکورہ بالا عبارات کے مطابق فتویٰ دیتے رہے ہیں، چنانچہ مولانا عبد الجبار بن عبد اللہ غزنوی (جو بانیٔ جامعہ ابی بکر گلشن اقبال کراچی کے دادا ہیں) اپنے فتاویٰ میں وہ حدیث جو ہم نے کنز العمال اور بیہقی کے حوالہ سے نقل کی ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"اور اسی پر تعامل اہل سنت و مذاہب اربعہ وغیرہ چلا آیا ہے"

نیز اس کے بعد مختلف کتب مذاہب اربعہ سے حوالہ نقل کرنے کے بعد آخر میں نتیجتاً فرماتے ہیں کہ:

غرض یہ کہ عورتوں کا انضمام (اکٹھی ہو کر) اور انخفاض (سمٹ کر اور چمٹ کر)

احادیث و تعامل جمہور اہل علم اور مذاہب اربعہ وغیرہم سے ثابت ہے اور اس کا منکر کتب حدیث اور تعامل اہل علم سے بے خبر ہے۔ واللہ اعلم حررہ عبد الجبار عفی عنہ (فتاویٰ غزنویہ ص ۲۷ و ص ۲۸ فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۴۹ ج ۳)

جہاں تک اہل حدیث حضرات کے دعویٰ کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں نہ تو ان کے پاس کوئی آیت قرآن ہے اور نہ کوئی حدیث اور نہ ہی کسی خلیفہ راشد کا فتویٰ البتہ اگر ام درداء کا اثر استدلال میں پیش کریں جو مندرجہ ذیل ہے:

"عن مکحول ان ام الدرداء كانت تجلس في الصلاة كجلسة الرجل"

ترجمہ: حضرت ام درداء نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں (المصنف لابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰)

تو اس اثر کے بارے میں عرض یہ ہے کہ اس اثر سے استدلال کرنا کئی وجہ سے درست نہیں۔

(۱) پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اگر چہ حافظ مزیؒ نے ان کو صحابیہ کہا ہے لیکن دوسرے محدثین و ناقدین نے ان کو تابعیہ شمار کیا ہے لہذا یہ صحابیہ نہیں تابعیہ ہیں اور ایک تابعی کا عمل اگر چہ اصول کے مخالف نہ بھی ہو تب بھی اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ و فی الفتح:

وعمل التابعي بمفرده و لو لم يخالف لا يحتج به (ص ۲۵۲ ج ۲)

(۲) بالفرض اگر ان کو صحابیہ بھی مان لیا جائے تو یہ ان صحابیہ کی اپنی رائے ہے اور نہ ہی ان صحابیہ نے کسی اور کو اس کی دعوت دی ہے اور نہ ہی انہوں نے اس فعل پر حضور اکرم ﷺ کا کوئی قول و فعل اور نہ ہی کسی خلیفہ راشد کا فتویٰ نقل کیا ہے لہذا عورتوں کی نماز کے سلسلہ میں امت کے عملی تواتر کے خلاف اس رائے کی پوزیشن ایسی ہی ہے جیسا کہ قرآن حکیم کی متواتر قرأت کے خلاف شاذ قرأت کی ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی مسلمان شاذ قرأت کے لئے متواتر قرآن حکیم کی تلاوت نہیں چھوڑتا اور نہ ہی کسی دوسرے مسلمان کو اس کی دعوت دیتا ہے۔

(۳) نیز اگر اس اثر کے الفاظ پر غور سے نظر ڈالی جائے تو اس سے جمہور کے قول کی

تائید ہوتی ہے اس لئے کہ اس میں ام درداء کے ہیئت جلوس کو مرد کے ہیئت جلوس سے تشبیہ دی گئی ہے جس سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ ام درداء تو مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں لیکن دوسری صحابیات اور خواتین کا طریقہ نماز مردوں سے مختلف تھا جس کا احادیث بالا میں ذکر ہوا۔

(۴) اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اگر یہ اثر قابل استدلال نہیں تو پھر امام بخاریؒ نے اس کو اپنی صحیح بخاری میں کیوں ذکر کیا ہے تو یہ شبہ بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ امام بخاریؒ نے اس اثر کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اس سے عورتوں کی نماز کے طریقہ پر استدلال کیا جائے بلکہ صرف اس بات کی تقویت کے لئے ذکر کیا ہے کہ مردوں کے جلوس کی کیفیت نماز میں کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں رقمطراز ہیں:

"و عرف[1] من رواية مكحول ان المراد بام الدرداء الصغرى التابعية لا الكبرى الصحابية لانه ادرك الصغرى و لم يدرك الكبرى و لم يورد البخارى اثر ام الدرداء ليحتج به بل لتقوية الخ" (ج۲ ص۲۵۲)

نیز اگر یہ حضرات "صلوا کما رأیتمو نی اصلی" سے استدلال کریں کہ عورتوں کی نماز مردوں کے مطابق ہے تو یہ استدلال بھی صحیح نہیں، اول تو اس جملہ کا سیاق وسباق ایک خاص واقعہ ہے جس کا خلاصہ یہ کہ ایک خاص وفد حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بیس دن قیام کے لئے آیا تھا واپسی پر آپ ﷺ نے ان کو کچھ نصیحتیں فرمائیں ان میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ۔

"صلوا کما رأیتمونی اصلی"

بہر حال اس جملہ کو سیاق وسباق سے ہٹ کر دیکھیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کی عمومیت میں مرد و عورت سمیت پوری امت شریک ہے اور پوری

[1] مکحول کی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ درداء سے مراد صغریٰ تابعیہ ہیں اور کبریٰ صحابیہ مراد نہیں اس لئے کہ مکحول نے تابعیہ کو پایا ہے صحابیہ کو نہیں اور امام بخاریؒ نے ام درداء کا اثر تقویت کے لئے ذکر کیا ہے اس لئے نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے ۱۲۔

امت پر لازم ہے کہ جو طریقہ آنحضرت ﷺ کی نماز کا ہے وہی طریقہ پوری امت کا ہو لیکن یہ واضح ہو کہ اس عمومیت پر عمل اس وقت تک ہی ضروری ہے جب تک کوئی شرعی دلیل اس کے معارض نہ ہو اور اگر کوئی دلیلِ خصوص کسی بعض عمل یا افراد میں اس حکم کے معارض ہو تو اس دلیلِ خصوص کی وجہ سے وہ بعض افراد یا وہ عمل اس امر کی تعمیم سے مستثنیٰ ہوں گے چنانچہ ضعفاء اور مریض ان احادیث سے جن میں ان کو ستر پوشی اور اختفاء کا حکم دیا گیا ہے اس حکم سے مستثنیٰ ہوں گے لہذا ان مستثنیات کی موجودگی میں اس جملہ سے عورت اور مرد کی نماز میں مجموعی کیفیت اور طریقہ پر مطابقت کا استدلال درست نہیں۔

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ الشافعی نے اس بات کو فتح الباری میں ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"و هذا اذا اخذ مفرداً عن ذكر سببه وسياقه اشعر بانه خطاب للامة بان يصلوا كما كان فيقول الاستدلال به على كل فعل ثبت انه فعله في الصلاة لكن هذا الخطاب انما وقع لمالك بن الحويرث و اصحابه بان يوقعوا الصلاة على الوجه الذى رأوه ﷺ يصليه نعم يشاركهم فى الحكم جميع الامة بشرط ان يثبت استمراره ﷺ على فعل ذلك الشيء المستدل به دائماً حتى يدخل تحت الامر و يكون واجباً و بعض ذلك مقطوع باستمراره عليه و اما ما لم يدل دليل على وجوده تلك الصلوت التى تعلق الامر بايقاع الصلاة على صفتها فلا نحكم بتناول الامر (فتح ص ۲۳۷ ج ۱۳)

لہذا احادیث بالا اور فقہاء امت کی تصریحات کے مطابق سنت یہ ہے کہ عورت سمٹ کر سجدہ کرے اور سمٹ کر بیٹھے، ستر کا زیادہ اہتمام کرے، ہاتھ سینے پر رکھے ان سب باتوں میں عورت کی نماز مرد نماز سے مختلف ہے اور یہی حق ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم

احقر محمد بدر عالم صدیقی عفی عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

۱۴۱۲/۴/۳ھ

نمبر ۱۳ ایک وتر کا مسئلہ

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۵۱ پر حدیث اور فقہ کا اختلاف ثابت کرنے کے لئے تیرہ نمبر پر مسئلہ بیان کیا ہے۔

رسول پاک ﷺ کا فرمان:

و من احب ان یوتر بثلث فلیفعل و من احب ان یوتر بواحدۃ فلیفعل (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جو وتر تین رکعت پڑھنا چاہے وہ تین رکعت پڑھے اور جو وتر ایک رکعت پڑھنا چاہے وہ ایک رکعت پڑھ لے۔

الوتر رکعۃ من آخر اللیل (صحیح مسلم) وتر رات کے آخری پہر میں ایک رکعت ہے۔

فقہ کا اختلاف:

حضرت انور ﷺ کے فرمان سے وتر ایک رکعت بھی ثابت ہوا پس ایک رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن فقہ کے مطابق ایک رکعت نہیں پڑھ سکتے، حکم ہوتا ہے۔

الوتر ثلاث رکعات (ہدایہ باب الصلوۃ) وتر تین رکعت ہیں۔

جواب: ہر مسلمان جانتا ہے کہ فرائض اور سنت مؤکدہ کی رکعتیں مقرر ہوتی ہیں ان میں کسی کو اپنی مرضی سے کمی بیشی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا البتہ نوافل کا حساب ایسا ہے کہ جتنا گڑ ڈالو گے اتنا میٹھا ہوگا، جتنے پڑھ لو اتنا ہی ثواب مل جائے گا۔ نماز وتر کے بارہ میں احادیث میں کئی اختلافات ہیں جن میں بعض احکام نفل والے ہیں مثلاً جتنی چاہے رکعتیں پڑھ لینا۔ سواری پر بیٹھ کر وتر پڑھ لینا وغیرہ بعض احکام وجوب کے ہیں کہ تین ہی رکعت پڑھنا، سواری پر بیٹھ کر وتر کا جائز نہ ہونا، وتروں کی قضا کا ضروری ہونا، اب شریعت (کتاب وسنت) میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ ایک ہی نماز کو کبھی

نفل کی نیت سے ادا کر لیا جائے اور کبھی واجب کی نیت سے پڑھ لیا جائے اور نہ صراحۃً کسی حدیث میں یہ ہے کہ پہلے یہ احکام تھے اب یہ ہیں، جب یہ صراحت نہ ملی تو بنص حدیث معاذ رضی اللہ عنہ یہاں اجتہاد کی گنجائش نکل آئی، مجتہدین نے اجتہاد سے کسی ایک پہلو کو ترجیح دے لی۔ اس بارہ میں احناف یہ کہتے ہیں کہ پہلے وتر نفل تھے اور تہجد میں شامل تھے اس لئے تہجد اور وتر کو ملا کر بیان کر دیا جاتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ یا تیرہ تک وتر (مع تہجد) پڑھے۔

وجوب وتر کے دلائل:

(۱) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ امدکم بصلوۃ ھی خیر لکم من حمر النعم و ھی الو تر فجعلھا لکم فیما بین صلوۃ العشاء الی صلوۃ الفجر (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۰۶) حاکم و ذہبی نے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک زائد نماز عطا کی ہے جو کہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ نماز وتر ہے پس اس نے تمہارے لئے اسے عشاء اور فجر کی نماز کے درمیان رکھا ہے" یہ حدیث حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ (حاکم) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (طبرانی) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (دارقطنی) حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ (دارقطنی) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ (طبرانی) حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ (خلافیات بیہقی) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (دارقطنی فی غرائب مالک) سے مروی ہے اس لئے قاضی ابوزید فرماتے ہیں وھو حدیث مشھور (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۴۱۳)

اس مشہور حدیث سے وتر کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ زیادتی اس جنس میں ہوتی ہے مثلاً کہا جائے کہ اس سکول میں ایک استاد بڑھا دیا گیا تو وہ استاد ہی شمار ہوگا، اسی طرح فرائض میں ایک نماز کا بڑھانا اس کے فرض ہونے کی دلیل ہے لیکن اس کا ثبوت فرائض کی طرح متواتر نہیں اس لئے اس کو واجب کہا گیا۔

(۲) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی یہی ہے الوتر حق واجب علی کل

مسلم رواہ ابن حبان و صححہ، (فتح الباری ج۲ ص۴۰۰) وتر لازم اور واجب ہے ہر مسلمان پر۔

(۳) حضرت بریدہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے الوتر حق (وتر امر ثابت و لازم ہے) لہذا جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں وتر حق (لازم) ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں وتر حق (لازم) ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں (اس کو حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے ج۱ ص۳۰۶)

(۴) حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا الوتر واجب علی کل مسلم (رواہ البزار) یعنی وتر ہر مسلمان پر واجب ہے۔

اب ظاہر ہے کہ واجب ہو جانے کے بعد نوافل والے تمام احکام ختم ہو گئے نہ اس کی رکعتوں کی تعداد اپنی مرضی پر رہی نہ ہی اس کا بیٹھ کر پڑھنا خواہ سواری پر ہی ہو جائز رہا۔

وتر تین رکعت ہیں:

اب رہا یہ سوال کہ کتنی رکعتیں واجب ہوئیں تو ظاہر ہے کہ یہ زیادتی پانچ نمازوں پر ہوئی اور پانچ نمازوں میں سے چار نمازیں جفت ہیں یعنی دو یا چار رکعت ہیں اور صرف ایک ہی نماز طاق (وتر) ہے وہ مغرب کی نماز ہے۔

(۵) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما ان النبی ﷺ قال صلوۃ المغرب وتر النہار فاوتروا صلوۃ اللیل (ابن ابی شیبہ۔ احمد)

علامہ عراقی فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے (زرقانی شرح موطا ج۱ ص۲۴۳)

حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں اسی طرح تم رات کی نماز کو وتر بنا دو۔

(۶) حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں (موطا امام محمد)

(۷) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کے وتر تین ہیں جیسے دن کے وتر یعنی نماز مغرب (اس کو دار قطنی نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

(۸) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وتر کی تین رکعت ہیں جیسے نماز مغرب کی تین رکعت ہیں۔ (طبرانی فی الکبیر)

(۹) حضرت ابو خالدہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے وتر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ کے تمام صحابہ نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح پڑھی جاتی ہے ماسوا اس کے کہ ہم اس کی تیسری رکعت میں بھی قرأت کرتے ہیں پس یہ رات کا وتر ہے اور مغرب کی نماز دن کا وتر ہے (طحاوی ج۱ص۱۴۳) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب وتر واجب ہوئے تو اس کی تین ہی رکعت مقرر ہوگئیں جیسے نماز مغرب کی تین ہی رکعتیں ہیں اور وہ دو التحیات اور ایک سلام میں پڑھی جاتی ہیں اسی پر صحابہ خود عمل کرتے رہے اور یہی طریقہ اپنے شاگردوں کو بتاتے رہے اور اسی پر بلا تردد و انکار خیر القرون میں عمل جاری رہا۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ جن احادیث میں وتر کی تعداد مختلف آئی ہے وہ اس دور کی ہیں جب وتر نفل تھے۔

(۱۰) آنحضرت ﷺ تین رکعت وتر میں تین سورتیں پڑھا کرتے تھے اس حدیث کو حضرت عائشہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت ابی بن کعب، حضرت علی، حضرت عمران بن حصین، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت جابر اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم چودہ صحابہ نے روایت کیا ہے۔ (گویا یہ حدیث مشہور ہوئی)

(۱۱) ادھر عہد فاروقی رضی اللہ عنہ سے بیس تراویح اور تین وتر پر صحابہ کا اجماع ہوگیا یہی اجماع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ اور بعد میں بھی قائم رہا۔

لہذا تین رکعت کے علاوہ جتنی رکعات کا ذکر احادیث میں آتا ہے وہ اجماعاً متروک العمل ہیں۔

وتر پڑھنے کا طریقہ:

ابتداء اسلام میں نماز میں سلام کلام کی بھی گنجائش تھی اور وتر نفل تھے اس لئے بعض اوقات آنحضرت ﷺ تین وتروں میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیتے اور ایک وتر علیحدہ پڑھ لیتے، دیکھنے والے اس کو دو طرح روایت کر دیتے، بعض صرف آخری رکعت کا خیال کر کے اسے ایک رکعت ہی روایت کر دیتے اور بعض یوں بیان کر دیتے کہ تین رکعات دو سلاموں سے ادا فرمائے لیکن جیسے باقی نمازوں میں سلام کلام جائز نہیں رہا ایسے ہی وتر کے درمیان بھی سلام کلام جائز نہیں رہا۔

(۱) عن عائشة رضی اللہ تعالی عنها ان رسول اللہ ﷺ کان لا یسلم فی رکعتی الوتر (موطا امام محمد ص ۱۵۱، نسائی ص ۲۴۸ ج ۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(۲) اور اسی طریقے پر عمل آخر تک جاری رہا چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دفن سے جب فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ابھی وتر نہیں پڑھے پس وہ وتر کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور حاضرین نے بھی ان کے پیچھے صف باندھ لی تو حضرت مسعود بن مخرمہ فرماتے ہیں فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخرھن یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں تین رکعتیں وتر پڑھائے جن میں صرف تیسری رکعت پر سلام پھیرا (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۲، عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۳)

(۳) یہ بات پہلے بھی ذکر ہو چکی ہے کہ دور فاروقی، دور عثمانی اور دور مرتضوی میں جیسے بیس رکعت تراویح پر اجماع ہوا اسی طرح تین وتر پر بھی اجماع ہوا۔ حضرت ابی

بن کعب رضی اللہ عنہ امام التراویح کان یوتر بثلاث لا یسلم الا فی الثالثة مثل المغرب (عبد الرزاق ج۳ص۲۶) تین رکعت وتر پڑھا کرتے اور دوسری رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ مغرب کی نماز کی طرح صرف تیسری رکعت پر ہی سلام پھیرتے تھے یعنی اجماع اسی بات پر ہوا کہ وتر تین رکعت دو التحیات اور ایک سلام سے مثل مغرب کے ہیں۔

(۴) حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے (ہزاروں) اصحاب (تین وتر پڑھتے تھے) اور دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(۵) حضرت ابو الزناد فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے ساتوں فقہاء اس پر متفق تھے کہ وتر تین رکعتیں ہیں اور سلام صرف تیسری رکعت کے بعد ہے اور اسی پر حضرت عمر بن عبد العزیز نے فیصلہ فرمایا (طحاوی ج۱ص۲۰۳،۲۰۴)

(۶) حضرت امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں اجمع المسلمون ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرھن (ابن ابی شیبہ ج۳ص۲۹۴) سب مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں جن کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

ان تمام روایت سے یہ ثابت ہوا کہ سب مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان ہی احادیث پر عمل جاری رہا اور دو رکعت کے بعد سلام پھیرنے پر عمل تو کیا جاری رہتا صرف حدیث ہی روایت کی تو شاگرد سن کر کہنے لگا کہ انی لاخاف ان یقول الناس ھی البتیراء میں ڈرتا ہوں کہ لوگ اس طریقہ کو دم کٹی نماز کہیں (طحاوی ج۱ص۱۹۲) جس سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے روکا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس وقت لوگ یا صحابہ تھے یا تابعین، ان کا اس طریقہ کو دم کٹی کہنا اس حدیث کے متروک العمل ہونے کی دلیل ہے جیسا کوئی شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا ذکر کرتا تو لوگ اعتراض کرتے۔

افسوس کہ غیر مقلدین نے احناف کی ضد میں ان احادیث پر عمل چھوڑ رکھا

ہے جن پر بلانکیر عمل جاری رہا اور شاذ روایات کو اپنانا اپنا مشن بنالیا ہے۔

درمیانی قعدہ:

احناف کی ضد میں یا تو غیر مقلدین دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہیں یہ غلط طریقہ ہے کیونکہ اس پر عمل باقی نہیں رہا یا احناف کی ضد میں دو رکعت پر سرے سے قعدہ ہی نہیں کرتے یہ بھی ترکِ واجب ہے۔ ابو داؤد شریف میں حدیث ہے کہ ایک نماز میں آنحضرت ﷺ درمیانی قعدہ بھول گئے تو آپ ﷺ نے سجدہ سہو فرمایا اس لئے اگر کوئی بھول کر بھی یہ قعدہ نہ کرے تو سجدہ سہو واجب ہے ورنہ اعادہ نماز واجب ہے۔

(۱) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ کان یقول فی کل رکعتین التحیة (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۴) آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ہر دو رکعت پر التحیات ہے۔

(۲) حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا الصلوٰة مثنیٰ مثنیٰ تشهد فی کل رکعتیں (ترمذی ج ۱ ص ۵۰) یعنی نماز دو دو رکعت ہے اور ہر دو رکعت کے بعد التحیات ہے۔

فائدہ: لفظ کل خاص طور پر یہاں قابل توجہ ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اور دو رکعتوں پر کھڑے ہو گئے لوگوں نے سبحان اللہ کہا مگر آپ ﷺ نے پرواہ نہیں کی پس جب آپ نماز پوری کر چکے تو دو سجدے سہو کے کئے اور پھر سلام پھیرا (رواہ البزار مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۰۲) اور کہا اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

(۴) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا صلوٰة اللیل مثنی مثنی رات کی نماز دو دو رکعت ہے، جب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ دو دو رکعت کا کیا مطلب ہے تو فرمایا ان تسلم فی کل رکعتیں (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۷) کہ تم ہر دو رکعت پر سلام پھیرو چنانچہ تہجد کی نماز میں

ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جاتا تھا ہاں وتر کی دو رکعت کے بعد آخر میں یہ سلام باقی نہ رہا تو التحیات پڑھ کر بغیر سلام پھیرے تیسری رکعت میں کھڑے ہوتے تھے اس لئے وہ تمام حدیثیں جن میں سلام کی نفی ہے قعدہ کی دلیل ہیں۔

(۵) وہ تمام احادیث جن میں نماز وتر کو نماز مغرب جیسا قرار دیا ہے وہ بھی درمیانی قعدہ کے لئے دلیل ہیں کیونکہ مغرب کے تین فرضوں کی دو رکعتوں کے بعد اگر التحیات نہ پڑھے یعنی قعدہ نہ کرے تو بالاتفاق سجدہ سہو واجب ہے۔

(۶) حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے اپنی والدہ کو (جو آنحضرت ﷺ کی خادمہ تھیں) جناب رسول اقدس ﷺ کے گھر خاص اس مقصد کے لئے بھیجا تا کہ وہ دیکھیں کہ آنحضرت ﷺ نماز وتر کس طرح ادا فرماتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب وتر ادا فرمائے تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الا علی پڑھی دوسری رکعت میں قل یا یھا الکفرون پڑھی اس کے بعد قعدہ اولیٰ کیا، اس کے بعد کھڑے ہوئے اور ان دو رکعتوں کو سلام کے ساتھ تیسری رکعت سے جدا نہیں فرمایا، اس کے بعد تیسری رکعت میں (فاتحہ کے بعد) قل ھو اللہ احد پڑھی یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو اللہ اکبر کہا اس کے بعد قنوت پڑھی اور پھر رکوع فرمایا (رواہ ابن عبد البر فی الاستیعاب)

(۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے پھر جب دو رکعت کے بعد تو (التحیات پڑھ کر) سلام کا ارادہ کرے تو کھڑا ہو کر ایک رکعت ملالے تو وہ وتر ہو جائیں گے۔ حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں میں نے تین وتر ہی لوگوں کو پڑھتے پایا ہے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۱۳۵) دیکھئے بخاری شریف کی اس حدیث سے تین رکعت وتر ایک سلام اور دو التحیات سے ثابت ہو گئے ان سب مشہور روایات کے خلاف غیر مقلدین جس روایت سے استدلال کرتے ہیں وہ یہ ہے۔

غیر مقلدین کی دلیل کا جواب:

امام حاکم نے پہلے دو سندوں سے سعید بن ابی عروبہ عن قتادۃ عن زرارۃ بن ابی اوفی عن سعد بن ہشام عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ وتر کی پہلی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے (مستدرک حاکم ج۱ص۳۰۴) سعید کی یہ حدیث مستدرک حاکم کے علاوہ نسائی ج۱ص ۲۴۸، موطا امام محمد ص ۱۵۱، طحاوی ج۱ص ۱۹۳، محلی ابن حزم ج ۲ص ۴۸، ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۲۹۵، دارقطنی ص ۱۷۵، بیہقی ج ۳ص ۳۱، مسند احمد ج ۶ص ۱۵۶ طبرانی صغیر۔ ان دس کتابوں میں حدیث کے الفاظ یہی ہیں کہ دو رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے اخبرنا ابو نصر احمد بن سہل الفقیہ بنجارا ثنا صالح بن محمد بن حبیب الحافظ ثنا شیبان بن فروخ ابن ابی شیبۃ ثنا ابان عن قتادۃ عن زرارۃ بن ابی اوفی عن سعد بن ہشام عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث لا یسلم (فی نسخۃ لا یقعد) الا فی آخرہن و ہذا وتر امیر المومنین عمر بن الخطاب و عنہ اخذہ اہل المدینۃ (المستدرک ج۱ص۳۰۴) گویا دس سندوں میں تو اتفاق ہے کہ حدیث کے الفاظ لا یسلم ہیں یعنی آپ ﷺ دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے اور گیارھویں سند میں دو نسخے ہیں ایک تو یہی لا یسلم دوسرا لا یقعد کہ آپ ﷺ دو رکعتوں کے بعد نہیں بیٹھتے تھے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ یہ نسخہ جو گیارہ سندوں کے خلاف ہے اس کی سند اور متن کی تحقیق کی جائے کیونکہ اس نسخہ کی مثال ایسی ہی ہے جیسے متواتر آیت قرآنی کے خلاف کوئی شاذ قرأت ہو یا محکم کے مقابلہ میں متشابہ آ جائے۔

(۱) اس کی سند کے پہلے دو راویوں کے حالات نہ تقریب میں ملے ہیں نہ تذکرۃ الحفاظ اور میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب میں۔

(۲) تیسرے راوی شیبان بن فروخ کے بارہ میں تقریب التہذیب ص ۱۴۸

پر لکھا ہے صدوق یھم و رمی بالقدر یعنی سچا ہے مگر وہم کا شکار تھا اور تقدیر کے انکار کی بھی تہمت اس پر تھی۔

(۳) چوتھا راوی ابان ہے ابان کی ولدیت سند میں مذکور نہیں، تقریب التہذیب میں دس ابان نامی راوی ہیں جن میں سے آٹھ ضعیف ہیں اور دو ثقہ ہیں۔ علامہ نیمویؒ نے اس کو ابان بن یزید قرار دیا ہے لیکن ان کی بات غیر مقلدین کے لئے حجت نہیں بن سکتی اور علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں کہ ابان بن یزید گو ثقہ ہے لیکن اس کی یہ روایت ثقہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ ہے (آثار السنن ج ۱ ص ۱۵)

(۴) فتاویٰ علماء حدیث میں ہے ''ابان کی روایت میں بجائے ''لا یقعد کے لا یسلم'' ہے (یعنی سلام نہیں پھیرا کرتے تھے) اس لئے امام بیہقی کی تصریح کے مطابق یقعد والے الفاظ کو خطاء اور غلطی تصور کرنا چاہئے (فتاویٰ علماء حدیث ج ۳ ص ۱۹۹)

(۵) اس روایت کا مدار قتادہ پر ہے اور قتادہ جب عن سے روایت کرے تو غیر مقلدین کا اتفاق ہے کہ اس کی روایت حجت نہیں کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث و اذا قرأ فانصتوا کو ماننے سے اسی لئے انکار کیا ہے کہ قتادہ عن سے روایت کر رہا ہے اور نسائی ص ۱۲۳ ج ۱ کی حدیث مالک بن الحویرث ؓ جس میں سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کرنے کا ذکر ہے قتادہ عن سے روایت کرتے ہیں اور یہ لوگ اسکو نہیں مانتے اس لئے قتادہ کی روایت انکے نزدیک کیسے حجت بن سکتی ہے اس لئے سند کے اعتبار سے یہ روایت ہرگز قابل استدلال نہیں۔

(۶) اس کے متن پر غور کریں تو بھی جملہ لا یقعد صحیح نہیں کیونکہ اس کے بعد اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ وتر پڑھنے کا یہ طریقہ حضرت عمر ؓ کا تھا اور یہی طریقہ اہل مدینہ نے ان سے اخذ کیا۔ اب دیکھنا ہے کہ حضرت عمر ؓ کا طریقہ لا یقعد والا جب تھا یا لا یسلم والا، تو پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت صدیق اکبر ؓ کے دفن کے بعد حضرت عمر ؓ نے سب کو نماز وتر پڑھائی تو آخر میں سلام پھیرا اس میں لا یسلم ہے لا یقعد نہیں۔

(۷) حسن بصریؒ سے جب کہا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے تو حسن بصریؒ نے فرمایا کہ انکے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے فقیہ تھے وہ دوسری رکعت پر سلام پھیرے بغیر تکبیر سے اٹھتے تھے (متدرک ج ۱ ص ۳۰۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی صحیح سند سے لا یقعد کا لفظ ثابت نہیں۔

(۸) دوسری بات اہل مدینہ کے وتر کی بابت ہے ان کے بارہ میں بھی گزر چکا کہ بالاتفاق لا یسلم والا طریقہ تھا کسی ایک روایت میں بھی لا یقعد نہیں آتا۔

الغرض لا یقعد والی روایت نہ سنداً صحیح ہے نہ متناً اور اکثر احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے نہایت منکر روایت ہے۔

نتیجتاً غیر مقلدین جو تین وتر پڑھتے ہیں دونوں طریقے غلط ہیں ایک متروک بالاجماع ہے اور اجماع سے نکلنے والا بنص حدیث دوزخی ہے دوسرا منکر اور مشہور روایت کے مقابلہ میں منکرات پر عمل کرنے والا یقیناً گمراہ ہے۔

تین رکعت وتر کی بحث میں یہ بات گزر چکی ہے کہ جس دور میں نماز میں سلام کلام جائز تھا اس وقت وتروں میں بھی سلام ہوتا تھا، دو رکعت الگ اور ایک وتر الگ پڑھتے تھے اس طرح بعض راوی اس کو تین رکعت روایت کرتے بعض ایک رکعت ورنہ شفع کے بغیر صرف ایک رکعت پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز ثابت نہیں چنانچہ امام راضی اور ابن صلاح سے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں "وتر کی روایات کی کثرت کے باوجود ہمیں معلوم نہیں کہ کسی روایت میں یہ آتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی صرف ایک رکعت وتر پڑھا ہو (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۵) لیکن غیر مقلدین احناف کی ضد میں اسی پر زور دے رہے ہیں، اس بارے میں وہ چند استدلال پیش کرتے ہیں جن میں سر فہرست حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے پانچ وتر پڑھ لے جو چاہے تین پڑھ لے جو چاہے ایک پڑھ لے مگر اس میں دو باتیں چھپا جاتے ہیں۔

(۱) یہ حدیث دراصل صحابی کا قول ہے چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں "امام ابو

حاتم ذہلی، دار قطنی در علل بیہقی اور بہت سے حضرات نے اس کو موقوفاً صحیح کہا ہے اور یہی درست ہے (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۳) موقوف صحابی کے قول کو کہتے ہیں اور غیر مقلدین کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ''در موقوفات صحابہ حجت نیست'' صحابی کا قول حجت اور دلیل نہیں بن سکتا۔

(۲) اس روایت کے آخر میں نسائی ج ۱ ص ۲۴۹ پر یہ بھی ہے جو چاہے ایک وتر پڑھ لے اور جو چاہے اشارہ کر لے یہ جملہ غیر مقلدین ہرگز بیان نہیں کرتے کیونکہ اس سے تو ایک وتر سے بھی چھٹی ملتی ہے اور کیسی آسانی ہے کہ وتروں کے سارے اختلافات کا خاتمہ ہے۔

(۳) اگر بالفرض ہم مان ہی لیں کہ یہ حدیث صحیح ہے تو بھی آخری جملے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ اس دور کا فرمان ہے جب وتر نفل درجہ میں تھے واجب نہیں تھے کیونکہ واجبات سے چھٹی نہیں مل سکتی، نوافل سے مل سکتی ہے۔

(۴) حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے مرفوعاً بیان کیا ہے الوتر رکعة من آخر اللیل (مسلم ج ۱ ص ۲۵۷) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ایک رکعت کے الگ پڑھنے میں صریح نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ گزشتہ دو رکعتوں کے ساتھ ایک ملا کر تین وتر پڑھے (فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۵) یا جیسے میں نے کہا کہ دو رکعت کے بعد جب سلام پھیرتے تھے تو کبھی ایک رکعت کو الگ بیان کر دیتے اس کے بعد خود حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے یہ حدیث روایت فرمائی کہ وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح ہے اور ظاہر ہے کہ مغرب کے فرض ایک رکعت کوئی بھی نہیں پڑھتا۔ اور آخر میں تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر کے اتنے مخالف ہو گئے تھے کہ ایک رکعت وتر پڑھنے والے کو الحمار (گدھا) فرمایا (طحاوی ج ۱ ص ۱۹۹) افسوس ہے کہ غیر مقلدین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت جو پہلے دور کی ہے وہ تو پیش کرتے لیکن آخری دور کی روایات کو چھپا جاتے ہیں حالانکہ یہ کتمان حق یا تو یہود کا طریقہ تھا (القرآن) یا ان سے شیعہ

نے لیا (الکافی) یا اب غیر مقلدین کا اوڑھنا بچھونا بن گیا ہے۔

(۵) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللّٰہ ﷺ نهی عن البتیراء ان یصلی الرجل واحدةً یوتر بها (رواه ابن عبدالبر فی التمهید بحواله اعلاء السنن ج٦ ص ٤٠)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بتیراء سے منع فرمایا ہے یعنی اس سے کہ آدمی ایک رکعت وتر پڑھے۔

(۶) عن محمد بن کعب القرظی ان النبی ﷺ نهی عن البتیراء (زیلعی ج١ ص٣٠٣ و هو مرسل معتضد)

محمد بن کعب بھی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بتیراء سے منع فرمایا۔

(۷) دور صحابہ و تابعین میں ان ہی احادیث کے موافق عمل جاری تھا ایک وتر کا کوئی رواج نہ تھا، اگر شاذ و نادر کوئی ایک رکعت پڑھتا تو اس پر انکار ہوتا اور لوگ تعجب سے اس کو دیکھتے وہ ان کے انکار کے جواب میں کوئی حدیث پیش نہ کر سکتا ہمارا غیر مقلدین سے یہی مطالبہ ہے کہ ہم ایسے واقعات احادیث صحیحہ سے پیش کریں گے کہ ایک وتر پڑھنے والے پر شدید انکار ہوا اور غیر مقلدین یہ ثابت کریں گے جن پر انکار ہوا انہوں نے فلاں صحیح حدیث سے ان کے سامنے ایک وتر پڑھنا ثابت کیا۔

(۸) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اهون ما یکون الوتر ثلاث رکعات (موطا امام محمد ص۱۵۰) کم از کم وتر کی رکعتیں تین ہیں یہ ایک رکعت وتر کا صریح انکار ہے، اب غیر مقلد ثابت کریں کہ کسی نے ان کے سامنے حدیث سے ایک وتر کا ثبوت پیش کیا ہو۔

(۹) پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صراحۃً کھل کر فرمایا ما اجزأت رکعةً واحدةً قطّ (موطا امام محمد ص۱۵۰) کہ (وتر) کی ایک رکعت کبھی کافی نہیں ہو سکتی اس وقت کوفہ میں سینکڑوں صحابہ اور ہزاروں تابعین موجود تھے لیکن کسی نے ایک حدیث بھی ان کے رد میں پیش نہ کی۔

(۱۰) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک رکعت ہرگز جائز نہیں وعاب ذلك علی سعد اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو معیوب قرار دیا (طحاوی ج۱ ص۲۰۳) مگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک بھی حدیث ان کے مقابلہ میں پیش نہ کر سکے۔

(۱۱) حضرت عبد اللہ بن سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ایک وتر پڑھا میں ان کے پیچھے چلا اور ان کا بازو پکڑ لیا اور پوچھا یا ابا اسحاق ما ھذہ الرکعة یہ رکعت کیا ہے (طحاوی ج۱ ص۲۰۳) اس سے معلوم ہوا کہ شاذ قرائتوں کی طرح ایک وتر کو لوگ بڑے اچھنبے کی طرح دیکھتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن سلمہ کے سامنے بھی کوئی حدیث پیش نہ فرما سکے۔

(۱۲) غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول دلیل شرعی ہے، اور ہمارے نزدیک جمہور صحابہ کا قول یا فعل دلیل شرعی ہے۔ جمہور کے خلاف کسی کا قول یا فعل دلیل شرعی نہیں اگرچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرح ہم اجتہادی اختلاف کی تاویل کریں گے بہر حال اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت وتر پڑھا یہ اس عہد میں ایک اجنبی فعل تھا، ابن ابی ملیکہ نے آکر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا آپ نے فرمایا انہ فقیہ یعنی ایک وتر کے باقی رہنے پر ان کے پاس کوئی صریح حدیث نہیں ہے البتہ ان کی فقہی رائے ہے اور فقیہ اپنی رائے پر خطاء پر بھی ہو تو اسے ایک اجر ملتا ہے اس لئے اصاب بھی فرمایا (بخاری) اور واقعی کوئی غیر مقلد یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوئی صریح حدیث پیش کر کے ثابت کیا ہو کہ یہ میری فقہی رائے نہیں بلکہ صریح حدیث پر عامل ہوں اس سے تو معلوم ہوا کہ پورے مکہ مکرمہ میں کوئی ایک وتر کو جانتا تک نہ تھا جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہما آئے تو دیکھا اور حیران ہوئے۔

(۱۳) حضرت ابن ابی ملیکہ کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مندرجہ بالا جواب دیا پھر جب عکرمہ نے بھی آکر بتایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا ہے (تو

شاید اس خیال سے کہ اس خطاء اجتہادی کا رواج نہ ہو جائے) آپ نے سخت الفاظ بھی ارشاد فرمائے (طحاوی ج ا ص ۱۹۹)

(۱۴) غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا اور ایک رکعت میں سارا قرآن ختم کیا (دار قطنی، طحاوی)

ہم کہتے ہیں آپ کے مذہب میں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فعل دلیل شرعی نہیں بلکہ ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرنا آپ کے نزدیک خلاف حدیث اور بدعت ہے پھر آپ کو اس سے کیا فائدہ اور ہم کہتے ہیں کہ اس کی سند میں فلیح بن سلیمان راوی ضعیف ہے۔

پھر اس روایت میں یہ بھی تو ہے کہ حضرت عبد الرحمن التیمی جو صحابی ہیں انہوں نے جب حضرت عثمانؓ کو ایک رکعت پڑھتے دیکھا تو یہ فرمایا اوھم الشیخ یعنی کوئی شخص وہم سے یا بھول کے ایک رکعت پڑھ لے تو یہ ممکن تھا مگر بغیر وہم اور بھول ایک رکعت کا پڑھنا اس دور میں کسی کے وہم میں بھی نہیں آسکتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی کوئی ایک حدیث پیش نہ فرما سکے کہ یہ وہم نہیں ہے بلکہ میں فلاں حدیث پر عمل کر رہا ہوں، تمہیں خود حدیث کا علم نہیں اور احناف یہ کہتے ہیں کہ خود دور عثمانیؓ میں بیس تراویح کے ساتھ سب تین وتر پڑھتے تھے جس پر کسی نے انکار نہیں کیا ان سب روایات سے بھی یہی ثابت ہوا کہ ایک رکعت وتر پر عہد صحابہ میں امر منکر کی طرح انکار ہوتا تھا یہ تعامل دلیل ہے کہ حدیث بتیراء ہرگز بے اصل نہیں۔

(۱۵) تمام صحاح ستہ میں یہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے اس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوا کہ نماز کا کم از کم نصاب دو رکعت ہے اس سے کم نماز نہیں یہی وجہ ہے کہ فرائض و نوافل میں سفر یا حضر میں حتی کہ خوف کی نماز میں بھی کوئی نماز ایسی نہیں ملتی کہ جہاں شریعت نے ایک رکعت کو جائز رکھا ہو، ظاہر ہے کہ وتر کی نماز بھی اسی ضابطہ کے تحت آئے گی اور محض ایک رکعت وتر نماز نہیں کہلائے گی۔

(۱۶) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے حضرت عبد اللہ بن ابی قیس نے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کتنے وتر پڑھتے تھے فرمایا آپ ﷺ چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین رکعتیں پڑھا کرتے تھے کبھی تیرہ رکعت سے زائد اور سات رکعت سے کم نہیں پڑھتے تھے۔ (احمد ج ۶ ص ۱۵۶ طحاوی ج ۱ ص ۱۹۸ ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۰) اس روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ تین رکعت سے نہ زیادہ وتر پڑھتے تھے اور نہ تین رکعت سے کم۔

ان دلائل سے یہ باتیں نہایت وضاحت سے ثابت ہوگئیں کہ۔

(۱) ایک رکعت وتر جائز نہیں رہے، ایسی روایات بتیراء سے منع فرمانے سے پہلے کی ہیں۔

(۲) تین رکعت میں دو رکعت پر سلام پھیرنا یہ طریقہ بھی درست نہیں اس پر عمل جاری نہیں رہا۔

(۳) تین رکعت کے درمیان قعدہ نہ کرنا یہ بھی غلط طریقہ ہے، کسی حدیث سے اس کا ثبوت نہیں۔

(۴) وتر کا صحیح طریقہ جس پر عمل جاری رہا یہی ہے کہ تین وتر دو التحیات اور ایک سلام سے پڑھے جائیں۔

نمبر ۱۴ جلسۂ استراحت

حکیم صادق سیالکوٹی نے حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے جلسۂ استراحت کو بھی پیش کیا ہے اور اس سلسلہ میں حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث بخاری شریف سے پیش کی ہے۔

پہلا فریب:

لیکن اس کے نقل کرنے میں ایک زبردست خیانت کی ہے اس حدیث کے راوی نے

بتایا کہ ایک بوڑھے بزرگ نماز میں یہ جلسہ استراحت کرتے تھے لم ار احدھم یفعلونہ میں نے اور کسی کو یہ کرتے نہیں دیکھا۔ (بخاری ج۱ص۱۱۳) نیز فرماتے ہیں میں نے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بوڑھے کو جلسہ استراحت کرتے دیکھا ہے لا اراکم تصنعونہ (طحاوی ج۲ ص۴۴۴) تم میں سے کسی کو یہ کرتے نہیں دیکھا۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں ایوب نے جلیل القدر تابعین (اور تبع تابعین) کی زیارت کی ہے ان کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فعل سنت نہیں (طحاوی ج۲ص۴۴۴) ورنہ یہ سب صحابہ اور تابعین اس کو ترک نہ فرماتے ظاہر ہے کہ بوڑھے حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ اس بڑھاپے کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ اب اس بوڑھے کا جلسہ استراحت کرنا اور باقی سب خیر القرون والوں کا چھوڑنا اس حدیث کی عملی تشریح ہے کہ یہ نماز کی سنت نہیں، ہاں کوئی بوڑھا یا مریض سیدھا کھڑے ہونے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ عذر کی وجہ سے یہ جلسہ استراحت کرسکتا ہے۔

<u>دوسرا فریب</u> یہ کیا کہ ہدایہ کی عبارت کو بھی نہایت نامکمل نقل کیا جو کہ سبیل یہود ہے نہ کہ سبیل رسول۔

<u>پوری عبارت</u>: سجدہ ثانیہ کے بعد سیدھا اپنے قدموں پر کھڑا ہو جائے، نہ بیٹھے اور نہ زمین پر ہاتھوں سے ٹیک لگائے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تھوڑا سا بیٹھ کر اٹھے اور زمین پر ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (جلسہ استراحت) کیا ہے۔ اور ہماری دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے پاؤں پر سیدھے کھڑے ہوتے تھے (یعنی یہ آپ کی مبارک عادت تھی) اور جس حدیث میں جلسۂ استراحت کا فعل مذکور ہے وہ بڑھاپے پر محمول ہے یعنی جب آپ کا بدن مبارک بڑھاپے کی وجہ سے بوجھل ہوگیا تھا (ابوداؤد) اس وقت آپ نے یہ فعل فرمایا اور یہ آرام کا قعدہ ہے اور نماز آرام کے لئے نہیں بنائی گئی۔ (ہدایہ ج۱ ص۱۱۰ باب صفۃ الصلوٰۃ)

دیکھو صاحب ہدایہ نے نہ تو جلسۂ استراحت والی حدیث کا انکار کیا کہ ان پر

انکار حدیث کی تہمت لگائی جائے اور نہ فقہ کے مسئلہ کو بے دلیل لکھا بلکہ باقاعدہ حدیث پاک سے اسے ثابت فرمایا صادق صاحب نے ہدایہ میں اس حدیث کو پڑھنے کے باوجود حدیث رسول ﷺ کا انکار کر دیا بلکہ سنت رسول ﷺ کو صاحب ہدایہ کا بے دلیل حکم قرار دیا اور اس سنت پر عمل کرنے کو حدیث کے چھوڑنے سے تعبیر کیا۔

مثال: اس کو مثال سے سمجھیں کہ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک یہ تھی کہ آپ ﷺ بیٹھ کر پیشاب فرمایا کرتے تھے مگر آپ سے کھڑے ہو کر پیشاب فرمانا بھی .بخاری شریف کی صحیح ترین حدیث سے ثابت ہے، اب ایک عالم ان دونوں حدیثوں میں یہ تطبیق بیان کردے کہ اصل سنت تو بیٹھ کر پیشاب کرنا ہی ہے اور جو حدیث بظاہر اس کے مخالف ہے وہ عذر پر محمول ہے کہ کوئی عذر ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی جائز ہے لیکن بلا عذر طریق سنت کو نہ چھوڑنا چاہئے، اب کوئی اس عالم کو منکرِ حدیث کہنا شروع کر دے تو دراصل وہ خود منکر سنت ہے، احناف نے کسی کتاب میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہمارا یہ مسئلہ محض قیاسی ہے۔

احناف کے دلائل:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث مسئی الصلوٰۃ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز سکھاتے ہوئے فرمایا کہ دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑا ہو جا (بخاری ج۲ص ۹۲۴، ج۲ص ۹۸۶)

یہ صاف حکم ہے کہ جلسہ استراحت کی بجائے سیدھے کھڑے ہونا چاہئے۔

نوٹ: بخاری ج۱ص ۱۰۵ پر جالساً کا لفظ ہے مگر وہ راوی کا وہم ہے (فتح الباری)

(۲) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ چار رکعت نماز میں ۲۲ تکبیریں سنت ہیں (بخاری ج۱ص ۱۰۸) محدث کبیر امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ نماز قولی اور بدنی عبادت کا مجموعہ ہے، اس میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال ہو تو ساتھ ذکر ہوتا ہے مثلاً قیام سے رکوع کو جائیں تو تکبیر، رکوع سے قومہ کی

طرف اٹھیں تو تسمیع ، اسی طرح سجدوں میں جھکنے اور اٹھنے کے ساتھ تکبیریں ہیں لیکن اس جلسہ کے لئے شریعت نے کوئی تکبیر مقرر نہیں کی ورنہ چار رکعت میں ۲۴ تکبیریں ہوتیں تو نماز میں ایسا فعل جو ذکر سے خالی ہو وہ عبادت اور افعال نماز قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اقم الصلوٰۃ لذکری کے خلاف ہے (طحاوی ج ۲ ص ۴۴۴) مع تغیر۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینهض علی صدور قدمیه (ترمذی) کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں پر سیدھے کھڑے ہوتے تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں اس کا راوی خالد بن ایاس ضعیف ہے اور اس پر اہل علم کا عمل ہے یعنی مؤید بالعمل ہونے کی وجہ سے ضعف مضر نہیں۔

(۴) حکیم صادق صاحب حدیث ابو حمید رضی اللہ عنہ کو دس صحابہ کی تائید کے ساتھ مسئلہ رفع الیدین میں تو بڑے زور شور سے پیش کرتے ہیں مگر شاید جلسہ استراحت کے بارہ میں ان کو یہ لفظ نظر نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے سجدے سے اٹھے اور بیٹھے نہیں (طحاوی ج ۲ ص ۴۴۴)

(۵) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے سارے قبیلہ کو اکٹھا کر کے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز سکھائی نہ تو اس میں پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کیا اور نہ ہی جلسہ استراحت کیا (مسند احمد)

(۶) امام شعبیؒ (جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت کی) فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نماز میں اپنے قدموں پر سیدھے کھڑے ہوتے تھے (ابن ابی شیبہ، نصب الرایہ ج ا ص ۳۸۹)

(۷) حضرت نعمان بن ابی عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ کو پایا وہ جب نماز میں پہلی اور تیسری رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تو ایسے کھڑے ہوتے گویا بیٹھے ہی نہیں۔

(۸) حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی نماز میں جلسہ استراحت نہیں کیا کرتے تھے (مصنف عبد الرزاق ج ۲

ص ۱۷۹)

(۹) حضرت عبد اللہ بن زبیر ؓ نماز میں جلسۂ استراحت نہیں فرماتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۳)

(۱۰) ان کے علاوہ حضرت ابو سعید خدری ؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔ (بیہقی، نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۸۹)

جہالت یا کتمان حق: حکیم صادق صاحب یا تو ان دلائل سے جاہل ہیں جن سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ترک جلسہ استراحت ہی سنت ہے یہ حضور ﷺ کی بھی سنت ہے، خلفاء راشدین کی بھی صحابہ کی بھی، اور تابعین و تبع تابعین کے دور میں بھی نماز کا یہ طریقہ رائج تھا، اگر واقعی وہ جاہل ہیں تو انہیں خوف کرنا چاہئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جہالت سے فیصلہ کرنے والا دوزخی ہے (ابو داؤد) اور اگر انہوں نے سب کچھ جانتے ہوئے حق کو چھپایا ہے تو یہ طریق یہود ہے اور جان بوجھ کر غلط فیصلہ دینے والوں کو بھی آنحضرت ﷺ نے دوزخی فرمایا ہے (ابو داؤد)

اگر صادق صاحب اپنی ضد پر قائم رہنا چاہیں تو انہیں صاحب ہدایہ پر اعتراض کرنے سے پہلے یوں عنوان باندھنے چاہئیں، فعل رسول ﷺ اور حضرت عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اختلاف، سنت رسول ﷺ اور صحابہ کا اختلاف، سبیل رسول اور تابعین کا انحراف تاکہ آپ کا کام بھی بڑا اور نام بھی بڑا ہو، لوگوں کو پتہ چلے کہ صادق صاحب اتنے بڑے عالم ہو گئے ہیں کہ وہ معاذ اللہ صحابہ رسول ﷺ اور رسول پاک ﷺ کی (آپس میں) مخالفت بھی ثابت کر سکتے ہیں۔

صادق صاحب! ظاہر ہے کہ حدیث مالک بن الحویرث ؓ میں جلسۂ استراحت کرنے کا ذکر ہے اور دوسری احادیث میں نہ کرنے کا، اب اس ظاہری تعارض کو کیسے رفع کیا جائے، آپ کے نزدیک دلیل شرعی صرف قرآن و حدیث ہے آپ اس تعارض کا حل قرآن و حدیث سے پیش کریں، اگر آپ کے نزدیک ایک صحیح باقی ضعیف ہیں تو یہ بھی حدیث سے ثابت کریں، کسی امتی کا قول پیش کر کے مشرک نہ بنیں اگر ایک

ناسخ اور باقی منسوخ ہیں تو بھی صحیح حدیث سے ثابت کریں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ کسی صحیح حدیث میں اس بارہ میں کوئی فیصلہ موجود نہیں نہ صحیح ضعیف کا نہ ناسخ منسوخ کا نہ باری باری دونوں پر عمل کرنے کا، اب جو فیصلہ کتاب و سنت سے نہ ملے ہمارے نزدیک حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کے موافق اجتہاد کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ مجتہد نے خیرالقرون کے تعامل کے پیش نظر کہ قدرت طاقت والے جلسۂ استراحت نہیں کرتے اور بوڑھے معذور جیسے حضرت عمرو بن سلمہ کرتے ہیں دونوں قسم کی احادیث پر عمل کا طریقہ سکھا دیا کہ حالت قدرت میں جلسۂ استراحت نہ کرنے والی حدیث پر عمل کرو اور عذر میں جلسۂ استراحت والی حدیث پر، اب جو دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل کریں ان کو حدیث کا مخالف اور جو احادیث میں خیانت کرے اس کو اہل حدیث کہا جائے۔

ع برعکس نہند نام زنگی کافور

نمبر ۱۵ مسئلہ تیمّم

(سبیل الرسول ص ۲۵۲، ۲۵۳) حکیم محمد صادق صاحب نے فقہ و حدیث کا اختلاف ثابت کرنے کے لئے مسئلہ تیمم بھی بیان کیا ہے کہ حدیث کہتی ہے تیمم ایک ضرب سے ہو اور فقہ کہتی ہے تیمم دو ضرب سے ہو۔

(۱) نقل حدیث میں فریب:

حکیم صاحب نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ٹکڑا نقل کیا ہے حالانکہ اس کے تمام طرق حکیم صاحب کو پیش کر کے اس اضطراب کو ختم کرنا چاہئے تھا۔

(الف) ایک ضرب سے تیمم کرے اور چہرے اور ہتھیلیوں پر ہاتھ پھیرے (بخاری ج ۱ ص ۴۸ مسلم ج ۱ ص ۱۱۶)

(ب) تیمم دو ضرب سے کرنا۔ ایک ضرب چہرے کے لئے دوسری دونوں ہاتھوں سے کندھوں اور بغلوں تک کے لئے۔ (ابو داؤد ج ۱ ص ۵۱، نسائی ج ۱ ص ۶۰،

طحاوی ج ۱ ص ۶۶، مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۳)

(ج) تیمم دو ضرب ہے ایک ضرب چہرے کے لئے دوسری ضرب دونوں ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک (رواہ البزار فی مسندہ، نصب الرایہ ج ۱ ص ۱۵۴ قال الحافظ ابن حجر باسناد حسن، (الدرایہ ص ۳۶)

حکیم صاحب کا فرض تھا کہ وہ پہلے اس حدیث کے مکمل طرق نقل کرتے پھر ایک طریق کو قبول اور دو طریقوں کو رد کرنے کی وجہ کسی حدیث صحیح سے بیان کرتے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ فلاں طریق قبول کر لینا کہ وہ صحیح ہے اور فلاں فلاں دو طریق حدیثوں کے رد کر دینا کہ وہ ضعیف ہیں لیکن حکیم صاحب نے نقل میں خیانت سے کام لیا، ایک طریق بتایا اور دو کو چھپایا۔

عجیب بات ہے کہ حکیم صاحب نے بھی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ایک ہی طریق کو مانا اور دو کو بلا وجہ بیان کئے چھوڑا تو وہ اہل حدیث رہے، ہم نے بھی اس کے ایک طریق پر عمل کیا مگر ہمیں حدیث کا مخالف کہا گیا، احناف نے جن دو طریق کو چھوڑا اس کی باقاعدہ وجہ بیان کی ہے، فقیہ شہیر محدث کبیر امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جس حدیث میں کندھوں تک مسح کا ذکر ہے وہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ نزول آیت سے پہلے صحابہ کی اپنی اپنی رائے تھی چنانچہ امام طحاوی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے حدیث نقل فرماتے ہیں کہ میرا ہار سفر میں گم ہو گیا، صحابہ ہار کی تلاش میں گئے جب نماز کا وقت ہوا تو پانی نہ ملنے کی وجہ سے صحابہ نے تیمم کیا کسی نے صرف ہتھیلیوں تک، کسی نے کندھوں تک پس یہ بات جب آنحضرت ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ پر آیت تیمم نازل ہوئی (طحاوی ص ۸۰ ج ۱) معلوم ہوا کہ یہ بعض صحابہ کا اپنا عمل تھا۔

جب آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے خود صحابہ کو تیمم کا طریقہ سکھایا "چنانچہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان ہی لوگوں میں تھا جب کہ تیمم کی رخصت نازل ہوئی پس ہمیں حکم دیا گیا اور ہم نے ایک ضرب سے چہرے کا مسح کیا اور

دوسری ضرب سے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کیا (رواہ البزار باسناد حسن الدرایہ لحافظ ابن حجر ص ۳۶)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہی طریقہ قرآن پاک کے بھی موافق ہے کیونکہ قرآن پاک میں پہلے وضو کا حکم ہے پھر پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کو وضو کا قائم مقام قرار دیا ہے۔ وضو میں چار فرائض کا ذکر تھا تیمم میں ان میں سے دو ساقط فرما دیئے اور دو کو باقی رکھا، ان کی کیفیت اصل وضو کے موافق ہونی چاہئے تاکہ وہ ان کے قائم مقام کہلا سکیں، اب وضو میں حکم ہے فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق تم اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور تیمم کے بارہ میں فرمایا فامسحوا بوجوھکم و ایدیکم منہ مسح کرو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کا، اب ظاہر ہے کہ وضو میں چہرہ کو دھونے اور ہاتھوں کو دھونے کے لئے الگ الگ پانی لیا جاتا ہے اس لئے تیمم میں بھی چہرے اور ہاتھوں کے مسح کے لئے الگ الگ ضرب ہوگی اور وضو میں پورے چہرے کو دھویا جاتا ہے تو تیمم میں بھی چہرے کا تو پورا مسح ہوگا مگر ہاتھوں کا کہنیوں تک، تاکہ تیمم وضو کا ان دونوں فرضوں میں پورا پورا قائم مقام رہے (طحاوی ج۱ ص۸۱) رہا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا وہ طریق جو حکیم صاحب نے بیان کیا ہے یہ بعد کا ہے جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو تیمم کا طریقہ تو آتا تھا مگر وہ اس کو صرف وضو کے تیمم کا طریقہ سمجھتے تھے، جب ان پر غسل فرض ہوا اور پانی نہ ملا تو وہ سارے کپڑے اتار کر زمین پر لوٹ پوٹ ہوئے پھر آ کر یہ واقعہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا کہ غسل اور وضو کے تیمم میں کوئی فرق نہیں چونکہ طریقہ پہلے حضرت عمار رضی اللہ عنہ جانتے تھے اس لئے اختصار کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرما دیا۔

صاحب ہدایہ کی عبارت نقل کرنے میں فریب: صاحب ہدایہ فرماتے ہیں "تیمم دو ضربوں سے ہے، ایک کے ساتھ چہرے کا مسح کرے اور دوسری کے ساتھ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تیمم دو ضربوں کے ساتھ ہے ایک ضرب چہرے کے لئے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھوں کے لئے"

(ص ۵۰) دیکھئے صاحب ہدایہ نے صاف طور پر فرمایا تھا کہ یہ طریق فرمان رسول سے ثابت ہے لیکن حکیم صاحب نے بالکل المعترض کالاعمیٰ کا کردار ادا کیا اور اس عبارت کو آنکھوں سے دیکھ کر بھی نقل نہ کیا جو سبیل رسول نہیں بلکہ سبیل یہود ہے۔ یہ فریب اور خیانت کی کتنی بھونڈی مثال ہے، کیا لا دین لمن لا عهد له یاد نہیں ہے؟

احناف کے دلائل:

(۱) حضرت عمار بن یاسر ﷺ کی روایت مسند بزار کے حوالہ سے گزر چکی ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ فرماتے ہیں قال رسول الله ﷺ التیمم ضربتان ضربة للوجه و ضربة لليدين الى المرفقين (رواه الحاكم و الدارقطنى) آنحضرت ﷺ نے فرمایا تیمم دو ضربوں سے ہے، ایک ضرب چہرہ کے لئے دوسری دونوں ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ آنحضرت ﷺ کے بعد لوگوں کو تیمم کا یہی طریقہ سکھاتے رہے، ان کا یہ فتویٰ مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۲۱۲ پر تین سندوں سے ہے اور عبدالرزاق فرماتے ہیں به ناخذ، نیز طحاوی ج ۱ ص ۸۱ اور دارقطنی میں بھی ذکر ہے۔

(۴) عن جابر ﷺ عن النبی ﷺ قال التيمم ضربتان ضربة للوجه و ضربة للذراعين الى المرفقين (مستدرك حاكم و قال صحيح الاسناد ج ۱ ص ۱۸۰ و قال الذهبى اسناده صحيح (تلخيص المستدرك ج ۱ ص ۱۸۰)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا تیمم دو ضربوں سے ہے، ایک ضرب چہرے کے لئے اور دوسری دونوں بازوؤں کے لئے کہنیوں تک، حاکم اور ذہبی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

(۵) حضرت جابر ﷺ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی اسی طریقہ سے تیمم سکھایا کرتے تھے چنانچہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے بتایا کہ مجھ پر غسل فرض تھا

میں تیمم کی نیت سے مٹی پر لوٹ پوٹ ہوا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو گدھا بن گیا تھا پھر اس کو دوضربوں سے تیمم کا یہی طریقہ سکھایا جو اوپر حدیث میں ہے (طحاوی ج ۱ ص ۸۱)

نوٹ: صحابہ کے یہ فتاویٰ بھی حکماً مرفوع ہیں کیونکہ غیر مدرک بالقیاس ہیں۔

(۶) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا، جن کے ہار گم ہونے کی وجہ سے اسی موقع پر آیت تیمم نازل ہوئی، فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ و ضربۃ للیدین الی المرفقین (رواہ البزار فی مسندہ، زیلعی ج۱ ص ۱۵۱) تیمم دوضربوں سے ہے ایک چہرے کے لئے دوسری کہنیوں تک ہاتھوں کے لئے۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بیت الخلاء سے نکلے، ایک راہ گیر نے آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے دوضربوں سے تیمم کر کے اس آدمی کو سلام کا جواب دیا جب کہ وہ گلی کے موڑ سے چھپنے والا تھا (ابو داؤد ج ۱ ص ۵۳، طحاوی ج ۱ ص ۶۴، دار قطنی ج ۱ ص ۶۵، الطیالسی ج ۱ ص ۲۵۳، بیہقی ج ۱ ص ۲۰۶) اگر ایک ضرب سے تیمم کی گنجائش ہوتی تو آنحضرت ﷺ اس جلدی کے موقع پر ضرور اختصار سے کام لیتے اذ لیس فلیس۔

(۸) حضرت اسلع رضی اللہ عنہ بھی اس سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے جس میں آیت تیمم نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت اسلع رضی اللہ عنہ کو حکم دیا یا اسلع رضی اللہ عنہ قم فتیمم صعیداً طیباً ضربتین ضربۃ لو جھك و ضربۃ لذراعیك ظاھر ھما و باطنھما الحدیث (طحاوی ج ۱ ص ۸۱) اے اسلع! کھڑا ہو اور پاک مٹی سے تیمم کر ایک ضرب اپنے چہرے کے لئے اور دوسری ضرب اپنے بازوؤں کے لئے اندر باہر دونوں طرف، یہ روایت اس طرح بھی ہے کہ ربیع کہتے ہیں مجھے میرے باپ نے دو ضربوں سے تیمم کر کے دکھایا میرے ابا کو میرے دادا نے اس طرح تیمم کر کے دکھایا میرے دادا کو حضرت اسلع رضی اللہ عنہ نے اسی طرح تیمم کر کے دکھایا اور حضرت اسلع رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں مجھے اس طرح رسول اقدس ﷺ نے تیمم کر کے دکھایا (اخرجہ الطبرانی و الدار قطنی و البیہقی، زیلعی ج۱ ص۱۵۳)

(۹) حضرت ابوجہم فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دیوار پر ہاتھ مار کر پہلے چہرے مبارک پر مسح فرمایا پھر دوسری ضرب کے بعد اپنے ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح فرما کر میرے سلام کا جواب دیا (دارقطنی ج۱ ص۶۵)

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ کچھ جنگل کے رہنے والے لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے......تو آپ ﷺ نے ان کو تیمم کا طریقہ خود اس طرح سکھایا کہ زمین پر ایک ضرب لگا کر چہرہ مبارک کا مسح فرمایا اور پھر زمین پر دوسری ضرب لگا کر اپنے ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح فرمایا (بیہقی ج۱ ص۲۰۶)

(۱۱) حضرت علی ﷛ نے تیمم کا طریقہ یوں بیان فرمایا کہ ایک ضرب چہرے کے لئے اور ایک ضرب دونوں ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک (کنز العمال حدیث ۲۹۳۲) بحوالہ (عب)

نوٹ: عبدالرزاق کے مطبوعہ نسخہ میں رسغین ہے اور صاحب کنز العمال کے نسخہ میں مرفقین ہے، اب مرفقین تک مسح کرنے میں رسغین بھی یقیناً شامل ہو جاتے ہیں۔

(۱۲) حضرت امام حسن بصریؒ بھی تیمم کا یہی طریقہ سکھایا کرتے تھے کہ ایک ضرب چہرے کے لئے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک (عبدالرزاق ج۱ ص۲۱۲، طحاوی ج۱ ص۸۱)

الغرض حجاز میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عراق میں حضرت علی ﷛ اور بصرہ میں حضرت امام حسن بصریؒ یہی طریقہ سکھایا کرتے تھے۔

(۱۳) یہی مذہب امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام شافعیؒ، امام لیث بن سعد مصریؒ اور عام فقہاء کا ہے اور ابن المنذر رنے یہی مذہب حضرت علی، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت بصری، امام شعبی اور سالم بن عبد اللہ سے

روایت کیا ہے کما فی شرح المہذب ج۲ ص۲۱۰ للنوویؒ قال و ھو قول اکثر العلماء (بحوالہ معارف السنن ج۱ ص۴۷۸) امام مالکؒ کا یہی مسلک قواعد ابن رشد ج۱ ص۵۶ اور المدونۃ الکبریٰ ص۴۶ ج۱ پر مذکور ہے۔

حکیم صاحب اگر ان احادیث کو ضعیف ثابت کرنا چاہیں تو صراحۃً نبی معصوم ﷺ سے اپنی روایت کا صحیح ہونا اور باقی سب احادیث کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیں، کسی غیر معصوم امتی کا قول ہرگز پیش نہ کریں کیونکہ اس کے نزدیک کسی غیر معصوم امتی کا قول دلیل شرعی نہیں رہا، ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ سے صراحۃً کسی ایک حدیث کی ترجیح ثابت نہ ہو تو وہ "فان لم تجد فیه" میں شامل ہے اور اب باجازت رسول ﷺ مجتہد کی طرف رجوع ہوگا۔ چنانچہ ہم نے خیر القرون کے مجتہد اعظم امام ابوحنیفہؒ کی طرف رجوع کیا، انہوں نے خیر القرون کے تعامل اور کتاب وسنت کو سامنے رکھ کر دوضربوں سے تیمم والی احادیث پر عمل کیا اور کروایا کیونکہ خیر القرون میں بلانکیر اسی پر عمل جاری تھا اب خیر القرون کے مجتہد کے مقابلہ میں کسی مابعد خیر القرون کے امتی کے اقوال کو پیش کرنا گویا حدیث خیر القرون کی کھلم کھلا مخالفت ہے۔

اور صادق صاحب یہ بھی یاد رکھیں کہ احناف کو کسی ایک حدیث کی مخالفت کا بھی کھٹکا نہیں کیونکہ جب دوضرب سے تیمم کرتے ہیں تو ان دو میں ایک ضرب یقیناً آجاتی ہے، اس طرح دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے اور جب وہ کہنیوں تک مسح کرتے ہیں تو اس میں ہتھیلیاں اور پہونچے یقیناً آجاتے ہیں اور اس طرح اس طریقہ تیمم میں سب احادیث پر عمل ہے اور کسی حدیث کی مخالفت لازم نہیں آتی۔

حکیم صاحب نے ایڑی سے چوٹی تک زور لگا لیا لیکن اس مسئلہ کو خلاف حدیث ثابت نہ کر سکے بلکہ خود نقل حدیث میں بھی خیانت کی اور لا ایمان لمن لا امانة له (الحدیث) کو پس پشت ڈال دیا اور فقہ کی عبارت کے نقل کرنے میں بھی خیانت کی اور لا دین لمن لا دیانة له کے موافق دین ودیانت سے ہاتھ دھو بیٹھے، اس کو کہتے ہیں "پرائے شگون کے لئے اپنی ناک کٹوانا" اور ہمارا اعتقاد فقہ پر اور پختہ ہوگیا

کہ جب حکیم صاحب جیسے لوگ بھی فقہ پر معقول اعتراض نہیں کر سکے تو جو فقہ کی ضد میں دین و دیانت بھی داؤ پر لگا بیٹھے ہیں تو فقہ یقیناً خیر ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین (بخاری)

نمبر ۱۶ پگڑی پر مسح

حکیم صاحب نے ص ۲۵۳ پر حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے نمبر ۱۶ پر یہ مسئلہ ذکر کیا ہے۔

خاتم النبیین ﷺ کا عمل:

عن المغیرة بن شعبة ان النبی ﷺ توضا فمسح بناصیته و علی العمامة و علی الخفین (صحیح مسلم)

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ نے وضو کرتے وقت پیشانی (کے اوپر کے بالوں) پر اور پگڑی پر اور موزوں پر مسح کیا۔

فقہ کا اختلاف:

ولا یجوز المسح علی العمامة (ہدایہ کتاب الطہارت) اور نہیں جائز مسح کرنا پگڑی پر۔

جواب: یہ مسئلہ بھی ظفر المبین حصہ اول ص ۴۷ سے سرقہ کیا ہے، اس کا جواب بھی فتح المبین میں دیکھیں، ہم یہاں پر مختصر ہی نقل کرتے ہیں، حکیم صاحب نے جو حدیث بیان کی ہے وہ بالکل ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس حدیث میں صرف پگڑی کے مسح کا ذکر نہیں بلکہ ساتھ ناصیہ کا ذکر بھی ہے اور ناصیہ کا ترجمہ خود حکیم صاحب نے (پیشانی کے اوپر کے بالوں) کیا ہے ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ اگر سر کے چوتھائی حصہ کا مسح کر لیا اور بقایا پورے سر کا مسح پگڑی پر کر لیا تو اس طرح کرنا جائز ہے کیونکہ فرض تو ناصیہ پر کرنے سے پورا ہو گیا کیونکہ وضو میں چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور وضو ہو جائے گا۔

(سر پر مسح کرنے کے دلائل)

قرآن:

﴿یایها الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰة فاغسلوا وجوهکم و ایدیکم الی المرافق و امسحوا برؤسکم و ارجلکم الی الکعبین﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم کھڑے ہو نماز کی طرف پس دھولو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں پر اور اپنے پاؤں کو بھی ٹخنوں تک دھولو (پ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۶)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا عمل مبارک

حدیث نمبر ۱: امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں آتا ہے۔

ثم مسح رأسه بيديه فاقبل بهما و ادبر بدأ بمقدم رأسه حتى ذهب بهما الى قفاه ثم ردهما الى المكان الذى بدأ منه (بخاری شریف جلد اول ص ۳۱، مسلم ج ۱ ص ۱۳۲)

ترجمہ: پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا یعنی اپنے ہاتھ (پہلے) اپنے سر کے اگلے حصے سے شروع کیا اور دونوں ہاتھوں کو اپنی گدی کی طرف لے گئے ان دونوں کو اس جگہ کی طرف واپس لائے جہاں سے شروع کیا تھا۔ قرآن مجید اور حضور اکرم ﷺ کے عمل مبارک سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سر پر مسح کرنا چاہئے اور حکیم صاحب نے جو حدیث پیش کی ہے اس میں بھی فمسح بناصیته کے الفاظ موجود ہیں۔

حدیث نمبر ۲: اخبرنا مالك قال بلغنى عن جابر بن عبد الله انه سئل عن

العمامة فقال لا حتی یمس الشعر، الماء قال محمد و بهذا ناخذ و هو قول ابی حنیفةؒ (موطا امام محمد) امام مالک نے ہمیں خبر دی کہ مجھے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ ان سے عمامہ کے بارہ میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا عمامہ کا مسح نہ کرے جب تک سر کے بالوں کا پانی سے مسح نہ کرے۔

امام محمدؒ کہتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

حدیث نمبر۳: اخبرنا مالك حدثنا نافع قال رأیت صفیة ابنة ابی عبیدة تتوضأ و تنزع خمارها ثم تمسح برأسها قال نافع و انا یومئذ صغیر۔ قال محمد و بهذا ناخذ لا یمسح علی الخمار و لا العمامة بلغنا ان المسح علی العمامة کان فترك و هو قول ابی حنیفة و العامة من فقهائنا (موطا امام محمد)

امام مالک نے ہمیں خبر دی کہ ہم سے روایت کیا نافعؒ نے انہوں نے کہا کہ میں نے صفیہ بنت ابوعبیدہ (زوجہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کو دیکھا کہ وہ اپنی اوڑھنی اتار کر سر کا مسح کرتی تھیں۔ نافعؒ کہتے ہیں ان دنوں میں چھوٹا سا تھا امام محمد کہتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے کہ پگڑی اور اوڑھنی پر مسح نہ کیا جائے۔ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ابتداء میں عمامہ پر مسح تھا پھر ترک کر دیا گیا، یہی امام ابو حنیفہؒ اور ہمارے دوسرے علماء کا قول ہے۔

امام نوویؒ شافعی کا حوالہ:

نووی شرح مسلم شریف میں لکھتے ہیں:

و لو اقتصر علی العمامة و لم یمسح شیئا من الرأس لم یجزه ذلك عندنا بلا خلاف و هو مذهب مالك و ابی حنیفة و اکثر العلماء (نووی شرح مسلم شریف ج۱) یعنی اور اگر فقط عمامے کا مسح کیا اور سر کو مطلق چھوڑ دیا تو نہیں کافی ہوگا نزدیک ہمارے بلا خلاف اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور اکثر علماء کا۔

نمبر ١٧ شراب کا سرکہ بنانا

حکیم صاحب نے ص ٢٥٤ پر حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے نمبر ١٧ پر اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے۔

حدیث میں حرمت:

عن انس ان النبی ﷺ سئل عن الخمر یتخذ خلا فقال لا (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ شراب کا سرکہ بنالیا جائے، آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔

فقہ کا اختلاف:

و اذا تخللت الخمر حلت سواء صارت خلا بنفسها او بشی ء یطرح فیها و لا یکرہ تخلیلها (ہدایہ کتاب الاشربہ)

شراب کا جب سرکہ بن گیا تو شراب حلال ہوگئی خواہ آپ ہی سرکہ بن جائے یا کسی چیز کے ملانے سے سرکہ بنالیا جائے (حلال ہے) اور شراب کا سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔

جواب: یہ مسئلہ بھی ظفر المبین حصہ اول ص ٦٧ و ص ٢٤٠ سے سرقہ کیا گیا ہے اور اس کا جواب بھی اسی زمانہ میں فتح المبین حصہ اول ص ٦٤ میں دیا گیا، ہم وہی یہاں پر نقل کرتے ہیں۔

اقول:

کہا علامہ عینی نے شرح کنز الدقائق [1] میں کہ ہماری دلیل قول اللہ تعالیٰ کا ہے کہ حلال کی گئیں واسطے تمہارے پاک چیزیں اور تحقیق عین شراب کا متغیر ہوگیا ہے

[1] حاشیہ کنز الدقائق ص ٣٥ مطبوعہ بمبئی

اور سرکہ بالطبع پاک ہوتا ہے تو حلال ہوگا اور دوسری دلیل قول علیہ السلام کا اچھا نان خورش سرکہ ہے روایت کیا اس کو مسلم نے اور یہ مطلق ہے پس شامل ہوگا اس کی تمام صورتوں کو اور مراد نہی سے جو کہ حدیث میں وارد ہے یہ ہے کہ شراب کا استعمال سرکے کا سا ہو بایں طور کہ اس سے نفع مثل سرکہ کے لیا جائے مثل نان خورش بنانے وغیرہ کے۔ اگر کہے تو کہ روایت کی ابو داؤد اور امام احمد نے انس سے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ یتیم شراب کے وارث ہوگئے ہیں، فرمایا بہا دو اس کو، عرض کیا گیا سرکہ اس کا نہ بنا لیں فرمایا نہیں، میں کہتا ہوں روایتیں آپس میں مختلف آئی ہیں، ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ فرمایا آپ نے سرکہ بنالو اس کا پس حجت نہیں ہوسکتی اور اگر ثابت ہو جیسا کہ کہا انہوں نے (تو) حمل کیا جائے گا اس پر کہ ممانعت ابتداء اسلام میں تھی جس وقت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بابت خمر کے مبالغہ فرماتے تھے واسطے زجر ان کے اور واسطے چھوڑ دینے عادت مالوفہ کے۔ کیا نہیں جانتا تو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا مٹکے توڑنے کا اگرچہ اب جائز نہیں اسی طرح سرکہ بنانے کو سمجھنا چاہئے انتہی۔ اور شرح مسلم میں لکھا کہ یہ مذہب اوزاعی اور لیث کا ہے اور امام مالک سے بھی ایک روایت میں یہ آیا ہے انتہی۔

نمبر ۱۸ کتے کی خرید و فروخت

حکیم صاحب نے ص ۲۵۵ پر حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے اس مسئلہ کو نقل کیا ہے۔

حدیث میں حرام:

عن ابی مسعود الانصاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن ثمن الکلب و مهر البغی و حلوان الکاهن (مشکوٰۃ کتاب البیوع بحوالہ بخاری، مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی زنا کی اجرت اور کاہن کے حلوان (شیرینی) سے منع کیا ہے۔

فقہ کا اختلاف:

یجوز بیع الکلب (ہدایہ کتاب البیوع) کتے کی خرید و فروخت جائز ہے۔

جواب: یہ مسئلہ بھی حکیم صاحب نے ظفر المبین ص ۱۶۵ و ص ۲۳۲ حصہ اول سے سرقہ کیا ہے، اس کا مفصل جواب فتح المبین ص ۱۶۷ تا ۱۷۰ پر موجود ہے یہاں پر ہم مختصر نقل کرتے ہیں۔

شریعت میں کتے کا حکم تدریجاً نازل ہوا ہے۔

قرآن: فکلوا مما امسکن علیکم و اذکروا اسم اللہ علیہ۔ (مائدہ۔ ۴)

تو کھاؤ اس شکار میں سے جو وہ (شکاری کتے وغیرہ) مار کر تمہارے لئے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو (المائدہ ع ۱)

حدیث نمبر ۱: ابن المغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ ثم رخص فی کلب الصید و کلب الغنم پھر شکاری کتے کی اور بکریوں کے محافظ کتے کی رخصت دے دی (مسلم ج ۲ ص ۲۵)

حدیث نمبر ۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اذا ارسلت الکلب المعلم و ذکرت اسم اللہ علیہ فاخذ فکل جب تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سدھایا ہوا کتا شکار پر چھوڑے اور کتا اسے پکڑ لے تو ایسے شکار کا کھانا تیرے لئے جائز ہے (نسائی جلد ۲ ص ۱۹۲)

حدیث نمبر ۳: ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نھی عن ثمن الکلب کتے کی قیمت سے منع فرمایا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۴۱)

حدیث نمبر ۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (الا کلب صید) کلب صید شکاری کتے کی قیمت سے منع نہیں فرمایا (نسائی ص ۲۲۳ ج ۲ بیہقی ج ۶ ص ۱۱)

حدیث نمبر ۵: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کی قیمت لینے کی اجازت دی۔

(مسند امام اعظم ص ۱۶۹)

معلوم ہوا کہ ابتداء اسلام میں کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا پھر مفید اور غیر مضر کتوں کے حق میں یہ حکم فرما دیا گیا بلکہ جو کتا شکار کر سکتا ہے اس کے شکار کو بھی قرآن و حدیث نے حلال قرار دیا، علماء احناف کی نظر چونکہ قرآن مجید پر اور سب حدیثوں پر ہے اور مختلف حدیثوں میں تطبیق دینے کی بفضلہ تعالیٰ بہت بڑی صلاحیت

رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے فرمایا کہ جو کتے ضرر نہیں دیتے اور فائدہ دے سکتے ہیں ان کی خرید و فروخت بمطابق حدیث نمبر۴، نمبر۵ منع نہیں، جائز ہے۔ جو کچھ ان حدیثوں سے ثابت ہوا ہے وہی کچھ فتاویٰ عالمگیری میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ وہابیہ نے دھوکہ دینے کے لئے نقل عبارت فتاوی میں مجرمانہ خیانت کی ہے، اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

بیع الکلب المعلّم جائز.......... وبیع الکلب الغیر المعلم یجوز اذا کان قابلا و الا فلا ھو الصحیح جو کتا شکار کے لئے سدھایا گیا ہو یا سدھایا جا سکتا ہو صرف اس کی بیع جائز ہے اور جو ایسا نہیں اس کی خرید و فروخت منع ہے یہی صحیح ہے۔ (جلد نمبر۳ ص ۱۱۴)

سوال: حدیث نمبر۴ کو نسائی شریف میں "لیس ھو بصحیح" کہا گیا ہے۔

الجواب: لیکن محدث نسائی علیہ الرحمۃ نے "الرخصة فی ثمن الکلب" کا عنوان قائم کر کے اس حدیث سے شکاری کتے کی قیمت کا جواز ثابت کیا ہے معلوم ہوا کہ محدث مذکور کے نزدیک یہ حدیث "لیس ھو بصحیح" کہلانے کے باوجود درجہ استدلال و احتجاج سے ساقط نہیں کیونکہ ماہرین اصول حدیث جانتے ہیں کہ عدمِ صحتِ سند مضمون حدیث کی عدمِ صحت کو مستلزم نہیں ہوتا چنانچہ ترمذی ص ۱۳۳ ج۱ اور مشکوۃ ص ۲۷۵ میں ایک ایسی حدیث کو لا یصح من قبل اسنادہ کہا گیا ہے جس کا مضمون سورۃ النساء۴ آیت نمبر۱ کے موافق ہونے کی وجہ سے بالکل صحیح ہے، نیز حدیث نمبر۵ نے "الاحادیث بعضھا تقوی بعضا" کے ضابطہ کے تحت اس حدیث کو مستحکم کر دیا ہے بلکہ قرآن و حدیث کی جن مقدس نصوص نے کتے کے شکار کو حلال قرار دیا ہے انہی کے ضمن میں اس کی خریداری کا جواز بھی ثابت ہو جاتا ہے اور حدیث نسائی کو مزید تقویت مل جاتی ہے کیونکہ اسلام مجموعہ اضداد کا نام نہیں کہ کتے کا شکار تو حلال ہو اور اس کی خریداری حرام اور قیمت ممنوع ہو۔

بنا بریں ایک دفعہ ایک شخص نے کسی کے شکاری کتے کو قتل کر دیا تو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے قضی فی کلب صید قتلہ رجل باربعین درھماً فیصلہ فرمایا کہ کتے کا قاتل اس کے مالک کو چالیس درہم ادا کرے (بیہقی ص ۸ جلد ۶،

طحاوی جلد۲ص ۲۲۸) اگر شکاری کتے کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوتی تو مندرجہ بالا فیصلہ ہر گز نہ فرمایا جاتا۔

نمبر۱۹ متنفل کے پیچھے مفترض کی اقتداء

حکیم صاحب نے ص ۲۵۶ پر حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے اس مسئلہ کو بھی پیش کیا ہے۔

حدیث میں جواز:

عن جابر قال کان معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یصلی مع رسول اللہ ﷺ ثم یاتی قومه فیصلی بهم (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز (عشاء) پڑھتے تھے پھر اپنی قوم کے پاس جا کر ان کی امامت کراتے۔

اس سے ثابت ہوا کہ متنفل امام کے پیچھے مفترض مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے گویا یہ امت کے لئے آسانی ہے لیکن حنفی مذہب کا فتویٰ اس کے خلاف ہے، دیکھئے۔

فقہ کا اختلاف:

ولا یصلی المفترض خلف المتنفل (کتب فقه)

اور فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوتی۔

جواب: یہ مسئلہ بھی حکیم صاحب نے ظفر المبین حصہ دوم ص ۵۲ سے سرقہ کیا ہے، اس کا جواب ہماری طرف سے کئی بار دیا جا چکا ہے۔ (لیکن محض عوام کو پریشان کرنے کیلئے اور علماء احناف کو تعمیری کام سے روکنے کیلئے بار بار ایسے سوال اٹھائے جاتے ہیں)۔

(۱) حکیم صاحب نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں کسی نماز کا ذکر نہ تھا مگر حکیم صاحب نے ترجمہ میں عشاء کا لفظ اپنے پاس سے بخاری مسلم سے بڑھا دیا ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کس نیت سے پڑھتے اس کا کوئی ذکر نہیں کیونکہ نیت تو ایک باطنی امر ہے اس پر کوئی دوسرا مطلع نہیں ہو سکتا جب تک

نیت کرنے والا خود نہ بتائے اس لئے یہ بات درست ہوگی کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل کی نیت سے نماز پڑھتے ہوں تا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کا طریقہ سیکھ سکیں اور آپ کے پیچھے نماز پڑھ کر برکت حاصل کر سکیں اور پھر اپنی قوم کے پاس جا کر فرض نماز پڑھاتے ہوں، جب اس بات کا احتمال ہے تو دوسرے حضرات کا استدلال درست نہ ہوگا۔

اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ ایک صحابی رسول کے فعل کو ایسے معنی پر محمول کرنا جو متفق علیہ ہے زیادہ بہتر ہوگا ایک ایسے معنی پر محمول کرنے سے جو مختلف فیہ ہے (چنانچہ نفل نماز کی نیت کے ساتھ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنی جو فرض نماز پڑھ رہا ہو بالاتفاق سب کے نزدیک جائز ہے لیکن نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے فرض والے کی نماز میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے، احناف مالکیہ حنابلہ اس کے قائل نہیں)

نیز مسند احمد کی روایت میں یہ ہے:

عن معاذ بن رفاعة عن سليم رجل من بنی سلمة قال رسول الله ﷺ يا معاذ بن جبل لا تكن فتانا امّا ان تصلی معی و امّا ان تخفف علی قومك (مسند احمد ج٥ ص٧٤)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے معاذ بن جبل! یا تو تم میرے ساتھ نماز پڑھو اور یا پھر اپنی قوم کے ساتھ ہلکی نماز پڑھو۔

اس کا معنی یہی ہے کہ یا تو تم فرض نماز میرے ساتھ پڑھو اور اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ فرض نہ پڑھو، اور یا میرے ساتھ فرض نہ پڑھو تا کہ وہ تمہارا انتظار نہ کریں چنانچہ امام عبدالسلام ابن تیمیہؒ جو اکابر حنابلہ میں سے ہیں (صاحب منتقی) کہتے ہیں:

و قد احتج به بعض من منع اقتداء المفترض بالمتنفل قال لانه يدل على انه متى صلى معه امتنعت امامته و بالاجماع لا تمتنع صلاة النفل معه فعلم انه اراد بهذا القول صلاة الفرض و ان الذی كان يصلی معه كان ينويه نفلا (منتقی مترجم ج١ ص٥٧٨)

ترجمہ جو نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز کو درست نہیں قرار

دیتے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، اس حدیث میں دلالت ہے اس بات پر کہ فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوتی کیونکہ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو پھر ان کی امامت ممنوع ہوگی حصر والی تقسیم کا یہی مقتضی ہے اور یہ بات بالاجماع ثابت ہے، اگر وہ آپ کے پیچھے نفل کی نیت سے نماز پڑھیں تو پھر ان کی امامت ممنوع نہ ہوگی۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ معاذ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے مامور تھے کہ وہ اپنی قوم کو امامت کرائیں تو ظاہر ہے وہ فرض نماز یقیناً اپنی قوم کے ہمراہ جماعت کے ساتھ ہی ادا کرتے تھے (شرح نقایہ ج ۱ ص ۸۸)

(۳) اس حدیث میں یہ نہیں آیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ کام حضور اکرم ﷺ کی اجازت سے کیا ہو اور حضور اکرم ﷺ نے آپ کو اجازت دی ہو کہ فرض میرے پیچھے پڑھ لیا کرو اور نفل کی نیت سے اپنے مقتدیوں کو پڑھا دیا کرو، زیادہ سے زیادہ یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا عمل تھا مگر جب حضور اکرم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو منع فرما دیا۔

نمبر ۲۰ جماعت کھڑی ہونے پر سنتیں پڑھنا

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۳۶۱ پر حدیث اور فقہ کا اختلاف ثابت کرنے کے لئے ۲۰ نمبر پر ذکر کیا ہے۔

ممانعت رسول ﷺ:

عن ابی هریرة قال قال النبی ﷺ اذا اقیمت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبة (صحیح مسلم))

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب فرض نماز (کی جماعت) کھڑی ہو جائے تو اس فرض نماز کے سوا اور نماز (پاس) نہیں ہوتی۔

فقہ کا اختلاف:

من انتھی الی الامام فی صلوۃ الفجر و ھو لم یصل رکعتی الفجر ان خشی ان تفوتہ رکعۃ و یدرك الاخری یصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم یدخل (ھدایہ)

ترجمہ: صبح کی نماز باجماعت ہو رہی ہو تو جو شخص امام کے پاس پہنچے اور اس نے دو رکعت سنتیں نہ پڑھی ہوں، وہ ڈرے کہ ایک رکعت فوت ہو جائے گی اور دوسری رکعت پالے گا تو اسے (امام سے ہٹ کر) مسجد کے دروازے کے پاس دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہئے۔

جواب: حکیم صاحب نے یہ مسئلہ بھی ظفر المبین ص ۱۱۸ سے سرقہ کیا ہے، ہماری طرف سے اسی زمانہ میں فتح المبین فی کشف غیر مقلدین ص ۱۲۴ تا ۱۲۶ میں اس کا جواب دے دیا گیا تھا، تفصیل وہاں پر ہی ملاحظہ فرمائیں۔ مختصر طور پر یہاں پر لکھا جاتا ہے۔

ادائے فجر: تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی سنتیں بوقت اقامت جماعت نہ پڑھیں کیونکہ سنتیں بعد فرائض کے وقت میں بھی پڑھی جاسکتی ہیں ہاں فجر کی سنتیں جمہور صحابہ ﷡ و تابعینؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام ثوریؒ، امام مالکؒ فی راوی امام اوزاعیؒ، امام حسن بصریؒ امام مسروقؒ، امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ کے نزدیک دو شرطوں سے پڑھی جاسکتی ہیں۔

(۱) خارج مسجد ہو یا جماعت اور مصلی کے درمیان کوئی چیز حائل ہو۔

(۲) ایک رکعت امام کے ساتھ مل جانے کا غالباً گمان ہو۔

(۱) احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فجر کی نماز کی سنتوں کی تاکید باقی سنتوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے (آثار السنن ج ۲ ص ۲۲، ج ۲ ص ۲۹)

(۲) نماز فجر کے بعد نوافل پڑھنا منع ہے (آثار السنن ج ۲ ص ۲۷، ۲۸) تو اگر یہ سنتیں پہلے نہ پڑھی جائیں تو وقت میں پڑھنے کا موقع ہی نہ رہا۔

(۳) عدم قضاء السنۃ من غیر تبعیۃ الفرض (معارف السنن ص ۴۷

ج ۴) اس لئے احناف نے دلائل میں تطبیق کی ایسی کوشش کی کہ تطبیق بھی ہو جائے اور تمام فضیلتیں بھی حاصل ہو جائیں۔

حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ (مسلم ج ۱ص ۲۴۷) اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ زکریا بن اسحاق، ایوب، ورقاء بن عمر، زیاد بن سعد، اسماعیل بن مسلم اور محمد بن حجادہ، اس کو عمرو بن دینار عن عطاء بن یسار عن ابی ہریرہ مرفوع نقل کرتے ہیں اور حماد بن زید اور سفیان بن عیینہ عمرو بن دینار سے موقوف نقل کرتے ہیں و المرفوع اصح حماد بن سلمہ (کتاب الام ج۱ ص۱۲۶) و حاشیۃ الام ج۱ ص۱۲۹ ابن علیۃ عند ابن ابی شیبہ ابراھیم بن اسماعیل بن مجمع عندابن ابی حاتم (معارف السنن ج ص۲۶، ۲۸) بھی اس کو موقوف نقل کرتے ہیں، محمد بن طاہر المقدسی نے بھی موقوف ہی قرار دیا ہے (تذکرۃ الموضوعات ص۶) اسی اختلاف کی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح میں اس کو سنداً روایت نہیں کیا غالباً اسی اختلاف کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو ترمذی نے صحیح کی بجائے حسن قرار دیا ہے پھر خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح لا تدعوا رکعتی الفجر و لو طردتکم الخیل (یعنی فجر کی سنتیں ہرگز نہ چھوڑو اگرچہ تمہیں چھوڑے (میدان جنگ میں) روند ڈالیں۔) (آثار السنن ج۱ ص۲۹) مروی ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مرفوعاً من ادرک رکعۃ من الصلوۃ فقد ادرک الصلوۃ (یعنی جس نے ایک رکعت پالی تو اس نے نماز (باجماعت) پالی)۔ (مسلم ج۱ ص۲۲۱) اور ان سے ہی مرفوعاً مروی ہے اذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلوۃ فلا یخرج احدکم حتیٰ یصلی (رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح) (مجمع الزوائد ج۲ ص۵) تو ان سب احادیث کو جمع کر لیا گیا کہ مسجد کے باہر یا درمیان میں کوئی چیز حائل ہو تو ایک رکعت مل سکنے کی صورت میں فجر کی سنتیں ادا کر کے جماعت میں شامل ہو جائے سنتیں پڑھے تاکہ لو طردتکم الخیل کی مخالفت نہ ہو بعض نے بواسطہ مسلم بن خالد زنجی عن عمرو بن دینار و لا رکعتی الفجر روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں ایک تو یحییٰ ابن دینار کے سات شاگردوں پر زیادتی کر رہا ہے (آثار السنن

ج ۲ ص ۳۰) اس کے برعکس بیہقی نے بطریق لیث بن سعد عن عطاء عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا اقیمت فلا صلوة الا الکمتوبة الا رکعتی الفجر نقل کیا ہے اس کی سند میں حجاج بن نصیر مختلف فیہ ہے (میزان ج ۱ ص ۴۶۵) اور عباد بن کثیر الرملی مختلف فیہ ہے (میزان ج ۲ ص ۳۷۰) پہلی روایت و لا رکعتی الفجر کو ابن عدی نے یحییٰ کی حسان میں ذکر کیا ہے مگر اس کو صحاح میں ذکر نہیں کیا اگر بالفرض دونوں حسن ہوں تو بھی لا رکعتی الفجر صفوں میں مل کر پڑھنے پر اور الا رکعتی الفجر علیحدہ پڑھنے پر محمول ہوں، عبداللہ بن مالک بن بحینہ سے بخاری ج ۱ ص ۹۱ مسلم ج ۱ ص ۲۴۷ پر ہے آنحضرت ﷺ حجرہ سے جماعت کے لئے مسجد میں آتے تھے آپ نے مسجد میں ہی کسی کو نماز پڑھتے دیکھا اور فرمایا لا تجعلوا هذه مثل صلوة الظهر قبلها وبعدها اجعلوا بینهما فصلاً مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۵ اور مسلم میں دوسری جگہ پر ہے فان رسول اللہ ﷺ امرنا ان لا نوصل صلوٰة بصلوٰة، ج ۱ ص ۲۸۸ و العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورد۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ بالکل جماعت کے ساتھ وصل نہ ہو بلکہ فاصلہ پر پڑھی جائیں۔

عن عبداللہ بن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لاصلوة لمن دخل المسجد والامام قائم یصلی فلا ینفرد وحده بصلوٰة ولکن یدخل مع الامام فی الصلوٰة رواه الطبرانی فی الکبیر و فیه یحییٰ بن عبداللہ البابلتی وهو ضعیف (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر سنتیں پڑھ لیتے تھے اور مسجد میں آکر جماعت میں مل جاتے تھے (آثار السنن ص ۲۲۸) عن انس رضی اللہ عنہ خرج النبی ﷺ واقیمت الصلوٰة فرأی ناساً یصلون رکعتین بالعجلة فقال أصلاتان معاً فنهی ان یصلی فی المسجد اذا اقیمت الصلوٰة (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۰ اور تعلیقاً پڑھنا بھی حاشیہ بخاری ص ۹۱) اپنا عمل پڑھنے کا تھا (آثار السنن ص ۲۲۹) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ منع روایت کرتے ہیں (آثار السنن ص ۲۲۸) مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے اسطوانہ کی اوٹ میں سنتیں پڑھیں تو انہوں نے منع نہیں فرمایا (آثار السنن

ص۲۳) معلوم ہوا ان کے نزدیک منع کی روایت ساتھ جماعت کے پڑھنے پر محمول ہے عبداللہ بن سرجس کی روایت فی ناحیۃ المسجد بھی جماعت سے متصل پر محمول ہوگی۔ عہد صحابہ وتابعین میں مدینہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عام لوگ پڑھتے تھے خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پڑھتے تھے کسی نے انکار نہ کیا مکہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کوفہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ بصرہ میں حسن بصری وغیرہ پڑھتے تھے مگر کوئی انکار نہ کرتا تھا۔

(راجع طحاوی شرح معانی الآثار)

بلکہ جو احادیث منع والی ہیں ان میں عہد نبوت میں سنتیں پڑھنے کا عام ذکر ملتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ساتھ مل کر پڑھنے سے منع فرماتے تھے ایک بھی حدیث موجود نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اوٹ میں پڑھنے والے کو منع کیا ہو جو جماعت کا ثواب بھی پالے اخرج احمد فی مسنده حدثنی عبدالله حدثنی ابوسعد وحسين بن محمد قالا حدثنا اسرائيل عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی رضی اللہ عنہ قال كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يصلی ركعتی الفجر عند الاقامة (ج۱،ص۷۷) و اخرج ابن ماجة فی باب ماجاء فی ركعتين قبل الفجر من طريق شريك عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی رضی اللہ عنہ قال كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يصلی الركعتين عندالاقامة (ص۸ حارث الاعورميزان الاعتدال ج۱ ص۴۳۵) ترمذی كتاب الزكوة باب ماجاء فی زكوة الذهب والورق ج۱ ص۱۱۳ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے سنت فجر پڑھ کر نمونہ پیش فرمادیا، صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی پڑھتے تھے آپ صرف ساتھ مل کر پڑھنے سے روکتے تھے اور خلافت راشدہ وخیر القرون میں بلا نکیر اس پر عمل جاری تھا۔

نمبر۲۱ حلالہ کی لعنت

حکیم صاحب نے ص۲۶۴ پر حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے نمبر۲۱ پر اس مسئلہ کو بھی ذکر کیا ہے۔

حلالہ کرنے والا معلون ہے:

عن عبداللہ بن مسعود قال لعن رسول اللہ ﷺ المحلل والمحلل لہ۔ (دارمی، ابن ماجہ)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی حلالہ کرنے والے پر اور اس پر جس کے لئے حلالہ کیا جائے۔

لیکن بعض اسلام کی روح کو مجروح کرنے والے ایسے مفتی بھی ہیں جو کہتے ہیں۔فان طلقها بعد وطيها حلت للاول۔ (ہدایہ)

پھر اگر حلالہ کرنے والے نے صحبت کے بعد اس عورت کر طلاق دے دی تو وہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔

جواب: حکیم صاحب نے اس مسئلے کو حدیث کے خلاف ثابت کرنے کے لئے کوئی عنوان قائم نہیں کیا حالانکہ پیچھے بیس مسئلوں میں فقہ کا اختلاف عنوان قائم کیا ہے مگر اس مسئلہ میں نہیں۔

حکیم صاحب نے صرف لفظ حلالہ پر اعتراض کیا ہے حالانکہ حلالہ کا مطلب ہے حلال ہونا، یعنی وہ عورت جس کو تین طلاقیں دی گئیں اب وہ اپنے خاوند کے لئے حرام ہوگئی ہے اگر پھر دوبارہ وہ نکاح کرنا چاہے تو اس کا کیا طریقہ ہے اور وہ عورت پہلے خاوند کے لئے کس طرح حلال ہوسکتی ہے۔اس کا حکم قرآن میں موجود ہے۔

حلالہ کا حکم قرآن میں:

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره ط فان طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعآ ان ظنا ان يقيما حدود الله ط و تلك حدود الله يبينها لقوم يعلمون۔ (پارہ ۲ سورۃ بقرۃ آیت ۲۳۰)

ترجمہ: پھر اگر اس نے طلاق دے دی عورت کو (یعنی تیسری مرتبہ) پس اس کے بعد وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی خاوند کے ساتھ نکاح

کرے پھر اگر اس نے بھی طلاق دے دی اس عورت کو تو کوئی گناہ نہیں ہے ان دونوں پر کہ رجوع کریں اگر وہ گمان کریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم رکھیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس قوم کے لئے بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔

اس آیت میں فلا تحل لہ کے الفاظ سے حلالہ کا لفظ ماخوذ ہے کہ وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔

حلالہ کی دو قسمیں: (۱) غیر مشروط اور (۲) مشروط

پہلی قسم: جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کی ہے اور یہی ہمارا اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے اور یہ بات خود حکیم صاحب میں مسلم ہے، چنانچہ حکیم صاحب نے ص ۲۶۴ سطر نمبر ۸ سے سطر نمبر ۱۴ تک یہ صورت بیان کی ہے اور آخر میں لکھتے ہیں یہ جائز صورت ہے۔

دوسری قسم: یعنی مشروط جو حکیم صاحب نے ص ۲۶۴ سطر نمبر ۱۵ سے سطر نمبر ۲۰ تک بیان کی ہے اور وہ صرف اس کو حلالہ تصور کرتے ہیں۔

یہ حکیم صاحب کی بددیانتی ہے حالانکہ حلالہ کا لفظ عام ہے پہلی صورت بھی حلالہ ہے اور دوسری صورت بھی حلالہ ہے مگر حکیم صاحب عوام کو دھوکہ دینے کے لئے صرف دوسری صورت ہی کو حلالہ فرما رہے ہیں اور اس مشروط حلالہ کو حنفی مذہب قرار دے رہے ہیں جو سراسر جھوٹ ہے۔

حنفی مسلک ملاحظہ فرمائیں:

اہل سنت والجماعت حنفی مسلک کے مستند عالم دین مشہور مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی دامت برکاتہم العالیہ بانی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے اپنی تفسیر معالم العرفان تفسیر سورۃ بقرہ حصہ دوم کے ص ۴۰۳ پر ایک سرخی قائم کی ہے "مشروط نکاح" اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"اس وقت مروجہ حلالہ کی جو صورت ہے وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہے، یہ

حلالہ مشروط نکاح کی صورت میں کیا جاتا ہے، جب دیکھتے ہیں کہ اب رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تو کسی دوسرے شخص کے ساتھ اس شرط پر نکاح کر دیا کہ وہ طلاق دے دے گا اور پھر پہلے خاوند سے نکاح ہو سکے گا اگرچہ اس طرح قانونی جواز تو پیدا ہو جاتا ہے مگر اس شرط کے تحت نکاح گناہ کبیرہ ہے ایسے حلالہ پر لعنت کی گئی ہے۔

لعن اللّٰہ المحلل و المحلل له، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے کیا گیا دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

(۲) مشہور عالم دین حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی حنفی کا حوالہ آپ اپنی مشہور زمانہ کتاب بہشتی زیور حصہ چہارم باب تین طلاق دینے کا بیان ص۵۶ مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار میں لکھتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۴: اگر دوسرے مرد سے اس شرط پر نکاح ہوا کہ صحبت کر کے چھوڑ دے گا تو اس اقرار لینے کا کچھ اعتبار نہیں، اس کو اختیار ہے چھوڑے یا نہ چھوڑے اور جب جی چاہے چھوڑے اور یہ اقرار کر کے نکاح کرنا بہت گناہ اور حرام ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت ہوتی ہے لیکن نکاح ہو جاتا ہے تو اگر اس نکاح کے بعد دوسرے خاوند نے صحبت کر کے چھوڑ دیا یا مر گیا تو پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی۔ (شامی ج۲ ص۸۸۹)

ناظرین کرام! یہ ہے حنفی مسلک۔ حکیم صاحب کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ صحیح بات نقل کرے۔

ہم نے صرف دو حوالے دیئے ہیں اس پر ہم کافی حوالے پیش کر سکتے ہیں مگر انصاف کے لئے اتنا بھی کافی ہے۔



درایت محمدی پر ایک نظر

درایت محمدی

مولوی محمد جونا گڑھی نے دور برطانیہ میں ایک متعصب کینہ پرور اور حاسد فرقہ کی بنیاد رکھی اور اپنے نام پر اس فرقہ کا نام محمدی فرقہ رکھا، اپنے اخبار کا نام محمدی رکھا، اپنی کتابوں کے ساتھ محمدی کا لیبل لگایا، اس کی کتابوں میں فقہاء کے خلاف جو بدزبانی ہے اس پر حدیث کلبہ اور لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا کی تصدیق ہوتی ہے بدگمانی سے بدزبانی۔ حسد وتعصب کی فراوانی سے جب وہ گالیوں پر اترتا ہے تو اذا خاصم فجر کا سماں باندھ دیتا ہے، جھوٹ بولتا ہے تو اذا حدث کذب پر عمل کرتا ہے، حوالہ نقل کرتا ہے تو اذا اؤتمن خان کو بالکل نہیں بھولتا۔ اور جب فقہ کے خلاف رائے زنی کرتا ہے تو و لا یستحی فیہ من الحلیم کی تصدیق ہوجاتی ہے ان احادیث پر ان کا عمل ہے اس نے ہدایہ شریف کے خلاف قلم اٹھایا ہے اس میں وہی طرز اختیار کیا ہے جو پادری فانڈر نے قرآن پاک کے خلاف اور سوامی دیانند اور پرویزیوں نے حدیث کے خلاف اختیار کیا ہے۔

موضوع احادیث: دلیل اول: ہدایہ ناقابل اعتبار ہے کیونکہ اس میں بعض ایسی احادیث ہیں جن کو محدثین نے موضوع کہا ہے۔

جواب: اگر بالفرض اس میں بعض احادیث ایسی ہوں بھی تو اس سے اس کے فقہی مسائل کا غلط ہونا کیسے لازم آیا کیونکہ صاحب ہدایہ نے از خود مسائل کا استنباط نہیں فرمایا بلکہ مسائل مستنبط کے دلائل ذکر کئے ہیں، وہ مسائل صاحب ہدایہ سے پہلے بھی امت میں معمول بہا تھے، اس کو مثال سے سمجھئے۔

(۱) امام غزالی کی احیاء العلوم اسلام میں ایک مایہ ناز کتاب ہے، اس کے مسائل تصوف اور فلسفی احکام امت میں معمول بہا ہیں لیکن اس میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جو موضوع ہیں، علامہ عراقی کی تخریج ملاحظہ فرمالیں تاہم ان احادیث کی وجہ سے پوری کتاب کو کسی نے نا قابل اعتبار قرار نہیں دیا اور امت میں ایک بھی بے دین، حاسد، متعصب، اور کینہ پرور ایسا نہیں گزرا جس نے احیاء العلوم کے خلاف اس طرح بدگمانی اور بدزبانی کی ہو۔ (راجع میزان الاعتدال ج ا ص ۴۳۱ ترجمہ حارث بن اسد، پہلا حارث ص ۱۶۰۶)

یہی حال شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین کا ہے اس میں بھی موضوعات ہیں (میزان ص ۴۳۰ ج ۱) یہی حال فصوص الحکم، الفتوحات المکیہ وغیرہ کا ہے مگر فرقہ محمدی کا بانی محمد جونا گڑھی ان کتابوں خصوصاً غنیۃ الطالبین سے رات دن استدلال کرتا ہے، اسی طرح تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر کشاف زمخشری، بیضاوی وغیرہ میں ایسی احادیث موجود ہیں جن کے بارے میں محدثین نے نا قابل استدلال ہونے کا حکم بیان کیا ہے لیکن ہمیشہ سے امت ان تفاسیر کے صحیح مضامین سے استدلال کرتی آرہی ہے، خود غیر مقلدین آیت و اذا قرئ القرآن کی تفسیر میں صحابہ و تابعین اور اجماع امت کے خلاف رازی کے قول کی اندھا دھند تقلید کر رہے ہیں۔ الغرض ہدایہ کا اصل موضوع فقہ ہے۔ احیاء العلوم، غنیۃ الطالبین کا موضوع تصوف ہے۔ تفسیر کبیر، بیضاوی کا موضوع تفسیر ہے۔ اگر موضوع فن کے اعتبار سے ان میں کوئی نقص نہیں تو یہ ان کا کمال ہے۔ اگر دوسرے فن کے اعتبار سے بھی ان میں نقص نہ ہو تو یہ نور علیٰ نور ہے۔ ہاں اگر دوسرے فن کے اعتبار سے نقص ہو تو بھی اصل فن کے اعتبار سے کتاب میں کوئی نقص نہیں ہے مثلاً دیکھئے امام بخاریؒ کے محدث ہونے میں شبہ نہیں مگر بعض الناس ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷۔ امام صاحبؒ کے مذہب کے نقل کرنے یا اس کی تفصیل بیان کرنے میں غلطی ہوگئی ہے، اسی طرح آیت غلط تاریخی غلطی ہوگئی ہے تو کیا ان کی وجہ سے صحیح بخاری شریف کی صحیح احادیث کی صحت سے بھی انکار کر دیا جائے گا۔

۲: یہ کتابیں تو دوسرے فن سے متعلق ہیں خود محدثین جن کی عمریں اس فن میں صرف ہوئی ہیں ان سے بھی ایسے تسامحات ہوئے ہیں، سہو ونسیان سے کون بچ سکتا ہے فنسی آدم فنسیت ذریته (بخاری) بعض محدثین نے بعض صحیح احادیث کو موضوع کہہ دیا، دیکھو (موضوعات ابن جوزی) بعض نے موضوعات کو صحیح کہہ دیا، دیکھو تعقبات سیوطی۔ بعض جگہ کے وہم ونسیان سے کون بچا ہے (دیکھو میزان الاعتدال ترجمہ علی بن عبداللہ المدینی)

(۱) سنن ابن ماجہ: امام ابن ماجة الحافظ الكبير، ثقة متفق عليه مجتمع معرفته و حفظه (تذكرة الحفاظ ج۲ ص۱۸۹) سنن ابی عبدالله كتاب حسن لو لا ما كدره احاديث واهية (تذكرة الحفاظ ج۲ ص۱۸۹) علامہ ذہبی تاریخ الاسلام میں فرماتے ہیں:

انما غمن ارتبة سننه لما فی الكتاب من المناكير و قليل من الموضوعات (غيث الغمام ج۱ ص۵٦)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں و فی الجملة ففيه احاديث كثيرة منكرة (تهذيب التهذيب ج۹ ص۵۳۱) امام ابوالحجاج مزی شافعی فرماتے ہیں كل ما انفرد به ابن ماجة فهو ضعيف يعنى بذلك ما انفرد به من الحديث عن الائمة (تهذيب) امام سیوطی فرماتے ہیں فانه تفرد باخراج احاديث عن رجال متهمين بالكذب وسرقة الاحاديث (زهر الربى ص۸) نواب صدیق حسن فرماتے ہیں وله حديث فی فضل قزوين منكر بل موضوع ولهذا طعنوافيه و فی كتابه (الحطه ص ۱۱۰) ابن الجوزی نے اس کی ۳۴ احادیث کو موضوع کہا ہے۔

(موضوعات ابن الجوزی)

۲۔ مستدرک حاکم: امام ابوعبدالله الحاكم الحافظ الكبير امام المحدثين، امام اہل الحديث فی عصره العارف به حق معرفته (تذکرہ ج۳ ص۲۳۱ احسن الکلام) و لا ريب ان فی المستدرك احاديث كثيرة ليست على شرط

الصحة بل فيه احاديث موضوعة شان المستدرك باخراجها فيه (تذكرة الحفاظ) حافظ ذہبی ہی کا ارشاد ہے کہ مستدرک کی ایک چوتھائی حدیثیں موضوعات اور واہیات کے قبیل سے ہیں (بستان المحدثین ص۴۳) حالانکہ امام حاکمؒ کا دعویٰ یہ ہے کہ اجمع كتاباً يشتمل على الاحاديث المروية باسانيد محمد بن اسماعيل ومسلم بن الحجاج بمثلها اور روانا استعين الله على اخراج احاديث رواتها ثقات قداحتج بمثلها الشيخان او احدهما (مستدرك ج۱ ص۳) شوکانی غیر مقلد الفوائد المجموعة فی الاحاديث المجموعة میں لکھتے ہیں قال الحاكم هذا حديث الاسناد الخ (نور الصباح ص۱۱۳) فرقہ محمدی کا بانی محمد جونا گڑھی رات دن ابن ماجہ اور حاکم سے استدلال کرتا ہے لیکن نہ اس نے ابن ماجہ کے خلاف کوئی کتاب لکھی ہے نہ مستدرک حاکم کے خلاف، علامہ ذہبی کی جرح دیکھو مستدرک ج۱ ص ۲۳۴، ج۱ ص۶۱۷، ج۳ ص۶۰، ج۳ ص۱۲۹، صحابی ج۳ ص۱۶۰، ابن حجر اور ابن وحید نے بھی تصریح کی ہے کہ حاکم کی تصنیفات ضعیف اور موضوع احادیث پر مشتمل ہیں (غیث الغمام ص۵۶)

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے مستدرک حاکم کو طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے، اس طبقہ کا حال یوں لکھا ہے کہ اس میں موضوع حدیثیں پائی جاتی ہیں اور اس طبقہ کی اکثر حدیثیں فقہاء کے نزدیک قابل عمل نہیں ہیں بلکہ ان کے خلاف پر مسلمانوں کا اجماع ہو گیا ہے (عجالہ نافعہ ص۷)

سنن الدارقطنی: ذہبی فرماتے ہیں: الامام شیخ الاسلام حافظ الزمان، امام طبری ابوطیب فرماتے ہیں: امیر المومنین فی الحدیث، خطیب بغدادی فرماتے ہیں: وہ زمانہ میں فرد اور امام وقت تھے، حدیث اور اس کی علتوں کی معرفت ان پر ختم ہو گئی ہے (تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص۱۸۶) لیکن ان کی سنن منکرات سے پُر ہے خود مولوی شمس الحق ڈیانوی نے اس کے حاشیہ التعلیق المغنی میں جا بجا اس کو بیان کیا ہے (۱) اس کی سند میں خالد بن ایاس موضوع روایات بیان کرتا تھا ص۱۱۵ ج۸، موضوع حدیثیں بیان کرتا ہے عیسیٰ

بن عبداللہ، ص۱۱۴ عمرو بن شمر کثیر الموضوعات اب سوال یہ ہے کہ دار قطنی نے ایسے کذاب اور وضاع راویوں کی حدیثیں کیوں بیان کیں، کیا وہ ان کے جھوٹے ہونے سے ناواقف تھے اگر جواب اثبات میں ہے تو ان کی علمیت کو بٹہ لگتا ہے اور اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو من روی عنی حدیثاً یری انہ کذب فھو احد الکاذبین او کما قال (مسلم) یہ کتاب بھی طبقہ ثالثہ کی ہے۔

بیہقی: حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں: الامام الحافظ العلامۃ شیخ خراسان (تذکرہ ج۳ ص۳۰۹، احسن الکلام) امام ابن تیمیہؒ نے صراحتاً لکھا ہے کہ ان کی تصنیفات میں موضوع حدیثیں ہیں (غیث الغمام ص۵۶) علامہ ابن قیم نے سنن بیہقی سے چند حدیثیں نقل کر کے لکھا ہے فانھا کلھا آثار باطلۃ موضوعۃ علی رسول اللہ ﷺ (اعلام الموقعین ج۲ ص ۱۹۶) یہ بھی طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے یہی حال خطیب ابونعیم وغیرہ کی کتابوں کا ہے (ابن الجوزی)

علامہ سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں ربما ادرج ابن الجوزی فی الموضوعات الحسن و الصحیح مما ھو فی احد الصحیحین (اجوبہ فاضلہ ص۵۲) امام ابن تیمیہ حنبلیؒ کے بارہ میں بھی ہے فانہ جعل بعض الاحادیث الحسنۃ مکذوبۃ و کثیراً من الاخبار الصحیحۃ موضوعۃ (اجوبہ فاضلہ ص۵۳) ابن تیمیہ کی اس عادت کا ذکر ابن حجر نے الدرر الکامنہ اور لسان المیزان میں بھی کیا ہے۔

امید ہے کہ غیر مقلدین اب حقیقۃ المحدثین اور روایت محمدی کے نام سے کتابیں شائع کر کے کتب حدیث کی عیب گیری کریں گے۔

صاحب مشکوۃ: (۱) مشکوۃ ج۱ ص۸۸ پر ہے بحوالہ مسلم کہ آنحضرت ﷺ نماز کے بعد بصوتہ الاعلی لا الہ الخ پڑھتے، مسلم ج۱ ص۲۱۸ پر یہ الفاظ نہیں۔

(۲) ج۲ ص۵۴۴ معجزات استقبلہ داعی امرأتہ بحوالہ ابوداؤد، بیہقی، حالانکہ ابوداود ج۱ ص۱۱۷ السنن الکبریٰ ج۲ ص۹۷ پر داعی امراۃ ہے۔

(۳) باب النھی عنھا من البیوع حدیث ابن عمر یہ لکھتے ہیں لو احدہ

فی الصحیحین حالانکہ بخاری ج ا ص ۲۸۹ مسلم ج ۲ ص ۵ پر حدیث موجود ہے، اس لئے میں نے لکھا ہے کہ صاحب مشکوۃ کی تحقیق کمزور ہے۔

(۴) باب الصداق ص ۲۷۷ عبداللہ بن جحش نے لکھا ہے حالانکہ صحیح عبید اللہ بن جحش ہے، (ابوداؤ)

(۵) مشکوۃ ص ۳۸۹ پر ایک حدیث ہے عن عبداللہ بن عمر حالانکہ صحیح عمرو ہے جیسا کہ ابوداؤد میں ہے۔

(۶) مشکوۃ باب القتال فی الجہاد میں عن ثوبان بن یزید ہے حالانکہ صحیح ثور بن یزید ہے (ترمذی) کیونکہ ثوبان بن یزید نامی کوئی صحابی نہیں ہے۔

(۷) مشکوۃ ص ۳۵۰ فصل ثانی میں عن یزید بن خالد ہے حالانکہ صحیح زید بن خالد ہے کیونکہ یزید بن خالد کوئی صحابی نہیں۔

التعلیقات: محدثین بعض اوقات اپنی کتابوں میں تعلیقات ذکر کرتے ہیں جیسے موطا کی بلاغات، بخاری کی تعلیقات، ترمذی کے فی الباب ان میں بعض کی سندیں تو دوسری کتب میں مل جاتی ہیں اور بعض کے متعلق محدثین ماوجدنا کہہ دیتے ہیں۔ منکرین حدیث بھی شاید ان تعلیقات پر افتراء اور باطل طوفان وغیرہ کا عنوان نہیں دیتے۔ محمدی فرقہ کا بانی محمد جونا گڑھی صاحب نے ہدایہ کی تعلیقات پر لاپتہ باطل، باطل، افتراء، جھوٹ کے عنوانات دیئے ہیں حالانکہ اس دعویٰ پر اس کا فرض تھا کہ عقلی نقلی دلائل پیش کرتا مگر وہ اپنے فرض کو بالکل نباہ نہیں سکا اگر ماوجدنا سے باطل طوفان کا مفہوم نکلتا ہے تو وہی ابن حجر بخاری کی بعض تعلیقات پر ما وجدنا کہتے ہیں اور ترمذی کے وفی الباب پر بھی یہی عنوان دے گا کیا انہوں نے بخاری، ترمذی، موطا کے بارہ میں بھی کوئی کتاب شائع کی ہے، اصول حدیث میں تعلیقات اور موضوعات کی تعریفیں اور احکام الگ الگ ہیں، تعلیق کی تعریف مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۲ ان لفظ التعلیق وجدته مستعملاً فیما حذف من مبتداء اسناده واحد او اکثر حتی ان بعضهم استعمله فی حذف کل الاسناد اور ص ۳۳ پر ہے کہ محدثین اس سے استشہاد کرتے ہیں۔

ادراج: مقدمہ ابن الصلاح ص ۴۵ ص ۲۰ بعض اوقات محدث حدیث رسول اللہ ﷺ کی وضاحت میں کوئی جملہ کہتا ہے، شاگرد اس کو بھی کلام نبوی ﷺ سمجھ کر اکٹھا بیان کر دیتا ہے اس کو ادراج کہتے ہیں، کبھی ادراج کی صورت یہ ہوتی ہے کہ محدث ایک سند سے حدیث بیان کرتا ہے لیکن دوسری سند سے کوئی لفظ زیادہ ہوتا ہے تو محدث دوسری سند بیان کئے بغیر وہ لفظ ساتھ ملا دیتا ہے، بعض لوگ اس کو ادراج سمجھ لیتے ہیں اس کو درایت محمدی ص ۱۰ پر حدیثوں میں زیادتی کا عنوان دیا ہے اور اس کی ۲۴ مثالیں ص ۱۸ تک پیش کی ہیں، محدثین میں تو یہ اتنا عام ہے کہ خطیب بغدادی نے ایک ضخیم کتاب جمع فرمائی ہے "الفصل للوصل المدرج فی النقل" (مقدمہ ابن الصلاح ص ۴۷) دیکھئے محمد جوناگڑھی یہاں کیا کہتا ہے۔

درایت محمدی ۱۹۲۷ء میں پہلی دفعہ یہ رسالہ شائع ہوا حضرت مولانا عبدالجبار صاحب ابوہریؒ نے فوراً بذریعہ اخبار العدل ۷ استمبر ۱۹۲۷ء ص ۱۰ کالم نمبر ۱ محمد جوناگڑھی کو لکھا کہ ہدایہ کی غلطیاں نکالنا تو بڑی بات ہے مولوی محمد صاحب کو سرے سے ہدایہ آتا ہی نہیں اور انہوں نے کسی سمجھ دار عالم سے ہدایہ خود پڑھا ہی نہیں اور نہ ہی سمجھا ہے اگر ان میں ہدایہ سمجھنے اور سمجھانے کی قابلیت ہے تو میں ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتا ہوں کہ وہ ایک مشترکہ مجلس میں بیٹھ کر جس میں کم از کم دو عالم غیر مقلد ہوں اور دو عالم حنفی ہدایہ کا ایک سبق پڑھا دیں یا جہاں سے ہم کہیں کم از کم ایک ورق کا مطلب بیان کر دیں۔



کھلا خط بنام علماء حنفیہ کا مدلل جواب

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم: برادران اسلام ہمارے ملک میں دو فرقے آباد ہیں ایک نے اپنا نام اہل قرآن رکھا ہوا ہے وہ قرآن کا نام لے لے کر سادہ لوح عوام کو گمراہ کرتے رہتے ہیں لیکن دین سے اتنے بے خبر ہیں کہ ان کو بارہا کہا گیا کہ نماز جس کی بار بار تاکید قرآن مجید میں موجود ہے اور جو توحید و رسالت کو مان لینے کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے اور ہر مسلمان مرد و عورت پر پانچ مرتبہ ایک دن رات میں فرض ہے اس کے ادا کرنے کا مکمل طریقہ رکعات، شرائط، ارکان، واجبات، سنن، مستحبات، مکروہات، مفسدات، مسائل سہو وغیرہ صرف قرآن پاک کی صریح آیت سے ثابت کر دیں مگر وہ اس سے بالکل عاجز ہیں، جس سے ملک کا ہر شخص سمجھ چکا ہے کہ ان کا دعوی عمل بالقرآن بالکل جھوٹا ہے، جو نماز ان پر روزانہ پانچ مرتبہ فرض ہے اس کو تو وہ ثابت نہیں کر سکتے، ہاں سادہ لوح عوام کو رات دن یہ بتاتے رہتے ہیں کہ احادیث قرآن کے خلاف ہیں، احادیث میں بہت اختلاف ہے اور رات دن محدثین پر نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں اور صرف حدیث اور محدثین کو گالیاں دینا ہی ان کے نزدیک عمل بالقرآن ہے۔ معاذ اللہ

دوسرا فرقہ اپنے آپکو اہل حدیث کہتا ہے، جو حدیث کا نام لے لے کر عوام کو گمراہ کرتا رہتا ہے لیکن دینی علوم سے اتنا ہی کورا ہے جتنے ان کے بڑے بھائی اہل قرآن، وہ بھی نماز کا مکمل طریقہ بہ تفصیل بالا احادیث صحیحہ صریحہ غیر معارضہ سے ثابت کرنے سے ایسا ہی عاجز ہے جیسا کہ ان کے بڑے بھائی (اہل قرآن)، چنانچہ رحیم یار خان، کوہاٹ، گوجرانوالہ، کراچی، شہداد کوٹ، علاقہ سرائے سدھو، ملتان، حویلی بہادر شاہ، لاہور، مکڑ والا، اوکاڑہ وغیرہ مقامات پر وہ مناظروں میں اتنے ذلیل ہو چکے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے مسائل تک ثابت کرنے سے عاجز آ گئے ہیں اور عوام و خواص کے سامنے یہ راز فاش ہو چکا ہے کہ ان کا دعویٰ

عمل بالحدیث ایسا ہی جھوٹا ہے جیسے منکرین حدیث کا دعویٰ عمل بالقرآن جھوٹا ہے۔

اب تو یہ فرقہ اتنا بوکھلا چکا ہے کہ انہیں یہ کہو کہ مکمل نماز، مکمل نماز وتر، مکمل نماز جنازہ، مکمل مسائل تراویح، مکمل قانون دیوانی، مکمل قانون فوجداری احادیث صحیحہ صریحہ غیر معارضہ سے ثابت کر کے دکھلا دو تو ان کا ثبوت پیش کرنے کی بجائے فقہ اور فقہاء کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں اور اب تو یہ پورے ملک میں فیصلہ کر چکے ہیں کہ ہم اپنی مکمل نماز، مکمل طریقہ نماز جنازہ، مکمل مسائل نماز تراویح، مکمل مسائل قربانی، مکمل مسائل قانون اسلامی کو ثابت کرنے کے لئے کبھی بھی تا قیام قیامت ہرگز ہرگز مناظرہ نہیں کریں گے جس طرح کادیانی مرزا کی سیرت پر مناظرہ نہیں کرتا اسی طرح یہ مکمل مسائل پر مناظرہ بالکل نہیں کرتے، ہاں اپنے ان پڑھ عوام کو خوش رکھنے کے لئے فقہاء کو گالیاں دیتے ہیں اور اس کام کے لئے وہ تمام شرعی، قانونی اور اخلاقی قدروں کو بھی پامال کر جاتے ہیں کبھی بغیر پرنٹ لائن کے کوئی اشتہار شائع کر دیا جس میں فقہ پر اعتراض کرنے میں وہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے جو سوامی دیانند نے قرآن کے خلاف اور عبداللہ چکڑالوی نے حدیث کے خلاف استعمال کیا تھا، کبھی کسی مجہول شخص کے نام سے کوئی فوٹوسٹیٹ ہر شہر میں گھمایا جاتا ہے، لامذہب غیر مقلدین اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ محض فریب ہے، یہ جھوٹ اور خیانت کا مجموعہ ہیں لیکن پھر بھی ان کو دھڑا دھڑ تقسیم کرتے ہیں، جب شہر اور علاقہ کی فضا مکدر ہو جاتی ہے اور وہ اشتہار انتظامیہ تک پہنچائے جاتے ہیں تو سب ان سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں، اگر ان اشتہاروں کی غلطیاں بتائی جائیں تو اس علاقے میں ان کی عام تقسیم بند کر دیتے ہیں اور یہ کہہ کر جان چھڑاتے یں کہ ہم ان کی غلطیوں کے ذمہ دار نہیں، ہم اشتہار والے کے مقلد تھوڑے ہیں، جب پوچھا جاتا ہے کہ جب تم ان غلط اشتہاروں کو پھیلا رہے تھے کیا اس وقت تم اس اشتہار والے کے مقلد تھے، تم تقلید کو کفر بھی کہتے ہو اور اس اشتہار والے کی تقلید کر کے ان کی اشاعت بھی کرتے ہو اور جب حوالے دکھانے کا مطالبہ ہو تو فوراً لاتعلق ہو جاتے ہیں، گویا اس حدیث پر عمل کرتے ہیں کہ صبح کو مومن ہوں گے شام کو کافر اور شام

کو مومن ہوں گے صبح کو کافر۔

اس فرقہ کی سب سے بڑی بزدلی یہ بھی ہے کہ ان کے اصل مد مقابل منکرین حدیث ہیں لیکن یہ کبھی ان سے مناظرہ نہیں کرتے بلکہ اگر کسی علاقہ میں وہ مناظرہ کا چیلنج دیں تو دھڑا دھڑ منکر حدیث بننا شروع کر دیتے ہیں، آپ منکرین حدیث کی تاریخ پڑھ کر دیکھیں تو آپ اس تاریخی حقیقت کو تسلیم کر لیں گے کہ سو فیصد منکرین حدیث انہی سے بنے ہیں۔

اس فرقہ کی نفسیات یہ ہے کہ اس فرقہ کے سینکڑوں آدمی قادیانی بن جاتے ہیں ان کو کوئی صدمہ نہیں ہوتا، ان کے سینکڑوں آدمی منکر حدیث بن جاتے ہیں انہیں کوئی غم نہیں، ان کے بیسیوں آدمی رافضی بن چکے ہیں انہیں کوئی پرواہ نہیں، ان میں سے سینکڑوں آدمی دہریہ بن گئے ہی انہیں ذرا دکھ نہیں، ان کے نزدیک عمل بالحدیث صرف فقہ کو گالیاں دینے کا نام ہے۔

چنانچہ ملک بھر میں مکمل نماز کے مسائل پر پے در پے ذلت آمیز اور بار بار عبرتناک شکستیں کھانے کے بعد ۲۶ فروری کو راولپنڈی میں فقہ کی چند عبارات پر مناظرہ کیا، ان کے مذہب کی جو خرافات احناف نے بیان کیں ان میں سے ایک حوالے کو بھی نہ یہ غلط ثابت کر سکے اور نہ ہی کسی ایک حوالے کا جواب دے سکے اور جو حوالے لامذہب مناظر نے پیش کئے حنفی مناظر نے ثابت کیا کہ کادیانی اور سوامی دیانند تو ایک حوالے میں ایک بددیانتی کرتا تھا مگر اس نے لفظ حدیث کی آڑ میں ایک ایک حوالے میں چار چار پانچ پانچ بددیانتیاں کیں اور نہایت ذلیل ہوئے اور سب سے بڑی ذلت یہ ہوئی کہ لامذہب مناظر کا دعوی تھا کہ فقہ کے مسائل قرآن وحدیث کے خلاف ہیں، لامذہب مناظر ان میں سے کسی ایک مسئلہ کے خلاف بھی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہ کر سکا اور قیامت تو یہ ٹوٹ رہی تھی کہ اس کو زنا موجب حد اور حد کی شرعی تعریف تک نہیں آ رہی تھی، راولپنڈی کا یہ مناظرہ ان کی علمی واخلاقی موت تھا۔

اس مناظرہ کے بعد ان کے علماء تو سخت شرمسار ہوئے لیکن جاہل مجہول

دکانداروں کے نام سے پمفلٹ شائع ہونے شروع ہوئے، ایسے ہی اشتہارات کی ایک کڑی یہ خط بھی ہے۔

چونکہ راولپنڈی کے مناظرہ میں لامذہب اسی بات پر سخت پریشان تھے کہ ہمارے مناظر نے پیش کردہ مسائل فقہ کے خلاف کوئی آیت یا حدیث پیش نہیں کی، اسی لئے خالد حمید نے اس خط میں اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی لیکن راولپنڈی میں پیش کردہ عبارات کے خلاف صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کرنے سے وہ اب بھی ایسے ہی ناکام رہے ہیں جیسے ان کا مناظر ناکام رہا تھا البتہ ان مسائل سے پہلے چار نئے مسائل لکھے ہیں جن کو بزعم خود اس نے قرآن وحدیث کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

حنفی فقہ کے بارے میں لامذہب یہ دعویٰ رکھتے ہیں کہ اس کے تمام مفتیٰ بہا مسائل قرآن پاک کی صریح آیات اور آنحضرت ﷺ کی صحیح صریح غیر معارض احادیث کے خلاف ہیں، ہم نے پورے ملک میں ان کے اس چیلنج کو قبول کر لیا اور انہیں کہا کہ ہم فقہ کی کتاب لے کر بیٹھتے ہیں اور بالترتیب فقہ کے مسائل پڑھتے جائیں گے آپ بالترتیب ہر ہر مسئلہ کے خلاف ایک ایک صریح آیت یا ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کرتے جائیں، حدیث کی صحت وضعف یا کسی بات میں بھی آپ کسی غیر معصوم امتی کا قول پیش نہیں کر سکیں گے لیکن اس صحیح طریق فیصلہ پر لامذہب نہ آئے ہیں نہ قیامت تک آسکتے ہیں کیونکہ اس طرح فقہ کی کتاب کے ایک صفحہ میں ہی ان کا علمی دیوالیہ نکل جاتا ہے کیونکہ فقہ حنفی کے مسائل تقریباً بارہ لاکھ نوے ہزار ہیں اور یہ لوگ ہر ہر مسئلہ کے خلاف ایک ایک حدیث بھی پیش کریں تو انہیں تقریباً بارہ لاکھ نوے ہزار باسند اور صحیح احادیث پیش کرنا پڑیں گی اس لئے لامذہب غیر مقلد مناظر زہر کا پیالہ پی کر خودکشی کی حرام موت تو مر سکتا ہے مگر اس طریق فیصلہ پر نہیں آسکتا۔

اجتہادی مسائل کے بارے میں رسول پاک ﷺ کا فیصلہ

حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ

اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران و اذا حکم فا جتهد ثم اخطأ فله

اجر (بخاری ص ۹۲ ج ۲) جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صحیح فیصلہ پر پہنچ جائے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور خطاء ہو جائے تو ایک اجر کا مستحق ہے، اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ مجتہد معصوم تو نہیں ہوتا کیونکہ اجتہاد میں خطاء کا احتمال بھی ہے مگر وہ مطعون بھی نہین ہوتا کہ اس پر زبانِ طعن دراز کی جائے بلکہ مجتہد کے لئے ہر حال میں اجر موجود ہے خواہ دو اجر کا مستحق ہو یا ایک اجر کا، تو جس کو خدا اجر دے رہا ہے اس پر طعن کرنے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے، مجتہد کا ذرا بھر بھی نقصان نہیں بلکہ نا اہل کی طرف سے اس پر طعن مزید بلندی درجات کا موجب ہوتا ہے۔

جناب من! جب مجتہد اجتہاد سے فیصلہ دیتا ہے تو اس اجتہادی فیصلے کو تسلیم کرنے والا اس کا مقلد کہلاتا ہے اور جو شخص نہ خود حاکم مجتہد ہو، نہ اس کے فیصلے کو تسلیم کرے اسے عرف عام میں باغی کہا جاتا ہے آپ جیسے نا اہل کو تو مجتہد سے بغاوت کی بھی اجازت کتاب وسنت میں موجود نہیں چہ جائیکہ آپ اپنے آپ کو مجتہدین کا جج سمجھ لیں۔

اگر آپ واقعی حدیث رسول ﷺ کو مانتے ہوتے تو آپ کا فرض تھا کہ رسول اقدس ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کر کے خط میں یہ لکھتے کہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ جو باجماع امت مجتہد ہیں ان کے اجتہادی مسائل کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار ہے جن میں سے میری ناقص رائے میں یہ نو مسائل ایسے ہیں جن میں امام صاحبؒ سے خطاء ہوئی ہے اس لئے میری غیر معصوم اور ناقص رائے کے مطابق امام اعظمؒ کو بارہ لاکھ نواسی ہزار نو سو اکیانوے مسائل میں دو اجر ملے ہیں اور ان نو مسائل میں ان کو ایک اجر ملا ہے اور یہ حق بھی آپ کو اس وقت تھا کہ آپ خود اجتہاد کے اہل ہوتے ورنہ آپ کو یہ حق بھی ہرگز نہیں تھا۔

رسول اقدس ﷺ کا ایک اور فیصلہ:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر کئی امور کے بارہ میں بیعت کی جن میں ایک یہ بات بھی تھی کہ ان لا ننازع الامر اھلہ (نسائی ص ۱۵۹ ج ۲) یعنی ہم کسی امر کے اہل سے جھگڑا نہیں کریں گے، آنحضرت ﷺ کے اس اصول کو ساری دنیا نے قبول کرلیا ہے اس لئے

ساری دنیا کا اتفاق ہے کہ جسٹس سے اختلاف رائے کا حق جسٹس کو ہے کسی نا اہل ملزم کو یہ حق ہر گز نہیں، ڈاکٹر سے اختلاف رائے کا حق ڈاکٹر کو ہے کسی مریض کو نہیں کیونکہ وہ نا اہل ہے محدث سے اختلاف رائے کا حق محدث کو ہے، حدیث کی کتاب کی صرف اردو خواندگی والے کو یہ حق نہیں کیونکہ وہ نا اہل ہے، اسی طرح مجتہد سے اختلاف کا حق مجتہد کو تو ہے مگر کسی دوکاندار کو نہیں، اگر آپ ملکۂ اجتہاد نہ ہوتے ہوئے مجتہد اعظم سے منازعت کر رہے ہیں تو آپ رسول اکرم ﷺ کے بھی نا فرمان ہیں، حافظ صاحب! اگر آپ کو یہ شوق ہے تو ایک مجلس مقرر کریں ہم آپ کو کسی ڈاکٹر کے دس نسخے اور ڈاکٹری کی کتاب کسی جسٹس کے دس فیصلے اور قانون کی کتاب، کسی انجینئر کے دس نقشے اور اس فن کی کتاب دینگے آپ ڈاکٹر کی جو غلطیاں نکالیں گے انکو ڈاکٹروں کے بینچ میں، جسٹس کی غلطیوں کو جسٹس صاحبان کے بینچ میں، انجینئر کے نقشوں کو انجینئروں کے بینچ میں رکھیں گے، ہمارا کامل یقین ہے کہ تمام بورڈ ایک ہی متفقہ فیصلہ دیں گے کہ حافظ جی کو پاگل خانے بھیج دو، آزمائش شرط ہے۔

چیلنج: حافظ صاحب! آپ کو تو اجتہاد کی ہوا بھی نہیں لگی، آپ اور آپ کی ساری جماعت مل کر قرآن کی صریح آیت یا کسی ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے اجتہاد کی جامع مانع تعریف اور مجتہد کی شرائط نہیں بتا سکتے، آپ کوشش کر دیکھیں سارا زور علم پوری جماعت مل کر صرف کرے قیامت تک عاجز اور بے بس رہو گے، ہاں ہم ادلہ اربعہ کو ماننے والے ہیں آپ ہم سے سوال کریں کہ ادلہ اربعہ شرعیہ میں سے کسی دلیل شرعی سے اجتہاد کی تعریف اور مجتہد کے شرائط بیان کرو ہم انشاء اللہ العزیز دس منٹ کے اندر اندر اس کا جواب دیں گے، جب آپ اجتہاد کی تعریف اور شرائط سے بھی جاہل ہیں تو آپ جیسے نا اہل کا امام اعظمؒ سے مسائل اجتہادیہ میں منازعت کرنا حدیث رسول ان لا ننازع الامر اھلہ کی صریح مخالفت ہے۔

چیلنج: عام طور پر لا مذہب یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم چاروں اماموں کے مسائل میں سے وہ مسئلہ لیتے ہیں جو قرآن و حدیث کے موافق ہو، یہ محض دروغ بے فروغ ہے، اگر آپ

بھی اس غلط فہمی کے مریض ہیں تو آیئے ایک مجلس مقرر کریں ہم مختلف ابواب فقہ سے ۱۰۰ مسائل آپ کے سامنے رکھیں گے اور مصری ٹائپ کی حدیث کی کتابیں اور غیر مترجم قرآن پاک دیں گے آپ پہلے ہر مسئلے میں چاروں اماموں کا مسلک بیان کریں گے پھر ہر امام کے دلائل بیان کریں گے اور پھر صحیح صریح غیر معارض حدیث سے ایک امام کے قول کو صحیح اور تین اماموں کے اقوال کو غلط ثابت کریں گے، حافظ! آپ تو خیر کس باغ کی مولی ہیں آپ کے بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہو رہا ہے، ہم نے کئی سالوں سے چیلنج دے رکھا ہے لیکن آپ کی طرف سے موت کی سی خاموشی ہے اور انشاء اللہ صور اسرافیل تک یہی خاموشی رہے گی۔

نوٹ ضروری: قرآن وحدیث اور فقہ میں مخالفت ثابت کرنے کے لئے تین باتیں ضروری ہیں۔

(۱) قرآن وحدیث کا پورا علم ہو۔

(۲) فقہ کے مسئلہ کو پورا اور صحیح سمجھا ہو۔

(۳) فقہاء نے اس کی کوئی دلیل بیان کی ہو تو اس کا جواب دے، کوئی بات قرآن کی صریح آیت یا صحیح صریح حدیث کے علاوہ نہ کرے۔

رسول اقدس ﷺ کا ایک اور فیصلہ:

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کی ایک جماعت کو بنوقریظہ کی طرف بھیجا اور بڑی تاکید سے فرمایا لا یصلین احد کم العصر الا فی بنی قریظة (بخاری ص ۵۹۱ ج ۲)

یعنی ہرگز کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنوقریظہ میں۔ یہ حدیث صحابہ ؓ نے خود آنحضرت ﷺ سے سنی جوان کے حق میں قطعی الثبوت بھی تھی اور قطعی الدلالت بھی مگر جب راستہ میں نماز عصر کا آخری وقت آ گیا تو بعض صحابہ ؓ نے راستے میں نماز پڑھ لی اور بعض نے قضا کر کے بنوقریظہ میں جا کر پڑھی، آنحضرت ﷺ نے کسی پر اعتراض نہ کیا۔ (ج ۲ ص ۵۹۱)

حافظ ابن القیم وغیرہ علماء فرماتے ہیں کہ بظاہر یہاں قرآن اور حدیث میں تعارض ہو گیا تھا، قرآن کہتا ہے کہ ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتا ایک فریق نے سوچا کہ نماز کے وقت اسی لئے مقرر ہیں کہ نماز وقت کے اندر پڑھی جائے اس لئے انہوں نے قرآن پاک کے قاعدہ کے موافق نماز وقت میں ادا کر لی اور حدیث میں تاویل کی کہ حضرت کا مقصد نماز قضا کروانا نہ تھا بلکہ یہ مقصد تھا کہ اتنی جلدی کرو کہ عصر کے وقت میں ہی بنو قریظہ پہنچ جاؤ، دوسرے فریق نے قرآن کی آیت میں تاویل کی کہ یہ اصول برحق مگر آج کی نماز کو حضرت نے اس سے مستثنیٰ فرما دیا ہے، حافظ ابن القیم فرماتے ہیں جنہوں نے راستہ میں نماز پڑھی تھی ان کو دو اجر ملے اور جنہوں نے قضا کر کے پڑھی تھی ان کو ایک اجر ملا۔ (زاد المعاد ص ۱۷ ج ۲)

اب دیکھئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس اجتہادی اختلاف پر نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت نے قرآن کی مخالفت کی دوسری جماعت نے صحیح صریح حدیث کی مخالفت کی اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کی دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو مخالف قرآن اور مخالف حدیث کہا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس مسئلہ میں دلائل شرعیہ متعارض ہوں وہاں مجتہدین کو یہ حق ہے کہ وہ ایک پہلو کو اختیار کریں مگر یہ حق مجتہدین کو بھی نہیں کہ اپنے مدمقابل کو قرآن یا حدیث کا مخالف کہے چہ جائیکہ جناب جیسے نا اہل مجتہدین کا منہ چڑائیں۔

؎ قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچڑی گنجی
کرے ہے حضور بلبل بستان نوا سنجی

ایسے موقع پر دوسرے کو قرآن وحدیث کا مخالف کہنا خود حدیث صحیح متفق علیہ کی صریح مخالفت ہے۔

حافظ صاحب لکھتے ہیں میرے ایک دوست نے مجھے یہ بتا کر ورطہ حیرت میں ڈال دیا کہ فقہ حنفی کے بہت سے مسائل آیات قرآنی کے خلاف ہیں (پھر تین مسائل پیش کئے ہیں ۱۲۹۰۰۰/۳ مخالف قرآن) اور ان گنت مسائل صحیح اور صریح احادیث

رسول ﷺ سے متصادم ہیں (پھر ایک مسئلہ بیان کیا ہے ۱۲۹۰۰۰۰/۱ مخالف حدیث) پھر پانچ وہ مسائل لکھے ہیں جو ۲۶ فروری ۸۴ء کو راولپنڈی کے مناظرہ میں زیر بحث آئے لیکن نہ مناظرہ میں ان مسائل کے خلاف کوئی صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کر سکے تھے نہ اب پیش کر سکے ہیں۔ اب بالترتیب ان مسائل کو دیکھیں۔

(۱) مدت رضاعت

مدت رضاعت قرآن میں دو سال مقرر کی گئی ہے (البقرہ) لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدت اڑھائی سال ہے (ہدایہ ص ۳۵۰ ج ۲) حافظ صاحب نے اس ایک سطر میں پانچ بددیانتیاں کی ہیں جن کی مثال ہمیں پادری فانڈر کے لٹریچر میں بھی نہیں ملی۔

حافظ جی کو فقہ نہیں آتی:

حق تعالیٰ کا قانون ہے کہ بندہ جس نعمت کی ناشکری کرے وہ نعمت خدا اس سے چھین لیتا ہے، لامذہب غیر مقلدین نے فقہ کے خلاف زبانِ طعن دراز کی خدا نے یہ نعمت ان سے چھین لی، حافظ صاحب تو کیا ہیں ان کے بڑے بڑے علماء اس سے محروم ہیں، ان کے بڑے بڑے مدارس میں دیکھو تو ہدایہ پڑھانے کے لئے حنفی مدرسین رکھتے ہیں۔

(نفس مسئلہ) صاحب ہدایہ نے یہاں دو قسم کی عورتوں کا ذکر فرمایا ہے اور دو قسم کی مدت بیان کر کے دونوں قسموں کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے۔

(۱) وہ عورت جو خاوند کے نکاح میں ہے اور بغیر اجرت لئے بچے کو دودھ پلا رہی ہے اس بچے کی مدت رضاعت اڑھائی سال بیان کی ہے اور دلیل میں قرآن پاک کی آیت پیش فرمائی ہے و حمله و فصاله ثلاثون شهراً (الاحقاف) اٹھانا بچے کو اور دودھ چھڑانا اس کا تیس ماہ (اڑھائی سال) میں اس آیت میں حمل کے دو معنی ہو سکتے ہیں پیٹ میں اٹھانا یا گود میں اٹھانا اگر یہاں پیٹ میں اٹھانا مراد ہو تو صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت بھی اڑھائی سال اور دودھ چھڑانے کی زیادہ

سے زیادہ مدت بھی اڑھائی سال ہوئی جیسے کوئی شخص کہے کہ فلاں شخص کے ذمہ ایک ہزار روپیہ اور پانچ بوری گندم اڑھائی سال کے اندر ادا کرنا ہے تو ایک ہزار روپیہ کیلئے بھی ایک اڑھائی سال پانچ بوری گندم کے لئے بھی اڑھائی سال ہوں گے کوئی یہ نہ کہے گا کہ چونکہ دو چیزوں کا بیان ہے اس لئے سوا سال ہزار روپیہ کی اور سوا سال پانچ بوری گندم کی اور مجموعہ اڑھائی سال ہے (ہدایہ مع عنایہ) اگر کوئی شخص یہاں حمل کا معنی پیٹ میں اٹھانے کا لے اور اڑھائی سال دونوں کی مجموعی مدت قرار دے تو وہ یہ بتائے کہ جو بچہ چھ ماہ ماں کے پیٹ میں رہا وہ تو دو سال دودھ پئے گا جو ۹ ماہ پیٹ میں رہا وہ پونے دو سال جو ڈیڑھ سال ماں کے پیٹ میں رہا وہ ایک سال دودھ پئے اور جو دو سال ماں کے پیٹ میں رہے وہ چھ ماہ دودھ پئے اور بعض کے نزدیک تو حمل چار سال تک بھی رہ سکتا ہے تو ایسے بچے پر تو ایک قطرہ دودھ بھی حرام ہوگا اس لئے آسان مطلب یہ ہے کہ حمل سے گود میں اٹھانا مراد لیا جائے تو آیت کا معنی ہوگا اور گود میں اٹھانا اور دودھ چھڑانا اس کا تیس ماہ یعنی اڑھائی سال میں (تفسیر احکام القرآن ص ۳۹۱ ج ا تحت اشراف مولانا اشرف علی تھانویؒ)

(۲) دوسری وہ عورت ہے جس کو خاوند نے طلاق دیدی ہے اور وہ اب بچے کو اجرت پر دودھ پلا رہی ہے اس میں مرد، عورت اور بچے تینوں کے حقوق کو مدنظر رکھ کر دو سال مدت رضاعت کی اجرت لینے کا حق دیا ہے اور اس پر صاحب ہدایہ سورۃ البقرہ والی آیت اور حدیث لا ارضاع بعد الحولین پیش فرما رہے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں کا ذکر فرماتے ہوئے جن کو طلاق مل چکی ہے اور وہ اجرت پر دودھ پلا رہی ہیں فرماتے ہیں و الوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة و علی المولود له رزقھن و کسوتھن بالمعروف (البقرہ) "اور اجرت پر دودھ پلانے والی مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں پورے دو سال اس خاوند کے لئے جو اجرت والی مدت رضاعت کو پورا کرنا چاہے" اور والد پر ضروری ہے کہ ان دو سالوں میں اس عورت کو نان ونفقہ دے رواج کے موافق، اس کے بعد اللہ

تعالیٰ فرماتے ہیں پھر دو سال کے بعد اگر فان اراد افصالاً اگر وہ دونوں دودھ چھڑانے کا ارادہ کریں عن تراض منھما و تشاور باہمی رضا مندی اور مشورہ سے تو فلا جناح علیھما تو ان پر کوئی گناہ نہیں فان ارادا فصالاً عن تراض فانہ ذکر بحرف الفاء بالتراضی و لو کان الرضاع بعدہ حراماً یعلق بہ لانہ لا اثر للتراضی فی ازالة المحرم شرعاً (عنایہ علی الہدایہ ص۳۵۰ حاشیہ نمبر۱۴) اور حضرت ابن عباس ﷺ آیت فان ارادا فصالاً کی تفسیر میں فرماتے ہیں قبل الحولین او بعد الحولین (تفسیر ابن جریر بسند حسن ص۳۰۲ ج ۲) یعنی دو سال سے پہلے چھڑانا چاہیں یا دو سال کے بعد، اور حضرت عطاء بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں اگر چاہے تو دو سال سے زیادہ پلائے۔ (تفسیر ابن جریر ص۳۰۲ ج ۲)

حافظ کی بددیانتیاں

اب دیکھئے حافظ صاحب نے دو بددیانتیاں تو قرآن کے ساتھ کیں، اڑھائی سال والی آیت کا سرے سے انکار کر دیا، دو سال والی آیت میں ایک بددیانتی تو یہ کی کہ یہ نہ بتایا وہ مطلقہ عورتوں کے بارہ میں ہے جو اجرت پر دودھ پلائیں دوسری بددیانتی یہ کی کہ اس کے بعد آیت فان ارادا فصالاً کی طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا اور تین بددیانتیاں ہدایہ کے ساتھ کیں، صاحب ہدایہ نے اڑھائی سال کی دو دلیلیں بیان کی تھیں ایک قرآنی اور ایک عقلی، دونوں میں سے کسی کا نام تک نہ لیا اور دو سال والی آیت کا مطلب جو صاحب ہدایہ نے بیان کیا تھا اس کا ذکر تک نہ کیا۔

ان چھ کے علاوہ ساتویں بددیانتی یہ کی کہ ان کے مذہب میں داڑھی والے بوڑھے کو بھی پستان نوشی کی اجازت ہے (عرف الجادی، نزل الابرار) جو قرآن کی دونوں آیتوں کے خلاف ہے، یہاں حافظ صاحب ایسے خاموش ہوئے کہ ان پر گونگے شیطان ہونے کا یقین ہونے لگا ورنہ وہ چیخ اٹھتے کہ کیا قیامت آ گئی ہے کہ حدیث حدیث کا نام لے کر قرآن پاک کی کھلم کھلا مخالفت کی جا رہی ہے اور آٹھویں بددیانتی یہ

کی کہ حنفی مذہب کے مفتیٰ بہ قول کی وضاحت نہ کی، احناف کو کسی بات پر ضد نہیں ہے، امام صاحبؒ اڑھائی سال کے قائل ہیں اور صاحبین دو سال کے اس لئے احناف اس میں تطبیق اس طرح دیتے ہیں کہ دودھ پلانے میں دو سال کی مدت پر اتفاق ہے کہ دودھ حلال ہے، چھ ماہ میں اختلاف ہے، جہاں حرام حلال میں تعارض ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہئے تو دودھ پلانے میں فتویٰ دو سال پر مناسب ہے تاکہ مشکوک دودھ جو خلاف تقویٰ ہے اس سے پرہیز ہو جائے، دوسری طرف اگر کسی بچے نے عورت کا دودھ دو سال کے بعد اڑھائی سال کے اندر پی لیا تو وہ اسکی رضاعی ماں بنے گی یا نہیں؟ اڑھائی سال والے فتوے پر ماں بنے گی اور دو سال والے قول پر ماں نہیں بنے گی۔ اب اس عورت اور اس کی بیٹیوں سے نکاح کے جائز ناجائز ہونے کا سوال اٹھے گا تو احتیاط اسی میں ہے کہ اڑھائی سال والے قول پر فتویٰ دے کر حرمت مان لی جائے ایسا نہ ہو کہ ساری عمر حرام میں مبتلا رہے اور یہ بات بھی حدیث کے عین موافق ہے، حضور ﷺ نے فرمایا حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور ان دو کے درمیان کچھ متشابہات ہیں ان سے بچو اب دیکھو کہ حافظ صاحب نے فقہ کے ایک مسئلہ کو قرآن کے خلاف ثابت کرنے کے لئے آٹھ بددیانتیاں کیں جس کی مثال ماسٹر رام چندر کے ہاں بھی نہیں ملتی اور یہ بات تو صاف سمجھ میں آ گئی کہ حافظ صاحب کو نہ قرآن آتا ہے اور نہ فقہ آتی ہے وہ جاہل مرکب ہیں۔

مشرک کا حرم پاک میں داخلہ

سورۃ توبہ میں ہے کہ مشرک حرم پاک کے قریب نہ پھٹکیں اور ہدایہ میں ہے کہ اہل ذمہ کے داخلہ میں کوئی مضائقہ نہیں۔

جواب: ہم تو پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ حافظ صاحب کو نہ قرآن آتا ہے اور نہ ہی فقہ آتی ہے، قرآن پاک میں دو آیات ہیں۔

(۱) اولئك ما كان لهم ان يدخلوها الا خائفين لهم في الدنيا خزی و لهم في الآخرة عذاب عظيم (البقرہ، ع ۱۴)

ان کو نہیں چاہئے تھا کہ ان مساجد میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی (جزیہ دینے کی) اور آخرت میں عذاب ہے بڑا۔ علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے اسی آیت سے ثابت کیا ہے کہ اہل ذمہ کا مساجد میں داخل ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ وہ مغلوب و مقہور ہوں۔

(۲) آنحضرت ﷺ نے ۹ھ میں حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے اعلان کروایا جو خدا کی طرف سے تھا یایھا الذین امنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا و ان خفتم عیلة فسوف یغنیکم الله (التوبہ۔ع۴)

"اے ایمان والو! مشرک (اعتقاداً) ناپاک ہیں (اور چونکہ اعتقادی ناپاکوں کی کوئی عبادت قبول نہیں اس لئے وہ حج کے لئے) مسجد حرام کے قریب بھی نہ پھٹکیں اس سال کے بعد (سال کا لفظ اس لئے فرمایا کہ حج کے لئے آنا سال کے بعد ہی ہوتا ہے) اور اگر تمہیں اے مسلمانو! مفلسی کا اندیشہ ہو (کیونکہ حج کے موقع پر کافر تاجر بھی سامان لاتے اور اسی تجارت سے روزی کا سامان بنتا تو اس کی پرواہ نہ کرو کہ اگر وہ حج کے لئے نہ آئیں گے تو تجارت ختم ہو جائے گی جو اقتصادیات کی جان ہے) اللہ تعالیٰ تمہیں غنی فرمادیں گے"۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت سنائی تو حج کے اتنے بڑے مجمع میں یہی اعلان فرمایا الا لا یحج بعد عامنا هذا مشرك (روح المعانی ص ۷۷ ج ۱۰) کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لئے نہ آئے، معلوم ہوا کہ اس آیت کا مقصد حج عمرہ سے مشرکین کو روکنا ہے، آیت کا یہی مطلب صراحۃً ہدایہ میں مذکور ہے فرماتے ہیں و الآیة محمولة علی الحضور استیلاء و استعلاء او طائفین عراة کما کانت عادتهم فی الجاهلیة (هدایه ص ۴۷۲ ج ۴) یعنی اس آیت سورۃ التوبہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ غلبہ و بلندی کے ساتھ اتراتے ہوئے حرم میں داخل نہ ہوں یا حج کے لئے ننگے طواف کرتے ہوئے داخل نہ ہوں جیسا کہ جاہلیت میں ان کی عادت تھی۔ دیکھئے احناف نے اس آیت کا انکار نہیں کیا بلکہ اس کا وہی مطلب بیان کیا جو آیت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے اور جس کا اعلان حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نزول آیت

کے وقت مجمع حج فرمایا تھا۔

رسول اقدس ﷺ کا طرز عمل

اس آیت سورۃ التوبہ کے نازل ہونے کے بعد وفد ثقیف حاضر ہوا اور آنحضرت ﷺ نے انہیں مسجد میں ٹھہرایا (ابو داؤد کتاب الخراج باب خبر الطائف ص۲۷ ج۲) طبرانی میں ہے کہ فضرب لھم قبۃ فی المسجد ان کے لئے مسجد میں قبہ لگایا گیا (نصب الرایہ ص۲۷۰ ج۴) اور مراسیل ابی داؤد میں حضرت امام حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ جب اس وفد کو حضور ﷺ نے مسجد میں ٹھہرایا تو آپ ﷺ سے کہا گیا آپ ان کو مسجد میں اتار رہے ہیں حالانکہ وہ مشرک ہیں تو آپ نے فرمایا زمین نجس نہیں ہوتی ہے، بے شک ابن آدم نجس ہوتا ہے (نصب الرایہ ص۲۷۰ ج۴) اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ مشرک کی نجاست دخول مسجد سے مانع نہیں ہے۔

آیت کی تفسیر نبی اقدس ﷺ سے: حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہ جائے ہاں مگر کوئی غلام یا لونڈی جو کسی حاجت کے لئے جائیں۔ (احکام القرآن ص۸۹ ج۳)

صحابی سے تفسیر: حضرت جابر بن عبداللہ صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک مشرک نجس ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ جائیں مگر کوئی غلام یا اہل ذمہ میں سے (تفسیر ابن جریر ص۷۶ ج۱۰)

تابعی سے تفسیر: حضرت قتادہ تابعی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام کے پاس نہ جائے مگر کوئی مشرک جو کسی مسلمان کا غلام ہو یا جزیہ دینے والا ذمی ہو (تفسیر ابن جریر ص۷۶ ج۱۰)

دور فاروقی میں نصرانی کا حرم میں داخلہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک عیسائی بغرض تجارت آیا تو اس سے عشر لیا گیا وہ دوبارہ آیا تو پھر اس سے عشر کا مطالبہ کیا گیا اس نے عشر دینے سے انکار

کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا جو اس وقت مکہ مکرمہ حرم پاک میں تھے اور خطبہ میں فرما رہے تھے ان اللہ جعل البیت مثابة للناس۔ اس عیسائی نے کہا امیر المومنین زیاد بن حدیر مجھ سے بار بار عشر مانگتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عشر سال میں تیرے مال پر صرف ایک دفعہ ہے (کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ ص۱۶۲)

اب اگر امام صاحبؒ نے فرما دیا کہ لا بأس بان یدخل اھل الذمة المسجد الحرام (ھدایہ ص۴۷۲ ج۴) تو یہ قرآن کی آیت یدخلوھا خائفین کے موافق ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے موافق ہے اللہ کے نبی، صحابی، تابعی فرماتے ہیں کہ یہ داخلہ آیت توبہ کے خلاف نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مجمع عام میں نصرانی حرم پاک داخل ہوا کسی ایک شخص نے بھی اٹھ کر آیت انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام پڑھ کر نہ سنائی، معلوم ہوگیا کہ ان سب صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کے نزدیک بھی کسی ذمی کا وقتی طور پر مسجد حرام میں داخلہ کسی آیت یا حدیث کے خلاف نہ تھا۔

الغرض حافظ صاحب نے اس اعتراض میں کئی بد دیانتیاں کیں۔

(۱) آیت یدخلوھا خائفین کا انکار کرنا پڑا۔

(۲) التوبہ کی آدھی آیت کا ترجمہ کیا باقی چھوڑ دیا تا کہ سیاق سباق کا پتہ نہ چلے۔

(۳) سورۃ التوبہ کی آیت کی تفسیر میں ذمی کو داخل کر کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی مخالفت کی۔

(۴) اس آیت کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو اعلان فرمایا تھا اس کو چھپایا۔

(۵) صاحب ہدایہ نے مسئلہ کی دلیل میں وفد ثقیف والی حدیث بیان کی تھی اس کا نام تک نہ لیا۔

(۶) صاحب ہدایہ نے آیت التوبہ کا جو صحیح محمل بیان فرمایا تھا اس کا ذکر تک نہ کیا۔

ڈیڑھ سطر میں ۶ بدعنوانیاں ہیں جن میں نہ قرآن کو معاف کیا نہ صاحب قرآن کو نہ فقہ کو، اس کی مثال قادیانی لٹریچر میں ملنی بھی محال ہے، حافظ صاحب فقہ کے بغض میں وہ بے ایمانیاں کرتے ہیں کہ کادیانی ریکارڈ بھی توڑ ڈالا۔

قل موتوا بغیظکم

کافر کو عبادت کیلئے مکان کرایہ پر دینا

قال و من آجر بيتاً ليتخذ فيه بيت نار او كنيسة او بيعة او يباع فيه الخمر بالسواد فلا بأس به و قالا لا ينبغي ان يكريه لشيء من ذلك لانه اعانة على المعصية و له ان الاجارة ترد علىٰ منفعة البيت و لهذا تجب الاجرة بمجرد التسليم و لا معصية فيه و انما المعصية بفعل المستأجر و هو مختار فيه فقطع نسبته عنه و انما قيده بالسواد لانهم لا يمكنون من اتخاذ البيع و الكنائس و اظهار بيع الخمور و الخنازير في الامصار لظهور شعائر الاسلام فيها قالوا هذا في سوادا لكونة لان غالب اهلها اهل الذمة فاما في سوادنا فاعلام الاسلام ظاهرة فيها فلا يمكنون فيها ايضاً و هو الاصح (هدايه ج٤ ص ٤٧٠)

صاحب ہدایہ نے تین صورتیں مسئلہ کی ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) ایک مسلمان کا مکان کسی شہر میں ہے جہاں شعائر اسلام یعنی جمعہ، جماعت، عید، اقامت حدود جاری ہیں وہاں کسی مسلمان کو وہ مکان ایسے لوگوں کو کرایہ پر دینے کی اجازت نہیں اس لئے نہیں، کہ یہ ان کے ساتھ تعاون ہے بلکہ اس لئے بھی کہ اس میں شعائر اسلام کا استخفاف ہے۔

(۲) کسی مسلمان کا مکان ایسے گاؤں میں ہے جس میں مسلمان بھی آباد ہیں اور اذان جماعت وغیرہ شعائر اسلام ادا ہوتے ہیں وہاں بھی مکان ان کو کرایہ پر دینا جائز نہیں کیونکہ شعائر اسلام ظاہر ہیں۔

(۳) کسی مسلمان کا مکان ایسے گاؤں میں ہے جہاں غالب اکثریت اہل ذمہ کی ہے اور شعائر اسلام کا ظہور نہیں جمعہ یا جماعت بھی نہیں ہوتی ایسے گاؤں میں وہ پہلے ہی غالب ہیں اس لئے ان کو کرایہ پر مکان دینے میں نہ تو شعائر اسلام کا استخفاف ہے اور نہ ہی تعاون ہے پس کوئی وجہ حرمت کی نہیں۔

عدم تعاون کی دلیل صاحب ہدایہ نے یہ ذکر کی ہے کہ کرایہ پر تو مکان اس

لئے دیا جاتا ہے کہ کرایہ پر لینے والا اس مکان سے منفعت حاصل کرے اگر مکان خالی ہی رہے تو بھی کرایہ اس کے ذمہ واجب ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ کرایہ پر دینے کا عمل یہاں تک ہی ہے اس کے بعد جو گناہ ہے وہ کرایہ پر لینے والے کا ہے جس میں وہ مختار ہے مکان والے کی طرف سے کوئی زبردستی نہیں۔ اس لئے اس گناہ میں مکان والے کا کوئی تعاون نہیں، یہ ایسا ہی ہے کہ ایک شخص نے لونڈی فروخت کی خریدار نے بغیر استبراء اس سے صحبت کی تو اس میں بیچنے والے کو کوئی گناہ نہیں یا کسی نے غلام فروخت کیا خریدار نے اس غلام سے اغلام بازی کی تو اس گناہ میں بیچنے والا ہرگز شریک نہیں، حافظ صاحب! یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی مسلمان کسی کافر کو رہائش کے لئے مکان دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں مگر وہ کافر اس مکان میں اپنے طرز پر عبادت بھی کرے گا، آتش پرست آگ کی پوجا کرے گا، صلیب پرست صلیب کی، بت پرست بت کی تو کیا آپ کرایہ پر دینے والوں کو اس کا معاون سمجھیں گے؟ کسی کرایہ دار نے کرایہ کے مکان میں زنا کیا، شراب پی، یا قتل ناحق کیا تو کیا مالک مکان پر آپ حدود جاری کرائیں گے۔

آپ نے جو قرآن کی آیت پیش کی نہ اس کا ترجمہ اس مسئلہ کا رد، نہ اس کا شان نزول، یہ مسئلہ نہ کسی حدیث صحیح سے ثابت کہ دوسرے کے فعل مختار میں مالک مکان معاون ہوتا ہے، محض بے موقع آیت پڑھی اور مفت کا گناہ کمایا۔ معلوم ہو گیا کہ آپ کو نہ قرآن آتا ہے نہ فقہ۔

ع نہ ہوئے علم سے واقف نہ دین حق کو پہچانا
پہن کر جبہ و شملہ لگے کہلانے مولانا

شیرۂ انگور (مثلث)

قرآن پاک میں یہ پڑھا ہے کہ جب ملأ اعلیٰ کی میٹنگ ہوتی ہے تو شیطان پوری میٹنگ سے ایک آدھ بات اچک لیتا ہے پھر اس کے ساتھ بفرمان رسول ﷺ جھوٹ ملا کر پھیلاتا ہے یہی طرز عمل فقہ کے ساتھ لا مذہبوں کا ہے، ہدایہ میں مسئلہ یہ ہے

کہ شیرۂ انگور کو اگر اتنا پکایا جائے کہ اس میں شدت آ جائے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حلال ہے۔ ہاں اگر شیرہ کو اتنا پکایا جائے کہ اس کی دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے تو وہ ہرگز حلال نہیں (ہدایہ ج۴ ص۴۹۴ و ج۴ ص۴۹۵) یہ مسئلہ اس وقت ہے جب کوئی ضرورت شدیدہ لاحق ہو (مثلاً ایک شخص اتنا کمزور ہوگیا ہے کہ وہ فرض عبادت بھی ادا نہیں کرسکتا اور اس کے پینے سے اس میں طاقت آتی ہے اور وہ عبادت کرسکتا ہے) تو عبادت پر طاقت حاصل کرنے کے لئے پی سکتا ہے ورنہ اگر لہو و طرب مقصود ہو تو بالاتفاق حلال نہیں (ہدایہ ج۴ ص۴۹۴)

حافظ صاحب نے پہلے تو ہدایہ کی عبارت کا ترجمہ غلط کیا اشتد کا ترجمہ نشہ کیا جو غلط ہے اگر حافظ صاحب کے نزدیک یہ ترجمہ صحیح ہے تو حضرت عمرؓ جو نبیذ پیتے تھے اس کے بارہ میں لفظ ہے فکان اشد النبیذ (طحاوی ج۲ ص۳۵۹) کیا یہاں بھی وہ یہی ترجمہ کریں گے کہ بہت نشہ آور نبیذ پیتے تھے۔

(دوم) امام صاحبؒ کے نزدیک لہو و طرب کے لئے حرام ہے اس کا ذکر تک حافظ نے نہ کیا اور ضرورت کے حکم کو حکم عام بنا کر پیش کر دیا جیسے بوقت ضرورت شدیدہ مردار کھانے کا جواز قرآن میں ہے اب کوئی اس کو عام حکم بنا کر پیش کرے تو کتنا بڑا جھوٹ ہے۔

(۳) اس مسئلہ کے خلاف کوئی صریح حدیث حافظ صاحب پیش نہیں کر سکے جس میں حضور ﷺ کا فرمان ہو کہ شیرۂ انگور کو پکایا جائے اگر دو ثلث جل جائے ایک ثلث رہ جائے تو بھی بوقت ضرورت حرام ہے ایسی کوئی حدیث ہو تو حافظ صاحب پیش کریں۔

(۴) حضرت عمر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم طلاء مثلث کو جائز کہتے تھے۔ (صحیح بخاری ج۲ ص۸۳۸)

(۵) حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت ابو جحیفہؓ تو نصف جل جانے کے بعد بھی پی لیتے تھے (صحیح بخاری ج۲ ص۸۳۸)

(۶) حضرت ابو درداءؓ الخمر شراب میں مچھلی ڈال کر دھوپ میں رکھ دیتے

پھر فرماتے کہ مچھلی نے شراب کو ذبح کر دیا ہے (بخاری ج ۲ ص ۸۲۶)

(۷) حضرت محمود بن لبید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے وہاں کے لوگوں نے شکایت کی کہ ہمارے علاقہ میں ایک وبا ہے جو فلاں چیز پینے کے بغیر نہیں جاتی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شہد استعمال کرو انہوں نے کہا کہ شہد سے ٹھیک نہیں ہوتی تو انہوں نے اس کو پکایا یہاں تک کہ دو تہائی جل گیا اور ایک تہائی باقی رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو چکھا فرمایا یہ تو طلاء کی مثل ہے پھر ان کو پینے کی اجازت دی۔ (ص ۳۵۸ موطا امام مالک) دیکھئے بوقت ضرورت مثلث پینے کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی اور اس قسم کے مشروبات کا پینا حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابو عبیدہ، حضرت معاذ، حضرت براء وغیرہ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، کیا حافظ صاحب معاذ اللہ اب احناف کی ضد میں ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی منکر حدیث اور شرابی کہیں گے۔ (معاذ اللہ) حافظ صاحب یاد رکھیں اس مثلث کی حرمت کے فتویٰ سے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کا فاسق ہونا معاذ اللہ لازم آتا ہے۔

"اجرت دے کر زنا کرے تو حد نہیں" (حد اور تعزیر کا فرق)

حافظ صاحب نے یہ مسئلہ اجمالاً نقل کر دیا ہے نہ اس کو مسئلہ کی سمجھ ہے اور نہ ہی دوسرے لا مذہبوں کو، وہ یہ مسئلہ بیان کر کے کبھی تو کہا کرتے ہیں کہ یہ فعل احناف کے ہاں گناہ نہیں بالکل جائز ہے، کبھی کہا کرتے ہیں کہ حد نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان پر کسی قسم کی سزا نہیں حالانکہ یہ محض فریب ہے۔

اسلام میں جو کام گناہ کبیرہ ہیں ان پر شرعی سزا دی جاتی ہے۔ اس سزا کی دو قسمیں ہیں ایک حد دوسری تعزیر، حد وہ سزا ہے جو نص قطعی یا اجماع قطعی سے مقرر ہو اس میں کمی بیشی کا اختیار کسی کو نہیں، یہ حدود قیاس و اجتہاد سے ثابت نہیں ہوتیں اور بنص حدیث شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں۔

دوسری قسم کی سزا تعزیر ہے جو ہر اس گناہ پر لگائی جاتی ہے جس میں شرعی حد

ثابت نہ ہو یا شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے۔ چنانچہ لکھا ہے کل مرتکب معصیة لا حد فیھا فیھا التعزیر (درمختار ج۳ ص ۱۸۲) ہر وہ گناہ جس میں حد نہ ہو (لا حد) ان میں تعزیر ہے من ارتکب جریمة لیس فیه حد مقرر یعزر (ھدایه ج۲ ص ۵۱۶) جس شخص نے ایسے گناہ کا ارتکاب کیا جس میں حد مقرر نہیں تو تعزیر لگائی جائے گی۔

تعزیر کی سزا قید سے بھی دی جا سکتی ہے، کوڑوں سے بھی مثلاً ۷۹ کوڑے یا ۹۹ کوڑے اور قتل سے بھی و یکون التعزیر بالقتل (درمختار ج۳ ص ۱۷۹) یہ تعزیر کوئی معمولی سزا نہیں بلکہ تعزیر کے کوڑے زنا کی حد کے کوڑوں سے بھی زیادہ سختی سے لگائے جاتے ہیں (درمختار ج۳ ص ۱۸۱، ۱۸۲) معلوم ہوا کہ حد نہ ہونے کا یہ مطلب لینا کہ کوئی گناہ نہیں یا کوئی سزا نہیں ایک بہت بڑا فریب ہے، اگر اب بھی لامذہب ضد کریں تو ہم ان کو یہ لفظ حدیث کی کتابوں میں دکھاتے ہیں وہاں بھی یہی ترجمہ کریں عن ابن عباس رضی اللہ عنہ من اتی بھیمة فلا حد علیه (ترمذی ج۱ ص ۲۲۹ ابن ماجه ص ۱۸۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے کسی چوپائے سے بد فعلی کی تھی آپ نے اس پر حد نہیں لگائی (کتاب الآثار محمد ص ۹۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے کسی چوپائے سے بدفعلی کی تھی انہوں نے حد نہیں لگائی (المبسوط للسرخسی ج۹ ص ۱۰۲) کیا اب آپ ایک اشتہار شائع کریں گے (معاذ اللہ) حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، ترمذی اور ابن ماجہ کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی گدھی، گوڑھی، بلی، کتیا، گیدڑی، خنزیری، بکری، بھیڑ وغیرہ سے بدفعلی کرے تو کوئی حد نہیں بالکل جائز ہے کسی قسم کا گناہ نہیں نہ ہی کسی قسم کی سزا ہے ورنہ فقہ میں موجود لفظ ''حد نہیں'' سے عوام کو گمراہ نہ کریں۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں حدود میں قیاس کو دخل نہیں مثلاً مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور شراب چاروں حرام ہیں مگر حد صرف شراب پر ہے مردار، خون اور خنزیر کا گوشت کھانے پر حد نہیں، اسی طرح کسی کو زنا کی تہمت لگانا حرام ہے اس پر ۸۰ کوڑے حد ہے اور وہ مردود الشہادت بھی ہے اور فاسق بھی اور کسی مسلمان کو کافر کہنا اس سے بھی

بڑا گناہ ہے مگر اس پر حد شرعی مقرر نہیں (طحاوی ج ۲ ص ۹۸) اب مردار کھانے، خون پینے، خنزیر کھانے، کسی کو کافر کہنے پر کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے حد ثابت کریں کہ کتنے کوڑے ہیں اگر ثابت نہ کرسکیں اور قیامت تک نہیں کرسکیں گے تو مردار کھانا شروع کردیں، خون پینا اور خنزیر کھانا شروع کردیں، اپنی جماعت کو کافر کہنا شروع کردیں اگر یہ پسند نہ ہو تو فقہ کی کتاب میں حد نہ ہونے کا لفظ دیکھ کر لوگوں کو مغالطے نہ دیں۔

لا مذہب غیر مقلدو! بتاؤ سود کھانے والے، پیشاب پینے والے، پاخانہ کھانے والے، نذر لغیر اللہ دینے اور کھانے والے پر حدیث صحیح سے کتنے کوڑے حد ثابت ہے اگر حد ثابت نہ کرسکو تو ان پر عمل کر کے دکھاؤ۔

لا مذہبو! بتاؤ غیر اللہ کو پکارنے، قبروں، تعزیوں کو سجدہ کرنے والوں، کسی بزرگ کے مزار کا حج وطواف کرنے والوں، عید میلاد النبی کے جلوس نکالنے والوں، تیجا، ساتواں، چالیسواں کرنے والوں وغیرہ پر حدیث صحیح میں کتنے کوڑے حد ثابت ہے اگر ثابت نہ کرسکو تو ان کاموں کو کرنا شروع کردو، لوگوں کو کہو کہ نہ یہ گناہ ہیں نہ ان پر کوئی سزا ہے کیونکہ ثابت نہیں۔

حافظ جی بتایئے اپنی بیوی جب حیض کی حالت میں ہو یا نفاس میں مبتلا ہو یا احرام باندھ کر حج کر رہی ہو یا اس نے رمضان کا فرض روزہ رکھا ہوا ہو یا فرض نماز ادا کر رہی ہو اس سے صحبت کرنا حلال ہے یا حرام اگر حرام ہے تو اس پر مرد پر کتنے کوڑے حد شرعی مقرر ہے، ذرا احادیث صحیحہ سے ثابت کردیں یا ان سب کے جواز کا فتویٰ دیں۔

راولپنڈی کے ۲۶ فروری ۸۴ء کے مناظرہ میں جب ان میں سے ایک ایک بات پیش کر کے مطالبہ کیا گیا کہ یا تو ان میں سے ہر ایک کام پر ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کر کے حد ثابت کرو یا ان کے جواز اور استعمال کا فتویٰ دو تو سب لا مذہب مولویوں کا پسینہ بہہ رہا تھا، ایک حدیث بھی پیش نہ کرسکے، اپنی انتہائی ذلت کی وجہ سے عوام کے سامنے نظر بھی نہ اونچی کرتے تھے، جھوٹ پر جھوٹ بولتے جارہے تھے مگر ان میں سے ایک بھی حدیث پیش نہ کرسکے۔

حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں

احادیث نبویہ ﷺ اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں، ائمہ اربعہ میں تو اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ شوکانی صاحب غیر مقلد بھی لکھتے ہیں و یسقط بالشبہات المحملة (درربھیه) نواب صدیق صاحب غیر مقلد اس جملہ کی شرح میں فرماتے ہیں عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ادرؤا الحدود من المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الا مام ان یخطی فی العقوبة۔

و قد رواه الترمذی ص۲۲٤ ایضاً من حدیث الزھری عن عروة عن عائشة رضی اللہ عنھا و قد اعل بالوقف و اخرج ابن ماجة ص۱۸۵ من حدیث ابی ھریرة رضی اللہ عنہ مرفوعاً بلفظ ادفعوا الحدود ما وجدتم لھا ملفعا و قد روی من حدیث علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً ادرؤا الحدود بالشبھات و روی نحوه عن عمر و ابن مسعود باسناد صحیح و فی الباب من الروایات ما یعضد بعضه بعضاً و مما یؤید ذلك قوله ﷺ لو کنت راجماً احداً بغیر بینة لرجمتھا یعنی امرأة العجلانی کما فی الصحیحین من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ (الروضة الندیه ص۳۵۵، ص۲۷۰ ج۲)

راولپنڈی کے مناظرہ میں ہم نے لامذہب مناظر سے پوچھا زنا موجب حد کی شرعی تعریف، اور شبہ کی شرعی تعریف قرآن کی صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث سے کرو لیکن سارے لا مذہب مولوی صم بکم بنے بیٹھے تھے، وہ قرآن و حدیث سے یہ تعریفیں نہ دکھا سکے، پھر ہم نے کہا کہ جو تعریفیں فقہاء نے لکھی ہیں ان کا غلط ہونا صحیح صریح احادیث سے ثابت کردو لیکن یہاں بھی وہ کوئی حدیث پیش نہ کر سکے لوگ حیران تھے کہ رات دن حدیث کی گردان کرنے والے مطلوبہ احادیث میں سے ایک بھی حدیث پیش نہ کر سکے اور ان کی جہالت کا راز فاش ہو گیا۔

ایک لا مذہب تبرائی غیر مقلد کے فقہ حنفی پر چند اعتراضات کی حقیقت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) خنزیر کی حرمت: ملکہ وکٹوریہ کے زیر سایہ جب یہ فرقہ (غیر مقلدین) پیدا ہوا اس نے دیکھا کہ انگریز خنزیر خور قوم ہے اور مسلمان خنزیر سے بہت نفرت کرتے ہیں تو مسلمانوں کے خلاف انگریز کو خوش کرنے کے لئے ان کے مسلمہ علماء نے خنزیر کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد نے لکھا ''انسان کے بال، مردار اور خنزیر پاک ہیں۔ خنزیر کی ہڈی، پٹھے، کھر، سینگ اور تھوتھنی سب پاک ہیں (کنز الحقائق ص ۱۳) علامہ نور الحسن نے لکھا خنزیر کے نجس العین ہونے کا دعویٰ نا تمام ہے۔ (عرف الجادی ص ۱۰)

علامہ صدیق الحسن خان نے لکھا ہے کہ خنزیر کے حرام ہونے سے اس کا ناپاک ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ماں حرام ہے مگر ناپاک نہیں (بدور الاہلہ ص ۱۶)

وحید الزمان نے خنزیر کو اپنے بال جیسا پاک کہا اور دوسرے نے تو یہ عزت دی کہ ماں جیسا پاک کہا۔

مطالبہ: احناف نے مطالبہ کیا کہ آپکا دعویٰ ہے کہ ہم اہل حدیث ہیں...... اور ہمارا ہر ہر مسئلہ حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت ہے اس لئے ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث ایسی ثابت کریں کہ خنزیر کی ہر چیز غیر مقلد کے بال کی طرح پاک ہے یا خنزیر غیر مقلد کی ماں کی طرح پاک ہے مگر وہ ایسی کوئی حدیث پیش نہ کر سکے، ادھر عوام اہل

اسلام نے ملامت کی کہ ملکہ وکٹوریہ کی چاپلوسی کی حد کر دی کہ اس کی خوشی کے لئے خنزیر تک کو پاک کہہ دیا۔

اعتراض: اب لامذہب بار بار اپنے ملاؤں سے مطالبہ کرتے کہ خنزیر کے بال اور ماں جیسے پاک ہونے کی حدیث بیان کرو انہوں نے لا جواب ہو کر اپنے جاہلوں کو سکھا دیا کہ حنفیوں کی کتاب منیۃ المصلی میں لکھا ہے کہ خنزیر کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اور اس میں نماز بھی جائز ہے۔

جواب: اصل مسئلہ: مذہب حنفی کی ظاہر الروایت یہی ہے کہ خنزیر اور اس کے تمام اجزاء نجس عین ہیں (منیۃ المصلی ص۶۶) خنزیر کے تمام اجزاء پیشاب اور پاخانے کی طرح ناپاک ہیں (منیۃ المصلی ۶۴) اصحاب ثلاثہ (امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ) سے ظاہر روایت یہی ہے کہ خنزیر نجس العین ہے اس کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی۔ (منیۃ المصلی ص۶۴) یہی مذہب حنفی ہے اسی پر پوری دنیا میں احناف کا عمل ہے اس اصل مسئلہ کو چھپایا یہ کتمان حق یہود کی عادت تھی پھر روافض کا مذہب بنی، اور اب لامذہب تبرائی غیر مقلدین کی بسر اوقات بھی اسی پر ہے۔

اصل عبارت: جس عبارت کا اس تبرائی غیر مقلد نے حوالہ دیا ہے، پوری عبارت مع شرح منیہ یہ ہے۔و ذکر فی نوادر ابی الوفاء قال یعقوب یعنی ابا یوسف لو صلی فی جلد خنزیر مد بوغ جاز و قد اساء بناءً علی ا نہ یطھر بالدباغ عندہ فی غیر ظاھر الروایۃ و قد تقدم و قال ابو حنیفۃ و محمد لا تجوز الصلاۃ فیہ و لا یطھر بالدباغۃ و قد مر ان ھذا ھو ظاھر الروایۃ عن ابی یوسف ایضاً (کبیری ص ۱۹۵ متن منیۃ المصلی ص ۹۰) حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی میں بھی اس روایت کو شاذ کہا ہے (برمنیہ ص۶۴ حاشیہ نمبر۷)

فریب نمبر۱: مذہب حنفی جو ظاہر الروایت ہے جس پر ہر جگہ عمل ہے اس کے خلاف شاذ روایت بیان کی، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ عیسائی، یہودی، رافضی متواتر قرآن پاک کے متعلق وسوسہ ڈالنے کے لئے شاذ قرأتوں سے تحریفِ قرآن ثابت کر کے عوام اہل

اسلام کے دلوں میں وسوسے ڈالا کرتے ہیں۔

فریب نمبر۲: قد اسماء کا لفظ بیان ہی نہیں کیا۔

نمبر۳: نہ یہ بتایا کہ روایت نوادر کی ہے۔

نمبر۴: آپ کے مذہب میں تو خنزیر سارا بلاد باغت پاک ہے، مصلّی بنائیے مشک بنائیے۔

(۲) مسئلہ استحاضة کا:

انگریز کے دور میں جب اس نے اسلام کے خلاف یہ پروپیگنڈہ شروع کیا کہ اسلام کے احکام بہت سخت ہیں، معاذ اللہ فطرت کے خلاف ہیں تو مسلمانوں کے خلاف انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے فقہ کے اس مسئلے کو غیر مقلدین نے شہرت دی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کی مکمل عبارت یہ ہے۔

و فی الذخیرہ امرأۃ خرج رأس ولدھا و خافت فوت الوقت توضأت ان قدرت و الا تیممت و جعلت رأس ولدھا فی قدر او حفیرۃ و صلت قاعدۃ برکوع و سجود فان لم تستطعھما تؤمی ایماء ای تصلی بحسب طاقتھا و لا تفوت الصلوٰۃ عن وقتھا لانھا لم تصر نفساء بخروج الولد ما لم تر الدم بعد خروج کلہ و الدم الذی تراہ فی حالۃ الولادۃ قبل خروج الولد استحاضۃ لا تمنع الصلوٰۃ فکانت مکلفۃ بقدر وسعھا فلا یجوز لھا تفویت الصلوٰۃ عن وقتھا الا ان عجزت بالکلیۃ کما فی سائر المرضیٰ (ص۲٦٤، منیۃ المصلی ص۱۱۵، ۱۱٦ حاشیہ نمبر ۱)

ناقل نے نہ تو عبارت مکمل نقل کی اور توضأت صیغہ مونث کو توضأ صیغہ مذکر بنا دیا اور الاکو لا بنا دیا، اس جہالت پر اتنا تکبر ہے حالانکہ یہ مسئلہ نہ کسی آیت قرآنی کے خلاف ہے اور نہ ہی کسی حدیث صحیح کے خلاف ہے، خلاصہ یہ ہے کہ۔

(الف) بچہ کی پیدائش کے بعد جو خون عورت کو آتا ہے وہ نفاس ہے اس میں نماز معاف ہے۔

(ب) بچے کا تھوڑا حصہ نکلتے وقت جو خون عورت کو آتا ہے وہ استحاضہ ہے اس میں نماز معاف نہیں۔

(ج) بعض عورتوں کو دو دن ایسے گزر جاتے ہیں کہ نفاس نہیں آیا، استحاضہ آتا رہا، بچہ بھی پورا پیدا نہیں ہوا۔

(د) ان وقتوں کی نمازوں کا کیا حکم ہے، ظاہر ہے کہ نفاس سے قبل نماز معاف نہیں ہوتی اس لئے جو باقی بیماروں کا حکم ہے وہی اس عورت کا ہے، اگر وضو کر سکتی ہے تو بہتر ورنہ تیمم کر لے، اگر بیٹھ کر رکوع سجدہ سے پڑھ سکتی ہے تو بہتر ورنہ اشارہ سے پڑھ لے، اگر اتنا بھی نہیں کر سکتی تو باقی مریضوں کی طرح وہ معذور ہے۔

اگر لا مذہب اس مسئلہ کے خلاف ایک صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کر دے تو ہم صراحۃً لکھ دیں گے کہ یہ مسئلہ قرآن یا حدیث کے خلاف ہے اور لا مذہب قیامت تک ایسی حدیث پیش نہیں کر سکے گا۔

ہم تو صاف کہہ دیں گے کہ جب یہ مسئلہ نہ قرآن کے خلاف ہے نہ حدیث صحیح کے لیکن اس کے مقدمات اجماعاً مسلم ہیں تو اس کو ماننا ضروری ہوا۔

(۳) مسئلہ رطوبت فرج:

ملکہ وکٹوریہ کے اشارہ ابرو پر جب بعض لوگ مذہب حنفی کو چھوڑ کر لا مذہب بن گئے، یہاں کے سب حنفی مسلمان منی کو بھی ناپاک کہتے تھے، لا مذہبوں نے فتویٰ دیا کہ منی ہر چند پاک است (عرف الجادی ص ۱۰) منی خواہ گاڑھی ہو یا پتلی خشک ہو یا تر ہر حال میں پاک ہے (نزل الابرار ج ا ص ۴۹) و المنی طاھر (کنز الحقائق ص ۱۶) بلکہ ایک قول میں کھانے کی اجازت دی (فقہ محمدیہ ج ا ص ۴۶) اور یہ بھی فتویٰ دیا کہ رطوبۃ الفرج طاھرۃ (کنز الحقائق ص ۱۶ نزل الابرار ج ا ص ۴۹) عورت کے فرج کی رطوبت بھی پاک ہے (تیسیر الباری ج ا ص ۲۰۷) اب عوام نے مطالبہ کیا کہ ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کرو کہ منی پاک ہے اور ایک قول میں کھانا بھی جائز ہے

اور یہ حدیث بھی پیش کرو کہ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے، اب اس لامذہب کا فرض تھا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لیتا مگر افسوس کہ منی آلودہ منہ اور رطوبت فرج آلودہ جسم سے احناف کے سامنے اپنی پاکدامنی کے گیت گانے لگا اور یہ بھی نہ بتایا کہ لامذہبوں کے ہاں تو رطوبت فرج بالاتفاق اور بلاتفصیل پاک ہے البتہ احناف کے ہاں اس میں تفصیل ہے۔

(۱) عورت کو پیشاب کی جگہ آگے کی کھال کے اندر پانی پہنچانا غسل میں فرض ہے اگر پانی نہ پہنچے تو غسل نہ ہوگا (بہشتی زیور ج اص ۱۷) یہ جگہ فرج خارج اور فرج داخل کی درمیانی جگہ ہے جہاں غسل کے وقت پانی پہنچانا فرض ہے، باقی بدن کی طرح اس جگہ بھی پسینہ وغیرہ آتا ہے اس کا حکم بدن کے بیرونی پسینے کا ہی ہے یہ پاک ہے ورنہ عورت کو ہر وضو کے وقت استنجاء کا حکم ہوتا (ردالمختار ج اص ۱۱۲، ج اص ۲۰۸) اس کے پاک ہونے میں اتفاق ہے۔

(۲) وہ رطوبت جو ماوراء باطن الفرج سے آئے فانہ نجس قطعاً (ردالمختار ج ۲ص ۲۰۸) یہ بالاتفاق نجس ہے، لیکوریا وغیرہ۔

(۳) فرج داخل باہر سے بند ہے اور اندر سے جوف دار ہے تو حرارت غریزی جو تمام جسم میں دائر سائر ہے رطوبت بدنیہ کو بخارات بنا کر مسامات جلدیہ سے باہر نکالتی رہتی ہے، اس جوف میں وہ پسینہ ساجمع ہوکر مبدل بہ رطوبت ہو جاتا ہے، اگر اس رطوبت میں خون یا منی یا مذی مرد یا عورت کی شامل ہو جائے بالاتفاق نجس ہے (ردالمختار ج اص ۲۳۳)

(۴) اگر اس رطوبت میں منی وغیرہ کی ملاوٹ نہ ہو تو اس کے پاک ناپاک ہونے میں اختلاف ہے، امام صاحبؒ کے نزدیک پاک ہے اور صاحبین کے نزدیک نجس ہے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں و ھو الاحتیاط یعنی احتیاط صاحبین کے قول میں ہے اور تاتارخانیہ میں اس اختلاف کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھا کہ انڈا اگر پانی میں گر جائے تو اس پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس انڈے پر فرج کی رطوبت لگی ہوتی ہے اور اس

کراہت کے قول کو مختار قرار دیا ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۲۳۳) اب دیکھئے ان کا اپنا مذہب بالاتفاق پاک ہونے کا ہے مگر ہمارے ہاں احتیاط اس کے نجس کہنے میں ہے اور قول مختار کراہت کا ہے۔

الحاصل رطوبت جلد بھی پسینہ کی طرح بالاتفاق پاک ہے، رطوبت رحم بالاتفاق ناپاک ہے اور رطوبت فرج مختلف فیہ ہے احتیاط قول بالکراہت میں ہے۔

کتے کی کھال کا مسئلہ: دور برطانیہ میں انگریز کو خوش کرنے کے لئے جب فرقہ غیر مقلدین کی بنیاد رکھی گئی تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے آقاء نعمت کتے سے بڑا پیار کرتے ہیں تو غیر مقلدین نے بھی کتے کی شان میں قصیدہ خوانی شروع کر دی۔ ابن حزم نے یہ لکھا تھا کہ کتا ہبہ میں دینا جائز ہے بلکہ بیوی کو حق مہر میں بھی کتا دینا جائز قرار دیا (المحلی)

نواب صدیق الحسن خان نے تو پوری تفصیل سے لکھا کہ کتے کے گوشت، ہڈی، خون، بال، پسینہ میں سے کسی کی نجاست ثابت نہیں (بدور الاہلہ ص ۱۶) اور علامہ وحید الزمان نے تو کتے کے پیشاب کو بھی پاک کہہ دیا (ہدیۃ المہدی ج ۳ ص ۷۸) کتے اور خنزیر کے لعاب کو بھی پاک قرار دے دیا گیا (نزل الابرار ج ۱ ص ۴۹، ۵۰) کتے کے پاخانے کو بھی راجح قول میں پاک قرار دیا گیا (نزل الابرار ج ۱ ص ۴۹) اس پر لوگوں نے یہ سوال کیا کہ اگر آپ سچے اہل حدیث ہیں تو ایک ایک صریح حدیث لائیں کہ کتے کا گوشت، ہڈی، خون، پسینہ، پاخانہ، پیشاب سب کچھ پاک ہے، جواب خود حدیث سے پیش نہ کر سکے تو لاجواب ہو کر وسوسہ اندازی پر اتر آئے کہ حنفی مذہب میں اگر کتے کو ذبح کر لیا جائے تو اس کا گوشت اور کھال پاک ہو جاتے ہیں پہلا سوال تو یہ ہے کہ آپ کے مذہب میں تو بلا ذبح ہی کھال اور گوشت بلکہ سب کچھ پاک ہے اس کی حدیث پیش کرو اور دوسری حدیث یہ پیش کرو کہ جب بلا ذبح پاک ہے تو بعد ذبح کیوں ناپاک ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ چیزیں دو قسم کی ہیں ایک نجس العین جیسے پاخانہ، پیشاب، خنزیر وغیرہ یہ نہ دھونے سے پاک ہوتے ہیں نہ دباغت سے، نہ ذبح سے۔ دوسری وہ

ہیں جو خود نجس العین نہیں لیکن کسی نجس العین کے لگنے سے ناپاک ہوں جیسے کپڑے پر پاخانہ لگ جائے تو یہ دھونے سے پاک ہو جائے گا اب حرام جانور کے گوشت کی مثال تو پہلی نجاست کی ہے اس لئے اگرچہ اس میں اختلاف ہے مگر اصح قول ناپاکی کا ہے چنانچہ علامہ حلبی فرماتے ہیں و فی طھارۃ لحمہ بھا اختلافاً و الصحیح النجاسۃ (غنیۃ المستملی ص ۱۴۷) اور کھال کی مثال دوسری قسم کی نجاست کی ہے یہ خود حالت حیات میں پاک تھی ناپاک کپڑے کی طرح اس میں نجس رطوبات سرایت کر گئیں تو جب دباغت سے وہ نجس رطوبات زائل ہوگئیں تو کھال صاف ہوگئی ایما اھاب دبغ فقد طھر (الحدیث) اور جو چیز دباغت سے پاک ہو جاتی ہے وہ ذکوۃ سے بھی پاک ہو جاتی ہے الا ما ذکیتم اسی لئے شارح منیہ فرماتے ہیں فالحاصل ان فی طھارۃ جلد ما لا یوکل بالذکوۃ اختلافاً و الاصح الطھارۃ (غنیۃ المستملی ص ۱۴۷) اگر ان مسائل کے خلاف کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں تو ہم ضد نہیں کریں گے مگر یہ ان کے بس کی بات نہیں۔

اجرت دیکر زنا کرنے پر حد نہیں

دور برطانیہ میں جب لا مذہب غیر مقلدین کا فرقہ پیدا ہوا تو اس فرقہ نے شہوت پرست امراء کو اپنے فرقہ میں شامل کرنے کے لئے اپنی عورتوں کو متعہ کے نام سے زنا کی کھلی چھٹی دے دی چنانچہ ان کے سب سے بڑے مصنف علامہ وحید الزمان جس نے قرآن اور صحاح ستہ کا ترجمہ کیا ہے نے صاف لکھ دیا کہ ''متعہ کی اباحت قرآن پاک کی قطعی آیت سے ثابت ہے'' (نزل الابرار ج ۲ ص ۳) جب قرآن پاک سے متعہ کا قطعی لائسنس مل گیا تو اب نہ گناہ رہا نہ کوئی سزا۔ حد یا تعزیر کا تو کیا ذکر، انہوں نے صاف لکھا کہ ''متعہ پر عمل کر کے سو شہید کا ثواب نہ لیتی'' اہل مکہ کے متبرک عمل میں شرکت نہ کرتی جب کہ حد یا تعزیر تو کجا کسی کے انکار کا بھی خطرہ نہ تھا اس سے ملک بھر کے شرفاء چیخ اٹھے کہ یہ کونسا فرقہ ہے جس نے گھر گھر یہ کام شروع کر لیا ہے تو اب یہ

بہت پریشان ہوئے انہوں نے سوچا کہ اپنا کام جاری رکھو لیکن بدنام حنفیوں کو کرو تا کہ وہ ہمیں روک نہ سکیں چنانچہ انہوں نے شور مچادیا کہ تمہارے مذہب میں بھی تو اجرت دے کر زنا کرنے پر حد نہیں اس ایک حوالے میں کئی بے ایمانیاں کیں۔

(۱) حد نہ ہونے کا مطلب یہ بتایا کہ جائز ہے کوئی گناہ یا سزا نہیں۔

(۲) ہم نے مطالبہ کیا کہ صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض ایک ہی حدیث پیش کرو جس میں یہ ہو کہ اجرت دے کر زنا پر حد ہے مگر وہ بالکل پیش نہ کر سکے۔

(۳) قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن ان عورتوں سے جتنا نفع تم نے اٹھایا ہے ان کی اجرت ان کو دے دو یہاں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مہر کو اجرت قرار دیا مہر اور اجرت آپس میں ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں اس لئے اس آیت سے لفظ اجرت میں مہر کا شبہ پیدا ہو گیا اور حدیث کے موافق شبہ سے حد ساقط ہو گئی اس کو قرآن و حدیث پر عمل کہتے ہیں، تم نے نہ قرآن کو مانا اور نہ حدیث کو، عالمگیری میں صراحت ہے کہ شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہوتی ہے (عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۹)

(۴) لیکن حد ساقط ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو بدکاری کی چھٹی دی جائے گی اور اس پر کوئی سزا نہ دی جائے گی بلکہ و یوجعان عقوبة و یحبسان حتیٰ یتوبا (عالمگیری ج ا ص ۱۴۹) ان کو ایسی دکھ کی مار دی جائے گی کہ دوسروں کو عبرت ہو اور اس مار کے بعد ان کو قید کر دیا جائے گا جب تک ان کی توبہ کا یقین نہ ہو۔ کیا کسی لامذہب میں یہ جرأت ہے کہ وہ اپنی کسی معتبر کتاب میں متعہ کی یہ سزا دکھائے، آپ کے ہاں تو انکار بھی جائز نہیں بلکہ عمل بالقرآن ہے۔

اور پھر اس لامذہب نے یہ بھی نہ بتایا کہ یہ مسئلہ فقہ کا متفق علیہ نہیں بلکہ خود امام صاحبؒ سے ایک قول حد کے واجب ہونے کا ہے و الحق وجوب الحد کاالمستاجرة للخدمة فتح درمختار ج۳ ص ۱۷۲ ای کما هو قولهما (ردالمحتار ج۳ ص ۱۵۷، ۱۷۲) امام صاحبؒ بھی ایک قول میں صاحبین کی طرح

فرماتے ہیں حق یہی ہے کہ حد واجب ہے۔ الحاصل ہمارے مذہب میں یہ فعل زنا ہی ہے اور گناہ کبیرہ ہے اختلاف صرف اس میں ہے کہ زنا موجب حد ہے یا شبہ کی وجہ سے موجب تعزیر، امام صاحبؒ سے دونوں اقوال موجود ہیں جب کہ لامذہبوں کے ہاں یہ زنا بالاجرۃ نہ زنا، نہ گناہ، نہ حد، نہ تعزیر، نہ انکار بلکہ قرآن پر عمل ہے۔

(۶) وطی محارم بعد نکاح پر حد نہیں

دور برطانیہ میں جب یہ فرقہ پیدا ہوا تو شہوت پرستی میں انتہا کو پہنچ گیا چنانچہ انہوں نے فتویٰ دیا کہ ''بہتر عورت وہ ہے جس کی فرج تنگ ہو اور جو شہوت کے مارے دانت رگڑ رہی ہو اور جو جماع کراتے وقت کروٹ سے لیٹتی ہو (لغات الحدیث وحید الزمان غیر مقلد پ ۶ ص ۵۶) اور اگرچہ قرآن کی نص موجود تھی ایک مرد ایک وقت میں چار سے زائد عورتیں نکاح میں نہیں رکھ سکتا مگر نواب صدیق حسن اور نور الحسن نے فتویٰ دیا کہ چار کی کوئی حد نہیں جتنی عورتیں چاہے نکاح میں رکھ سکتا ہے (ظفر الامانی ص ۱۴۱، عرف الجادی ص ۱۱۱) اور شہوت میں یہاں تک بڑھے کہ اگر کسی عورت سے زید نے زنا کیا اور اسی زنا سے لڑکی پیدا ہوئی تو زید خود اپنی اس بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے (عرف الجادی ص ۱۰۹) اور نکاح اور زنا میں یہی فرق تھا کہ زنا کے گواہ نہیں ہوتے نکاح میں گواہ شرط ہیں۔ میر نور الحسن صاحب نے اس حدیث کو بھی ضعیف کہا اور کہا کہ یہ ناقابل استدلال ہے (عرف الجادی ص ۱۰۷) اور شہوت میں ایسے اندھے ہو گئے کہ فطری مقام کے علاوہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کا غیر فطری مقام استعمال کرے تو بھی (حد یا تعزیر کجا) اس پر انکار تک جائز نہیں (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۱۱۸) بلکہ یہاں تک فتوی دیا کہ دبر آدمی میں صحبت کرنے والے پر غسل بھی واجب نہیں کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۲۸) بلکہ ایک اور نسخہ بھی بتا دیا کہ اگر کوئی شخص اپنا آلہ تناسل اپنی دبر میں داخل کرے تو غسل واجب نہیں (نزل الابرار ج ۱ ص ۴۱) بلکہ نظر بازی سے بچنے کا یہ وہابی نسخہ بھی بتا دیا کہ مشت زنی کر لو اور نظر بازی کے اس گناہ سے بچنا ممکن نہ ہو تو مشت

زنی واجب ہے اور بتایا کہ (معاذ اللہ) صحابہ ﷺ بھی مشت زنی کیا کرتے تھے (عرف الجادی ص ۲۰۷) اس قسم کے اور بھی کئی فتوے جب دیئے گئے تو اہل سنت و الجماعت نے مطالبہ کیا کہ اپنے اصول کے مطابق ان میں سے ہر مسئلے کی دلیل میں کوئی صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث بیان کریں اور لوگوں نے کہا کہ یہ کیسا فرقہ پیدا ہوا ہے جس سے بیٹی تک محفوظ نہیں اور یہ نہ اپنی بیوی کی دبر کو معاف کریں نہ اپنی دبر کو تو یہ فرقہ کبھی اپنے مسائل کو قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کر سکتا اس لئے بجائے قرآن و حدیث پیش کرنے کے دوسروں پر کیچڑ اچھالتا ہے چنانچہ علماء سے تو یہ منہ چھپانے لگے کہ وہ قرآن و حدیث کا مطالبہ کرتے تھے، اپنے لونڈوں کے ذریعہ عوام میں یہ بات پھیلا دی کہ حنفی مذہب میں بھی بیٹی اور دیگر محرمات سے نکاح جائز ہے اس کے جواب میں احناف نے بتایا کہ

(۱) یہ محض جھوٹ ہے ہماری فقہ کی کتابوں میں صراحت ہے کہ ماں بہن بیٹی وغیرہ محرمات ابدیہ ہیں، ان سے ہرگز نکاح جائز نہیں (ہدایہ وغیرہ)

(۲) ان سے نکاح کرنا تو کجا اگر کوئی شخص صرف یہ کہے کہ ماں بیٹی سے نکاح جائز ہے تو وہ کافر ہے مرتد ہے واجب القتل ہے (فتح القدیر ج ۵ ص ۴۲)

(۳) اور مطالبہ کیا گیا کہ تم بھی بتاؤ کہ جب نور الحسن نے بیٹی سے نکاح جائز لکھا تو کس کتاب میں اس کو کافر مرتد واجب القتل کہا گیا۔

(۴) پھر اس مطالبے میں لاجواب ہو کر کہنے لگے کہ ماں بہن سے نکاح کرنا تو جائز نہیں ہاں فقہ میں لکھا ہے کہ نکاح کرے صحبت کرے تو اس پر کوئی شرعی سزا نہیں ہے اس کے جواب میں احناف نے کہا کہ یہ بھی محض بہتان ہے فقہ میں تو صاف لکھا ہے یوجع عقوبۃ[۱] اسے عبرتناک سزا دی جائے (عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۸) یوجب عقوبۃ فیعزر (ہدایہ ج ۲ ص ۵۱۶) سزا واجب ہے اور وہ تعزیر ہے اور یہ سزاء تعزیر بھی قتل تک ہے و یکون التعزیر بالقتل کمن وجد رجلاً مع امرأۃ لا تحل لہ (در مختار ج ۳ ص ۱۷۹) یہ تعزیر قتل تک بھی ہوتی ہے جیسے کوئی مرد ایسی عورت کے ساتھ پایا گیا جو اس

[۱] و یعاقب عقوبۃ ھی اشد ما یکون من التعزیر سیاسۃ لاحد (فتح القدیر ص ۴۰ ج ۵)

کے لئے حلال نہیں تھی (تو اس کے لئے قتل ہے) اس لئے یہ جھوٹ ہے فقہ میں اس کی سزا نہیں ہے۔

(۵) پھر کہنے لگے ہاں فقہ کے اعتبار سے نکاح تو جائز نہیں سزا بھی ہے مگر فقہ نے اس کو گناہ [1] نہیں کہا اب ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ اگر یہ گناہ نہیں تو یہ سزاء قتل کس نیکی کی ہے اور فقہ میں صاف صاف تصریح ہے انه ارتکب جریمة (ہدایہ ج ۱ ص ۵۱۶) یعنی اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اتنے جھوٹ بولنے کے بعد آخر کہا کہ فقہ میں لکھا ہے کہ "حد نہیں"

(۶) احناف نے کہا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ البینة علی المدعی دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے آپ حد کے مدعی ہیں ہم حد کا انکار کرتے ہیں آپ کا فرض ہے کہ ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی پیش فرمائیں جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ جو شخص محرمات ابدیہ سے نکاح کر کے صحبت کر لے اگر وہ کنوارہ ہو تو سو کوڑے مارے جائیں اگر شادی شدہ ہو تو سنگسار کیا جائے ہم بغیر کسی ضد کے مان لیں گے کہ فقہ کا یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے لیکن وہ کوئی ایسی حدیث پیش نہیں کر سکے نہ کر سکیں گے۔

(۷) آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں کسی نے ماں سے نکاح کیا آپ ﷺ نے اس کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لینے کا حکم دیا (رواہ الخمسة) ہاں ترمذی ابن ماجہ میں اخذ مال کا ذکر نہیں (منتقی الاخبار) ظاہر ہے کہ یہ زنا کی حد نہیں نہ کوڑے نہ سنگسار اس فعل کی تعزیر ہے۔

(۸) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو محرمات میں سے کسی سے صحبت کرے اس کو قتل کر دو (ابن ماجہ) اب یہ بھی پمفلٹ شائع کرو کہ حضور ﷺ نے حد کیوں نہ بتائی نہ لگائی تعزیر کیوں بتائی اور لگوائی۔ افسوس عامل بالحدیث ہونے کا دعویٰ اور احادیث کا انکار۔

---

[1] بلکہ یہ زنا سے بڑا گناہ ہے (طحاوی ج ۲ ص ۹۶)

(۹) لا مذہب غیر مقلدین کے پاس سوائے قیاس کے اس مسئلہ میں کچھ نہیں وہ کہتے ہیں کہ جب یہ نکاح باطل ہے تو کالعدم ہے اس پر وہ کوئی حدیث پیش نہیں کر سکتے لیکن امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ نکاح باطل بھی شبہ بن جاتا ہے اگرچہ قیاس تو نہیں مانتا لیکن حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو عورت بغیر ولی کے نکاح کرے وہ نکاح باطل ہے۔ ترمذی ج۱ص۱۷۶، اور ابن ماجہ ص۱۳۶ پر تو اسے زانیہ فرمایا لیکن پھر بھی حد تو کیا لگتی اس کو مہر دلایا جا رہا ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے ایک عورت سے اس کی عدت میں نکاح کیا تھا حضرت عمرؓ نے اس پر حد جاری نہ فرمائی بلکہ تعزیر لگوائی (ابن ابی شیبہ) ظاہر ہے کہ یہ نکاح شرعی نہ تھا اور حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کی موجودگی میں حد ساقط کر دی اور تعزیر لگائی تو نص حدیث اور اجماع صحابہؓ سے ثابت ہوا کہ نکاح حرام بھی شبہ بن جاتا ہے اور نص حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ حافظ صاحب! اس کو حدیث پر عمل کرنا کہتے ہیں اور یہ ہے احادیث کا فہم، آپ کا عمل بالحدیث کا دعویٰ ایسا ہی باطل ہے جیسے منکرین حدیث کا عمل بالقرآن کا دعویٰ باطل ہے۔

(۱۰) حافظ صاحب! اس اعتراض کے جواب میں مولانا عبد الحئی صاحب لکھنوی نے مستقل رسالہ لکھا ہے القول الجازم فی سقوط الحد من نکاح المحارم جس کے جواب سے آج تک تمہاری جماعت عاجز ہے اور تمہارے بڑے بڑے علماء نذیر حسین دہلوی، صدیق حسن بھوپالی، وحید الزمان، شمس الحق عظیم آبادی، عبدالرحمٰن مبارکپوری، ثناء اللہ امرتسری، عبداللہ روپڑی اس قرض کو سر پر لے کر فوت ہو گئے ہیں۔

(۱۱) حافظ صاحب! آپ کے مذہب کے موافق ایک لا مذہب لڑکے نے اپنی بہن سے نکاح کیا اور صحبت کی آپ کوڑے لگا کر چھوڑ دیں گے وہ پھر دوسری بہنوں سے پھر ماں سے پھر پھوپھی سے پھر خالہ سے باری باری نکاح کرتا رہے گا اور کوڑے کھاتا رہے گا اس کے برعکس حنفی قاضی اسے پہلی مرتبہ قتل کروا دے گا تعزیراً تا کہ نہ رہے

بانس نہ بجے بانسری، تو بتایئے سزا ہماری سخت ہوئی یا آپ کی؟ معاشرہ ہماری سزا سے گندگی سے بچے گا یا آپ کی سزا سے؟ دیکھا فقہ پر اعتراض کرنے کے لئے کتنے جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، کتنی خیانتیں کرنی پڑتی ہیں، کتنی حدیثوں کا انکار کرنا پڑتا ہے۔

(۷) نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھنا

(۸) عورت کی شرمگاہ پر نظر پڑنا

دور برطانیہ میں جب یہ لامذہب فرقہ پیدا ہوا تو شہوت رانی میں اتنا آگے بڑھا کہ نماز میں بھی ستر عورت کی شرط کا انکار کر دیا چنانچہ فتویٰ دیا کہ ہر کہ در نماز عورتش نمایاں شد نمازش صحیح باشد (عرف الجادی ص۲۲) یعنی پوری نماز میں جس کی شرمگاہ سب کے سامنے نمایاں رہی اس کی نماز صحیح ہوتی ہے۔ اما آنکہ نماز زن اگرچہ تنہا باشد یا بازناں یا باشوہر یا بادیگر محارم باشد بے ستر تمام عورت صحیح نیست پس غیر مسلم ست (بدور الاہلہ نواب صدیق الحسن ص۳۹) یعنی عورت تنہا بالکل ننگی نماز پڑھ سکتی ہے۔ عورت دوسری عورتوں کے ساتھ سب ننگی نماز پڑھیں تو نماز صحیح ہے، میاں بیوی دونوں اکٹھے مادر زاد ننگے نماز پڑھیں تو نماز صحیح ہے، عورت اپنے باپ بیٹے بھائی چچا ماموں سب کے ساتھ مادر زاد ننگی نماز پڑھیں تو نماز صحیح ہے، عورت اپنے باپ بیٹے بھائی چچا ماموں سب کے ساتھ مادر زاد ننگی نماز پڑھے تو نماز صحیح ہے۔

یہ نہ سمجھیں کہ یہ مجبوری کے مسائل ہوں گے علامہ وحید الزمان وضاحت فرماتے ہیں و لو صلی عریاناً و معه ثوب صحت صلوته (نزل الابرار ج۱ ص۶۵) یعنی کپڑے پاس ہوتے ہوئے بھی ننگے نماز پڑھیں تو نماز صحیح ہے۔

آخر ابوجہل اور مشرکین مکہ بھی تو کپڑوں کے باوجود کپڑے اتار کر ننگے طواف کیا کرتے تھے، نماز میں شرمگاہ کا ڈھانکنا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شرط ہے جن کی تقلید حرام ہے، ابوجہل کے نزدیک تو شرط نہیں اس کی تقلید کر لی گئی، فقہ حنفی میں تو یہاں تک

احتیاط تھی کہ نماز باجماعت میں عورت مرد کے ساتھ کھڑی ہو جائے نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن لا مذہب اتنا عرصہ بھی عورت سے دور نہیں رہ سکتے تھے اس کو فقہ کا مسئلہ کہہ کر ماننے سے انکار کر دیا، اور نزل الابرار میں صراحۃً لکھ دیا کہ مرد عورت جماعت میں ساتھ ساتھ نماز پڑھ لیں نماز فاسد نہیں ہوتی، اب ظاہر ہے کہ عورت مرد کے ٹخنے سے ٹخنہ، کندھے سے کندھا، اور ٹانگوں کو خوب چوڑا کر کے کھڑی ہوگی، حنفی مذہب میں عورت کو سمٹ کر سجدہ کرنے کا حکم تھا تا کہ اس کے ستر کا احترام رہے، لا مذہبوں نے عورتوں کو حکم دیا کہ بالکل مردوں کی طرح خوب اونچی ہو کر سجدہ کریں بازو پیٹ اور پسلیوں سے اتنے دور ہوں کہ درمیان سے بکری کا بچہ گزر سکے، ہندو گنگا کا غسل بھی کرتے تھے، دیوی کا درشن بھی۔ لامذہب اس درشن میں کن کن امور پر توجہ دیتے تھے فرماتے ہیں ''بہتر عورت وہ ہے جس کی فرج تنگ ہو جو شہوت کے مارے دانت رگڑ رہی ہو اور جو جماع کراتے وقت کروٹ سے لیٹتی ہو (لغات الحدیث وحید الزمان لفظ الحارقہ) عورت کو خوبصورتی قائم رکھنے کا نسخہ بھی بتایا گیا کہ ''عورت کو زیر ناف بال استرے سے صاف کرنے چاہئیں، اکھاڑنے سے محل ڈھیلا ہو جاتا ہے (فتاویٰ نذیریہ) اب ایسی حالت کہ مرد عورت ننگے نمازیں پڑھ رہے ہوں عورت سجدہ بھی کھل کر کر رہی ہو عورت کی شرمگاہ پر نظر پڑنا لازمی تھا، ہوسکتا تھا کہ کوئی ذرا جھجک محسوس کرتا اس لئے اسے بتا دیا گیا کہ ہیچ نیں دلیلے بر کراہت نظر در باطن فرج نیامدہ (بدور الاہلہ ص ۱۷۵) عورت کی شرمگاہ کے اندر جھانکنا بالکل مکروہ بھی نہیں اور چوتڑوں پر نظر ہر وقت رہے گی اس لئے فتویٰ دیا کہ ''در جواز استمتاع وغیرہ از فخذین وظاہر الیتین ونحو آں خود ہیچ شک وشبہ نہ باشد و سنت صحیحہ بداں وارد گشتہ'' (بدور الاہلہ ص ۱۷۵) یعنی چوتڑوں اور رانوں سے فائدہ اٹھانا بے شک وشبہ جائز ہے بلکہ سنت صحیحہ سے ثابت ہے اب کون غیر مقلد مرد ہوگا جو اس صحیح سنت پر عمل نہ کرے خاص طور پر جبکہ یہ سنت مردہ بھی ہو چکی ہو اور اس کو زندہ کرنے میں سو شہید کا ثواب بھی ملے تو ہم خرما و ہم ثواب پر عمل کیسے چھوڑا جائے۔ اب اس ڈرامے میں اگر مرد کو انتشار ہو جائے تو وہ عضو مخصوص کو ہاتھوں سے زور سے دبائے

ہوئے نماز پڑھتا رہے (نزل الابرار) ایسے وقت میں تو رفع یدین بھول جائے گی کیونکہ بڑے اہم کام میں مشغول ہیں، ایسے وقت میں عورت کی شرمگاہ سے رطوبت خارج ہو تو بھی مضائقہ نہیں کیونکہ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے (کنز الحقائق ص۱۶، نزل الابرار ج۱ ص۴۹ تیسیر الباری ج۱ ص۲۰۷) اور اگر منی بھی بہہ جائے تو کیا خوف وہ بھی تو پاک ہے (عرف الجادی ص۱۰، نزل الابراج ۱ص۴۹، کنز الحقائق ص۱۶، بدور الاہلہ ص۱۵، تیسیر الباری ج۱ ص۲۰۷)

اور یہ سب کچھ قرآن اور حدیث کے نام پر ہو رہا تھا اور رات دن تقریر وتحریر کے ذریعہ یہی اعلانات کئے جاتے تھے کہ ہمارا ہر ہر مسئلہ قرآن و حدیث کا مسئلہ ہے تو احناف نے پوچھ لیا کہ ذرا ان مسائل پر آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ پیش فرمائیں تو اُن کے عمل بالحدیث کا بھانڈا چورستے میں پھوٹ گیا، بجائے احادیث پیش کرنے کے لگے فقہاء احناف کو گالیاں بکنے، آج بھی آپ اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں ہم ان سے ثبوت مانگتے ہیں کہ اپنی نماز کا ہر ہر جزئی مسئلہ احادیث صحیحہ سے ثابت کرو تو اس کی بجائے فقہاء کو گالیاں بکنا شروع کر دیتے ہیں، اب جس فرقہ کی شہوت رانی کا یہ عالم ہو وہ قرآن کیا یاد کر سکتے ہیں یا یاد کیا ہوا قرآن انہیں کب یاد رہ سکتا ہے تو انہوں نے نمازوں میں قرآن ہاتھ میں لے کر قرأت پڑھنا شروع کر دی اس پر جب حدیث مرفوع کا مطالبہ کیا گیا کیونکہ کسی امتی کا قول وفعل ان کے لئے دلیل نہیں بن سکتا تو جواب میں حدیث پیش کرنے کی بجائے عوام میں یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ حنفیوں کے نزدیک قرآن دیکھ کر نماز میں پڑھنا جائز نہیں اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر نماز میں عورت کی شرم گاہ کو دیکھتے رہنا جائز ہے اس سے نماز نہیں ٹوٹتی ساری فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھنا:

ہمارے ہاں نماز میں قرأت یعنی قرآن پڑھنا تو فرض ہے اگر مقدار فرض

قرأت بھی نہ پڑھی تو نماز باطل ہے ہاں قرآن ہاتھ میں لے کر پڑھنے میں اس کا اٹھانا، اس کے اوراق کو الٹ پلٹ کرنا، مستقل اسی پر نظر جمائے رکھنا ایسے افعال ہیں جو نماز سے تعلق نہیں رکھتے اور نہ ہی آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں پھر قرآن سے تعلیم حاصل کرنا یہ بھی تعلیم وتعلم ہوا قرأت تو نہ ہوئی، یہ سب باتیں عمل کثیر ہیں اور ایسا عمل کثیر جو افعال نماز سے تعلق نہ رکھتا ہو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے (ہدایہ، عالمگیری) تاہم ہمیں کوئی ضد نہیں اگر آپ کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے ثابت کر دیں کہ قرآن اٹھانے، ورق الٹنے، اس سے تعلیم حاصل کرنے سے عمل کثیر نہیں بنتا اور نماز فاسد نہیں ہوتی تو ہم تسلیم کرلیں گے کہ ہمارا یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے لیکن حدیث کا نام لے کر لوگوں کو گمراہ کرنے والے آج تک ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکے اور نہ ہی قیامت تک کر سکیں گے ان شاء اللہ العزیز۔

امام ترمذیؒ نے حضرت رفاعہ بن رافعؓ اور ابو داؤد ونسائی نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی ؓ سے حدیث روایت کی ہے ایک شخص کو اتنا قرآن بھی یاد نہ تھا جتنا نماز میں فرض ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''تم قرآن کی بجائے حمد وثنا پڑھ لیا کرو'' ظاہر ہے کہ قرأت نماز میں فرض ہے اس شخص کو اتنا قرآن زبانی یاد نہ تھا اگر دیکھ کر پڑھنے سے نماز جائز ہوتی تو آپ ﷺ اس سے پوچھتے کہ دیکھ کر پڑھ سکتے ہو یا نہیں اور دیکھ کر پڑھ لینا حفظ سے آسان ہے، آپ نے اس کو دیکھ کر پڑھنے کی اجازت نہیں دی جس سے معلوم ہوا کہ دیکھ کر پڑھنا جائز نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں نھانا امیر المومنین عمر ؓ ان نؤم الناس فی المصحف رواہ ابن ابی داؤد (کنز العمال ج٤ ص٢٤٦) حضرت عمر ؓ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن پاک دیکھ کر نمازیں پڑھائیں تو احناف کا یہ مسئلہ حدیث رسول ﷺ فرمان خلیفہ راشد اور قیاس شرعی سے ثابت ہے کہ یہ عمل کثیر ہے اور عمل کثیر مفسد نماز ہے اور لامذہبوں کا مسئلہ حدیث کے خلاف ہے۔

نماز میں عورت کو دیکھنا:

فقہ حنفی میں کہیں یہ نہیں لکھا کہ نماز پڑھتے ہوئے عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے

(۱) احادیث میں ایک اختلاف یہ ہے: عورت نمازی کے سامنے آئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (مسلم ج ۱ ص ۱۹۷)

(۲) حائضہ عورت سامنے آئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (ابوداود، نسائی، ابن ماجہ)

(۳) عورت آگے لیٹی بھی ہو تو نماز نہیں ٹوٹتی (بخاری ج ۱ ص ۵۶، مسلم ج ۱ ص ۱۹۷)

(۴) حائضہ عورت بھی سامنے لیٹی ہو تو نماز نہیں ٹوٹتی (بخاری ج ۱ ص ۴۷ مسلم ج ۱ ص ۱۹۸)

یہ چاروں حدیثیں صحیح ہیں اور آپس میں متعارض ہیں، علماء احناف ان میں یہ تطبیق بیان کرتے ہیں کہ نماز تو نہیں ٹوٹتی البتہ نماز کا خشوع باطل ہو جاتا ہے (شروح حدیث)

جب احناف کے نزدیک عورت کپڑے پہن کر بھی سامنے سے گزر جائے تو نماز کا خشوع باطل ہو جاتا ہے تو پھر احناف پر یہ بہتان باندھنا کہ ان کے نزدیک نماز میں عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے کب جائز ہو سکتا ہے بلکہ احناف کے نزدیک تو عورت کپڑے پہنے ہوئے بھی مرد کے دائیں بائیں جماعت میں شریک ہو جائے تو مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اخبرنا ابو حنیفۃؒ عن حماد عن ابراھیم قال اذا صلت المرأۃ الی جانب الرجل و کانا فی صلوۃ واحدۃ فسدت صلوتہ قال بہ نأخذ و ھو قول ابی حنیفۃؒ (کتاب الآثار امام محمد ص ۲۷) بلکہ فقہ حنفی میں تو یہ صراحت ہے و لو صلی الی وجہ انسان یکرہ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۸) یعنی نماز میں کسی انسان مرد یا عورت کے چہرے کی طرف توجہ رکھنا بھی مکروہ ہے تو شرمگاہ کی طرف دیکھنا کیسے جائز ہو گا۔

ہاں ایک بات ہے اچانک نظر پڑ جانا جیسا کہ ابو داؤد کی حدیث میں آتا ہے کہ عمرو بن سلمہ جب نماز پڑھاتے تھے تو ان کے چوتڑ ننگے ہوتے تھے، عورتوں کی نماز میں نظر امام صاحب کے چوتڑ پر پڑتی تھی، انہوں نے نماز کے بعد کہا امام صاحب کے چوتڑ تو ہم سے چھپا لو۔ اب یہ حدیث میں کہیں نہیں آتا کہ ان عورتوں کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ نہ ہی محدثین اور شراح حدیث نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے کہ نماز میں شرمگاہ پر نظر پڑنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، اگر حدیث صحیح ہو تو وہ پیش فرمائیں ہم ہرگز ضد نہیں کریں گے ہم تسلیم کریں گے کہ واقعی یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے لیکن نہ ہی وہ راولپنڈی کے مناظرہ میں ایسی حدیث پیش کر سکے نہ ہی قیامت تک پیش کر سکیں گے۔ احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زوجہ طاہرہ استراحت میں ہوتی تھیں آپ ﷺ جب سجدے میں جاتے تو ان کے پاؤں کو چھو دیتے وہ پاؤں سمیٹ لیتیں ظاہر ہے کہ جب ہاتھ لگنے سے نماز نہیں ٹوٹتی تو نظر پڑنا تو اس سے بھی تھوڑا عمل ہے، یاد رکھیں نماز کا نہ ٹوٹنا اور بات ہے۔ دیکھئے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں مسلمان کی نماز کتے، گدھے، عورت اور دوسرے جانوروں کی وجہ سے نہیں ٹوٹتی (طحاوی) اب کتے کے سامنے گزرنے سے نماز نہ ٹوٹنا اور بات ہے، اس سے یہ مسئلہ نکالنا کہ نمازی از خود کتے کو آگے باندھ کر بٹھائے نماز پڑھے تو جائز ہے یہ اور بات ہے۔ نمازی کے سامنے سے عورت کا گزر جانا اور اس سے نماز نہ ٹوٹنا اور اور بات ہے اور از خود عورت کو سامنے بٹھانا اور لٹانا اور نماز میں اس کو دیکھتے رہنا یہ اور بات، بہر حال نماز نہ ٹوٹنے سے اس فعل کا اختیار و ارادہ سے جائز سمجھنا بالکل غلط ہے، اب دیکھئے قرآن پاک دیکھ کر پڑھنے کی حضور ﷺ نے اجازت نہیں دی مگر نماز پڑھتے ہوئے بیوی کے پاؤں کو چھو دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔

(۹) نجاست سے قرآن پاک لکھنا (معاذ اللہ)

دور برطانیہ سے پہلے اس ملک کے سب اہل سنت و الجماعت حنفی تھے، دور

برطانیہ میں ملکہ وکٹوریہ نے مذہبی آزادی کا ایک اشتہار دیا، کچھ لوگ تقلید شخصی کو چھوڑ کر لامذہب بن گئے، اب انہوں نے اپنے امتیاز اور اہل اسلام میں انتشار پیدا کرنے کے لئے نئے نئے مسائل پھیلانے شروع کئے مثلاً بارہ سو سال سے یہاں کے مسلمان قرآن کا اتنا احترام کرتے تھے کہ بے وضو قرآن پاک کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے (کتب فقہ) اس فرقہ نے اعلان کیا کہ بے وضو بھی قرآن کو ہاتھ لگانا جائز ہے (فتاویٰ ثنائیہ) یہاں کے لوگ بارہ سو سال سے اس پر اتفاق رکھتے تھے کہ ناپاک مرد عورت کو اس ناپاک حالت میں تلاوت قرآن کی اجازت نہیں ہے لیکن اس فرقہ نے اجازت دے دی (فتاویٰ ثنائیہ ص ۵۱۹ ج ۱) بارہ سو سال تک اس ملک میں اس مسئلہ پر اتفاق تھا کہ حائضہ عورت ان ناپاکی کے دنوں میں قرآن پاک کی تلاوت نہیں کر سکتی مگر لامذہبوں نے فتویٰ دے دیا کہ حیض والی عورت بھی قرآن پاک کی تلاوت کر سکتی ہے (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۳۵) بارہ سو سال تک اس ملک میں اتفاق تھا کہ قرآن پاک کی طرف پاؤں پھیلانا بھی درست نہیں لیکن لامذہبوں نے یہ فتویٰ دے دیا کہ اگر کھانے کی چیز بلندی پر ہو تو قرآن پاک کو پاؤں تلے رکھ کے چیز اتار کر کھا لینا جائز ہے (تحریق اوراق) بارہ سو سال سے اس ملک میں اتفاق تھا کہ خون ناپاک ہے لیکن لامذہبوں نے فتویٰ دے دیا کہ "حیض کے خون کے سوا سب خون پاک ہیں" (کنز الحقائق ص ۱۶، نزل الابرار ج ۱ ص ۴۹، عرف الجادی ص ۱۰، بدور الاہلہ ص ۱۸، تیسیر الباری ج ۱ ص ۲۰۶) بارہ سو سال تک یہاں اس ملک میں فتویٰ اسی پر تھا کہ حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے اس کا پینا ہرگز جائز نہیں (درمختار ج ۱ ص ۱۴۰) لیکن دور برطانیہ میں لامذہبوں نے فتویٰ دے دیا کہ "حلال جانوروں کا پیشاب پاخانہ پاک ہے جس کپڑے میں لگا ہو اس میں نماز پڑھنی درست ہے ...... نیز بطور ادویات استعمال کرنا درست ہے (فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۵۶، ج ۱ ص ۸۹) بارہ سو سال تک اس ملک میں یہی فتویٰ تھا کہ منی ناپاک ہے مگر لامذہب فرقہ نے فتویٰ دے دیا کہ منی پاک ہے (عرف الجادی ص ۱۰، نزل الابرار ج ۱ ص ۴۹، کنز الحقائق ص ۱۶، ابدور الاہلہ ص ۱۵، تیسیر الباری ج ۱ ص ۲۰۷) جب اس قسم

کے فتوے ملک میں شائع ہوئے اور دعوی عمل بالحدیث سے شائع ہوئے تو علماء احناف نے ان سے ان مسائل کی احادیث صحیحہ صریحہ غیر متعارضہ کا سوال کیا تو ان کی ساری شیخی کرکری ہوگئی، انہوں نے کہا اہل حدیث کہلانے کے لئے علم حدیث کی ضرورت نہیں (فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۱۴۴) جب ہم اہل حدیث علم حدیث سے کورے ہیں تو ہم سے بار بار حدیث کا مطالبہ کیوں کیا جاتا ہے ہم تو صرف فقہاء کو گالیاں دے کر اہل حدیث بنتے ہیں جیسے مرزا قادیانی انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دینے کے لئے نبی بنا بیٹھا تھا، اب لاجواب ہو کر مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے یہ شوشہ چھوڑا کہ ہم فقہ کو کیوں مانیں اس میں لکھا ہے کہ خون اور پیشاب سے قرآن لکھنا جائز ہے (معاذ اللہ) گویا سب مسائل کی یہی دلیل تھی کہ ہم بے وضو قرآن کو ہاتھ لگاتے ہیں دلیل یہ کہ فقہ میں لکھا ہے پیشاب سے قرآن لکھنا جائز ہے، آخر علماء نے پوچھا کہ آپ کے مذہب میں تو خون پاک ہے منی پاک ہے تو کیا ان سے قرآن لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا کسی حدیث میں آتا ہے کہ پاک چیز سے قرآن لکھنا حرام ہے، آپ کے مذہب میں حلال جانوروں کا پیشاب اور دودھ پیتے بچوں کا پیشاب پاک ہے اور پاک چیز سے قرآن لکھنا نہ قرآن سے منع ہے نہ حدیث سے۔

(۱۰) کیا نجاست چاٹنا جائز ہے؟

(۱) دور برطانیہ سے پہلے بھی یہاں مسلمان آباد تھے مگر کافر غیر کتابی (ہندو، سکھ، مجوسی، چمار، چوڑا وغیرہ) کے ذبیحہ کو نجس اور مردار قرار دیتے تھے دور برطانیہ میں جب یہ لامذہب فرقہ پیدا ہوا تو انہوں نے اس نجاست اور مردار کو کھانا شروع کر دیا اور فتویٰ دے دیا کہ یہ حلال ہے (عرف الجادی ص ۱۰ وص ۲۳۹، ودلیل الطالب ص ۴۱۳)

(۲) اسی طرح بارہ سو سال تک اس ملک میں اتفاق رہا کہ اگر ذبح کرتے وقت جان بوجھ کر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو وہ جانور مردار اور نجس ہے مگر اس نجاست خور فرقہ نے اس کے بھی جواز کا فتویٰ دے دیا (عرف الجادی)

(۳) بندوق سے جو جانور مر جائے وہ مردار اور نجس ہے مگر اس لامذہب فرقہ نے یہ نجاست بھی کھانا شروع کر دی اور اس کو حلال کہہ دیا (بدور الاہلہ ص ۳۳۵، فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۵۰ و ج ۲ ص ۱۳۲)

(۴) بجو کو اس ملک کے مسلمان حرام اور نجس سمجھتے تھے مگر اس لامذہب فرقہ نے فتویٰ دیا ”بجو حلال ہے، جو شخص بجو کا کھانا حلال نہ جانے وہ منافق بے دین ہے، اس کی امامت ہرگز جائز نہیں، یہ قول صحیح اور موافق حدیث رسول اللہ ﷺ ہے“ (فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۲۱، ص ۲۷۷)

(۵) بارہ سو سال سے اس ملک کے مسلمان منی کو ناپاک اور نجس قرار دیتے تھے اس فرقہ نے اس کو پاک قرار دیا اور ایک قول میں اس کا کھانا بھی جائز قرار دیا (فقہ محمدیہ ج ۱ ص ۴۶) البتہ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ منی کا کسٹرڈ بناتے ہیں یا قلفیاں جماتے ہیں۔

(۶) بارہ سو سال تک یہاں کے مسلمان حلال جانوروں کے پیشاب کو پینا جائز نہیں سمجھتے تھے اور اس کو نجس قرار دیتے تھے لیکن لامذہبوں نے اس نجاست کے پینے کو جائز قرار دیا، لکھا کہ ”حلال جانوروں کا پیشاب و پاخانہ پاک ہے جس کپڑے پر لگا ہو اس میں نماز پڑھنی درست ہے نیز بطور ادویات کے استعمال کرنا درست ہے“ (فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۵۶، ج ۱ ص ۸۹)

(۷) بارہ سو سال سے اس ملک میں یہ مسئلہ تھا کہ تھوڑے پانی، دودھ وغیرہ میں تھوڑی سی نجاست پڑ جائے تو وہ نجس ہو جاتا ہے ”پاک پانی میں نجاست پڑ جاوے تو اس سے وضو غسل وغیرہ کچھ درست نہیں چاہے وہ نجاست تھوڑی ہو یا بہت“ (بہشتی زیور ج ۱ ص ۵۷، ہدایہ ج ۱ ص ۱۸) لیکن دور برطانیہ میں اس فرقہ نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر پانی وغیرہ میں نجاست پڑ جائے تو جب تک نجاست سے اس کا رنگ بو مزہ نہ بدلے وہ پاک ہے (عرف الجادی، بدور الاہلہ)

مثلاً ایک بالٹی دودھ میں ایک چمچہ پیشاب ڈال دیا جائے تو نہ اس کا رنگ پیشاب جیسا ہوتا ہے نہ بو نہ مزہ ہمارے مذہب میں وہ پھر بھی ناپاک ہے اس کا پینا

حرام بلکہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو نماز ناجائز، اس فرقہ کے نزدیک وہ دودھ پاک، حلال طیب ہے، یہ اس نجس کو پینا جائز سمجھتے ہیں۔

(۸) بارہ سو سال تک اس ملک کے مسلمان الخمر (شراب) کو پیشاب کی طرح سمجھتے تھے لیکن اس فرقہ غیر مقلدین نے فتویٰ دیا کہ الخمر طاہر (کنز الحقائق) شراب پاک ہے بلکہ بتایا کہ اگر شراب میں آٹا گوندھ کر روٹی پکالی جائے تو کھانا جائز ہے (نزل الابرار ج ۱ ص ۵۰) اور وجہ یہ بتائی کہ اگر پیشاب میں آٹا گوندھ کر روٹی پکالی جائے تو پیشاب بھی تو جل جائے گا۔

الغرض اس قسم کے اور کئی مسائل بھی تھے جن سے ملک میں نجاست خوری کی بنیاد ڈال دی، جب احناف نے ثبوت مانگا کہ اپنے اصول پر قرآن پاک کی صریح آیات یا احادیث صحیحہ صریحہ غیر معارضہ سے ان مسائل کا ثبوت پیش کرو تو بجائے احادیث پیش کرنے کے لگے فقہاء کو گالیاں دینے اور فقہ کے خلاف شرور مچانا شروع کردیا کہ ان کے ہاں نجاست چاٹنا جائز ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے نجاست عین کا چاٹنا تو کجا جس پانی وغیرہ میں نجاست تھوڑی سی پڑ جائے کہ نجاست کا رنگ نہ بو نہ مزہ کچھ بھی ظاہر نہ ہو پھر بھی اس پانی کا پینا حرام ہے، اس میں احناف کا کوئی اختلاف نہیں بلکہ بہشتی گوہر میں لکھا ہے کہ ایسے ناپاک پانی کا استعمال جس کے تینوں وصف یعنی مزہ اور بو اور رنگ نجاست کی وجہ سے بدل گئے ہوں کسی طرح درست نہیں نہ جانوروں کو پلانا درست ہے نہ مٹی وغیرہ میں ڈال کر گارا بنانا جائز ہے (بہشتی گوہر ج ۱۱ ص ۵ بحوالہ درمختار ج ۱ ص ۲۰۷) تو جب نجس پانی جانور کو پلانا ہمارے مذہب میں جائز نہیں تو انسان کو چاٹنے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔

چنانچہ بہشتی زیور میں صاف لکھا ہے کہ نجاست چاٹنا منع ہے (بہشتی زیور ج ۲ ص ۵) دراصل اختلاف بعض چیزوں کے پاک ناپاک ہونے میں ہے، ان مسائل کی تفصیل یہ لوگ بیان نہیں کرتے اور غلط نتائج نکالتے ہیں۔

(۱) مثلاً بعض جاہل عورتوں کی عادت ہوتی ہے کپڑا سی رہی تھیں انگلی میں سوئی

لگ گئی اور تھوڑا سا خون نکل آیا وہ بجائے اس پر پانی ڈالنے کے اس کو دو تین مرتبہ چاٹ کر تھوک دیتی ہیں اب اس کا مسئلہ بتانا ہے تو فقہ یہ کہتی ہے کہ اس نے جو چاٹا یہ گناہ ہے اور پہلی دفعہ چاٹنے سے منہ بھی ناپاک ہوگیا مگر بار بار تھوکنے سے جب خون کا کوئی نشان باقی نہ رہا تو انگلی اور منہ پاک سمجھے جائیں گے، اس مسئلے کے خلاف اگر وہ صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کردیں تو البتہ ہم ان کی علمی قابلیت مان لیں گے یعنی فقہ کہتی ہے کہ چاٹنا منع ہے وہ حدیث سنائیں کہ چاٹنا جائز ہے، فقہ کہتی ہے کہ خون کا نشان نہ رہے تو جگہ پاک ہے وہ حدیث دکھائیں کہ خون کا نشان مٹ جانے کے بعد بھی جگہ ناپاک ہے لیکن ان کا اپنا مسئلہ تو یہ ہے کہ خون پاک ہے، انگلی کو لگا انگلی بھی پاک رہی، منہ کو لگا منہ بھی پاک رہا یعنی غیر مقلد عورت اس خون کو پاک سمجھ کر چاٹے گی حنفی ناپاک سمجھ کر۔

(۲) ایک اہل سنت والجماعت اور ایک غیر مقلد دونوں گنا چوستے جا رہے تھے، دونوں کے منہ سے خون نکل آیا حنفی گنا چھوڑ کر تھوکنے لگا، پانی وغیرہ پاس نہ تھا غیر مقلد نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا بھئی خون نکل آیا جس کی وجہ سے منہ ناپاک ہوگیا ہے اس نے کہا ہمارے مذہب میں تو خون پاک ہے، تھوکا دونوں نے مگر حنفی ناپاک سمجھ کر تھوکتا رہا غیر مقلد پاک سمجھ کر، جب نشان مٹ گیا تو حنفی نے گنا چوسنا شروع کردیا کیونکہ چاٹنے اور تھوکنے سے منہ پاک ہوگیا تھا غیر مقلد سے کہا یہ مسئلہ غلط ہے تو اس کے خلاف حدیث سنا دو۔

(۳) ایک حنفی اور غیر مقلد سفر میں تھے دونوں کے پاس ایک ایک چھوٹی بالٹی پانی کی تھی، آگے ایک شرابی ملا جس کے ہونٹوں کو شراب لگی ہوئی تھی یہ شراب حنفی کے نزدیک پیشاب کی طرح نجس تھی اور غیر مقلد کے نزدیک پاک تھی، اب اختلاف یہ ہوا کہ وہ اگر مٹکے کو منہ لگا کر پانی پیے تو حنفی کے ہاں باقی پانی نجس ہے اور غیر مقلد کے نزدیک باقی بچا ہوا پانی پاک ہے، اب وہ شرابی اگر شراب ہونٹوں سے چاٹ چاٹ کر تھوکنا شروع کردے تو حنفی مذہب میں یہ چاٹنا گناہ ہے اور غیر مقلد کے ہاں چاٹنا گناہ نہیں کیونکہ وہ پاک چیز چاٹ رہا ہے، ہاں اگر چاٹنے سے شراب کا اثر بالکل زائل

ہو جائے تو حنفی کے نزدیک اب اس کا منہ پاک ہو گیا ہے اور غیر مقلد کے نزدیک تو پہلے شراب آلودہ بھی پاک ہی تھا۔

(۴) ایک بلی نے چوہے کا شکار کیا اور اس کے منہ کو خون لگا ہوا ہے، اب غیر مقلدوں کے مذہب میں چونکہ خون پاک ہے اس لئے اس کا خون آلودہ منہ بھی پاک ہے اس بلی نے غیر مقلد کے مٹکے میں منہ ڈال دیا تو اس کے نزدیک وہ پانی پاک ہے مگر حنفی فقہ کی رو سے وہ پانی ناپاک ہے، اب وہ بلی بیٹھی اپنا منہ چاٹ چاٹ کر صاف کرتی رہی جب خون کا اثر بالکل ختم ہو گیا تو اب اس کا جھوٹا نجس نہیں مکروہ ہوگا کیونکہ اس نے چاٹ کر اپنا منہ صاف کر لیا ہے۔

(۵) ایک حنفی اور غیر مقلد سفر میں تھے اتفاق سے حنفی کو احتلام ہو گیا اور پانی کہیں ملتا نہیں۔ حنفی نے کہا یہ جو منی لگی ہوئی ہے یہ ناپاک ہے، غیر مقلد نے کہا کہ یہ پاک ہے بلکہ ایک قول میں کھانا بھی جائز ہے، حنفی نے کہا کہ پھر اگر تم چاٹ کر صاف کر لو تو تمہارا ناشتہ ہو جائے گا اور جب اس کا اثر ختم ہو جائے گا تو میرا جسم پاک ہو جائے گا۔

بہر حال حنفی فقہ میں نجاست کا چاٹنا ہرگز جائز نہیں، ہاں بعض چیزیں ہمارے مذہب میں نجس ہیں جیسے شراب، خون، قے لیکن غیر مقلدوں کے ہاں پاک ہیں اس لئے ہمارے فقہاء نے یہ فرق بتایا کہ جب منہ آلودہ ہو تو نجس ہے اور اگر پانی نہیں ملا اور قے والے نے دو تین مرتبہ ہونٹ چاٹ کر تھوک دیا یا شراب والے نے دو تین مرتبہ چاٹ کر تھوک دیا یا جس کے دانتوں سے خون نکلا تھا اس نے چاٹ کر تھوک دیا تو چاٹنا تو منع تھا اس کا گناہ الگ رہا البتہ خون، قے، شراب کا اثر ختم ہونے سے منہ کی پاکی کا حکم ہوگا، اس کے برعکس غیر مقلد کے ہاں جب خون قے یا شراب منہ کو لگی ہوئی تھی اس وقت بھی منہ پاک تھا جب چاٹا تو بھی پاک چیزوں کو چاٹا۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کو غلط انداز میں بیان کر کے کہا جاتا ہے کہ ان کے ہاں نجاست چاٹنا جائز ہے جو بالکل جھوٹ ہے۔



غیر مقلدین کے سوالات اور اعتراضات کے جوابات

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ. اَمَّا بَعْدُ!

سوال ا: ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لکھا ملتا ہے یہ کتاب امام صاحبؒ سے اڑھائی سو سال بعد لکھی گئی ہے اور کوئی سند بھی اس میں موجود نہیں جب کہ بخاری وغیرہ حدیث کی کتابوں میں سند موجود ہے۔ ہم کیسے یقین کریں کہ یہ بات امام صاحبؒ کی ہے؟

جواب: جس طرح حدیث کی کتابیں دو طرح کی ہیں بخاری مسلم ترمذی وغیرہ میں سند ہے اور مشکوٰۃ، بلوغ المرام، جامع الاصول، جمع الفوائد، مجمع الزوائد وغیرہ میں سندیں نہیں کیونکہ یہ کتابیں بخاری وغیرہ سے مرتب کی گئی ہیں۔ اسی طرح امام محمدؒ قاضی ابو یوسفؒ، امام زفرؒ، امام حسنؒ بن زیاد وغیرھم کی کتابوں میں مسائل سندوں سے درج ہیں اور قدوری، کنز الدقائق، ہدایہ وغیرہ میں مسائل ان کتابوں سے لیے گئے ہیں۔ ہدایہ کتاب کھول کر دیکھیں اس میں مسئلہ جو اصل متن ہے یہ لکیر کے نیچے ہے اور آگے اس مسئلہ کی شرح ہے، یہ لکیر کے نیچے جو مسئلہ درج ہے یہ امام محمدؒ کی جامع الصغیر وغیرہ کتب سے لیا ہے۔ جیسے آپ تفسیر معارف القرآن دیکھیں اس میں پہلے آیت قرآنی درج ہے جو تواتر سے ثابت ہے اور قرآن سے لی گئی ہے، ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ کا درج کیا ہے اور خلاصہ تفسیر حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کا ہے اور نیچے معارف و مسائل یعنی شرح مفتی محمد شفیعؒ

نے فرمائی ہے۔ اب کوئی دھوکے باز یہ کہے کہ معارف القرآن میں قرآن کی کوئی سند نہیں اور مفتی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چودہ سو سال بعد پیدا ہوئے ہیں حالانکہ یہ صدی معارف القرآن کی ہے نہ کہ قرآن کی، اسی طرح ہدایہ میں مسئلہ امام صاحبؒ کا ہے اور چوتھی صدی میں شرح اس مسئلہ کی کیگئی ہے۔ سائل کا یہ سوال شیعوں سے چوری کیا ہوا ہے۔ ورنہ ہدایہ شریف کی تحریر پر تقریباً ہزار سال گذر چکا ہے کسی اہلِ سنت والجماعت محدّث یا مفسر نے یہ سوال نہیں اُٹھایا کہ ہدایہ میں مندرجہ مسائل امام صاحبؒ سے ثابت نہیں۔ یہ بات سب سے پہلے محمد حسین ٹھٹھوی شیعہ نے کہی۔ وہاں سے ثناء اللہ امرتسری نے اور یوسف جے پوری غیر مقلد نے چوری کر کے پھیلا دی۔ اگر جرأت ہے تو کسی مسلّمہ سُنّی محدّث کی کتاب میں یہ سوال دکھادو۔ آخر کب تک رافضیوں کی قے چاٹتے رہو گے۔ صاحب ہدایہ اور امام اعظمؒ کے درمیان صرف ایک راوی امام محمدؒ موجود ہیں۔ بخاری میں ایک ہی حدیث دکھائیں جس میں امام بخاریؒ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف ایک راوی موجود ہو۔

غیر مقلدین سے سند کے بارے چند سوالات:

۱۔ ہاں ذرا یہ بتایئے کہ سند کا ہونا فرض ہے یا واجب؟ جواب دیتے وقت مسلم کی روایت کا خیال رکھنا کہ کانوا لَا يَسْأَلُون من الاسناد (وہ سند کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے) سند کا مطالبہ زیادہ سے زیادہ بدعتِ حسنہ ہے۔

۲۔ قرآنِ پاک سمجھنے کے لیے آپ کو لُغت کی ضرورت ہے، کیا آپ لُغت کے کسی ایک لفظ کی سند متصل بھی واضع لفظ تک پہنچا سکتے ہیں؟

۳۔ قرآن پاک کی دس پہلی آیات کی سند ہی پیش فرمادیں۔

۴۔ صرف، نحو، منطق، بلاغت، بیان، جن علوم کی ضرورت کتاب وسنّت کو سمجھنے میں پڑتی ہے ان کے قواعد کی سند بطریق محدثین آپ واضعینِ اُصول تک پہنچا سکتے ہیں۔

۵۔ آج کل راویوں کے حالات کا دارومدار تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب، خلاصۃ تہذیب، تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال وغیرہ اسماء الرجال کی کتابوں پر ہے اور یہ سب کتابیں بے سند ہیں۔ آٹھویں صدی کا آدمی پہلی صدی کے آدمی کو ثقہ اور ضعیف کہہ رہا

ہے اور درمیان میں سات سو سال کی کوئی سند نہیں۔ کیا ان کتابوں کا بھی انکار کر دو گے؟

سوال ۲: امام ابو حنیفہؒ سے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو بعض دفعہ امام شافعیؒ یا امام مالکؒ کے قول پر فتوی کیوں دیتے ہیں؟

جواب: بعض مسائل زمانہ کے لحاظ سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آج جس طرح بن سنور کر عورتیں مساجد میں آتی ہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو مساجد میں آنے سے روک دیتے۔ (بخاری) اب دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً خود عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہیں روکا۔ لیکن صحابہؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج شناس ہیں انہوں نے حالات کے فساد کی بناء پر روک دیا اور وجہ یہ بتائی کہ یہ حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو وہ بھی روک دیتے۔ اسی طرح بعض مسائل میں مشائخ نے اتفاق فرمایا کہ اگرچہ امام صاحبؒ کا صریح قول تو وہ ہے کہ تعلیم قرآن پر تنخواہ لینا جائز نہیں۔ اُس وقت اسلامی حکومت علماء کے وظائف مقرر کر دیتی تھی لیکن اب حکومت نے وظائف ختم کر دیئے ہیں۔ اگر اب تنخواہ کے جواز کا فتوی نہ دیا تو دین ضائع ہو جائے گا۔ اگر ان حالات کو خود امام صاحبؒ مشاہدہ فرماتے تو وہ بھی جواز کا فتوی دیتے۔ کیونکہ ایسی ضرورت کے وقت خود ان کے قواعد بھی جواز بتاتے ہیں تو ان قواعد کو سامنے رکھ کر امام شافعیؒ یا امام مالکؒ کے قول کے مطابق فتوی دیا۔ ایسا حالات کی تبدیلی سے اضطراراً ہوا جس کی گنجائش خود قواعدِ امام میں ہی تھی۔ اس قسم کے سطحی اختلاف کو آڑ بنا کر منکرین حدیث بھی شور مچایا کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات لغات پر قرآن کی تلاوت کی اجازت خدا تعالی سے حاصل کر لی تھی تو عہد عثمانیؓ میں صحابہؓ نے لغتِ قریش کے علاوہ باقی لغات پر قرآن پڑھنے سے کیوں روکا؟ اسی طرح جب رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مؤذن وہ رکھنا جو اُجرت نہ لے لیکن آج کل غیر مقلدین کی مساجد میں بھی تنخواہ دار مؤذن ہیں۔ کیا ایسے مجبوری کے حالات کے مسائل کو آڑ بنا کر عمل بالحدیث سے بھی انکار کرو گے؟ یا یہ وساوس صرف فقہ کے بارہ میں ہی ڈالے جاتے ہیں۔

ضرب شدید علیٰ اہل التقلید

پر تبصرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم . اما بعد:

ایک دوست نے "ضرب شدید علیٰ اہل التقلید، مؤلفہ محمد یحیٰ گوندلوی، ناظم جامعہ رحمانیہ اہلحدیث قلعہ دیدار سنگھ" دی تا کہ اس پر کچھ تبصرہ ہو جائے۔

کتاب کا نام خالص غیر مقلدانہ ہے، اہل تقلید جن پر اتنا تشدد مولانا فرما رہے ہیں وہ کون لوگ ہیں؟

(۱)..........محدثین کے حالات میں محدثین نے جو کتابیں تحریر فرمائی ہیں وہ چار ہی قسم کی ہیں: طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ۔ طبقات غیر مقلدین کسی مسلمہ محدث نے کوئی کتاب محدثین کے حالات میں نہیں لکھی۔

(۲)..........طبقات فقہاء، طبقات مفسرین، طبقات صوفیاء کرام، طبقات مؤرخین اسلام اور تمام اہل السنۃ والجماعۃ عوام امام احمد بن حنبلؒ کی وفات کے بعد ائمہ اربعہ میں سے ہی کسی کی تقلید کرتے رہے، ان سب پر مولانا تشدد فرما رہے ہیں۔

علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں "امام احمد بن حنبلؒ کے بعد تمام شہروں میں تقلید کا دائرہ انہی چار مذاہب میں محصور رہا ہے اور دوسرے مذاہب کے مقلد مٹ گئے" پھر لکھتے ہیں سارے ممالک اسلامیہ میں اب انہی مذاہب اربعہ کا چلن ہے (مقدمہ اردو ص ۴۶۹) چنانچہ تمام اسلامی ممالک کی طرح پاک وہند میں بھی سب مقلدین ہی آباد

تھے چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں: خلاصہ حال ہندوستان (پاک و ہند) کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے، چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۱) ہاں جب پاک و ہند سے اسلامی حکومت ختم ہوئی تو سرکار برطانیہ کے زیر سایہ لامذہب غیر مقلدین کا فرقہ پیدا ہوا اور اپنی مادر مہربان (اشاعت السنہ ج ۱۰/ص ۲۴ پر ملکہ وکٹوریہ کو مادر مہربان لکھا ہے) ملکہ وکٹوریہ کے دودھ پر پل کر جوان ہوا اور اپنی مادر مہربان ملکہ وکٹوریہ کی جوبلی پر غیر مقلدین نے جو سپاسنامہ پیش کیا اس میں اعتراف کیا کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص اس سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ (اشاعۃ السنہ ج ۹/ص ۲۰۶) اس میں صاف اقرار ہے کہ اس فرقہ کا وجود کسی اسلامی حکومت میں نہ رہا نہ رہ سکتا ہے۔

(۳)..........اس کتاب کے شروع میں صفحہ ۵ تا ۱۱ پر مولانا بشیر الرحمٰن نو، پوری گوجرانوالہ کی تقریب ہے، آپ نے ان سات صفحات میں اپنے معدے کی ساری غلاظت اگل دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: حق یہ ہے کہ تقلید جہاں (۱) جہالت ہے، (۲) بے عقلی ہے، (۳) بے بصیرتی ہے، (۴) کور بینی، (۵) کوتاہ اندیشی ہے وہاں دین وایمان کیلئے بھی (۶) ضرر رساں ہے۔ تقلید کی موجودگی میں (۷) انسان کامل بھی نہیں بن سکتا، یقیناً تقلید دنیا و آخرت میں (۸) موجب حرمان نصیبی اور (۹) سیاہ بختی ہے۔

صفحہ ۶ پر مجتہدین کے علاوہ پوری امت کے بارے میں یہ نو احکام جو سنائے ہیں ان میں سے ایک بھی قرآن و حدیث میں مذکور نہیں۔ مولانا خود ہی بتادیں کہ یہ عبارت کس آیت یا حدیث کا ترجمہ ہے، ہاں یہ ان کا اپنا شیطانی قیاس ہے، اس لئے وہ بھی کہہ دیں گے کہ اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ۔ عام حالات میں گالیاں دینا تو حدیث میں منافق کی علامت بتائی ہے مگر قرآن و حدیث کا نام لے کر گالیاں دیتے جانا یہ غیر

مقلدین کا نشان ہے۔

لگے ہو منہ چڑانے دیتے دیتے گالیاں صاحب
زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا

(۴)........غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ خدا اور رسول کے سوا کسی کی بات حجت نہیں مگر مقلد کو بے علم اور جانور بنانے کیلئے مولانا نے ابن القیم اور عبداللہ بن معمر کا قول نقل کیا ہے، آپ حیران ہوں گے کہ کیا مولانا ابن القیم اور عبداللہ بن معمر کو خدا سمجھتے ہیں یا رسول۔ تو حیران ہونے کی بات نہیں، ابن القیم کو تو یہ خدا ہی سمجھتے ہیں کیونکہ انہیں غائبانہ حاجات میں پکارتے ہیں:

قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے
ابن قیم مددے قاضی شوکانی مددے

(ہدیۃ المہدی ج ۱/ص ۲۳) یہ نواب صدیق حسن کی پکار ہے۔

(۵)........مولانا مقلد کو تو بے علم کہہ کر پھولے نہیں سماتے مگر خود اتنے جاہل ہیں کہ ابن القیم کی بات کو نہ پورا نقل کیا نہ سمجھا، وہ تو کہتے ہیں "حق کی پہچان دلیل (تفصیلی) سے حاصل ہو تو یہ علم (اجتہاد) ہے اور (حق کی پہچان) بغیر دلیل (تفصیلی) کے ہو تو اس کا نام تقلید ہے۔" (ج ۱/ص ۷) یعنی اجتہاد بھی علم ہے اور تقلید بھی، ایک شخص حساب کا عالم ہے اس نے پہاڑے (قاعدہ و دلیل) سے معلوم کر لیا ۷x۷=۴۹، دوسرا پہاڑے نہیں جانتا، اس نے حساب دان کے بتانے پر ۷x۷ کا جواب ۴۹ یاد کر لیا۔ جواب دونوں صورتوں میں ۴۹ درست اور حق ہے، فرق اجتہاد اور تقلید کا ہے، تو کیا اگر کوئی ان پڑھ حساب دان سے پوچھ کر بتا دے کہ ۷x۷=۴۹ تو مولانا اس جواب کو صحیح کہیں گے یا جاہل جانور، اندھا، بے علم، محروم و بد قسمت کی گالیاں سنائیں گے۔

(۶)........مولانا بشیر الرحمٰن کے ساتھ علامہ کی دم بھی لگی ہوئی ہے۔ (ص ۵) اسی صفحہ پر آپ نے جامع بیان العلم ج ۲/ص ۱۱۴ کا حوالہ دیا ہے وہاں عبید اللہ بن المعتز لکھا تھا۔ علامہ

صاحب نے عبید اللہ کو عبد اللہ پڑھا اور المعتز کو معتمر پڑھا ہے، پڑھے نہ لکھے، نام محمد فاضل۔
(۷)......... جامع بیان العلم کی عبارت بھی بے علم علامہ نے نہ سمجھی، نہ پوری نقل کی، اس صفحہ پر تو علامہ بشیر الرحمٰن جیسے جاہل اور ضال، مضل مفتیوں نے تقلید کو باطل کہا ہے اور اسی کو جانوروں کا فعل قرار دیا ہے اور ساتھ ہی آگے ہے کہ عوام پر اپنے علماء کی تقلید لازم ہے اور علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس تقلید کا حکم قرآن میں موجود ہے۔ فَاسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (جامع بیان العلم ج ۲/ص ۱۱۵) اس بے علم علامہ نے قرآنی حکم کا صاف انکار کر دیا اور گمراہوں کی تقلید کے بارے میں جو تردید تھی اس کو مجتہدین کی تقلید پر چسپاں کر کے یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ کے موافق سنت یہود کو زندہ کر دیا:

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

(۸)......... صفحہ ۶، ۷ پر علامہ صاحب نے "تنویر العینین" کی ایک عبارت نقل کی ہے خدا جانے علامہ صاحب نے "تنویر العینین" کو قرآن سمجھ کر پیش کیا یا صحاح ستہ کی کتاب سمجھ کر۔ بے علم علامہ یہ بھی نہیں جانتا کہ سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ تنویر العینین شاہ اسماعیل شہیدؒ کا رسالہ ہے (تنبیہ الضالین ص ۸۷) لیکن علامہ نے تو تمام مقلدین کو شیعہ ثابت کرنا ہے۔
(۹)......... علامہ صاحب سنئے! غیر مقلدیت رافضیت کی کوکھ سے ہی پیدا ہوئی ہے۔ آپ کے نواب صدیق حسن خاں قاضی شوکانی کو حاجت روا سمجھ کر غائبانہ پکارا کرتے تھے۔ غیر مقلدوں کی فقہ کی کتاب "الروضۃ الندیہ" کے تمام مسائل قاضی شوکانی زیدی کی کتاب درربہیہ سے لئے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان نے اپنی تفسیر قرآن "فتح البیان"، لکھی وہ ساری شوکانی کی تفسیر "فتح القدیر" کا خلاصہ ہے، نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتابوں میں قاضی شوکانی اور امیر یمانی کی کتابوں کے ہی حوالے دیئے ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور، نام قرآن، حدیث کا اور اشاعت شیعیت کی۔

(۱۰)..........نواب وحید الزمان نے صاف لکھا ہے : اہلحدیث شیعہ ہیں۔ (ہدیۃ المہدی ج ۱/ص ۱۰۰)

(۱۱)..........شاہ اسحاق صاحبؒ کے شاگرد خاص اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے یار غار قاری عبدالرحمٰن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل کتاب لکھ کر ثابت کیا ہے کہ غیر مقلدیت شیعیت کا چربہ ہے، اس کتاب کا نام کشف الحجاب ہے۔

(۱۲)..........قاری صاحب فرماتے ہیں: میاں نذر حسین، شاہ اسحاقؒ کے سامنے حنفی بنے رہے (ص ۳۱) شاہ اسحاقؒ جب مکہ مکرمہ ہجرت فرما گئے تو حکومت برطانیہ نے میاں نذیر حسین کو گرفتار کیا۔ میاں صاحب نے حکام سے عہد و اقرار کیا کہ اپنی رہائی کے واسطے میں مسلمانوں میں ایسا فساد اور اختلاف ڈال دوں گا کہ سرکار انگریز بہت خوش ہوگی (کشف الحجاب صفحہ ۴۵) مولوی نذیر حسین صاحب نے سید محمد مجتہد شیعہ سے بذریعہ خطوط مطاعن ابوحنیفہ کے طلب کئے اور ہمت آپ کی بالکل طرف مطاعن ائمہ، فقہاء و تجہیلاتِ صحابہ کے مصروف ہے۔ (کشف الحجاب صفحہ ۳۳) مولوی نذیر حسین کے شیعہ ہونے میں شبہ نہیں ہے (کشف الحجاب صفحہ ۳۳)

(۱۳)..........مولوی عبدالحق بنارسی (بانی غیر مقلدیت) کا فتویٰ جواز متعہ کا میرے پاس موجود ہے۔ مولوی عبدالحق نے برملا کہا: عائشہ علی سے لڑی اگر توبہ نہ کی ہوگی تو مرتد مری اور یہ بھی دوسری مجلس میں کہا کہ صحابہ کا علم ہم سے کم تھا، ان کو ہر ایک کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں ہم کو ان سب کی حدیثیں یاد ہیں (کشف الحجاب صفحہ ۴۲)

(۱۴)..........غیر مقلد مولوی ابوالحسن محی الدین سابق نام ہری چند ولد دیوان چند قوم کھتری نے کتاب ظفر المبین میں صحابہ کی ناواقفی احادیث نبوی ﷺ سے اور مخالفت ابوحنیفہ کے نصوص سے زور و شور سے لکھی (کشف الحجاب صفحہ ۳۳)

(۱۵)..........صفحہ ۸ پر بے علم علامہ نے احناف پر تین الزام لگائے ہیں کہ قرآن میں تاویلیں کرتے ہیں۔ علامہ صاحب کوئی مثال دیتے تو پتہ چلتا۔ سنئے! غیر مقلدین

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ میں نحر کا معنی حسب موقع کبھی قربانی لیتے ہیں، کبھی رفع یدین، کبھی سینے پر ہاتھ باندھنا۔

(۱۶)............انکارِ اجماع، انکارِ قیاس شرعی، انکارِ تقلید مجتہد، انکار بیس تراویح، جوازِ متعہ، جمع بین الصلوٰتین، بلاعذر سلف سے بدگمانی اور ان پر بدزبانی، اذان عثمانی کو بدعت کہنا، ارسال رفع یدین، پاؤں کا مسح، طلاق ثلاثہ کے بعد بیوی کو رکھ لینا، جواز دبرزنی، مذاہب اربعہ کو دین کے ٹکڑے کہنا، رفع یدین میں غلوسب مسائل آپ نے شیعہ سے لئے ہیں۔

تو از تقلید شوکانی چرا دامن نیفشانی

کہ غیر از خار و خواری ہیچ ا. شوکانی نمی آید

(۱۷)............بے علم علامہ نے عمل کو ایمان کی روح بنادیا ہے۔ بلاعمل ایمان بے روح ہے، حالانکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ایمان عمل کی روح ہے کہ بدون ایمان عمل مقبول نہیں۔ تقلید چھوڑنے کا عذاب ہے کہ ایمان کی حقیقت سے بھی جاہل ہو گئے ہیں۔

(۱۸)............صفحہ ۹ پر قاضی ابو یوسفؒ کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے مگر نہ تو اس واقعہ کا ثبوت احناف کی کسی مستند کتاب سے پیش کیا ہے، اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی صحیح، صریح، غیر معارض حدیث پیش کی ہے۔

(۱۹)............صفحہ ۴ پر لکھا ہے کہ کتب فقہ میں چار قسم کی شراب کے علاوہ ہر قسم کی شراب کی اجازت ہے، یہی جھوٹ اس بے علم علامہ نے کوہاٹ کے مناظرہ میں بولا تھا، جب اسے کہا گیا کہ عربی میں شراب کو خمر کہتے ہیں، آپ خمر کے لفظ سے کسی فقہ کی کتاب سے ایک ہی مفتیٰ بہ قول پیش کر دیں مگر ان پر سکوتِ مرگ طاری ہو گیا تھا۔ ہم آپ کی کتابوں سے خمر کا لفظ دکھاتے ہیں۔ خمر پاک ہے (کنز الحقائق، عرف الجادی، بدور الاہلہ، نزل الابرار) خمر میں آٹا گوندھ کر روٹی پکا کر کھانا جائز ہے۔ (نزل الابرار) قاری عبدالرحمٰن صاحب لکھتے ہیں: ترویج خمر کی خوب ہے، شراب کا نکالنا بیچنا

برملا ہے، لاکھوں روپے اس کے محصول کے مدار المہام والا جاہ (صدیق حسن خاں) کے خزانہ میں داخل ہوتے ہیں۔ (کشف الحجاب صفحہ ۴۳)

(۲۰)........علامہ موصوف لکھتے ہیں متعہ شیعہ کے ہاں حلال ہے مگر یہ نہ بتایا کہ غیر مقلدین کے ہاں متعہ کرنے والے پر نہ حد نہ تعزیر بلکہ زبانی انکار بھی جائز نہیں بلکہ یہ اہل مکہ کا عمل ہے (ہدیۃ المہدی ج۱/ص۱۱۲، ۱۱۸) **تشابهت قلوبهم**.

(۲۱)........جاہل علامہ نے فقہ حنفی پر یہ بہتان بھی باندھا ہے کہ فقہ حنفی میں اجارۂ بضع اور اس کی کمائی حلال وطیب ہے (ص۹) **لعنة الله على الكاذبين** علامہ جی! یہ جھوٹ بولنا منافق کی علامت ہے اہلحدیث کی نہیں۔

(۲۲)........صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں "شاہوں کی ناز برداری کیلئے شراب حلال کرنے والو! محرمات سے بوقت ضرورت استمتاع کرنے والو!" اس جھوٹ کی مثال یہ بے علم علامہ پنڈت شردھانند اور سوامی دیانند کی کتابوں میں بھی نہیں لا سکے گا۔

(۲۳)........صفحہ ۹ پر لکھا ہے: "احناف کی شاہ نوازی اور ان کے ہی زیر سایہ نشو و ارتقاء کی داستان علامہ ابن خلدون اپنی مشہور تاریخ میں رقم فرماتے ہیں۔" ابن خلدون نہ قرآن ہے، نہ حدیث کہ آپ کی دلیل بنے، نہ احناف کی مستند کتاب، تاہم اس کا پورا حوالہ پڑھئے اور بے علم علامہ کی خیانت کی داد دیجئے! "امام ابوحنیفہؒ کے مقلدین آج عراق، ہند، چین ماوراء النہر اور بلادِ عجم میں بکثرت پھیلے ہوئے ہیں ان کی کثرت کی وجہ دراصل یہ ہوئی کہ اول تو اس مذہب حنفی نے دارالاسلام عراق میں جنم لیا جس کو قدرتاً مقبولیت عامہ نصیب ہونی چاہئے۔ پھر ان کے شاگردوں نے خلفائے عباسیہ کی صحبت میں رہ کر تالیفات کے پودے لگادیئے اور شافعیوں کے ساتھ انکے زبردست مناظرے رہے اور اختلافی مسائل میں اچھی اچھی بحثیں انکے قلم سے نکلیں یوں وہ علم میں منجھ گئے اور عمیق النظر بن گئے اور جو کچھ انکی فضیلت اور برتری تھی وہ منظر عام پر آ گئی" (مقدمہ ابن خلدون الشافعی ص ۴۶۹) یہ ہے ایک شافعی مؤرخ کی بے لاگ شہادت جس کو بے علم علامہ نے مسخ کر کے پیش کیا۔

(۲۴)......... ہندوستان کے تمام مسلمان بادشاہ (سوائے اکبر کے) سب حنفی تھے جیسا کہ ترجمان وہابیہ کا حوالہ گزر چکا، آج تک پوری دنیائے اسلام میں ایک بھی لامذہب غیر مقلد بادشاہ نہیں بنا۔

(۲۵)......... جہاد کے بارے میں بے علم علامہ نے سارا کریڈٹ غیر مقلدوں کو دیا ہے مگر اس زمانہ کے غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے "کسی نے نہ سنا ہوگا کہ آج تک کوئی موحد متبع سنت، حدیث وقرآن پر چلنے والا بے وفائی اور اقرار توڑنے کا مرتکب ہوا ہو یا فتنہ انگیزی اور بغاوت پر آمادہ ہوا ہو جتنے لوگوں نے غدر میں شر وفساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدانِ مذہب حنفی تھے نہ متبعانِ حدیث نبوی۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۲۵) اس گھر کی شہادت کو جو **شهد شاهدين من اهلها** کی مصداق ہے، بار بار پڑھیں اور اپنے علم کا ماتم کریں۔

(۲۶)......... احناف نماز میں سورۃ فاتحہ کو واجب کہتے ہیں مگر بے علم علامہ کہتا ہے: ان کی تمام عمر کی نمازوں میں فاتحہ نام کو نہیں۔

(۲۷)......... ہم بقسم کہتے ہیں کہ نماز کے بغیر ایمان نہایت کمزور ہے۔

(۲۹)......... آپ التحیات، رکوع اور سجدہ کی تسبیحات کا فرض ہونا صحیح، صریح، غیر معارض حدیث سے دکھادیں تو ہم ان کا فرض ہونا مان لیں گے، صرف آپ کی رائے سے فرضیت ثابت نہیں ہوسکتی۔ ذرا وضاحت فرمادیں کہ آپ نے ان کی فرضیت کا اعلان خدا بن کر کیا ہے یا رسول بن کر کیونکہ خدا یا رسول کے سوا کسی کا قول آپ کے نزدیک دلیل شرعی نہیں۔

یہ ہے ابن الحسینی سلفی کی اس تقریب کی غلاظت کا مختصر حال



غیر مقلدین کی دعوتِ قرآن وحدیث اور بہشتی زیور پر اعتراضات کا جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

جمعہ کا دن تھا اور صبح آٹھ بجے کا وقت کہ سات آدمی آئے، جن میں چار سنی حنفی تھے اور تین لشکری، یعنی لشکر طیبہ والے۔ سنیوں نے کہا کہ یہ لوگ ہم سے جہاد کے نام پر چندہ لے جاتے ہیں کہ ہم کشمیر میں ہندو کافروں سے جہاد کرتے ہیں۔ وہاں تو ہم ان کے ساتھ نہیں گئے کہ کیا کرتے ہیں۔ مگر یہاں ہم نے جو دیکھا وہ یہ ہے کہ جو چندہ ہم سے کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے لیتے ہیں، اُس چندہ کو کافروں کی بجائے ہمارے خلاف ہی استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ اس چندہ سے یہ پمفلٹ ہمارے بچوں میں تقسیم کیا ہے: ''حنفیوں کے لئے دعوتِ فکر وعمل، بہشتی زیور کامل کے مسائل۔'' اور بہشتی زیور سے بدظن کرنے کے بعد اہل حدیث کی دعوت کا عنوان دیا ہے۔ اہل سنت کو قرآن وحدیث کی دعوت دینے کا یہی مقصد ہے تا کہ یہ لوگ اہل سنت والجماعت حنفیوں کو قرآن وحدیث کا منکر سمجھتے ہیں۔ ایک لشکری بولا اس میں کیا شک ہے۔ دیکھو اسی پمفلٹ میں ہم نے یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ دوسرا لشکری بولا ہندوؤں سے بھی ہم جہاد کرتے ہیں۔ لیکن اس سے اہم ترین جہاد یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے منکر نام نہاد مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی دعوت دے کر سچا مسلمان بنایا جائے۔ تیسرا لشکری بولا: ہم کب چھپاتے ہیں۔ ہمارے پروفیسر

عبداللہ کے رسائل رسائلِ بہاولپوری کے نام سے چھپے ہوئے ہیں۔ان میں صاف صاف لکھا ہے کہ ان حنفیوں سے تو عیسائی اور مرزائی اچھے ہیں جنہوں نے اپنی نسبت تو نبی کے ساتھ رکھی۔انہوں نے تو اپنی نسبت نبی سے کاٹ کر امتی کے ساتھ جوڑ لی۔اور پھر صاف لکھا ہے کہ حنفی کہلانا ایسا ہے جیسے اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کو باپ بنالینا اور حدیث پاک سے ثابت کیا ہے کہ ایسا شخص پکا دوزخی ہے (رسائل بہاولپوری ص ۳،۴) ایک سُنّی بولا کہ ہم آپ کی حق گوئی کی داد تو جب دیں گے کہ آپ اپنے مرکزی پیڈ پر ہمیں یہ لکھ دیں کہ سعودی عرب میں حنبلیوں کی حکومت ہے،اوران حنبلیوں سے تو عیسائی اور مرزائی اچھے ہیں جنہوں نے اپنی نسبت اپنے نبی سے جوڑ رکھی ہے اوران حنبلیوں نے اپنی نسبت نبی سے توڑ کر امام سے جوڑ رکھی ہے۔دوسرا سُنّی بولا: یہ بھی لکھو کہ وہ اپنے باپ کے نہیں ہیں اور پکے جہنمی ہیں۔ تیسرا سُنی بولا یہ بھی لکھ کر دو کہ جتنے محدثین کا ذکر طبقاتِ حنفیہ،طبقات مالکیہ،طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ میں ہے ان سے عیسائی اور مرزائی اچھے ہیں اور ان میں سے ایک بھی اپنے باپ کا نہیں۔سب کے سب دوزخی ہیں۔چوتھا سُنی بولا کہ جب تم ہمیں عیسائیوں اور مرزائیوں سے بدتر سمجھتے ہو تو ہم سے جہاد کے نام پر چندہ کیوں لیتے ہو۔لشکری بولا آپ اس کو جہاد کا چندہ کہتے ہیں،ہم اسے جزیہ کہتے ہیں۔اس نے کہا کہ یہ بھی پیڈ پر لکھ کر دو کہ ہم سعودیہ کے حنابلہ،شوافع،مالکیہ،احناف وغیرہ سے جو پیسے لیتے ہیں وہ جزیہ ہے۔اور ہم صرف مقلدین سے جزیہ لیتے ہیں۔عیسائیوں،مرزائیوں اور یہودیوں وغیرہ سے جزیہ وصول کرنا ہماری شریعت میں جائز نہیں۔اب تو لشکریوں نے اپنے پیڈ پر یہ لکھ کر دینے سے انکار کیا اور بحث وتکرار سے ٹال مٹول کرنے لگے۔اور کہنے لگے کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ بہشتی زیور جو تمہاری بڑی معتبر کتاب ہے اور تمہارے ہر گھر میں موجود ہے وہ سراپا قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور اُس میں ایسے گندے مسائل ہیں کہ عیسائیوں اور مرزائیوں کی کتابوں میں بھی ایسے مسائل نہیں۔اس شور وغل کو سن کر چار پانچ لشکری بھی اور آ گئے۔اور کچھ اہل سنت بھی اور آ گئے۔یہ لشکری پہلے لشکریوں کی باتوں پر مٹی ڈالنے آئے تھے،تا کہ

ہمیں یہ باتیں پیڈ پر لکھ کر نہ دینی پڑیں۔ اور ہمارا چندے کا دھندا چلتا رہے۔ سنیوں سے چندہ یعنی جزیہ لے کر ان ہی کے خلاف استعمال کرتے رہیں .... اتنے میں تین لشکری مولوی بھی آ دھمکے۔ تکرار چھوڑو، تکرار چھوڑو، اس پمفلٹ پر بات کرو۔ ہم اہل حدیث ہیں، یہی ہمارا نام ہے، ہم صرف اور صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں...... ایک سنی بولا کہ میں اپنے سُنّی بھائیوں سے یہ کہتا ہوں کہ لشکریوں کا فیصلہ آپ نے سُن لیا کہ سب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی عیسائیوں سے اور مرزائیوں سے بدتر ہیں۔ ہمیں یہ بھی فیصلہ کا حق ہے کہ جو سُنّی ان کو چندہ دے وہ واقعی بڑا بے غیرت اور بے دین ہے۔ اس پر سب سنیوں نے اتفاق کیا اور بات آگے چلی

لشکری مولوی : ہم صرف اور صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں۔ ہمارا نام اہل حدیث ہے۔ اہل حدیث کہتے ہیں حدیث کے ماننے والے کو۔

سُنّی مولوی : آپ کا جو دعویٰ ہے کہ ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں، آپ اپنا یہ نام ہی قرآن وحدیث میں دکھا دیں کہ خدا تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو کہ فقہ کے منکر کو اہل حدیث کہنا، تمہارے بھائی اہل قرآن تو صحاح ستہ کی کتاب میں سے حدیث رسول دکھاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اہل قرآن وتر پڑھو۔'' اور یہ بھی فرمایا کہ ''اہل قرآن ہی خاص اہل اللہ ہیں۔'' یہ دونوں احادیث ابن ماجہ سے دکھا دی گئیں کہ جس طرح آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو اہل قرآن سے خطاب فرمایا۔ کسی ایک صحابی کو آپؐ نے اہل حدیث فرمایا ہو۔ قرآن پاک اور صحاح ستہ سامنے تھی لیکن کوئی لشکری مولوی اپنا نام اہل حدیث نہ قرآن سے دکھا سکا نہ صحاح ستہ کی حدیث سے۔ سب پکار اٹھے یہ قرآن وحدیث کا نام لے کر جھوٹ بولتے ہیں۔

لشکری : اگر میں قرآن وحدیث سے اپنا نام نہیں دکھا سکا تو آپ ہی قرآن وحدیث سے دکھا دیں کہ اہل حدیث نام میں کیا برائی ہے؟

سنی : آپ ہی قرآن وحدیث میں دکھا دیں کہ اہل قرآن نام میں کیا برائی ہے کہ آپ

اہل قرآن نہیں کہلاتے۔ یا لکھیں کہ آج سے ہم اہل قرآن کہلائیں گے۔ اپنی مسجد کا نام بھی مرکزی مسجد اہل قرآن رکھیں گے۔ اپنے مدارس کا نام بھی جامعہ اہل قرآن رکھیں گے۔ اور یہ بھی بتائیں کہ قرآن وحدیث نے احمدی نام رکھنے میں کیا برائی بیان کی ہے۔ آپ اپنے آپ کو نہ احمدی کہلاتے ہیں، نہ اپنی مسجد کا نام مسجد احمدیہ رکھتے ہیں، نہ مدرسہ کا نام جامعہ احمدیہ رکھتے ہیں۔ اور مسعودی فرقہ نے تو اپنا نام جماعۃ المسلمین (میڈ ان کراچی ماڈل ۱۳۹۵ھ) رکھا ہے۔ وہ تمہیں مسلم نہیں سمجھتے۔ اس نام میں قرآن وحدیث نے کونسی خرابی بیان کی ہے۔ اور کیپٹن عثمانی نے اپنے فرقہ کا نام حزب اللہ رکھا ہے۔ وہ آپ کو جو حزب اللہ میں شامل نہ ہوں حزب الشیطان کہتے ہیں۔ قرآن وحدیث سے حزب اللہ نام کی برائی ثابت کریں۔ یا عثمانی کے فرقہ حزب اللہ میں شامل ہوجائیں۔ ہم تو ان فرقوں کو دھوکے باز سمجھتے ہیں۔ جس طرح بُت پرست ایک بُت بنا کر اس کا نام ابراہیم علیہ السلام رکھ دے، تو اس بُت کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا تعلق! کوئی یہودی ایک کتاب لکھ کر اس کا نام تورات رکھ دے تو اس کا اصل تورات سے کیا تعلق۔ اسی طرح ان دھوکے بازوں نے نئے فرقے بنا کر نام قرآن سے دیکھ کر رکھ لئے۔ قرآنی الفاظ کے ساتھ ان کا ایسے ہی کوئی تعلق نہیں جیسے بُت کا ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں، جیسے ''قادیانی ربوہ'' کا قرآن کے ربوہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

لشکری: اہل قرآن کے نام میں تو کوئی برائی نہیں، البتہ وہ قرآن کے نام سے دھوکا دے کر حدیث کے ماننے کا انکار کرتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے آجکل اگر ہم اہل قرآن کہلانے لگیں تو لوگ ہمیں بھی منکرِ حدیث سمجھنا شروع کردیں گے۔

سُنّی: اسی طرح اہل حدیث، حدیث کے نام سے دھوکا دے کر فقہ کا انکار کرتے ہیں۔ اور فقہ پر عمل سے روکتے ہیں۔ جیسا کہ اب بھی تم اسی لئے آئے ہو، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فقہ کو خیر فرمایا ہے (متفق علیہ) اور فقہاء کو خیار فرمایا ہے (متفق علیہ) اور خیر سے روکنے والے کو قرآن نے عُتُلٍّ بَعْدَ ذَالِكَ زَنِيمٌ فرمایا ہے، یعنی اُجڈ اور اس کے بعد بدنسل۔ جب

قرآن سے یہ دکھایا گیا تو سب نے کہا یہی حق ہے، یہی حق ہے، یہی حق ہے......اب لشکری سے کہا گیا کہ تم بھی قرآن پاک سے دکھاؤ کہ خیر سے روکنے والے کو اہل حدیث کہا گیا ہو۔لیکن وہ نہ دکھا سکا۔ پھر حدیث سے دکھایا گیا کہ فقہ کے مخالف کو رسول اقدس ﷺ نے شیطان فرمایا ہے (ترمذی) حدیث دکھادی گئی: **فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد** اور اس سے مطالبہ کیا گیا کہ آپ بھی صحاح ستہ کی کسی کتاب سے حدیث دکھائیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فقہ کے مخالف کو اہل حدیث فرمایا ہو،لیکن وہ نہ دکھا سکا۔ پھر اسے حدیث دکھائی گئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا منافق میں دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں: حسن خلق اور فقہ فی الدین (ترمذی) اس میں آپ ؐ نے فقہ کے مخالف کو بداخلاق اور منافق فرمایا۔ اور اس لشکری سے مطالبہ کیا کہ تم بھی حدیث دکھاؤ کہ آپ ؐ نے مخالفِ فقہ کو اہل حدیث فرمایا ہو۔مگر وہ بالکل نہ دکھا سکا۔سب قرآن وحدیث کے ماننے والے بآواز بلند پکار رہے تھے: مخالفین فقہ کے پانچ نشان- اُجڈ، بدنسل، بداخلاق، منافق وشیطان اور کچھ تائید میں کہہ رہے تھے حق بحق دار رسید۔

لشکری کہنے لگا کہ احمدی نام میں تو کوئی خرابی نہیں۔لیکن آج کل کے احمدی اصل میں مرزا قادیانی کو احمد کہتے ہیں اور نسبت اس کی طرف کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے احمدی کہتے ہیں۔ تاکہ یہ سمجھیں کہ شاید ہمارے نبی پاک ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔

سُنّی: اسی طرح آج کل کے خود ساختہ اہل حدیث جوناگڑھ کے ایک غیر مقلد مولوی جس کا نام محمد تھا، اس کی طرف نسبت کر کے اپنے آپ کو محمدی کہتے ہیں۔ یہ وضو کرتے ہیں تو اُس کی کتاب وضو محمدی کے موافق، نماز پڑھتے ہیں تو اُس کی کتاب نماز محمدی کے مطابق، نکاح کرتے ہیں تو اس کی کتاب نکاحِ محمدی کے مطابق، ان کے عقائد اُس کی کتاب عقائد محمدی کے موافق۔ان لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر محمد جوناگڑھی کو حاکم بنا کر مسلط

کر رکھا ہے۔ جس حدیث پر وہ کہے یہ عمل کرتے ہیں۔ جس پر وہ عمل نہ کرے یہ بھی نہیں کرتے۔ اور بے چارے سادہ لوح سنی مسلمان دھوکے میں آ جاتے ہیں کہ شاید یہ ہمارے نبی پاک ﷺ کی طرف نسبت کر کے محمدی کہلاتے ہیں...... سُنّی یہ سن کر حیران تھے کہ یہ محمدی اور احمدی کس طرح سادہ لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

لشکری : ہمارا نام لشکر طیبہ ہے، اور ہمارا تعلق مدینہ طیبہ سے ہے۔

سُنّی : آپ نے نام تو لشکر طیبہ رکھا۔ جب کہ یہ نام نہ صحابہ نے رکھا جو مدینہ میں رہتے تھے۔ اور آپ کا مدینہ منورہ سے کیا تعلق؟ آپ کا تو عقیدہ ہے کہ ''رسول اقدس ﷺ کے روضہ پاک کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں، اور عورتوں پر تو زیارت کے ارادہ سے سفر کرنا موجب لعنت ہے (عرف الجادی ص ۵۷) اور جو لوگ اس کے خلاف ہیں وہ حلاوتِ ایمان سے محروم ہیں (عرف الجادی ص ۱۰۳) دیکھو اس کتاب کا نام بھی لشکر طیبہ کے نام کی طرح کتنا پیارا ہے۔ **عرف الجادی من جنان هدی الهادی**. رسول اقدس ﷺ کی جنتوں کے زعفران کی خوشبو، سب لوگ پکار اٹھے کہ معاذ اللہ جتنے لوگ روضہ پاک کی زیارت کے لئے جاتے ہیں وہ حلاوتِ ایمان سے محروم ہیں اور عورتیں لعنتی بن کر واپس آتی ہیں۔ بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ انبیاء و اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ تجارت کے لئے سفر کرنا ثابت ہے (عرف الجادی ص ۸۵) دیکھو بار بار روضہ پاک کی زیارت کے سفر سے روک رہا ہے۔ اگلی بات دل پر ہاتھ رکھ کر سنیئے کہ اگر کوئی لشکری وہاں پہنچ ہی جائے تو اس پر مدینہ منورہ جا کر کیا واجب ہے کہ ''رسول اقدس ﷺ کے روضہ اطہر کو گرا کر زمین کے برابر کرنا واجب ہے (عرف الجادی ص ۶۰) الروضۃ الندیہ ص ۱۷۸، ج ۱) لوگ کہنے لگے ہم تو اس نام سے دھوکا میں تھے کہ لشکر طیبہ والوں کو مدینہ طیبہ سے کتنا عشق ہے۔ لیکن یہاں تو وہی مثال پوری ہو رہی ہے کہ کارِ شیطان مے کند نامش ولی۔

لشکری : چلو ہمارا کوئی نام بھی نہ قرآن سے ثابت نہ حدیث سے۔ تم ہی اپنا نام حنفی قرآن و حدیث سے ثابت کر دو۔

سُنّی : ہمارا نام۔ ہم کافروں کے مقابلے میں اپنا نام مسلمین رکھتے ہیں۔ جو قرآن پاک میں ہے : ھو سما کم المسلمین. اور اہل بدعت کے مقابلہ میں ہمارا نام اہل سنت والجماعت ہے۔ چنانچہ ہمارے پاک پیغمبر ﷺ نے اہل بدعت فرقوں کے مقابلہ میں نجات پانے والی جماعت کے بارہ میں فرمایا: ما انا علیه و اصحابی. جو میری سنت اور میری جماعت کے طریقہ پر ہو۔

لشکری : اس میں سنت اور جماعت کا لفظ کہاں ہے۔ یا تو اس حدیث میں دکھاؤ یا تشریح دوسری حدیث میں دکھاؤ۔

سُنّی : رسول اقدس ﷺ نے فرمایا: علیکم بسنتی. میری سنت کو لازم پکڑو۔ اور یہ بھی فرمایا جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ میرا نہیں (بخاری) اسی لئے ہم نے آپ کی سنت کو لازم پکڑا، اپنا نام بھی اہل سنت رکھا اور عمل بھی سنت پر کیا۔ اب اس سے کہا کہ آپ بھی حدیث میں دکھائیں کہ حضور ﷺ نے کب فرمایا تھا علیکم بحدیثی. لیکن بار بار مطالبہ کے باوجود وہ بالکل نہ دکھا سکا۔ پھر اُسے کہا گیا کہ اگر تو نہیں دکھا سکا تو جو حدیث ہم نے دکھائی ہے اسی کو مان لے اور لکھ دے کہ میں اہل حدیث نام چھوڑتا ہوں۔ اب تک میں یہ جھوٹ بولتا رہا کہ یہ نام قرآن وحدیث میں ہے۔ اب میں اہل سنت بنتا ہوں۔ مگر وہ اس پر بھی تیار نہ ہوا۔ اور سب حیران تھے کہ جب یہ منکر حدیث ہے تو اپنے آپ کو اہل حدیث کہہ کر عوام کو دھوکا کیوں دیتا ہے ...... پھر سُنّی عالم نے کہا کہ ہمارے نام میں دوسرا لفظ ''والجماعت'' ہے۔ یہ بھی رسول اقدس ﷺ کا ارشاد فرمودہ ہے۔ اسی فرقوں والی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے نجات یافتہ گروہ کے بارہ میں فرمایا: ھی الجماعة اور دوسری حدیث پاک میں آپؐ نے تاکیداً فرمایا علیکم بالجماعة کہ تم جماعت کو لازمی پکڑو، اور پھر خوب دھمکایا کہ الجماعۃ سے کٹنے والا شیطان کا نوالہ بنے گا۔ اور جماعت سے کٹنے والے پکے دوزخی ہوں گے۔ یہ احادیث نکال کر اس کے سامنے رکھ دی گئیں اور بار بار پوچھا گیا کہ آپ نے الجماعۃ کو چھوڑا اور شیطان کا نوالہ بنے اور لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے

نام لشکر طیبہ رکھ لیا۔ آپ الجماعۃ سے کٹ کر جہنمی بنے اور نام اہل حدیث رکھ لیا۔ بہت کچھ لوگوں نے سمجھایا کہ اب ہی ان احادیث کو مان لو۔ اور واپس اہل سنت والجماعت میں آجاؤ۔ لیکن وہ صم بکم عمی فھم لایرجعون کا کامل نمونہ ثابت ہوا۔ اس کے بعد سنی عالم نے بتایا کہ سنت پر ایمان وعمل ہماری منزل ہے اور والجماعت، جی۔ ٹی۔ روڈ اس منزل تک ملانے والی ہے۔ اور حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، یہ لوکل روٹ ہیں جو چاروں طرف سے آکر جی۔ ٹی۔ روڈ سے مل جاتے ہیں اور پھر منزل تک پہنچا دیتے ہیں۔ جس طرح قرآن پاک کی دس متواتر قراء تیں ہیں، ان میں سے ہر قرأت اپنے قاری کو الجماعۃ سے ملاتی ہے اور وہ منزل سنت سے۔ اسی طرح سنت پر عمل کرنے کے یہ چاروں طریقے اور مذہب ہیں۔ ان میں سے ہر مذہب اپنے راہ رَو کو الجماعۃ تک پہنچاتا ہے اور وہ منزل سنت تک اور یہ نام جامعین کے ناموں پر ہیں۔ جو قرآن قاری عاصم نے مرتب فرمایا اس کا نام قرأت عاصم رکھا گیا۔ جو احادیث بخاری نے مرتب کیں ان کا نام احادیث بخاری رکھ لیا گیا۔ اس طرح جو فقہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کرائی اس کا نام فقہ حنفی رکھ لیا گیا۔ جس طرح صحابہ کے زمانہ میں اگرچہ قرأت عاصم کا نام نہ تھا مگر قاری عاصم نے صحابہ ہی کی قرأت کو مرتب فرمایا۔ اگرچہ رسول اقدس ﷺ نے حدیث بیان کر کے رواہ البخاری نہیں فرمایا تھا مگر بخاری نے حدیث رسول کو ہی مرتب فرمایا، اسی طرح کتاب وسنت کے ان مسائل کا نام اگرچہ عہد صحابہ میں فقہ حنفی نہ تھا، مگر یہ اسی کتاب وسنت کے مسائل ہیں جو عہدِ نبوت اور عہد صحابہ میں تھی۔ اگر ان ناموں سے قرآن وحدیث خاموش ہیں تو امت نے اجماعاً ان کو تسلیم کر لیا اور اجماع خود دلیل شرعی ہے۔ آپ کوئی آیت یا حدیث پیش کریں کہ قرأۃ عاصم کہنا تو جائز ہے، حدیث بخاری تو کہنا تو جائز ہے مگر فقہ حنفی کہنا ناجائز ہے۔ حاضرین میں سے ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اگر یہ ایسی آیت یا حدیث دکھا دے تو میں ابھی اسے عمرہ کا ٹکٹ دوں گا۔ لیکن خود ساختہ اہل حدیث کوئی ایسی حدیث نہ دکھا سکا۔

دعوتِ قرآن: (!)

اب لشکریوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ ہم نے قرآن پاک کی جو آیات لکھی ہیں اُن کو ہی مان لو۔

سُنّی عالم: پہلی آیت یہ لکھی ہے: وَاتَّبِعْ مَا یُوحٰی اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ. ان اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (۳۳-الاحزاب،۲) اور چل اسی پر جو حکم آئے تجھ کو تیرے رب کی طرف سے۔ بے شک اللہ تمہارے کام کی خبر رکھتا ہے۔

دوسری آیت: اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء قلیلاً ما تذکرون (۷-الاعراف ۳) چلو اُسی پر جو اترا تم پر تمہارے رب کی طرف سے اور نہ چلو اُس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے، تم بہت کم دھیان کرتے ہو۔ ان دونوں آیتوں کا مطلب مرزا قادیانی یہ بیان کرتا ہے کہ جو وحی اترے اس کی تابعداری کرو۔ میں اُسی وحی کی تابعداری کرتا ہوں۔ اور اہل قرآن کہتے ہیں کہ صرف قرآن مانو۔ یہ ہی اللہ کی طرف سے اترا ہے، اور دوسری آیت میں من دون اللّٰہ کی پیروی سے منع کیا ہے۔ نبی بھی من دون اللّٰہ ہے، ولی بھی من دون اللّٰہ ہے، مجتہد بھی من دون اللّٰہ ہے۔ اس لئے نہ حدیث مانو، نہ فقہ مانو، نہ تصوف مانو۔ اِس لئے جتنی دعوتِ قرآن اس دو ورقی میں ہے اس سے تو صرف اللہ کی اتباع کا حکم نکلتا ہے اور بس۔

اب قرآن کی مکمل دعوت سنیئے:

رسول کی اتباع:

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم واللّٰہ غفور رحیم (۳-آل عمران،۳۱) تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تا کہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ کی اتباع کے بعد رسول کی اتباع کا بھی حکم ہوا۔ کیونکہ رسول دین میں اپنی

نہیں کہتا۔ اللہ تعالیٰ ہی قرآن کا بیان نبی پاک ﷺ کو سمجھاتے ہیں "ثم ان علینا بیانه" تو یہ بھی اللہ ہی کی اتباع ہوئی نہ کہ من دون اللہ کی۔

اجماع کی اتباع :

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولّٰی ونصله جهنم وساء ت مصیرًا (۴-النساء،۱۱۵) اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے اس کو ہم دوزخ میں اور وہ بہت بُری جگہ پہنچا۔ علامہ عثمانیؒ فائدہ لکھ کر لکھتے ہیں: "اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ اجماع امت کا مخالف اور منکر جہنمی ہے، یعنی اجماع امت کو ماننا فرض ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر، جس نے جدا راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا پڑا۔"

اس آیت سے پتہ چلا کہ جس طرح رسول کا مخالف جہنمی ہے اگرچہ وہ اہل قرآن کہلائے، اسی طرح اجماع کا مخالف بھی جہنمی ہے، اگرچہ وہ اہل حدیث کہلائے۔ رسول اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا (ترمذی) لیکن خود ساختہ اہل حدیثوں کے نزدیک ساری امت گمراہی پر جمع ہو سکتی ہے۔ جناب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں: "اگر روئے زمین کے مجتہد ایک قول پر جمع ہو جائیں اور نبی پاک ﷺ کا فرمان اس کے خلاف ہو تو اس کے مقابلہ میں تمام مجتہدین کا یہ اجماعی قول اونٹ کے پاد اور گدھے کی آواز کی طرح ہے (ہدیۃ المهدی ص ۱۰۲، ج۱)

منیب (مجتہد) کی اتباع :

خدائے ذوالجلال کا حکم ہے: واتبع سبیل من اناب الیّ (۳۱،لقمان،۱۵) اور تقلید کر اس کے مذہب کی جو رجوع ہوا میری طرف۔ مجتہد کے اجتہاد کو اللہ نے استنباط

فرمایا ہے۔ استنباط کہتے ہیں زمین کی تہہ کے نیچے چھپے ہوئے پانی کو نکالنا۔ اب سب جانتے ہیں کہ کنواں کھودنے والا خدا تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے پانی کو ہی نکالتا ہے۔ وہ خود پانی پیدا نہیں کرتا۔ اسی لئے مجتہد کا اعلان ہوتا ہے کہ میں اجتہاد اور محنت کر کے خدا اور رسول کا حکم ہی ظاہر کرتا ہوں، خود کوئی مسئلہ نہیں گھڑتا۔ تو جس طرح کنوئیں کا پانی پینے والا اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا پانی استعمال کرتا ہے، کوئی یہ نہیں کہتا کہ کنوئیں کا پانی استعمال کرنا من دون اللہ کا پانی استعمال کرنا ہے، اسی طرح مجتہد نے خدا کا حکم نکالا، اس کو ماننا خدا کے حکم کو ماننا ہے نہ کہ من دون اللہ کے حکم کو ماننا، اور جس حکم پر مجتہدین کا اجماع ہو گیا وہ حکمِ خداوندی پر ہی اجماع ہوا۔ اس لئے اجماع کی اتباع بھی اللہ ہی کی اتباع ہے نہ کہ من دون اللہ کی اتباع۔ معلوم ہوا کہ قرآن کی دعوت یہ ہے کہ اللہ کی اتباع کرو، اور رسول کی اتباع بھی اللہ ہی کی اتباع ہے۔ کیونکہ وہ کوئی اپنا حکم نہیں بتاتا، صرف خدا کا حکم بتاتا ہے۔ اور مجتہد کی اتباع بھی خدا کی ہی اتباع ہے، کیونکہ وہ خود کوئی حکم نہیں گھڑتا، بلکہ اللہ ہی کا حکم سمجھاتا ہے اور اجماع کی اتباع بھی خدا ہی کی اتباع ہے۔ جب خود ساختہ اہل قرآن اتباع رسول کو اتباع خدا کے خلاف سمجھتا ہے اور خود ساختہ اہل حدیث اتباع اجماع اور اتباع مجتہد کا منکر ہے، یہ لوگ قرآن کی پوری دعوت کو قبول نہیں کرتے بلکہ اپنے اسلاف کی طرح افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض پر عمل کرتے ہیں۔ جب کہ اہل سنت والجماعت حنفی قرآن پاک کی پوری دعوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اب قرآن پاک سب کے سامنے کھلا رکھا تھا اور لوگ لشکریوں کو بار بار کہہ رہے تھے کہ آؤ قرآن پاک کی مکمل دعوت کو قبول کر لو۔ لیکن ایک لشکری بھی قرآن پاک کی مکمل دعوت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ وہ قرآنی احکام سنتے تھے اور منہ پھیر لیتے تھے۔ لوگ سمجھ گئے کہ یہ دعوتِ قرآن کے نام سے بھی دھوکا ہی دیتے ہیں۔ ایک سُنّی بولا اُف! ان کا تو درسِ قرآن بھی نہیں سننا چاہئے۔ یہ تو خدا تعالیٰ اور خدا کے قرآن کے ساتھ بھی دھوکا کرتے ہیں۔ سُنّی عالم نے کہا قرآن پاک سمجھنا ہو تو اس کا آسان طریقہ یہی ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ کی تفسیر معارف القرآن کسی مستند

عالم سے سبقاً سبقاً پڑھ لیں۔اور جب بھی کوئی قرآن پاک کے نام سے کوئی مسئلہ بتائے تو تفسیر معارف القران میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں دیکھیں۔اگر مل جائے تو بہت اچھا، ورنہ کسی مستند عالم سے تحقیق کریں۔اس دور میں سب سے مشکل کام ایمان کی حفاظت ہے۔ یہ اتنا مشکل تو نہ تھا لیکن ہم نے اپنی غلطی سے مشکل بنالیا ہے۔ڈاکٹری تحقیق کے لئے ہم اعلیٰ کوالیفائڈ اور تجربہ کار ڈاکٹر تلاش کرتے ہیں۔قانونی مشورہ میں ہم اعلیٰ درجہ کا اور تجربہ کار وکیل تلاش کرتے ہیں، لیکن قرآن فہمی کے لئے جو بھی آجائے اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں۔کوئی معیار ہی نہیں۔معلوم ہوا جان اور مال کی حفاظت کی فکر ہے، ایمان کی حفاظت کی فکر نہیں۔

دعوت قرآن نمبر دوم:

اسی پمفلٹ میں حنفیوں کو دعوتِ قرآن دینے کا دوسرا راؤنڈ یہ ہے:

پہلی آیت : واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللّٰہ قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ آباءنا. اور جب ان کو کہئے چلو اس حکم پر جو اتارا اللہ نے۔کہیں گے نہیں، ہم تو چلیں گے اس پر جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو۔اس کے بعد آدھی آیت چھوڑ دی۔**اَوَ لَو کان الشیطان یدعوھم الی عذاب السعیر.** بھلا اور جو شیطان بلاتا ہو ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف تو بھی؟ (۳۱،لقمان،۲۱) اب دیکھئے تمام مقلدین حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی تو قرآن کے منکر اور کافر قرار پا گئے۔اور ان کے امام امامِ اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ شیطان قرار پا گئے۔بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ارشاد ہے کہ خدا کی ساری مخلوقات میں خارجی بدترین لوگ ہیں کہ قرآن میں جو آیات کافروں کے لئے نازل ہوئی ہیں وہ مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں (بخاری،ج۲)

ان خود ساختہ اہل حدیثوں نے آدھی آیت تو کافروں والی مقلد مسلمانوں پر فٹ کی اور آدھی آیت شیطان والی ائمہ مجتہدین پر فِٹ کی۔یہاں تو یہ اپنے سلفی خارجیوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے۔ہاں جیسا کہ پہلے وضاحت ہو چکی کہ اجماع بھی **ما انزل اللّٰہ** کی تشریح ہے اور اجتہاد بھی **ما انزل اللّٰہ** کی تعبیر ہے۔اور اجماع سے کٹنے والے کو بھی آپ ﷺ

نے شیطان کا نوالہ فرمایا اور فقہ کے مخالف کو بھی شیطان فرمایا۔ تو کہا جا سکتا ہے کہ اجماع و اجتہاد کو چھوڑنے والے ما انزل اللہ کو چھوڑ کر شیطان کے چیلے بن چکے ہیں۔

دوسری آیت: حنفیوں کو دعوت الی القرآن دیتے ہوئے دوسری آیت بھی نامکمل لکھی ہے: **واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ آباؤنا. اولو کان آباؤھم لا یعلمون شیئاً ولا یھتدون** (۵،المائدہ،۱۰۴)

اور جب کہا جاتا ہے ان کو آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا، اور رسول کی طرف، تو کہتے ہیں ہم کو کافی ہے وہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو۔ بھلا ان کے باپ دادے نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ راہ جانتے ہوں تو بھی ایسا ہی کریں گے۔ آیت کا مطلب صاف ہے کہ وہ کافر جن باپ دادوں کی راہ چلتے تھے وہ بے علم بھی تھے۔ اس لئے وہ خدا کے راستہ سے ہٹاتے تھے۔ اور ائمہ دین علم و ہدایت کے اعلیٰ ترین مقام پر ہیں۔ وہ اللہ کی راہ بتاتے اور اللہ کی راہ پر لگاتے ہیں۔ وہ خدا کی راہ کے راہ بر ہیں اور مقلدین راہ رو۔ ائمہ مجتہدین ان لوگوں میں ہیں جو **انعمت علیھم** کے مصداق ہیں اور مقلدین ان کی تقلید میں **صراطِ مستقیم** پر چل رہے ہیں۔ اُن پر کافروں والی آیات فِٹ کرنا اور ان کے اماموں کو بے علم اور بے ہدایت قرار دینا دعوتِ قرآن نہیں، بلکہ اپنے اسلاف یہود کی طرح قرآن کی تحریف ہے۔ **یحرفون الکلم عن مواضعہ** آیاتِ قرآنی کا بے موقع اور غلط استعمال ہے۔

مثال سے وضاحت:

یاد رہے کون کسی کا باپ بنا اور کون بیٹا۔ یہ خدا کے اختیار میں ہے، نہ باپ ہونا گناہ ہے نہ بیٹا ہونا۔ گناہ تو بے علم، بے عقل اور بے راہ ہونا ہے۔ زید کہتا ہے جھوٹے خدا کو نہ مانو۔ جھوٹے نبی کو نہ مانو، جھوٹی حدیث کو نہ مانو۔ اس نے نہ ماننے کا جو حکم دیا تو جھوٹے ہونے کی وجہ سے۔ اب اگر زید کی بات کو کوئی یوں نقل کرے کہ زید نے کہا خدا کو نہ مانو، نبی کو نہ مانو، حدیث کو نہ مانو، تو کیا اس نے زید کی صحیح ترجمانی کی۔ سب پکار اٹھے کہ اس نے زید کی بات کو بگاڑا، اس پر بہتان باندھا۔ تو یاد رکھو یہی کام اس خودساختہ اہل حدیث نے خدا کے

قرآن کے ساتھ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جس قید کی وجہ سے ان باپ دادا کی اتباع سے روکا تھا وہ قید نقل ہی نہیں کی۔ یہ ہے ان کی دعوت قرآن۔ یہی ہے ان کا درس قرآن، یہی ہے ان کا فہم قرآن کورس۔ خدا کے قرآن سے دن رات دھوکا، اس کے معنی بگاڑنا، کافروں کے متعلق جو آیات آئیں ان کو عام مسلمانوں بلکہ ائمہ اسلام پر چسپاں کرنا۔ سب سُنّی بول اٹھے کہ ان کا درس قرآن سننا، ان کا فہمِ قرآن کورس پڑھنا تو گمراہی ہی گمراہی ہے۔ جب اس ڈیڑھ صفحہ میں قرآن سے اتنے دھوکے ہیں تو درس اور فہم قرآن کورس میں یہ کتنے دھوکے کرتے ہوں گے۔ خدا ان کے دھوکوں سے قرآن پاک کی بھی حفاظت کرے اور مسلمان کی بھی۔

نیک باپ دادے:

قرآن پاک نے ہمیں بتایا ہے کہ باپ دادے نیک ہوں تو ان کی اتباع تو قابلِ فخر ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بڑے فخر سے فرما رہے ہیں: **واتبعت ملة آبائی.** اور پکڑا میں نے دین اپنے باپ دادوں کا۔ دیکھئے نیک باپ دادوں کی اتباع پر فخر کرنا تو سنتِ انبیاء ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **والذین اٰمنوا واتبعتهم ذریتهم بایمانٍ الحقنا بهم ذریتهم وما التناهم من عملهم من شئ کل امرئ بما کسب رهین** (۲۱:۵۲) اور جو لوگ یقین لائے اور ان کی راہ پر چلی ان کی اولاد ایمان کے ساتھ، پہنچا دیا ہم نے ان تک ان کی اولاد کو اور گھٹایا نہیں ہم نے ان سے ان کا کیا ذرا بھی۔ ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں: ''یعنی کاملوں کی اولاد اور ان کے متعلقین اگر ایمان پر قائم ہوں اور ان ہی کاملوں کی راہ پر چلیں جو خدمتیں ان کے بزرگوں نے انجام دی تھیں، یہ بھی ان کی تکمیل میں ساعی ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو جنت میں ان ہی کے ساتھ ملحق کر دے گا۔ گو ان کے اعمال و احوال ان کے اعمال و احوال سے کمًا (مقدار) و کیفًا (کیفیت میں) فروتر ہوں۔ تاہم ان بزرگوں کے اکرام اور عزت افزائی کے لئے ان تابعین (مقلدین) کو ان متبوعین (مجتہدین) کے جوار میں رکھا جائے گا۔ اور ممکن ہے بعض کو بالکل ان کے ہی درجہ اور مقام پر پہنچا دیا جائے۔ جیسا

کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس صورت میں یہ گمان نہ کیا جائے کہ ان کاملین کی بعض نیکیوں کا ثواب کاٹ کر ذریت کو دے دیا جائے گا۔ نہیں یہ محض اللہ کا فضل واحسان ہوگا کہ قاصرین کو ذرا اُبھار کر کاملین کے مقام تک پہنچا دیا جائے گا۔''

اب آپ خود غور کریں کہ مؤمن اور نیک باپ دادوں کی تقلید کتنی نفع بخش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لئے مؤمنوں والی آیت نازل فرمائی تھی۔ کافروں کے لئے کافروں والی۔ ہمارا دونوں پر ایمان ہے۔ مگر اس غیر مقلد نے مؤمنوں والی آیت کو چھپایا اور کافروں والی آیات مؤمنوں پر چسپاں کر دیں۔ حاضرین بولے کہ جب یہ قرآن پاک کے حوالے دینے میں خیانت، تلبیس، کتمان اور تحریف سے باز نہیں آتے تو حدیث وفقہ کے حوالوں میں ان پر کیسے اعتماد ہو سکتا ہے۔

تابعین کی اتباع :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: والسّٰبقون الاوّلون من المهاجرين والانصارِ والذين اتبعوهم باحسانٍ رضى الله عنهم ورضوا عنه. واعدلهم جنّٰتٍ تجرى تحتها الانهار خالدين فيها ابدًا . ذالک الفوز العظيم (۹، التوبہ، ۱۰۰)

''اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ، اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے یہ تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں۔ رہا کریں انہی میں ہمیشہ، یہی ہے بڑی کامیابی۔'' اب دیکھو حنفیوں کو دعوتِ قرآن دینے کے لئے یہ آیت لکھنی چاہئے تھی کہ حنفیو! چار امام جنہوں نے نبی پاک کی سنت کو مکمل طور پر مرتب کروایا ہے، اُن میں تابعیت کا شرف صرف تمہارے ہی امام اعظمؒ کو حاصل ہے جن سے اللہ راضی ہے۔ جن کے لئے باغات ہیں اور جو بڑی کامیابی سے ہمکنار ہیں۔ اے حنفیو! تم بھی ان کی پوری پوری تقلید کرو تاکہ تم بھی اس بڑی کامیابی کے سزاوار قرار پاؤ۔ لیکن کیا کیا جائے جن سے

اللہ راضی ہو یہ لشکری ان سے ناراض ہیں۔جن کو اللہ تعالیٰ بڑا کامیاب فرمائیں، لشکری ان کو ناکام قرار دینا چاہتے ہیں، مگر بس نہیں چلتا۔

آخرین منھم:

اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ میں پہلے اپنی توحید کا ذکر فرمایا، پھر رسالت اور آپ ؐ کے فرائض رسالت کا ذکر فرمایا، پھر صحابہ کرام کی پاک باز جماعت کا ذکر فرمایا۔اس کے بعد فرمایا: **و آخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم** (۶۲،الجمعہ،۳-۴)اور اٹھایا اُس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی، انہی میں سے جو ابھی نہیں ملے ان سے اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔ یہ بڑائی اللہ کی ہے، دیتا ہے جس کو چاہے۔اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔

علامہ عثمانیؒ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ سے نقل کرتے ہیں"حق تعالیٰ نے پہلے عرب پیدا کئے اس دین کو تھامنے والے۔ پیچھے عجم میں ایسے کامل لوگ اٹھے، حدیث میں ہے کہ جب آپؐ سے **و آخرین منهم لما یلحقوا بهم** کی نسبت سوال کیا گیا،تو سلمان فارسیؓ کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اگر علم یا دین ثریا پر جا پہنچے گا تو اس کی قوم فارس کا مرد وہاں سے بھی لے آئے گا۔شیخ جلال الدین سیوطی الشافعی نے تسلیم کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے بڑے مصداق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ النعمان ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ حنفیوں کو یہ قرآنی پیشین گوئی بتا کر ان کو مبارک باد بھی دیتا کہ تم پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے، مگر خدا کی تقدیر کو کون ٹال سکتا ہے۔ یہ فضل تو احناف اور امام اعظمؒ کی قسمت میں تھا۔اور حسد ان گدھوں کے حصہ میں، جن کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

ایک آیت کا اور پوسٹ مارٹم:

قرآن پاک پر خارجیوں کے بعد جو ظلم لشکریوں نے کیا، اس کی مثال محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔حنفیوں کو دعوت قرآن دیتے ہوئے ایک اور نامکمل حوالہ قرآن سے نقل کیا ہے۔پورا حوالہ پڑھیں:

ان اللّٰہ لعن الکافرین و اعدلھم سعیرًا. خالدین فیھا ابدًا لایجدون ولیًا ولا نصیرًا. یوم تقلب وجوھھم فی النار یقولون یا لیتنا اطعنا اللّٰہ واطعنا الرسولا. وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا. ربنا اٰتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنًا کبیرًا (۳۳،الاحزاب،۶۴-۶۸)

''بے شک اللہ نے پھٹکار کر دیا منکروں کو اور رکھی ان کے واسطے دہکتی ہوئی آگ، رہا کریں اس میں ہمیشہ، نہ پائیں کوئی حمایتی اور نہ مددگار جس دن اوندھے ڈالے جائیں گے ان کے منہ آگ میں، کہیں گے کیا اچھا ہوتا جو ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا اور کہا مانا ہوتا رسول کا اور کہیں گے اے رب ہم نے کہا مانا اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا۔ پھر انہوں نے چُکا دیا ہم کو راہ سے۔ اے رب ان کو دے دونا عذاب اور پھٹکار اُن کو بڑی پھٹکار۔''

دیکھو اس ظالم نے کس طرح کافروں والی آیات احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ، سب مقلدین پر فِٹ کر دیں۔ کہ یہ سب کے سب دوزخ میں جائیں گے۔ اور اعتراف کریں گے کہ اے اللہ! ہم نے ائمہ اربعہ کی تقلید کی۔ انہوں نے ہمیں تیرے راستے سے گمراہ کر دیا۔ اے اللہ! ان چاروں اماموں کو دُونا عذاب دے۔ اور ان پر بڑی لعنتیں برسا۔ پوری اُمت کا اجماع ہے کہ چاروں امام **انعمت علیھم** میں شامل اور صراط مستقیم پر چلانے والے ہیں۔ اور اُن کے مقلدین ان کی رہبری میں صراطِ مستقیم پر چل رہے ہیں۔ لیکن اس لشکری نے سب مقلدین ائمہ کو گمراہ اور جہنمی قرار دیا اور ائمہ اربعہ کو گمراہ کنندہ، معذّب اور ملعون قرار دیا۔ یہ ہے ان کا درسِ قرآن اور فہمِ قرآن۔ قرآن کا نام لے کر جھوٹ بولنا ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اس ملعون نے کافروں والی آیات مقلدین اور ائمہ پر چسپاں کیں، جبکہ مؤمنوں والی آیت بھی قرآن میں موجود تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو یہی دعوت دی ہے۔ خداوند قدوس خاص مؤمنوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں: **یٰایُّھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللّٰہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللّٰہ والیوم الآخر ذالک**

خیرٌ و احسن تاویلا. (۴:۵۹) ''اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور مجتہدین کا جو تم میں سے ہوں۔ پھر (اے مجتہدین) اگر تم میں تنازع ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو (بذریعہ قیاس) رجوع کرو طرف اللہ کے اور رسول کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر، یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔

اس آیت میں مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ نے چار اطاعتوں کا حکم دیا، اللہ کی اطاعت (یعنی کتاب اللہ کی) رسول کی اطاعت (یعنی سنت رسول اللہ کی) اجماع کی اطاعت، یعنی اولوا الامر مجتہدین میں اگر تنازع نہ ہو۔ اور قیاس کی اطاعت جب مجتہدین میں اختلاف ہو اور وہ کتاب وسنت کی علت کی طرف کر کے حکم تلاش کریں (صاوی، تفسیر کبیر)

نوٹ: اولوالامر کا معنی خود اللہ تعالیٰ نے اہل استنباط فرمایا ہے، یعنی مجتہدین اور حاکم اگر خود مجتہد نہ ہو تو فیصلوں میں وہ خود مجتہد کی تقلید کا محتاج ہے۔ تو کامل اولوا الامر مجتہد ہی ہوا۔ مجتہد کو حاکم سے تشبیہ دے کر یہ بات سمجھا دی کہ مجتہد حاکم ہے، مقلدین اس کی رعایا ہیں اور غیر مقلدین باغی ہیں۔ اور حاکم کی تشبیہ سے یہ بھی سمجھا دیا کہ اطاعت اپنے علاقہ کے حاکم کی ہی واجب ہوتی ہے۔ جس طرح پاک وہند میں صرف امام اعظمؒ کا مذہب ہی متواتر ہے، تو یہاں ان ہی کی تقلید واجب ہے۔ سری لنکا میں صرف امام شافعیؒ کا ہی مذہب ہے۔ اس لئے وہاں ان کی ہی تقلید واجب ہے۔ نجد میں صرف امام احمد بن حنبل کا ہی مذہب ہے۔ وہاں اُن کی ہی تقلید واجب ہے۔ حبشہ میں صرف امام مالکؒ کا ہی مذہب ہے۔ وہاں اُن ہی کی تقلید واجب ہے وغیرہ۔ یہ مذاہب اپنے اپنے علاقہ میں مذاہب ہیں، مگر غیر مقلدیت مذہب نہیں بلکہ فتنہ ہے۔

ادلہ اربعہ:

اہل سنت والجماعت چار دلیلیں مانتے ہیں۔ کتاب اللہ شریف۔ سنتِ نبوی ﷺ۔ اجماع اُمت اور قیاس۔ مگر در اصل صرف اللہ تعالیٰ ہی کی اتباع ہے۔ سنت قرآن کا ہی بیان ہے جو تعلیم رحمٰن ہی ہے۔ قیاس اور اجماع میں اللہ تعالیٰ کے ہی حکم کی تلاش

ہے۔اس لئے یہ مختلف الفاظ اختلاف عنوان ہیں معنون ایک ہی ہے۔ پہاڑوں پر بارش کا پانی برسا اُس کا نام بارش کا پانی تھا۔وہ اکٹھا ہوکر دریا کی شکل میں بہہ نکلا اب اس کا نام دریا کا پانی ہو گیا۔میدان میں پہنچا تو دریا سے دور علاقوں میں پانی لے جانے کے لئے نہریں کھودی گئیں۔اب اس پانی کو نہر کا پانی کہتے ہیں۔ پھر وہ پانی نالے میں گیا تو نالے کا پانی کہلایا،اب یہ پانی ایک ہی ہے ان چار ناموں سے پانی چار نہیں ہو گئے۔اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ آب زمزم کو ایک آدمی نے نیلے رنگ کی شیشی میں ڈال لیا اب وہ دیکھنے والوں کو نیلا محسوس ہوگا۔ دوسرے نے سرخ شیشی میں ڈال لیا اب وہ سرخ نظر آئے گا ،تیسرے نے پیلی شیشی میں ڈال لیا وہ پیلا دکھائی دیا،چوتھے نے کالی شیشی میں ڈالا وہ کالا محسوس ہورہا ہے حالانکہ پانی ایک ہی ہے یہ شیشیوں کے رنگ اجتہاد کے رنگ ہیں اندر سب میں سنت محمدی کا آب زلال ہے۔

مثال:

قرآن پاک میں حکم نازل ہوا(وارکعوا) رکوع کرو یہ قرآن ہے رسول اقدس ﷺ نے خدا کے بتائے ہوئے بیان کے مطابق رکوع میں جھکتے ہوئے اللہ اکبر فرمایا۔رکوع میں گھٹنوں پر ہتھیلیاں رکھیں۔ کمر کو سیدھا فرمایا۔کم از کم تین دفعہ **سبحان ربی العظیم** پڑھا۔رکوع سے اٹھتے وقت **سمع الله لمن حمده، ربنالک الحمد** پڑھا۔ یہ پانچوں کام خدا کے ہی حکم ''رکوع کرو'' کی تکمیل ہے اور وہ بھی اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ خداتعالیٰ کے ہی سمجھائے ہوئے بیان سے، یہ بیان خدا کی طرف سے ہی ہے۔خودساختہ اہل قرآن جو کہتے ہیں کہ سنت قرآن کے خلاف ہے یہ جہالت اور حماقت ہے،پھر امام نے رکوع جاتے ہوئے اللہ اکبر بلند آواز سے کہی اور مقتدیوں نے آہستہ آواز سے،تسبیحات رکوع سب نے آہستہ آواز سے پڑھیں امام نے رکوع سے اٹھتے ہوئے **سمع الله لمن حمده** بلند آواز سے کہی مقتدیوں نے **ربنا لک الحمد** آہستہ آواز سے کہی،یہ سب باتیں اجماع اور عملی تواتر سے ہم تک پہنچیں اور یہ اسی حکم خدا''رکوع

کرو'' کا ہی بیان ہے نہ کہ خدا کے حکم کی مخالفت۔اب ائمہ مجتہدین نے کتاب وسنت سے استنباط کر کے یہ احکام بیان فرمائے کہ رکوع کرنا فرض ہے اس میں اعتدال واجب ہے باقی دس کام سنت ہیں۔ترک فرض سے نماز باطل ہو جاتی ہے، ترک واجب سے نماز ناقص ہو جاتی ہے اور سجدۂ سہو سے اس کا جبر نقصان ہو جاتا ہے اور اگر سنت ترک ہو جائے تو نماز ہو جاتی ہے مگر خلاف سنت اور جان بوجھ کر سنت کا ترک برائی ہے۔ بھول کر **سبحان ربی العظیم** کی جگہ **سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھ لیا۔تو بھول کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔ یہ سب احکام کتاب وسنت ہی کے احکام ہیں جو مجتہدین نے اجتہاد سے ظاہر کئے جیسے کنواں کھودنے والا خدا کا ہی پیدا کیا ہوا پانی نکالتا ہے خود پانی پیدا نہیں کرتا....خود ساختہ اہل حدیث ان اجماعی اور اجتہادی احکام کو سنت کے خلاف کہتے ہیں۔یہ بھی جہالت اور سفاہت ہے یہ بھی یاد رہے کہ رکوع کے بارہ میں یہ پورے بارہ احکام قرآن میں صاف الفاظ میں نہیں وہاں رکوع کرنے کا حکم ہے۔اس کا فرض ہونا بھی صاف الفاظ میں نہیں اور پانچ احکام حدیث میں ہیں مگر ان کا سنت ہونا وہاں نہیں لکھا۔ باقی بارہ احکام اجماع اور اجتہاد سے معلوم ہوئے نہ قرآن میں صاف الفاظ میں نہ حدیث میں۔البتہ فقہ کی کتاب میں یہ سب کے سب احکام نہایت آسان ترتیب سے مل جائیں گے۔ایک حکم کی بھی نشان دہی نہیں کی جا سکتی جو فقہ میں نہ ہو، اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ فقہ پر عمل قرآن پر عمل ہے۔سنت پر عمل ہے، اجماع پر عمل ہے، قیاس پر عمل ہے، اللہ تعالیٰ کے پورے احکام پر عمل اور فقہ کا منکر کبھی بھی خدا تعالیٰ کے پورے احکام پر عمل نہیں کر سکتا اس لئے قرآن پاک کے فہم اور عمل میں، ہم لوگ سنت کے بھی محتاج ہیں اجماع کے بھی اور اجتہاد کے بھی جو فہم قرآن کورس میں آپ کو سنت اجماع اور اجتہاد سے ساتھ جوڑتا ہے۔وہ یقیناً آپ کو **انعمت علیھم** کے پیچھے **صراط مستقیم** پر چلا رہا ہے اور جو فہم قرآن کورس کے نام پر آپ کو سنت اجماع یا مجتہدین سے بغاوت کا درس دے رہا ہے وہ خود گمراہ ہے گمراہ کنندہ ہے اور آپ کو **انعمت علیھم** کی تقلید سے ہٹا کر **مغضوبین** اور **ضالین** کی تقلید پر لگا رہا ہے۔

غیر مقلدین کی دعوت حدیث:

اب سب حاضرین اس بات کا یقین کر چکے تھے کہ جو فرقہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت کے ساتھ یہ دھوکہ کرتا ہے ان کا نہ درس قرآن دھوکے سے خالی نہ۔ کتاب وہ احادیث میں بھی یقیناً دھوکا دیتا ہوگا۔ لشکری: یہ بالکل غلط ہے ہم احادیث صرف صحیح مانتے ہیں اور وہ بھی صحاح ستہ کی اور یہی ہماری دعوت ہے۔

سنی عالم: جس طرح قرآن کا نام یہ دھوکے سے لیتے ہیں۔ قرآن پاک دور نبویؐ سے آ رہا ہے اس کی دس متواتر قرأتیں ہیں ہمارے ملک میں صرف قاری عاصم کوفیؒ قرأت اور قاری حفص کوفی کی روایت پر تلاوت ہو رہی ہے یہ لوگ بھی نہ مدنی قرأت پر تلاوت کرتے ہیں نہ مکی قرأت پر نہ بصری قرأت پر بلکہ سب کوفی قرأت پر تلاوت کرتے ہیں۔ قرآن پاک پر عمل کے لئے اس کی سمجھ اور اسکی تفسیر ضروری ہے۔ امام طحاوی حنفی ۳۲۱ھ اور امام ابو بکر جصاص ۳۷۰ھ کی قرآن پاک کی احکام القرآن نامی تفسیریں سب اہل سنت کی تفاسیر کا مأخذ ہیں اس کے بعد ہر صدی میں اہل سنت کی تفاسیر لکھی گئیں۔ تیسری صدی سے لے کر بارہویں صدی تک تقریباً دس صدیوں میں کسی ایک تفسیر قرآن کا پتہ دیا جائے جس کا لکھنے والا غیر مقلد ہو اور اس نے قرآن پاک کی مذکورہ آیات کے تحت ائمہ اربعہ کو گمراہ کنندہ اور لعنتی قرار دیا ہو۔ اور تمام احناف، موالیک، شوافع اور حنابلہ کو عیسائیوں سے بدتر کافر قرار دیا ہو۔ جس طرح قادیانی۔ بہائی اور خود ساختہ اہل قرآن ان دس صدیوں میں لکھی ہوئی اپنی کوئی تفسیر نہیں دکھا سکتے۔ خود ساختہ اہل حدیث بھی نہیں دکھا سکتے۔ حاضرین نے مطالبہ کیا کہ آپ ان صدیوں میں اپنی کسی تفسیر کا پتہ دیں۔ مگر وہ نہ بتلا سکے پھر سنی عالم نے کہا کہ شیخ سعدی سنی عالم کا فارسی ترجمہ قرآن دنیا میں ملتا ہے اور مطبوعہ ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فارسی ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی۔ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی ۱۲۳۵ھ کے اردو تراجم انگریز کے پاک و ہند پر قبضہ کرنے سے پہلے کے مطبوعہ موجود ہیں تم بھی انگریز کے

دور سے پہلے کا اپنا کوئی ترجمہ قرآن دکھاؤ۔ مگر وہ نہ دکھا سکے سب حاضرین کو یقین ہو گیا کہ ان کا تو وجود ہی دور برطانیہ سے قبل ثابت نہیں۔

پہلی حدیث:

میں نے پہلی حدیث لکھی ہے **من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد** جس نے ہمارے دین میں نئی بات نکالی جو اس میں نہ ہو وہ مردود ہے۔ قابل غور ہے کہ جب ایک بات نئی نکالی جائے تو وہ مردود ہے تو آپؐ کے بارہ سو سال بعد جو ایک پورا فرقہ ہی نیا بنا لیا جائے تو وہ فرقہ یقیناً مردود ہے۔ دیکھو یہ حدیث خود ان پر فٹ ہو گئی۔ اس لئے عطائے تو بلقائے تو کہہ کر ہم آپ کو واپس کر رہے ہیں امید ہے کہ سب احباب یہ کہہ دینگے کہ حق بحق دار رسید۔ اور پھر چندے کے دھندے کے لئے شہید کی نماز جنازہ غائبانہ یہ پندرہویں صدی کی بدترین بدعت ہے۔ انہیں بیس ہزار روپے انعام چیلنج ایک عرصہ سے دیا ہوا ہے کہ چندے کے دھندے کے لئے رسول اقدس ﷺ یا کسی خلیفہ راشد نے کسی شہید کی نماز جنازہ پڑھائی ہو تو ثابت کرنے والے کو بیس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ مگر یہ بدعتی اپنی اس قبیح بدعت کو ثابت نہ کر سکے اور یہ بھی یاد رہے فقہ کو قرآن نے استنباط کہا ہے۔ فقہ کو احداث کہنا قرآن وسنت کا انکار ہے جو لشکریوں کا دن رات کا شیوہ ہے۔

دوسری حدیث:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھا کتاب اللہ وسنۃ رسولہ میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے جب تک انہیں مضبوطی سے پکڑے رکھو گے یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں بالکل نہیں۔ ان الفاظ سے اس حدیث کا راوی کثیر بن عبداللہ ہے جو اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتا ہے۔ غیر مقلدین کے نزدیک یہ راوی بہت ہی ضعیف ہے۔ پھر بھی غیر مقلدین نے تو اہل سنت نام ہی چھوڑ دیا ہے اور خود ساختہ اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ اور ہم اہل سنت کہتے

ہیں کہ کتاب وسنت پر عمل کرنا ضروری ہے فقہاء کی رہنمائی میں اور فقہاء کی رہنمائی قرآن پاک اور احادیث صحاح ستہ سے ثابت ہے۔

ایک اور دھوکا:

سنن دارمی کے حوالہ سے ایک حدیث کا آخری ٹکڑا نقل کر دیا۔ پوری حدیث کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عمرؓ ایک دن کہیں سے تورات کا ایک نسخہ لے آئے۔ اور آ کر عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ تورات ہے اور بیٹھ کر پڑھنا شروع کر دیا رسول اقدس ﷺ کا چہرہ مبارک خشم آلود ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تیری ماں تجھے گم پائے حضرت پاکؐ کے چہرہ انور کو دیکھ۔ جب حضرت عمرؓ نے چہرہ انور پر نظر کی تو فوراً عرض کیا اے اللہ میں تیری ناراضگی اور تیرے رسولؐ کی ناراضگی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر موسیٰ بھی آ جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی تابعداری کرنے لگو۔ تو بھی تم سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاؤ گے۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پا لیتے تو وہ بھی میری ہی تابعداری کرتے۔ (دارمی ۴۴۱)....اب توجہ کریں ایک ہے نبی پاک ﷺ کا قرآن چھوڑ کر تورات پر عمل کرنا یہ عمل بالمنسوخ یقیناً گمراہی ہے، ایک ہے قرآن پر ہی عمل کرنے کے لئے خلفائے راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑنا جس کا آپؐ نے حکم دیا ایک ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ چھوڑ کر موسیٰ علیہ اسلام کے قبلہ کی طرف نماز پڑھنا، یہ یقیناً گمراہی ہے۔ اور تورات پر عمل کرنا یہ عین ایمان ہے۔ ایک ہے نبی پاک ﷺ کا قبلہ چھوڑ کر موسیٰ علیہ اسلام کے قبلہ کی طرف نماز پڑھنا یہ یقیناً گمراہی ہے۔ اور ایک ہے ابوبکرؓ وعمرؓ کی اقتداء میں بیت اللہ شریف کی طرف نماز ادا کرنا یہ عین ایمان ہے۔ ایک ہے رسول پاک ﷺ کی شریعت محمدی کے مطابق جمعہ چھوڑ کر موسیٰ علیہ اسلام کی شریعت کا منسوخ شدہ ہفتہ پڑھنا۔ اور ایک ہے امام ابوحنیفہؒ سے جمعہ کے احکام سیکھ کر شریعت محمدی کے مطابق جمعہ پڑھنا۔ ایک ہے نبی پاکؐ

کے راستے سے ہٹانا ایک ہے حضورؐ کے راستہ پر لگانا، منسوخ شریعت پر عمل نبی کی شریعت سے ہٹاتا ہے۔ اور مجتہد اپنے مقلدین کو شریعت محمدی پر چلاتا ہے۔ جو لوگ اتنا واضح فرق بھی نہ جانتے ہوں۔ وہ کتاب وسنت کے دقیق احکام کو خاک سمجھیں گے؟ ان کا علاج تقلید کے سوا کچھ نہیں، وہ ماہر امام کی رہنمائی میں کتاب وسنت پر عمل کریں تاکہ نہ خود گمراہ ہوں نہ دوسروں کو گمراہ کریں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ لشکری پہلے خدا تعالیٰ کے قرآن سے دھوکا کرتے ہیں۔ پھر اللہ کے پاک پیغمبر کی احادیث سے دھوکا دیتے ہیں اور پھر کتاب وسنت کی صحیح ور جامع تعبیر فقہ حنفی کے ساتھ دھوکا کرتے ہیں جو کتاب وسنت کی وہ پہلی جامع تعبیر ہے جو خیر القرون میں مرتب ہوئی۔ اور خیر القرون سے آج تک خداوند قدوس نے اسے وہ قبولیت عامہ کا شرف نصیب فرمایا جس کی مثال آدمؑ سے لے کر اس وقت تک ملنی مشکل ہے۔

لشکری: آپ کی کوئی کتاب بہشتی زیور بھی ہے؟

سنی: بہشتی زیور ایک بہت عام فہم اور جامع کتاب ہے۔ اس کتاب میں الف سے لیکر خطوط نویسی۔ عقائد۔ اعمال، اخلاق۔ تہذیب وتربیت۔ نہایت ضروری مسائل، اولیاء اللہ کے تذکرے۔ صنعت وحرفت۔ حساب کتاب۔ عملیات ہر وقت کار آمد آنے والے طبی نسخے۔ طرح طرح کے کھانے اور چیزیں پکانے اور بنانے کی مجرب ترکیبیں وغیرہ اس میں درج ہیں۔ اور بہشتی گوہر میں خاص مردوں کے متعلق مسائل درج ہیں یہ کتاب بارہا چھپی اس وقت ہمارے سامنے "شبیری مکمل مدلل بہشتی زیور" ہے جو کتب خانہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان نے شائع کیا ہے تقریباً ایک ہزار صفحات کی ضخیم کتاب ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ بلا مبالغہ اب تک لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ جو صرف ہندوپاک میں شائع ہوئی ہے۔ اور اس کے ترجمے بنگالی، ہندی، برہمی، گجراتی، پشتو اور فرنچ وغیرہ زبانوں میں بھی ہو چکے ہیں جو ان ملکوں میں طبع ہوئی ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۲۲ھ میں مکمل ہوئی، ص ۳۔

لشکری: اس کتاب کے سب مسائل غلط ہیں اور قرآن حدیث کے خلاف ہیں۔

سنی: بہت اچھا میں ترتیب وار ایک ایک مسئلہ پڑھتا جاؤں گا آپ ہر ہر مسئلہ کے خلاف

ایک ایک آیت یا ایک ایک حدیث لکھوا دیں گے اس طرح سارا بہشتی زیور چیک ہو جائے گا۔ تو ہم بہشتی زیور کے مسائل پر عمل چھوڑ دیں گے۔ اور بہشتی زیور کے مسئلہ کو غلط ثابت کرنے کے بعد اس مسئلہ میں مذکورہ بات کا صحیح حکم بھی قرآن و حدیث سے دکھائیں گے۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ ان مسائل کو غلط ثابت کر کے اور ان پر عمل چھڑوا کر آپ ہمیں ناکارہ کر کے بٹھا دیں۔ صحیح مسائل بھی بتائیں تا کہ ہم بے عمل کی بجائے باعمل مسلمان بنیں۔

لشکری: اف میں غصہ میں یہ بات کہہ گیا۔ بہشتی زیور میں صحیح مسائل بھی ہیں جو قرآن و حدیث کے موافق ہیں اور غلط مسائل بھی ہیں جو قرآن حدیث کے خلاف ہیں صحیح مسائل پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور غلط مسائل سے بچنا چاہیئے۔

سنی: بسم اللہ آیئے میں بہشتی زیور کے تمام مسائل بالترتیب پڑھتا جاؤں گا۔ جو مسئلہ قرآن و حدیث کے موافق ہوگا آپ اس کے موافق ایک ایک آیت اور یا ایک حدیث لکھواتے جائیں گے۔ اور جو مسئلہ قرآن حدیث کے مخالف ہوگا۔ آپ اس کے مخالف ایک ایک آیت اور ایک حدیث لکھواتے جائیں۔ اور اس مسئلہ کو غلط ثابت کرنے کے بعد آپ اس مسئلہ کا صحیح حکم جو قرآن و حدیث میں ہوگا وہ آیت یا حدیث سے لکھوائیں گے۔ امید ہے کہ جناب نے جس جرأت سے اتنا بڑا جھوٹ بولا ہے اب اس کا ثبوت بھی پیش کریں گے۔ ورنہ ایسا جھوٹ بولنے والوں کے بارہ میں ہمارا پکا یقین ہے کہ وہ لوگ قرآن و حدیث سے بھی جاہل ہیں اور فقہ سے بھی۔ اور جھوٹ اور جہالت کے ساتھ ضد اور تعصب میں اور مسلمانوں میں فتنہ ڈالنے میں بڑے ماہر ہیں۔

لشکری: بہشتی زیور میں لکھا ہے اگر کوئی الٹا وضو کر لے کہ پاؤں پہلے دھو لے پھر مسح کرے پھر دونوں ہاتھ دھو ڈالے یا کسی اور طرح الٹ پلٹ کر وضو کرے تو بھی وضو ہو جاتا ہے۔

سنی: **پہلی خیانت:**

بہشتی زیور حصہ اول ص ۴۵ پر عنوان ہے، وضو کا بیان۔ اس میں بالترتیب مکمل وضو کا طریقہ لکھا ہے اور شروع ہی یہاں سے کیا ہے کہ وضو کرنے والی کو چاہیئے... یہ وضو کرنے

کا طریقہ پر ہے۔۔۔اس طریقہ پر ہی سب حنفیوں کا عمل ہے لیکن نام نہاد خود ساختہ اہل حدیث نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ یہ حق پوشی اور خیانت کن کا شیوہ ہے۔

دوسری خیانت:

بہشتی زیور ص ۴۶، ج ا، مسئلہ نمبر ۱۸:۔ سنت یہی ہے کہ اس طرح وضو کرے جس طرح ہم نے اوپر بیان کیا۔ اور اگر کوئی الٹا وضو کرلے کہ پہلے پاؤں دھوڈالے پھر سر کا مسح کرے۔ پھر دونوں ہاتھ دھووے پھر منہ دھوڈالے یا اور کسی طرح الٹ پلٹ کر وضو کرے تو بھی وضو ہو جاتا ہے لیکن سنت کے موافق وضو نہیں ہوتا اور گناہ کا خوف ہے۔ دیکھو اردو عبارت نقل کرنے میں اول اور آخر سے خط کشیدہ عبارت نہیں لکھی۔

تیسری خیانت:

اسی صفحہ پر مسئلہ ۱۶ میں بھی وضو کی ترتیب کو سنت لکھا ہے اور اس سے پہلے یہ بھی لکھا ہے وضو میں بعض باتیں ایسی ہیں کہ ان کے چھوٹ جانے سے وضو تو ہو جاتا ہے۔ لیکن ان کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور شریعت میں ان کے کرنے کی تاکید بھی آئی ہے۔ اگر کوئی اکثر چھوڑ دیا کرے تو گناہ ہوتا ہے ایسی چیزوں کو سنت کہتے ہیں (ص ۴۶، ج ۱)

دیکھو ایک مسئلہ کے بیان میں تین خیانتیں وہ بھی اردو کتاب۔ میں نہ تو فقہ پر اعتراض کرتے وقت ان کو اللہ کا فرمان یاد رہتا ہے ان اللــــــہ لا یھدی کید الخائنین (یوسف آیت ۵۲) ترجمہ: اور یہ کہ اللہ نہیں چلاتا فریب دغابازوں کا) اور نہ فرمان رسول یاد رہتا ہے کہ خیانت منافق کی عادت ہے۔ اس لئے ان تین خیانتوں پر اگر تین دفعہ کہہ دیا جائے منافق۔ منافق۔ منافق۔ تو یہ عین عمل بالحدیث ہے۔

سنت دشمنی:

فقہ دشمنی نے ان کو سنت دشمنی تک پہنچا دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تاکیداً فرمایا ہے علیکم بسنتی میری سنت کو لازم پکڑو۔ بہشتی زیور میں سنت کے مطابق بالترتیب وضو کا

مکمل طریقہ لکھا ہے اور اسی کی تاکید ہے کہ سنت کے مطابق وضو کرو اور سب سنی بہشتی زیور میں مذکورہ طریقہ کے مطابق سنت طریقہ سے وضو کرتے ہیں مگر یہ خود ساختہ اہل حدیث سنت پر عمل کرنے والوں کو دعوت عمل دے رہا ہے کہ تم خلاف سنت وضو کیا کرو۔ جس کو بہشتی زیور میں خلاف سنت بھی کہا۔ یہ بھی کہا کہ خلاف سنت پر ثواب نہیں ملتا۔ اور یہ بھی لکھا کہ گناہ ہوتا ہے۔ دیکھو اس لشکری کو سنت اور ثواب سے کتنی دشمنی ہے اور گناہ کی اشاعت کا کتنا شوق ہے۔ لوگوں کو کہتے ہیں کہ ہم سنت کی اشاعت کرتے ہیں اور کرتوت یہ ہے کہ سنت سے روک کر گناہ کی اشاعت کرتے ہیں۔

حدیث دشمنی:

آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک کو سنت کہتے ہیں آپ کا با ترتیب وضو تقریباً ۲۲ صحابہ کرامؓ نے روایت فرمایا جیسا کہ نصب الرایہ اور کشف النقاب کے مطالعہ سے ظاہر ہے اور یہ وضو امت میں عملاً بھی متواتر ہے۔ لیکن بعض اوقات بیان جواز کے لئے عادت مبارک کے خلاف بھی کوئی بات حدیث میں مذکور ہوتی ہے۔ مثلاً اسی مسئلہ میں مسند احمد۔ ابوداؤد۔ اور مختارۂ ضیاء میں حضرت مقدام بن معدیکربؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا پہلے دونوں ہتھیلیاں تین بار دھوئیں اور تین بار چہرہ دھویا۔ پھر دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر سر اور کانوں کا مسح کیا (احیاء السنن ص ۳۶، ج ۱) اور دار قطنی میں حضرت عثمانؓ نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کا طریقہ بیان فرمایا کہ کلی فرمائی ناک میں پانی ڈالا۔ چہرہ مبارک تین مرتبہ دھویا۔ اور تین مرتبہ ہاتھ دھوئے اور تین مرتبہ پاؤں دھوئے پھر سر کا مسح فرمایا (نصب الرایہ ص ۳۵، ج ۱) اب دیکھیے امام احمد م ۲۴۱ھ میں، امام ابوداؤد م ۲۷۵ھ میں، امام دار قطنی م ۳۸۵ھ میں، امام ضیاء م ۶۴۳ھ میں گزرے ان چاروں حدیث کی کتابوں میں بے ترتیب وضو کا ذکر ہے۔ ان پر تو اعتراض نہیں کیا اور نہ ہی معاذ اللہ حضور ﷺ پر، اور اعتراض ہو تو حضرت تھانویؒ کی کتاب پر جو چودہویں صدی میں لکھی گئی۔

خلیفہ راشد سے دشمنی:

حدیث کی کتاب مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ ہے۔ یہ ابوبکر بن ابی شیبہ امام بخاری۔ امام ابوداؤد اور ابن ماجہ کے استاد ہیں ان کی وفات ۲۳۵ھ میں ہے۔ اس کتاب کے سب راوی خیر القرون کے ہیں۔ اس میں ص ۵۵ ج ۱ پر پورا باب ہے اس آدمی کے وضو کا بیان جو ہاتھ دھونے سے پہلے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر حضرت علیؓ کا فرمان نقل فرمایا ہے کہ مجھے پرواہ نہیں جس طرح بھی وضو کروں۔ اور جس عضو سے چاہوں شروع کروں -اور دوسرا فرمان نقل فرمایا ہے کوئی بات نہیں کہ میں دائیں عضو سے پہلے بایاں دھولوں۔ سیدنا علی کرم اللہ وجھہ پر اس مسئلہ میں اعتراض نہ کرنا اور بہشتی زیور جو ۱۳۴۲ھ میں لکھی گئی۔ اس کے خلاف زبان درازی کرنا یہ بات عقل سے بالا ہے۔

صحابہؓ دشمنی:

امام ابوبکر بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ۳۲ھ سے نقل فرماتے ہیں: کوئی بات نہیں کہ تو وضو میں دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں سے پہلے دھولے (ص ۵۵ ج ۱) اس کے راوی مدینہ کے مشہور تابعی امام مجاہد ہیں۔ اس کے برعکس نہ کسی حدیث نبوی میں، نہ کسی خلیفہ راشد سے، نہ کسی اور صحابی سے، نہ کسی تابعی یا تبع تابعی سے ثابت ہے کہ سنت کے رہ جانے سے وضو ہوتا ہی نہیں۔ بلکہ یہ لوگ محدثین دشمنی میں بھی آگے آگے ہیں- امام ترمذی م ۲۷۹ھ نے ترمذی شریف ص ۱۴ ج ۱ پر صراحت فرمائی ہے کہ سنت کے رہ جانے سے وضو ہو جاتا ہے لیکن اعتراض کرنے والا اتنا اندھا ہے۔ اسے پتہ نہیں کہ وہ کس کس پر حملہ کر رہا ہے۔ یہ بات پھر یاد رکھیں کہ حدیث کی کتابوں میں دونوں طرح کی روایات ہیں باترتیب وضو کی بھی اور بے ترتیب وضو کی بھی۔ لیکن فقہ نے صاف صاف سمجھا دیا کہ سنت تو باترتیب وضو ہی ہے لیکن اگر کبھی بے ترتیب ہو جائے تو اس وضو سے نماز ہو جائے گی اگرچہ ایک سنت کے ثواب سے محروم رہا اور اگر زیادہ دفعہ ایسا کرے تو گناہ بھی

ہوگا۔ دیکھو ایک آدمی وضو کر کے مسجد میں آ گیا۔ دوسرے شخص نے دیکھ کر بتا دیا کہ کہنی کے قریب تھوڑی سی جگہ خشک رہ گئی ہے۔ اب اس نے صرف کہنی پر پانی بہالیا۔ اب کہنی پاؤں کے بعد دھلی۔ وضو کی ترتیب ٹوٹ گئی۔ کیا کسی حدیث میں ہے کہ اس وضو سے اس کی نماز ادا نہیں ہوئی آہ! یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ فقہ قرآن اور حدیث کے خلاف ہے

لشکری: بہشتی زیور میں ہے کہ چھوٹی لڑکی سے اگر کسی مرد نے صحبت کی۔ جو ابھی جوان نہیں ہوئی تو اس پر غسل واجب نہیں۔

سنی: جھوٹ اور خیانت کے بغیر لشکریوں کی کوئی بات نہیں ہوتی، بہشتی زیور میں آگے یہ بھی لکھا ہے لیکن عادت ڈالنے کے لئے اس سے غسل کرانا چاہئے (ص ۵۷ ج ۱) یہ بتایا جائے کہ یہ مسئلہ کس آیت یا کس حدیث کے خلاف ہے۔

لشکری نہ کوئی آیت پیش کر سکا اور نہ کوئی حدیث جس سے معلوم ہو گیا کہ اس کی یہ بات کہ "فقہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے" یہ قرآن پر بھی جھوٹ ہے، حدیث پر جھوٹ ہے، اور فقہ پر بھی جھوٹ ہے۔

رسول دشمنی:

جناب رسول اقدس ﷺ کا فرمان تو یہ ہے کہ بچہ جب تک بالغ نہ ہو وہ مرفوع القلم ہے یعنی اس پر کچھ بھی نہ فرض ہے نہ واجب، لیکن یہ لشکری فقہ دشمنی میں رسول دشمنی تک جا پہنچا۔ رسول پاک ﷺ نابالغ پر کچھ واجب نہیں کرتے مگر یہ لشکری یہود کے احبار و رھبان کی طرح غیر واجب کو واجب کر رہے ہیں، چھوٹی لڑکی کو انزال ہی نہیں ہوتا۔ لشکری کو بہشتی زیور کے اس مسئلہ پر اعتراض ہے جب امام بخاری ۲۵۶ھ ائمہ اربعہ کے خلاف اس بات کے قائل ہیں کہ جوان عورت کو بھی انزال نہ ہو تو غسل کرلے تو زیادہ احتیاط ہے لیکن وضو بھی کافی ہے (تیسیر الباری ص ۱۸۴ ج ۱) یہاں اعتراض کیوں نہ کیا صرف اسی لئے کہ فقہ دشمنی نے اندھا کر دیا ہے۔

تیسرا مسئلہ:

لشکری کہنے لگا۔ کتا۔ بلی۔ بندر۔ شیر وغیرہ کی کھال بنانے سے پاک ہو جاتی ہے۔ بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے۔

سنی: خیانت کے بغیر حوالہ دینا شاید لشکریوں کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے....آگے لکھا ہے بنائی ہو یا بے بنائی۔ البتہ ذبح کرنے سے ان کا گوشت پاک نہیں ہوتا۔ اور ان کا کھانا درست نہیں'' بہشتی زیور ص ۶۱، ج ۱) اچھا اب وہ آیت یا حدیث دکھائیں جو اس مسئلہ کے خلاف ہو۔ ورنہ اعتراف کرو کہ ہم فقہ دشمنی میں اتنے اندھے ہیں کہ قرآن وحدیث پر بھی جھوٹ بولتے ہیں۔ آپ کی فقہ نبوی کی کتاب **نزل الابرار من فقه النبی المختار** حصہ اول رجب ۱۳۲۸ھ میں شائع ہوئی۔ اس میں بھی یہی مسئلہ لکھا ہے **ومایطهر بالدباغة یطهر بالزکواة وهل یشترط لطهارة جلده کون الزکاة شرعیة فیه قولان** (ص ۳۰ ج ۱) جو دباغت سے پاک ہو جاتی ہے وہ ذبح سے بھی پاک ہو جاتی ہے اور کھال کے پاک ہونے میں شرعی ذبح کی شرط ہونے میں دو قول ہیں۔ یعنی ایک قول میں غیر شرعی ذبح یعنی جھٹکا سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے۔ جب یہ مسئلہ ۱۳۲۸ھ میں نبی پاک ﷺ کے سر ڈال کر شائع کر دیا گیا تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ لیکن بہشتی زیور پر فوراً اعتراض کر دیا۔ کیا قرآن پاک نے ذبح کو زکواۃ فرمایا ہے یا نہیں۔ بہشتی زیور کے پہلے حصہ میں ۴۹ عقائد اور ۲۳۶ فقہی مسائل تھے۔ جن میں سے صرف تین مسائل پر لشکری نے اعتراض کئے ان میں سے بھی کسی ایک کو بھی نہ قرآن کے خلاف ثابت کر سکا نہ حدیث کے۔ **فلله الحمد**.

چوتھا مسئلہ:

لشکری بہشتی زیور میں لکھتا ہے کہ نجاست غلیظہ میں سے اگر پتلی بہنے والی چیز کپڑے یا بدن میں لگ جائے۔ تو اگر پھیلاؤ میں روپے کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف

ہے بغیر ہٹائے اگر نماز پڑھے تو ہو جائے گی اگر نجاست غلیظہ میں گاڑھی چیز لگ جائے۔ جیسے پاخانہ اور مرغی کی بیٹ وغیرہ۔ تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو بے دھوئے ہوئے نماز درست ہے۔

سنی: خیانت اور فریب میں واقعی آپ لوگ اپنی مثال آپ ہیں، شیطان تو ایک سچ بول گیا تھا کہ حضرت ابوھریرہؓ کو آیت الکرسی بتا گیا تھا کہ جہاں پڑھی جائے یہ نہیں آتا۔ لیکن آپ کی قسمت میں زندگی میں شاید ایک بھی سچ نہیں۔ دیکھو آگے صاف لکھا ہے کہ لیکن نہ دھونا اور نماز پڑھتے رہنا مکروہ اور برا ہے (ص۳، ج۲)۔ اور درمختار و شامی میں صراحت ہے کہ مکروہ تحریمی ہے۔ اب آپ وہ آیت یا حدیث لکھوائیں جس میں اس مسئلہ کا صاف صاف غلط ہونا مذکور ہو۔ مگر قرآن وحدیث کا لفظ تو وہ صرف جھوٹ بولنے کے لئے بولتے ہیں۔ اب آیئے پہلے یہ پتہ کریں کہ نجاست غلیظہ کن کن کو کہتے ہیں۔

مسئلہ۲:

خون اور آدمی کا پاخانہ۔ پیشاب اور منی اور شراب اور کتے بلی کا پاخانہ اور پیشاب اور سؤر کا گوشت اور اس کے بال ہڈی وغیرہ اسکی ساری چیزیں اور گھوڑے۔ گدھے اور خچر کی لید اور گائے بیل بھینس وغیرہ کا گوبر اور بکری بھیڑ کی مینگنی غرضیکہ سب جانوروں کا پاخانہ اور مرغی اور بطخ اور مرغابی کی بیٹ اور گدھے اور سب حرام جانوروں کا پیشاب یہ سب چیزیں نجاست غلیظہ ہیں (ص۲-ح۲)۔ اب ذرا آپ اپنی خودساختہ فقہ محمدی پڑھیں... منی پاک ہے خشک ہو یا تر، گاڑھی ہو یا پتلی، حیض کے خون کے سوا سب خون پاک ہیں۔ شرمگاہ کی رطوبت بھی پاک ہے۔ شراب پاک ہے ہر حلال اور حرام جانور کا پیشاب پاک ہے حتیٰ کہ کتے کے پیشاب پاخانے کے ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ خنزیر اور کتے کا لعاب پاک ہے (نزل الابرار ص۴۹، ج۱) خنزیر پاک ہے اگرچہ اس کا کھانا حرام ہے (بدور الاھلہ ص۱۶) حلال اور حرام جانوروں کا دودھ پاک ہے (بدور الاھلہ ص۱۸) اب غور کریں کہ خون۔ منی۔ شراب۔ ہر جانور

کا پیشاب۔خنزیر۔گائے،بیل،بھینس،کا گوبر۔بکری بھیڑ کی مینگنی۔مرغی بطخ اور مرغابی کی بیٹ۔گدھے خچر اور سب حرام جانوروں کا پیشاب ایک درہم کے برابر لگا ہو تو نماز مکروہ ہوگی اور نمازی گنہگار ہوگا۔آپ کے ہاں یہ سب کی سب چیزیں پاک ہیں پورا جسم بھی ان سے لت پت ہو۔کپڑے بھی اور جانماز بھی تو نماز نور علیٰ نور ہوگی۔دیکھئے!

آپ نے ہمیں مکروہ نماز پڑھنے کی دعوت دی جو گناہ ہے اور گناہ کی دعوت دینا بھی گناہ ہے۔ ہم آپ کو اپنی فقہ نبوی کے مطابق پاک نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں کہ خنزیر۔شراب۔ حرام جانوروں کا پیشاب۔خون۔منی۔گوبر بیٹ وغیرہ جسم۔لباس اور جانماز لت پت کر کے نماز پڑھیں۔چاروں طرف فرشتے کھڑے کہہ رہیں ہونگے ان اللہ یحب المتطھرین ہاں آپ کے ہاں انسان کا پیشاب پاخانہ اور حیض کا خون ناپاک ہیں۔آپ کے ہاں یہ مسئلہ ہے کہ" ہر کہ جامئہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح ست"(عرف الجادی ص۲۲)یعنی نمازی کے کپڑے نجس ہوں(پیشاب پاخانہ خون حیض میں لت پت ہوں)تو بھی نماز صحیح ہے۔اگر آپ کے کپڑے درہم سے چھوٹے ہوں تو پھر بھی فقہ حنفی پر اعتراض کی گنجائش نہ ہوتی کہ ان کے ہاں درہم بھر میں نماز مکروہ ہے آپ کے ہاں صحیح۔

برادرم شیشے کے مکان میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر پھینکنے عقل مندی نہیں ہے ہاں یہ بھی فرمایئے کہ وہ درہم سے چھوٹا کپڑا آپ جسم کے کس حصہ پر فٹ کریں گے۔کیونکہ شرمگاہ چھپانا تو آپ کے ہاں ضروری ہر کہ درنہیں نماز عورتش نمایاں شد نمازش صحیح ست "(عرف الجادی ص۲۲) کہ نماز میں شرمگاہ ننگی رہے تو نماز صحیح ہے۔اگر آپ یہ صحیح نماز پڑھنا شروع کر دیں۔مرد بھی اور عورتیں بھی تو دیکھنے والے بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ الصلوۃ معراج المومنین کہ یہ نماز واقعی مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے معراج ہے۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا ہی گھر نہ ہو

استنجاء کا بیان:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی تین پتھروں سے استنجاء کرے تو وہ کافی ہے (مسند احمد ص ۱۰۸ ج ۶' ص ۱۳۳ ج ۶ دارمی ص ۹۱ ابوداؤد ص ۶ ج ۱' نسائی ص ۱۸ ج ۱) اور حضرت ایوب انصاریؓ بھی روایت کرتے ہیں کہ تین پتھروں سے استنجاء کافی ہے (مجمع الزوائد ص ۲۱۱ ج ۱ بحوالہ ابوطبرانی) اور حضرت عروہؓ کی مرسل حدیث میں ہے ثلاثة احجار تفنی فی الاستنجاء (مطالب العالیہ ص ۱۸ ج ۱) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر صحابہ کرامؓ کا قول یہی ہے کہ پتھروں سے استنجاء کافی ہے اگر چہ پانی سے پاخانہ کا مقام نہ دھوئے۔امام سفیان ثوری۔عبداللہ بن المبارک شافعی۔احمد اور اسحاق یہی فرماتے ہیں۔(ص ۱۰ ج ۱) اور پھر پانی استنجاء کے باب میں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اہل علم حضرات اگر چہ پتھروں سے استنجاء کافی سمجھتے ہیں۔لیکن پانی سے استنجاء کو بہتر سمجھتے ہیں۔یہاں بھی ان ہی پانچ اماموں کے نام لکھے ہیں۔(ترمذی ص ۱۱ ج ۱) اس بات میں شک نہیں کہ ڈھیلے سے نجاست ختم نہیں ہوتی خشک ہو جاتی ہے تو جب بالاتفاق پانی سے استنجاء کئے بغیر نماز جائز ہے تو اتنی مقدار قابل برداشت ہوئی۔فقہاء اس مقام کا نام نہیں لیتے کیونکہ حیاء ایمان کا شعبہ ہے مقام استنجاء کی تعبیر درہم سے کر دیتے ہیں اور یہ تعبیر بھی صاحب بہشتی زیور نے نئی نہیں کی امام ابوبکر بن ابی شیبہ م ۲۳۵ھ نے درہم کا لفظ سعید المسیب م ۹۰ھ حکم بن عتیبہ م ۱۱۳ء، حماد بن ابی سلیمان م ۱۲۰ھ زہری م ۱۲۵ھ ابراہیم نخعی م ۹۵ھ سے نقل کی ہے (ص ۴۲۹ ج ۱) امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر نجاست ایک درہم یا اس سے کم ہوگی تو نماز ہوگئی مگر اس نے برا کام کیا (المبسوط ص ۶۳ ج ۱) اگر ایک درہم ہوگی تو اجماع ہے کہ نماز مکروہ ہوگی (البحر الرائق ص ۲۲۸ ج ۱) اگر نجاست ایک درہم سے کم ہو تو دھونا مستحب ہے۔ایک درہم کے برابر ہو تو دھونا واجب ہے۔اور ایک درہم سے زائد ہو تو دھونا فرض ہے۔(منحۃ الخالق ص ۲۲۸ ج ۱) اس سے بڑھ

کر سنئے! امام ترمذیؒ احادیث کے ساتھ ساتھ فقہاء کے مذاہب بھی نقل کرتے ہیں وہ باب غسل دم الحائض میں فرماتے ہیں "بعض اہل علم تابعین کا کہنا ہے کہ اگر (خون حیض) ایک درہم کے برابر لگا ہو۔ اور بے دھوئے نماز پڑھ لی تو نماز دہرانا ہوگی (مگر ان کا نام امام ترمذی نے ذکر نہیں کیا) اور ان تابعین میں سے بعض نے کہا کہ اگر درہم سے زیادہ لگا ہوا اور نماز پڑھ لی تو نماز دہرانا ہوگی (ایک درہم پر دہرانا نہیں) اور یہی قول سفیان ثوری اور ابن المبارک کا ہے۔ اور بعض اہل علم تابعین تو کہتے ہیں کہ درہم سے زیادہ بھی لگا ہو تو نماز دہرانا ضروری نہیں یہی قول امام احمد اور اسحاق کا ہے۔ اور امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اگر ایک درہم سے کم ہو تو بھی نماز دہرائی جائے اور انہوں نے اس قول میں تشدد کیا ہے۔ (ص ۳۵ ج ۱) امام ترمذیؒ نے کسی تابعی وغیرہ کا حوالہ امام شافعیؒ کے قول کے ساتھ نہیں دیا۔ اور ان کے قول کو اعتدال سے ہٹا ہوا اور سخت بھی فرما دیا ہے۔ چنانچہ آج تک شوافع اس قول کی سختی کو محسوس کر کے چھوڑ بھی دیتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں "میرے استاد علامہ ابو طاہر شافعی نے اپنے شیخ الحسن العجیمی حنفی سے نقل کیا کہ وہ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم نجاست قلیلہ میں زیادہ تنگی اور عورتوں پر زیادہ تشدد نہ کیا کریں۔ اور اس بارے میں ہم امام ابو حنیفہؒ کا مذہب اختیار کریں کہ درہم سے کم مقدار معاف ہے۔ اور ہمارے شیخ ابو طاہر (شافعی) اسی قول کو پسند فرماتے تھے اور اسی پر عامل تھے (عقد الجید ص ۱۵۲) اب ان لشکریوں کا نہ کتب احادیث پر اعتراض نہ تابعین پر نہ امام ترمذیؒ پر اور نزلہ برعضو ضعیف مے ریزد کہ سارا غصہ بہشتی زیور پر۔ بلکہ ترمذی شریف سے تو معلوم ہوا کہ امام احمدؒ ایک درہم زائد نجاست لگی ہو اور نماز پڑھ لی تو بھی لوٹانا ضروری نہیں فرماتے۔ لشکریو! تم صرف حنفیوں کو دعوت عمل دیتے ہو۔ سعودیہ کے حنابلہ کو دعوت عمل کیوں نہیں دیتے کہ امام کعبہ اور امام مسجد نبوی حنبلی ہیں۔ وہ اپنے امام کے قول پر عمل کریں اور ایک درہم سے زیادہ خون حیض کپڑے پر لگا کر نماز پڑھایا کریں۔

پانچواں مسئلہ:

لشکری: بہشتی زیور میں ہے: ''اگر نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو جس حصہ میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔

سنیؔ: خیانت: اس سے آگے ہے کہ ''اگر پورا چوتھائی یا اُس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں، یعنی اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر کلی میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر دوپٹہ میں لگی ہے تو اُس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ اسی طرح اگر نجاست خفیفہ ہاتھ میں بھری ہے تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔ اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ غرضیکہ جس عضو میں لگے اُس کی چوتھائی سے کم ہو۔ اور اگر پوری چوتھائی ہو تو معاف نہیں، اس کا دھونا واجب ہے۔ یعنی بے دھوئے ہوئے نماز درست نہیں۔'' (ص۳، ج۲) اور معاف ہونے کا مطلب بھی پچھلے مسئلہ میں آ گیا کہ نماز دہرانا ضروری نہیں۔ البتہ اتنی نجاست سے نماز پڑھنا مکروہ اور بُرا ہے۔ یہ بات بھی معترض نے بیان نہیں کی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نجاست خفیفہ کس کو کہتے ہیں؟

بہشتی زیور مسئلہ ۴:

حرام پرندوں کی بیٹ اور حلال جانوروں کا پیشاب جیسے بکری، گائے، بھینس وغیرہ اور گھوڑے کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے (ص۲، ج۲) یاد رہے جو چیزیں ہمارے ہاں نجاست خفیفہ ہیں، جیسے حلال جانوروں کا پیشاب، وہ غیر مقلدوں کے ہاں نجاست نہیں بلکہ پاک ہے۔ بلکہ صرف پاک ہی نہیں بوقت ضرورت اُن کا کھانا پینا بھی جائز ہے (فتاویٰ ثنائیہ ص۶۷، ج۲۔ فتاویٰ ستاریہ ص۶۳ ج۱) آپ کب تک قرآن وحدیث کا نام لے کر جھوٹ بولتے رہیں گے۔ ایک دفعہ تو جھوٹ بولنے کی قسم توڑ ہی دیں اور اس مکمل حنفی مسئلہ کے خلاف ایک آیت یا ایک حدیث لکھوا دیں، اور اپنے اس مکمل مسئلہ کے موافق ایک آیت یا ایک حدیث لکھوا دیں۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ یہ قسم دوزخ میں جا کر بھی نہیں ٹوٹے گی۔

چھٹا مسئلہ:

لشکری: بہشتی زیور میں لکھا ہے: ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی۔ اس کو کسی نے زبان سے تین دفعہ چاٹ لیا تو پاک ہو جائے گا۔

خیانت:

سنی: کہتے ہیں پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے لیکن جبلت (عادت) سے انسان نہیں ہٹ سکتا۔ یہاں بھی اگلی عبارت چھوڑ دی۔ آگے لکھا ہے: ''مگر چاٹنا منع ہے۔ یا چھاتی پر بچے کی قے کا دودھ لگ گیا۔ پھر بچے نے تین دفعہ چوس کر پی لیا تو پاک ہو گیا۔'' (ص ۵، ج ۲ مسئلہ نمبر ۲۶)

اس مسئلہ میں دو باتیں ہیں: (۱) نجاست چاٹنا منع ہے۔ اس کے خلاف آپ ایک آیت یا ایک حدیث لکھوا دیں کہ نجاست چاٹنا جائز ہے۔ ہم مان لیں گے کہ یہ مسئلہ قرآن یا حدیث کے خلاف ہے۔ (۲) یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح پانی پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے۔ اسی طرح انسان کا تھوک پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: ''اگر ہمارے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا اور اس کو حیض کا کچھ خون لگ جاتا تو اس پر تھوک کر ناخن سے صاف کر لیتیں۔'' (بخاری رقم ۳۱۲) اور حضرت سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ تمام امہات المؤمنین ایسا ہی کرتی تھیں۔ اور حضرت امام حسن بن علیؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور میمون بن مھرانؒ بھی تھوک سے خون کو صاف کر لیتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۲۵، ج ۱) آپ میں ہمت ہے تو ایک آیت یا ایک حدیث دکھا دیں کہ انسانی تھوک نہ پاک ہے، نہ پاک کنندہ ہے۔ عام طور پر ہر گھر میں یہ مسئلہ پیش آتا ہے کہ لڑکیاں جب گھر میں سوئی سلائی کا کام کرتی ہیں تو انگلی میں سوئی چبھ جاتی ہے اور خون نکل آتا ہے تو وہ دو تین مرتبہ اس کو چوس چاٹ کر تھوک دیتی ہیں۔ اس سے خون بھی بند ہو جاتا ہے اور انگلی بھی صاف ہو جاتی ہے۔ تو اُن کو سمجھانے کے لئے اگر لکھ دیا

کہ یہ انگلی تو پاک ہوگئی مگر چاٹنا منع ہے تو یہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے؟

ساتواں مسئلہ:

لشکری: بہشتی زیور میں لکھا ہے: ''کتے کا لعاب نجس ہے اور خود کتا نجس نہیں۔ سو اگر کتا کسی کے کپڑے یا بدن سے چھو جائے تو نجس نہیں ہوتا۔ چاہے کتے کا بدن سوکھا ہو یا گیلا۔'' (ص ٦، ج ٢، مسئلہ نمبر ٤١)

سنی: یہاں بھی خیانت۔ اگلی عبارت چھوڑ دی ہے۔ ''ہاں اگر کتے کے بدن پر کوئی نجاست لگی ہو تو اور بات ہے۔'' ...... آپ کوئی آیت یا حدیث پیش فرمائیں جس سے اس مسئلہ کے دونوں حصے غلط ہو جائیں۔ یعنی فقہ میں ہے کہ کتے کا لعاب نجس ہے۔ آپ کے ہاں کتے کا لعاب بلکہ پیشاب اور پاخانہ بھی پاک ہے۔ آپ آیت یا حدیث پیش کریں کہ کتے کا لعاب، پیشاب اور پاخانہ پاک ہے۔ اور دوسرا حصہ یہ ہے کہ کتا خود نجس نہیں۔ آپ کے ہاں بھی یہی مسئلہ ہے۔ اگر کتا خنزیر کی طرح نجس العین ہوتا تو اس سے شکار کرنے کی اجازت قرآن میں کیوں ہوتی؟ اور کھیت و مویشی کی رکھوالی کے لئے کتا رکھنے کی اجازت کیوں ہوتی؟ اور سنیئے بخاری باب ۳۳ میں لکھتے ہیں کہ امام زہری اور امام سفیان کے نزدیک کتے کے جھوٹے پانی سے وضو جائز ہے۔ اور تیسیر الباری میں علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں: ''اس حدیث سے امام بخاری نے کتے کے پاک ہونے پر دلیل دی ہے (ص ۱۸۱، ج ۱)

آٹھواں مسئلہ:

لشکری: بہشتی زیور کا ایک اور مسئلہ بھی قرآن حدیث کے خلاف ہے ''کسی کے لڑکا پیدا ہو رہا ہے، لیکن ابھی سب نہیں نکلا، کچھ باہر نکلا اور کچھ نہیں نکلا۔ ایسے وقت بھی اگر ہوش و حواس باقی ہیں تو نماز پڑھنا فرض ہے۔''

سنی: خیانت: پہلے پورا مسئلہ پڑھیں، پھر اس کے خلاف آیت یا حدیث پیش کریں۔

مسئلہ نمبر ا: کسی کے لڑکا پیدا ہو رہا ہے، کچھ باہر نکلا ہے (آدھے سے کم) اور

کچھ نہیں نکلا۔ ایسے وقت بھی اگر ہوش وحواس باقی ہوں تو نماز پڑھنا فرض ہے۔ قضا کر دینا درست نہیں۔ البتہ اگر نماز پڑھنے سے بچہ کی جان کا خوف ہو تو نماز قضا کر دینا درست ہے۔ اسی طرح دائی جنائی کو اگر یہ خوف ہو کہ اگر میں نماز پڑھنے لگوں گی تو بچہ کو صدمہ پہنچے گا، تو ایسے وقت میں دائی کو بھی نماز قضا کر دینا درست ہے۔ لیکن ان سب کو پھر جلدی قضا پڑھ لینا چاہئے (یعنی دائی کو ضروری کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اور جننے والی کو پاک ہونے کے بعد جلدی کرنی چاہئے'') (ص ۶۴، ج ۲)

یہ ہے **مکمل** مسئلہ۔ اب وہ کونسی آیت ہے جس سے بقائمی ہوش وحواس اور خونِ نفاس آنے کے بغیر اُسے آپ فرض نماز معاف کرتے ہیں۔ یہود کے احبار ورہبان سے کونسا قاعدہ آپ نے لیا ہے جس سے خدا کا فرض اُس کو معاف کر رہے ہیں۔ فقہ اور قرآن وحدیث پر جھوٹ نہ بولیں۔

نواں مسئلہ:

لشکری: بہشتی زیور کا یہ مسئلہ بھی قرآن حدیث کے خلاف ہے: ''نماز کے اول میں **سبحانک اللھم** پڑھنا بھول گئی یا رکوع میں **سبحان ربی العظیم** نہیں پڑھا یا سجدہ میں **سبحان ربی الاعلیٰ** نہیں کہا۔ یا رکوع سے اٹھ کر **سمع اللہ لمن حمدہ** کہنا یاد نہیں رہا، یا نیت باندھتے وقت کندھے تک ہاتھ نہیں اٹھائے یا اخیر تشہد میں درود شریف یا دعا نہیں پڑھی، یونہی سلام پھیر دیا تو اِن سب صورتوں میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔''

.... یہاں بھی بیان مسئلہ میں خیانت ہے۔ یہ جتنے کام اس مسئلہ میں گنے ہیں یہ سنت ہیں۔ دیکھو ص ۱۹، ج ۲۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی جان بوجھ کر چھوڑے گی تو نماز خلاف سنت ہوگی۔ (دیکھو ص ۱۹۔ مسئلہ ۹، ص ۲۰: مسئلہ ۱۰) اور سنت بھول کر رہ جائے تو سجدہ سہو نہیں ہوتا۔ سجدہ سہو واجب کے چھوڑنے پر ہوتا ہے (دیکھو ص ۱۸، ص ۱۹ مسئلہ ۵) اب اگر آپ کے پاس کوئی آیت یا حدیث ہے کہ سنت کے بھول کر رہ جانے پر بھی سجدہ سہو واجب ہے تو لائیے ورنہ بات بات پر قرآن وحدیث پر جھوٹ بولنے سے توبہ کیجئے۔

امام نسائی اپنی سنن میں باب باندھتے ہیں: کم از کم کتنی نماز جائز ہے، اور ایک بدری صحابی کی حدیث دو سندوں سے نقل کی ہے کہ خود رسول اقدس ﷺ نے ایک آدمی کو نماز کا طریقہ سکھایا کہ قبلہ رو ہو کر (۱) اللہ اکبر کہہ (ہاتھ اٹھانے اور پھر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہ فرمایا) (۲) پھر قرآن پڑھ (آمین کا کوئی ذکر نہ فرمایا) (۳) اور رکوع کر (نہ رکوع کی تکبیر نہ تسبیح نہ سمع الله لمن حمده، ربنا لک الحمد)۔ (۴) پھر سیدھا کھڑا ہو، (۵) پھر سجدہ کر (نہ سجدہ کی تکبیرات کا ذکر نہ تسبیحات کا) (۶) پھر سیدھا بیٹھ، (۷) پھر سجدہ کر (نہ تکبیرات کا ذکر نہ تسبیحات کا، پھر نہ التحیات کا ذکر نہ درود کا نہ دعا کا نہ سلام کا)...... مگر اس کے بعد فرمایا جب تو نے یہ کام پورے کر لئے تو تیری نماز پوری ہے، اور اگر ان میں سے کوئی کام چھوڑا تو تیری نماز ناقص ہے۔ رقم ۱۳۱۵۔

اب بتایئے اگر اس حدیث پر آپ کو اعتراض نہیں تو بہشتی زیور پر کیوں اعتراض ہے۔ اور سب سے اہم بات اس حدیث میں یہ ہے کہ جن مسائل پر غیر مقلدین ہر مسجد میں فساد اور ہر گھر میں فتنہ ڈالتے ہیں اُن میں سے ایک مسئلہ بھی اس حدیث میں نہیں، نہ ٹانگیں اتنی چوڑی کرنا کہ جسم کارٹون بن جائے نہ سینے پر ہاتھ رکھنا۔ نہ فاتحہ نہ آمین نہ رفع یدین۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ حدیث تقریباً صحاح ستہ کی ہر کتاب میں ہے۔

دسواں مسئلہ:

لشکری: بہشتی زیور کا ایک اور مسئلہ بھی قرآن حدیث کے خلاف ہے۔ ''فرض کی پچھلی دو رکعتوں میں یا ایک رکعت میں الحمد پڑھنی بھول گئی۔ چپکے کھڑی رہ (تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھڑی رہ، ورنہ نماز پھر سے لوٹا دے) کے رکوع میں چلی گئی تو بھی سجدہ سہو واجب نہیں۔'' یہاں بھی خیانت کی ہے۔ اس سے پہلے بہشتی زیور ص ۲۰، ج ۲ مسئلہ نمبر ۱۷ میں ہے: ''اگر پچھلی دو رکعتوں میں الحمد للہ نہ پڑھے، بلکہ تین دفعہ سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ کہہ لے تو بھی درست ہوگی۔ لیکن الحمد پڑھ لینا بہتر ہے۔ اور اگر کچھ نہ پڑھے (تین تسبیح کی مقدار) چپکی کھڑی رہے تو بھی حرج نہیں، نماز درست ہے۔'' جب فرض کی

تیسری چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنی واجب ہی نہیں، نہ قرآن میں اس کے وجوب کی دلیل ہے نہ حدیث میں۔ تو اس کا چھوڑنا ترکِ واجب نہ ہوا تو سجدہ سہو کیسے واجب ہوگا۔ وہ تو ترکِ واجب پر واجب ہوتا ہے۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ نے اپنی حدیث کی کتاب میں باقاعدہ باب باندھا ہے کہ جو تیسری چوتھی رکعت میں قرأت نہیں کرتے تھے سبحان اللہ کہتے تھے۔ پھر اس باب کے تحت حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، ابراہیم نخعی اور اسود نخعی کا یہی طریقہ نقل کیا ہے۔ اور ان رکعتوں میں فاتحہ کے واجب ہونے کا کوئی باب نہیں باندھا۔ اب لشکری کو نہ اعتراض حضرت علیؓ پر ہے نہ عبداللہ بن مسعودؓ پر، نہ تابعین پر نہ ابن ابی شیبہ پر اس کو اعتراض ہے۔ صرف اور صرف بہشتی زیور پر اعتراض ہے۔

بہشتی زیور حصہ دوم میں تقریباً ساڑھے چار سو مسائل ہیں۔ اُن میں سے صرف سات مسائل کے بارہ میں لشکری نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ مسائل قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ لیکن وہ ایک کو بھی قرآن وحدیث کے خلاف ثابت نہ کر سکا۔ یہ اُس پر قرض ہے کہ ان مسائل کو قرآن حدیث کے خلاف اور باقی تقریباً چار سو پینتیس (۴۳۵) مسائل کو قرآن و حدیث کے موافق ثابت کرے۔ اگر وہ یہ مکمل قرض چکا دے تو ہم اُسے عمرہ کا ٹکٹ دیں گے اور قرض سر پر لے کر مر گیا تو جنازہ بھی جائز نہ ہوگا۔

گیارہواں مسئلہ:

لشکری: ایک اور مسئلہ بہشتی زیور کا قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ ”اگر کوئی دیہات میں رہتی ہو تو وہاں طلوع فجر کے بعد بھی قربانی دینا درست ہے۔“ سنی: یہاں بھی خیانت ہے، ص ۳۷، ج ۳ مسئلہ ۴: بقر عید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں۔ جب لوگ نماز پڑھ چکیں تب کرے۔ البتہ اگر کوئی کسی دیہات میں اور گاؤں میں رہتی ہو تو وہاں طلوع صبح صادق کے بعد بھی قربانی کر دینا درست ہے۔ شہر کے اور قصبہ کے رہنے والے نماز کے بعد ادا کریں۔ بتائیے یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے۔ بات واضح ہے کہ قربانی کے دن تین ہیں اور دن طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے۔ تو قربانی جائز

ہوگی لیکن جہاں شہر اور قصبہ میں نماز عید پڑھی جاتی ہے وہاں تو آپؐ نے فرمایا کہ نماز عید کے بعد قربانی کریں۔ لیکن جس بستی میں عید نماز نہ پڑھی جاتی ہو۔ اُن کے لئے تو کوئی آیت و حدیث نہیں کہ وہ قربانی کے لئے شہر کی عید کا انتظار کریں۔ لشکری صاحب نے بہشتی زیور پر تو اعتراض جڑ دیا مگر یہ مسئلہ تو حدیث کی کتاب ترمذی میں بھی ہے۔ آپ ترمذی شریف میں باب باندھتے ہیں: ''نماز کے بعد قربانی کرنے کا بیان'' پھر حدیث پاک نقل فرماتے ہیں کہ نماز عید سے قبل قربانی ذبح نہ کرو۔ اس کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم اسی کے قائل ہیں کہ شہر میں جب تک امام نماز عید نہ پڑھا لے قربانی نہ کرے اور ایک قوم نے اہلِ علم میں سے گاؤں والوں کو رخصت دی ہے کہ وہ طلوع فجر کے بعد قربانی کرلیں اور یہی قول امام عبداللہ بن المبارک کا ہے (زیر رقم ۱۵۰۸) یاد رہے بہشتی زیور حصہ سوم میں کل مسائل ۴۶۷ ہیں۔ ان میں سے صرف ایک مسئلہ کے بارہ میں لشکری نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ قرآن حدیث کے خلاف ہے۔ لیکن وہ ایک مسئلے کو بھی قرآن وحدیث کے خلاف ثابت نہ کرسکا۔ یہ بھی اُس پر قرض ہے اور باقی ۴۶۶ مسائل میں سے ہر مسئلہ کے موافق آیت یا حدیث پیش کرنا بھی اُس پر قرض ہے۔ لیکن یہ قرض چکانا اُس کے بس کی بات نہیں ہے۔

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اِن سے ۔۔۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

بارھواں مسئلہ:

نکاح ہوگیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ بچہ پیدا ہوگیا تو وہ بچہ شوہر ہی سے ہوگا۔ اُس کو حرامی کہنا درست نہیں۔ اگر شوہر کا نہ ہو تو وہ انکار کرے اور انکار کرنے پر لعان کا حکم ہوگا۔ اب اصل عبارت یہ ہے: ''نکاح ہوگیا لیکن ابھی (رواج کے موافق) رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ بچہ پیدا ہوگیا (اور شوہر انکار نہیں کرتا کہ میرا بچہ نہیں ہے) تو وہ بچہ شوہر ہی سے (کہا جائے گا) حرامی نہیں (کہا جائے گا) اور (دوسروں کو) اُس کا حرامی کہنا درست نہیں۔ اگر شوہر کا نہ ہو تو وہ انکار کرے اور انکار کے بعد لعان کا حکم ہوگا۔'' (ص ۳۶، ج ۴، مسئلہ ۹)

تیرھواں مسئلہ:

میاں پردیس میں ہے۔ اور مدت ہوگئی۔ برسیں گزر گئیں کہ گھر نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہوگیا (اور شوہر اُس کو اپنا ہی بتاتا ہے) تب بھی وہ (از روئے قانون شرع) حرامی نہیں۔ اُسی شوہر کا ہے۔ البتہ اگر شوہر خبر پا کر انکار کرے گا تو لعان کا حکم ہوگا (ص۶۴، ج۴، مسئلہ ۱۰)

وضاحت:

۲۷ شعبان ۱۳۲۸ھ کو یعنی آج سے ۹۳ سال قبل حضرت نے خود اِن دونوں مسئلوں کی وضاحت فرمائی کہ "بہشتی زیور کے ان مسئلوں کا یہ مطلب نہیں کہ بدوں صحبت کے حمل رہ جاتا ہے اور وہ حمل اُسی شوہر کا ہو جاتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اِن صورتوں میں اوپر کے دیکھنے والوں کو خود اسی کا یقین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ ان میں صحبت نہیں ہوئی۔ پس اُن کو شرعاً یہ اجازت نہیں کہ محض ظاہری دوری کو زن وشوہر میں دیکھ کر یہ کہہ دیں کہ جب ہمارے علم میں ان کے درمیان صحبت واقع نہیں ہوئی تو واقع میں بھی صحبت نہیں ہوئی اور یہ حمل حرام کا ہے اور یہ عورت حرام کار ہے اور یہ بچہ ولد الحرام ہے۔ پس دیکھنے والوں کو یہ حکم لگانے کا حق نہیں۔ کیوں کہ کسی کو حرام کار یا حرام زادہ کہنا بہت بڑی تہمت ہے۔ اور گناہِ عظیم ہے۔ اس کا منہ سے نکالنا بدوں قطعی دلیل کے جائز نہیں۔ بلکہ جب بعید سے بعید احتمال بھی وقوعِ صحبت کا رہے گا یوں سمجھیں گے کہ شاید یہی بعید صورت صحبت کی واقع ہوئی ہو۔ اور دوسروں کو اس کی اطلاع نہ ہوئی ہو۔ اور وہ بعید احتمال یہاں دو ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ کسی بزرگ کی کرامت سے زن وشوہر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اُن میں صحبت واقع ہوئی ہو۔ دوسرے یہ کہ کسی جن نے دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہو اور صحبت ہوگئی ہو اور حمل رہ گیا ہو اور بزرگوں کی کرامت اور جن کا تصرف اہل سنت والجماعت کے نزدیک شرعاً، عقلاً اور وقوعاً ثابت ہے۔ اور گو اس کا احتمال بعید ہی ہو لیکن ہم مسلمان عورت کو تہمت سے بچانے کے لئے اور بچہ کو عار سے بچانے کے لئے اس احتمال کو ممکن مانیں گے۔ اور یوں کہیں گے کہ شاید ایسی ہی صورت ہوئی ہو اور بعض صورتوں میں ممکن ہے کہ شوہر ایسے

طرح خفیہ آیا ہو جیسے بعض اشتہاری مجرم رات کو اپنے گھر آ جاتا ہے اور رات ہی کو چلا جاتا ہے۔ اس لئے اس حمل کو اُس شوہر کی طرف منسوب سمجھیں گے۔ اور نسب کو ثابت مانیں گے۔ البتہ خود شوہر کو اس کا علم قطعی ہو سکتا ہے کہ میں نے صحبت کی ہے یا نہیں۔ سو اُس کو شرعاً مجبور نہیں کیا گیا کہ خواہ مخواہ تو اِس بچہ کو اپنا ہی مان بلکہ اُس کو اختیار دیا گیا ہے۔ اگر تُو نے صحبت نہیں کی ہے تو اس نسب کو نفی کر سکتا ہے۔ مگر چونکہ حاکم شرع کو کسی دلیلِ قطعی سے خود شوہر کا راست گو ہونا یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکتا، بلکہ احتمال ہے کہ کسی اور رنج و غصہ سے عورت کو بدنام کرتا ہو۔ اس لئے اُس کے نفی کرنے پر حاکمِ شرع سکوت نہ کرے گا۔ بلکہ مقدمہ قائم کر کے لعان کا قانون نافذ کرے گا۔ پھر لعان کے بعد دوسروں کو بھی شرعاً اجازت ہوگی کہ اِس بچہ کو اُس شوہر کا نہ کہیں گے، کیونکہ اب قانونِ شرعی سے اُس بچہ کا نسب کٹ چکا ہے یعنی شرعاً جبر نہیں کہ اب بھی اُسی کا مانو، بلکہ قانوناً اُس سے منقطع سمجھیں گے اور واقعہ کے اعتبار سے پھر بھی یوں کہیں گے کہ غیب کا علم خدا تعالیٰ کو ہے۔ اسی طرح عورت کی نسبت کہیں گے کہ خدا کو خبر ہے کہ مرد سچا ہے یا عورت (ضمیمہ بہشتی زیور ص ۴۷، ۴۷، حصہ چہارم)

کسی بچہ کے نسب کی نفی کرنا اُس کو قتل کر دینے سے بھی سخت ہے کہ اب اُس کا کوئی والی وارث نہیں۔ اور اس کی والدہ بلکہ پورے خاندان کی عزت کا برباد کرنا ہے۔ اگر نسب کا مدار وسوسوں پر رکھا جائے تو میاں بیوی کے اکٹھے رہتے ہوئے بھی ایسی صورتیں سامنے آتی ہیں کہ میاں بیوی لعان کر رہے ہیں۔ اس لئے نسب کے لئے شریعت نے ایک اٹل قانون بنا دیا ہے۔ **الولد للفراش** کہ اولاد کا نسب اُس سے ثابت ہوگا جس کے نکاح میں ہے۔ یہ حدیث بخاری ۲۰۵۳، مسلم ۱۴۵۷، ابوداؤد ۲۲۷۳، ترمذی ۱۱۵۷، نسائی ۳۵۱۲، ابن ماجہ ۲۰۰۴ پر ہے۔ صرف مسند احمد میں ۲۵ جگہ ہے۔ اس لئے اس اٹل قانون کو توڑنے کا کسی غیر کو کوئی حق نہیں۔ ہاں خاوند کو یہ حق ہے کہ اگر اُسے یقین ہے کہ بچہ اُس کا نہیں تو وہ انکار کر دے لیکن اُس کے صرف انکار سے بھی یہ قانون نہیں ٹوٹے گا۔ باقاعدہ عدالت میں مقدمہ دائر کر کے عدالت لعان کے بعد بچہ کے نسب کی نفی کرے گی۔ جب خود خاوند بھی

صاف انکار سے اس قانون کو نہیں توڑ سکتا، صرف عدالت لعان کے بعد فیصلہ دے گی تو ماوشما (ہم اور آپ) کو انکار نسب کا کوئی قانونی حق نہیں۔ بہشتی زیور حصہ چہارم میں تقریباً پونے تین سو مسائل ہیں، جن میں سے صرف دو مسئلوں کے بارہ میں لشکری نے یہ جھوٹا دعویٰ کیا کہ یہ قرآن حدیث کے خلاف ہیں۔ مگر ایک کو بھی قرآن حدیث کے خلاف ثابت نہ کرسکا۔ ان بے چاروں کو نہ فقہ کا علم ہے نہ قرآن کا نہ حدیث کا۔ اگر یہ لشکری ان دو مسئلوں کے خلاف اور باقی مسائل کے موافق آیات واحادیث لکھ دے تو ہم برملا اعتراف کریں گے کہ خود ساختہ اہل حدیثوں میں بھی ایک شخص واقعتاً قرآن وحدیث کا علم رکھتا ہے اور بطور انعام اُسے حج کا ٹکٹ بھی دیں گے۔ بصورتِ دیگر دنیا یہ فیصلہ کرنے میں حق بجانب ہوگی کہ یہ لوگ قرآن، حدیث اور فقہ پر جھوٹ تو بول سکتے ہیں لیکن ان میں سے کسی کا بھی ان کو علم نہیں ہے۔

بہشتی گوہر:

لشکری بہشتی زیور کے باقی چھ حصوں پر کوئی اعتراض نہیں کرسکا۔ اب بہشتی گوہر پر اعتراض کرتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴:

''ناپاک تیل یا چربی کا صابن بنالیا جائے تو پاک ہوجائے گا۔'' اس مسئلہ کے خلاف نہ کوئی آیت قرآنی پیش کرسکا اور نہ کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث۔ اس مسئلہ کا تعلق تبدیلِ ماہیت سے ہے۔ اس کا بیان خود بہشتی زیور میں موجود ہے۔ تبدیلیٔ ماہیت سے بھی احکام بدل جاتے ہیں۔ مثلاً انگور کا پانی پاک ہے، لیکن جب کہ وہ ایک دوسری چیز شراب بن گیا تو وہ نجس ہوگیا۔ اور شراب جب پھر دوسری چیز بن گئی یعنی سرکہ ہوگئی تو پاک ہوگئی۔ تبدیلِ ماہیت کے یہ معنی ہیں کہ ایک چیز ایسی دوسری چیز بن جائے جس کا حکم شے اول کے بالکل خلاف ہے۔ مثلاً ناپاک چیز ایک ایسی چیز کی طرف مستحیل ہوگئی کہ وہ چیز

پاک ہے تو وہ پاک چیز ناپاک ہوگئی۔ جیسے کھاد ناپاک ہے مگر جب مٹی ہوگئی تو مٹی ایک پاک چیز ہے۔ اب وہ پاک ہوگئی۔ یا انڈا پاک ہے، مگر جب خون بن گیا تو خون ایک ناپاک چیز ہے، تو انڈا ناپاک ہوگیا اور جب وہ خون گوشت کا لوتھڑا بن گیا تو گوشت پاک چیز ہے۔ پھر پاک ہوگیا۔ (بہشتی زیور ص ۱۰۸ ج ۹) اور آپ کی فقہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ ماہیت بدلنے سے چیز پاک ہو جاتی ہے۔ جیسے گدھا نمک کی کان میں گرا اور وہ نمک بن گیا تو پاک بھی ہے حلال بھی۔ اسی طرح خنزیر نمک کی کان میں گر کر نمک بن گیا تو پاک بھی ہوگیا اور حلال بھی۔ (نزل الابرار ص ۵۰ ج ۱)

مسئلہ نمبر ۱۵:

لشکری: ایک مسئلہ بہشتی گوہر کا یہ بھی قرآن حدیث کے خلاف ہے'' کہ وضو کے بعد اگر کسی عضو کے نہ دھونے کا شبہ ہو، لیکن وہ عضو متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں شک رفع کرنے کے لئے بائیں پاؤں کو دھوڈالے۔''

خیانت:

پورا مسئلہ یوں ہے: ''وضو کے بعد اگر کسی عضو کی نسبت نہ دھونے کا شبہ ہو، لیکن وہ عضو متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں شک رفع کرنے کے لئے بائیں پیر کو دھوئے۔ اِسی طرح اگر وضو کے درمیان کسی عضو کی نسبت یہ شبہ ہو تو ایسی صورت میں اخیر عضو کو دھوئے۔ مثلاً کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے بعد شُبہ ہوا تو منہ دھوڈالے اور اگر پیر دھوتے وقت یہ شبہ ہوا تو کہنیوں تک ہاتھ دھوڈالے۔ یہ اُس وقت ہے اگر کبھی کبھی شبہ ہوتا ہو۔ اگر کسی کو اکثر اس قسم کا شبہ ہوتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اُس شبہ کی طرف خیال نہ کرے اور اپنے وضو کو کامل سمجھے (بہشتی گوہر ص ۱۵) یہ ہے پورا مسئلہ، اب اس کے خلاف کوئی آیت یا حدیث پیش کریں۔ اور ایک آیت یا حدیث اس پر پیش کریں کہ اگر کسی کو یہ مسئلہ پیش آ جائے تو قرآن حدیث میں اُس کے لئے کیا حکم ہے۔ فقہ حنفی کا یہ مسئلہ تو عین اس حدیث کے موافق ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: **دع ما یریبک الی ما لا یریبک** رواہ الترمذی و ابن حبان۔ جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اُس سے نکل کر جو شک سے بچائے اُسے اختیار کرو۔ افسوس کہ فقہ دشمنی نے ان لوگوں کو حدیث دشمنی تک پہنچا دیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۶:

یہ مسئلہ بھی خیانت کر کے کانٹ چھانٹ کر نقل کیا ہے۔ بہشتی گوہر میں ہے: ''اگر مرد اپنے خاص حصے میں کپڑا لپیٹ کر جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا۔ بشرطیکہ کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ جسم کی حرارت اور جماع کی لذت اس کی وجہ سے محسوس نہ ہو۔ مگر احوط یہ ہے کہ غیبتِ حشفہ سے غسل واجب ہو جائے گا۔'' (بہشتی گوہر ص ۱۷ نمبر ۳) اب بتایا جائے کہ وہ کونسی آیت یا حدیث ہے جس کے خلاف یہ مسئلہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان تو یہ ہے کہ جب دونوں ختنوں کا موقع آپس میں مل جائیں تو غسل لازم ہے۔ انزال ہو یا نہ ہو (مسلم) اور یہاں کپڑے کے اتنا موٹا ہونے کی وجہ سے التقاء ختانین نہیں ہوا تو غسل کیسے فرض ہوگا۔ مگر پھر بھی حضرت نے فرمایا ہے کہ احتیاطاً غسل کرے۔ اور بخاریؒ تو فرماتے ہیں کہ بغیر کپڑے کے بھی التقاء ختانین ہو جائے تو غسل فرض نہیں صرف احوط ہے۔ اور آپ کی کتاب نزل الابرار میں لکھا ہے کہ: **ولو لف الحشفة بخرقة ثم اولجها فان وجد لذة الجماع اغتسل والا لا** (ص ۲۴، ج ۱) ''اگر حشفہ پر کپڑا لپیٹ لے پھر اس کو داخل کرے، اگر جماع کی لذت پائے تو غسل فرض ہے ورنہ نہیں۔'' یہاں تو احتیاط کا نام ونشان تک نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۷:

''اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی مرد یا عورت کی ناف میں داخل کرے اور منی نہ نکلے تو اُس پر غسل فرض نہ ہوگا۔'' (بہشتی گوہر ص ۱۸، نمبر ۱۰) بتائیے یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے۔ امام بخاریؒ تو صاف فرماتے ہیں کہ مخصوص جگہ میں داخل کرنے سے بھی غسل فرض نہیں ہوتا، حالانکہ یہ بات حدیث کے صاف الفاظ کے خلاف ہے

(مسلم) اور ائمہ اربعہ کے بھی خلاف ہے اور بہشتی گوہر کا مسئلہ نہ کسی آیت کے خلاف نہ کسی حدیث کے خلاف، نہ ہی ائمہ اربعہ میں سے کسی کے خلاف۔ مگر فقہ سے دلی بغض ان کو ایسے بے ہودہ اعتراضات پر مجبور کرتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸:

بہشتی گوہر میں ہے: ''اگر کوئی چادر اس قدر بڑی ہو کہ اس کا نجس حصہ (اوڑھ کر نماز پڑھتے ہوئے) نماز پڑھنے والے کے اُٹھنے بیٹھنے سے جنبش نہ کرے تو کچھ حرج نہیں۔ اور اسی طرح اُس چیز کا بھی پاک ہونا چاہئے جس کو نماز پڑھنے والا اُٹھائے ہوئے ہو۔ بشرطیکہ وہ چیز خود اپنی قوت سے رُکی ہوئی نہ ہو۔ مثلاً نماز پڑھنے والا کسی بچے کو اُٹھائے ہوئے ہو، اور وہ بچہ خود اپنی طاقت سے رُکا ہوا نہ ہو تب تو اُس کا پاک ہونا نماز کی صحت کے لئے شرط ہے۔ اور جب اُس بچہ کا بدن یا کپڑا اس قدر نجس ہو جو مانع نماز ہے تو اس صورت میں اُس شخص کی نماز درست نہ ہوگی۔ اور خود اپنی طاقت سے رُکا ہوا بیٹھا ہے تو کچھ حرج نہیں۔ اس لئے کہ وہ اپنی قوت اور سہارے سے بیٹھا ہے۔ پس یہ نجاست اُس کی طرف منسوب ہوگی۔ اور نماز پڑھنے والے سے کچھ اس کا تعلق نہ سمجھا جائے گا۔ اس طرح اگر نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی ایسی نجس چیز ہو جو اپنی جائے پیدائش میں ہو، اور خارج میں اُس کا کچھ اثر موجود نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔ مثلاً نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی کتا بیٹھ جائے۔ اور اُس کے منہ سے لعاب نہ نکلتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ اُس کا لعاب اُس کے اندر ہے اور وہی اُس کے پیدا ہونے کی جگہ ہے۔ پس مثل اُس نجاست کے ہوگا جو انسان کے پیٹ میں رہتی ہے۔ جس سے طہارت شرط نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا انڈا جس کی زردی خون ہوگئی ہو نماز پڑھنے والے کے پاس ہو، تب بھی کچھ حرج نہیں۔ اس لئے کہ اُس کا خون اُسی جگہ ہے جہاں پیدا ہوا ہے، خارج میں اُس کا کچھ اثر نہیں۔ بخلاف اس کے کہ اگر شیشی سے پیشاب بھرا ہو۔ اور وہ نماز پڑھنے والے کے پاس ہو اگرچہ منہ اس کا بند ہو۔ اس لئے کہ یہ پیشاب ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پیشاب پیدا ہوتا ہے (بہشتی گوہر، نماز کی

شرطوں کا بیان، مسئلہ نمبر ا، صفحہ ۲۹) اِس مسئلہ کے خلاف کوئی آیت یا حدیث ہو تو اُس کو لکھ کر ترجمہ بھی لکھیں اور اگر نہ لکھ سکو اور قیامت تک نہ لکھ سکو گے تو قرآن حدیث کا نام لے کر جھوٹ بولنے سے توبہ کرو۔ اور اُس کے بعد جو آپ کے ہاں بدور الاہلہ میں نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ سر پر گندگی اُٹھا کر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہے (بدور الاھلہ ص ۳۹) اور نجس کپڑوں میں قصداً بلا عذر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لئے کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں (بدور الاھلہ ص ۳۹) ذرا کوئی آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض با ترجمہ لکھیں۔ جن سے آپ کے یہ دونوں مسئلے ثابت ہوں۔ ہاں ذرا اپنے مذہب کے ان مسائل کے موافق بھی ایک ایک آیت یا ایک ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض لکھیں۔ ''کتا اور اُس کا لعاب ہمارے محققین اہل حدیث کے ہاں پاک ہے'' (نزل الابرار ص ۳۰ ج ۱) ''کتے کی کھال کا ڈول اور مصلّٰی بنانا جائز ہے۔'' (نزل الابرار ص ۳۰ ج ۱) ''کتے کو اُٹھا کر نماز پڑھے تو نماز جائز ہے'' (نزل الابرار ص ۳۰ ج ۱)۔ ''کتے نے کپڑے یا بدن کو کاٹا، اگر چہ لعاب لگ گیا ہو تو بھی کپڑا اور جسم پاک ہے'' (نزل الابرار ص ۳۰ ج ۱) دیکھئے آپ کے ہاں یہ مسائل نبی پاک ﷺ کی فقہ کے ہیں۔ کسی اُمتی امام کی فقہ کے نہیں ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۹:

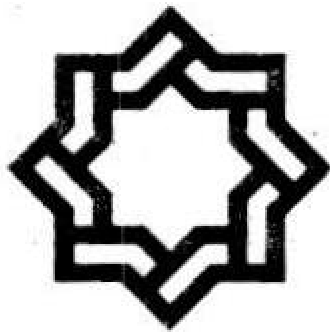
اگر نماز پڑھنے کی حالت میں نماز پڑھنے والے کا کپڑا کسی (سوکھے) نجس مقام پر پڑتا ہو تو کچھ حرج نہیں (بہشتی گوہر ص ۳۰ مسئلہ ۶) بتائیے کہ یہ مسئلہ کس آیت یا کس حدیث صحیح صریح غیر معارض کے خلاف ہے۔ نماز کے لئے طہارتِ مکانِ نماز شرط ہے نہ کہ گرد و نواح بھی، اور طہارت بدن اور طہارتِ لباس شرط ہے۔ جبکہ آپ کے ہاں نہ مکان نماز کا پاک ہونا شرط ہے، نہ بدن نمازی کا پاک ہونا شرط ہے۔ اور نہ ہی نمازی کے کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے، نہ ہی نمازی کی اُٹھائی ہوئی چیزوں کا پاک ہونا شرط ہے۔ اور آپ کے نزدیک انسان میں سے صرف اس کا پیشاب، پاخانہ اور خونِ حیض نجس ہے۔ اس لئے

اگر جائے نماز پر پاخانہ لیپ لیں، جسم پر حیض کا خون مل لیں، کپڑوں پر انسانی پیشاب بہہ رہا ہو، اور خنزیر کا صرف گوشت اور پیشاب و پاخانہ ناپاک ہے ان کی گٹھڑی سر پر اٹھائی ہو تو آپ کی نماز صحیح ہے۔ بلکہ یہی نماز آپ کے لئے مؤمن کی معراج ہوگی۔

خاتمہ:

بہشتی زیور کے ہزاروں مسائل میں سے اُنیس مسائل کو لشکری نے خلاف قرآن وحدیث قرار دیا تھا۔ مگر ایک مسئلہ کو بھی نہ قرآن کے خلاف ثابت کر سکا نہ احادیث کے۔ گویا قرآن حدیث کا نام لے کر جھوٹ ہی بولا، جو بہت بڑا گناہ ہے۔ آخر میں گزارش یہی ہے کہ آجکل دین بیزاری کا دور ہے۔ اور دین بیزاری غیر مقلدین کی ہی حرکتوں کا نتیجہ ہے۔ اس وقت ملک کے کونے کونے سے اطلاعات آ رہی ہیں کہ بیسیوں غیر مقلد ہر شہر میں منکر حدیث ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن خود ساختہ اہل حدیث ان کو راہِ راست پر لانے کے لئے (نہ تحریراً نہ تقریراً) کوئی کوشش نہیں کر رہے۔ آپ کے اس قسم کے پمفلٹ اُمت کو دین بیزاری کے سوا کچھ نہیں دے رہے۔ اس گناہ کو چھوڑ کر توبہ کریں، ورنہ اب آپ اپنے لائے ہوئے سیلاب انکارِ حدیث کو روکنے سے عاجز ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ دین حق پر استقامت نصیب فرمائیں اور لادین غیر مقلدین کے وساوس سے محفوظ فرمائیں۔ (آمین)۔



غیر مقلدین سے مسائل قربانی کے بارے میں اکتالیس سوالات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل حدیث حضرات کا دعویٰ ہے کہ ہم خدا اور رسول کے سوا کسی کی بات کو دین میں حجت نہیں سمجھتے۔ اس لئے گزارش ہے کہ وہ قربانی کے بارے میں مندرجہ ذیل سوالات کا جواب صرف قرآن پاک کی صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث سے دیں، کسی امتی کا قول نقل کر کے مشرک نہ بنیں۔ اپنے قیاسات لکھ کر شیطان نہ بنیں، بے سند باتیں لکھ کر بے دین نہ بنیں اور جواب سے سکوت کر کے گونگے شیطان نہ بنیں۔

(۱) قربانی فرض ہے یا واجب یا سنت یا نفل؟ صریح حکم قرآن وحدیث سے تحریر کریں۔

(۲) اگر نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ نفل تو یہ تحریر فرمائیں کہ جن ائمہ فقہاء یا ائمہ محدثین نے اسے واجب یا سنت وغیرہ کہا ہے وہ قرآن وحدیث کے مطابق کافر ہیں یا فاسق یا بدعتی؟

(۳) قربانی کرنے والے شخص میں کن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ صریح آیت یا حدیث پیش فرمائیں۔

(۴) قربانی کے ضروری ہونے کے لئے کتنا نصاب ہونا ضروری ہے؟ نصاب کا نامی ہونا بھی شرط ہے یا نہیں؟

(۵) زمین، مکان، دکان، بس، ٹرک وغیرہ کی قیمت سے نصاب کا حساب ہوگا یا آمدن سے؟

(۶) ضرورت کے کون کون سے سامان ہیں جن کا حساب نصاب میں شامل نہیں کیا جائے گا؟

(۷) جو مسلمان وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے اس کو کتنا گناہ ہے اس گناہ کی حد کتنے کوڑے ہے؟

(۸) جو بکری، گائے وغیرہ چار، چھ، آٹھ دانت والی ہو ان کی قربانی کس حدیث کے مطابق جائز ہے؟

(۹) ''جذعہ'' کا کیا معنی ہے؟ جو دو دانت والا نہ ہو خواہ ایک دن یا ایک ہفتہ کا یا ایک ماہ کا ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(۱۰) مسنہ کا مادہ کیا ہے یہ لفظ واحد ہے یا تثنیہ یا جمع؟

(۱۱) ثنی کا مادہ کیا ہے فقہاء اور شارحینِ حدیث نے قربانی کی حدیث میں کیا معنی کیا ہے اس معنی پر اتفاق ہے یا اختلاف اور کیوں؟

(۱۲) بھینس کا گوشت، دودھ، گھی، مکھن، دہی، لسی، آپ ﷺ نے استعمال فرمائی یا حکم دیا۔

(۱۳) آنحضرت ﷺ نے کبھی بھینس، ہرن، گھوڑے کی قربانی کی تھی یا نہیں؟

(۱۴) بھینس، گائے میں قربانی کے کتنے حصے ہو سکتے ہیں؟ ان میں کوئی مرزائی حصہ ڈالے تو اہل حدیث کی قربانی پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

(۱۵) ایک گائے یا بھینس میں سات شخص شریک ہوئے، ایک اہل حدیث، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، مرزائی، شیعہ نے مل کر قربانی کر دی تو قربانی ہو گئی یا نہیں؟

(۱۶) ایک آدمی ۲۰ نصابوں کا مالک ہے وہ ایک ہی قربانی کرے یا بیس؟

(۱۷) ہاتھی، خچر، گھوڑے کی قربانی میں کتنے حصے دار شریک ہو سکتے ہیں؟

(۱۸) بجو، گوہ، کرلا، مینڈک، مرغ، مچھلی کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ صریح حدیث سے جواب دیں۔

(۱۹) مرغی، بطخ، چڑیا، کچھوے کے انڈے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ صریح حدیث

پیش کریں۔

(۲۰)　زید فوت ہوگیا اس نے بیوی، لڑکا اور گائے چھوڑی دونوں نے اس کی قربانی کر دی جائز ہے یا نہیں؟

(۲۱)　قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کرنا چاہئے یا اندازے سے بھی جائز ہے؟ حدیث میں کیا حکم ہے؟

(۲۲)　قربانی کا گوشت کسی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، بریلوی کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲۳)　قربانی کی گائے میں عقیقہ یا نذر کا حصہ شامل کرنا حدیث میں منع ہے یا جائز؟

(۲۴)　قربانی کے جانور میں جماعت المسلمین یا قادیانی کا حصہ شامل کرنا حدیث کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

(۲۵)　قربانی کا جانور کسی جماعت المسلمین والے سے ذبح کرانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲۶)　قربانی کا جانور کوئی کافر بغیر بسم اللہ کہے ذبح کردے تو قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(۲۷)　قربانی کی بجائے اس کی قیمت اپنے احباب میں تقسیم کردے تو قربانی کا ثواب مل جائے گا یا نہیں؟

(۲۸)　اہلحدیث نے حنفی کے پیچھے نماز پڑھ کر قربانی کر لی یہ قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(۲۹)　نماز عید پڑھ کر قربانیاں کر لیں بعد میں پتہ چلا کہ عید کا امام بے وضو یا بے غسل تھا تو یہ قربانیاں ہوگئیں یا دوبارہ کرنا پڑیں گی؟

(۳۰)　ایک شخص نے سرے سے عید کی نماز ہی نہیں پڑھی لوگوں کیساتھ قربانی کر لی یہ قربانی ہوگئی یا نہیں؟

(۳۱)　ذبح میں کتنی رگیں کاٹنا شرط ہیں ان کی تعداد اور نام صحیح حدیث سے بیان فرمائیں؟

(۳۲)　گائے کو قربانی کے لئے لٹانے لگے وہ ذبح سے پہلے گر کر لنگڑی ہوگئی یا کانی ہوگئی اب اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(۳۳)　قربانی کی کھال یا قربانی کا گوشت امام مسجد کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳۴) قربانی کی کھال قصائی کو اجرت میں دے دی اب تلافی کی کیا صورت ہے؟

(۳۵) آنحضرت ﷺ قربانی عیدگاہ میں کیا کرتے تھے یا گھر یا گلی میں؟

(۳۶) آج کل لوگ گھر یا گلی میں قربانی کرتے ہیں اس کے جواز کی کوئی صریح حدیث تحریر فرمائیں؟

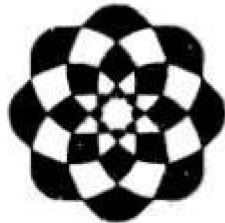
(۳۷) آج کے غیر مقلد چوتھے دن قربانی کرنے کو زیادہ ثواب سمجھتے ہیں کیا کبھی آنحضرت ﷺ نے بھی زیادتی ثواب کی نیت سے چوتھے دن قربانی کی تھی؟

(۳۸) جو صحابہ تین دن قربانی کے قائل تھے وہ خلاف حدیث اپنی رائے پر جمے رہے یا ان کے پاس بھی کوئی صحیح حدیث تھی؟

(۳۹) رات کو قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴۰) قربانی کے دن گزر گئے، اب اس کی تلافی کی حدیث میں کیا صورت ہے؟

(۴۱) قربانی کا جانور گم ہو گیا دوسرا خریدا پھر پہلا بھی مل گیا اب دونوں کی قربانی کرے یا کسی ایک کی؟



قربانی اور اہل حدیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قربانی کا وجود اگرچہ ہر امت میں ثابت ہے مگر تمام روئے زمین پر قربانی کرنا اسلام کا امتیازی نشان ہے۔ یہود صرف ہیکل یروشلم میں قربانی کے قائل ہیں عیسائی کہتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر مرجانا ہی ہم سب کی طرف سے قربانی کا بدل ہے جب کہ قرآن پاک نے اس غلط افواہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر مرنا تو کجا صلیب پر چڑھنا ہی ثابت نہیں۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ہر سال قربانی فرمائی کسی بھی سال ترک نہیں فرمائی۔

گذشتہ صدی سے بعض لوگوں میں دین میں خود رائی کا مرض پیدا ہو گیا تو کئی اسلامی مسائل ان کا تختہ مشق بنے۔ چنانچہ قربانی کا مسئلہ بھی اس کی زد میں آ گیا۔ بعض منکرین حدیث نے قربانی کی مخالفت میں لکھا تو اہل سنت والجماعت نے ان کے ہر مغالطہ کا جواب دیا۔ ہمارے اہل حدیث حضرات کو بھی اس معرکہ میں فقہاء کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ فتاویٰ علماء حدیث میں ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کی عبارات سے قربانی کا ثبوت پیش کر کے مخالفین سے مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر اب بھی ان (منکرین قربانی) کو اپنے اس ادعاء پر ناز ہے تو پھر ہمیں بھی اپنے ان فقہاء کا پتہ دیں جو قربانی کے مشروع اور مسنون ہونے کے قائل نہیں کہ کون ہیں کتنے ہیں؟ سنی ہیں یا شیعہ...

ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

لاؤ تو صحیح ذرا میں بھی دیکھ لوں کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی

اللہ تعالیٰ سمجھ دے نہ مانیں تو ائمہ اربعہ کو بھی جواب دے دیں ماننے پر آئیں تو شیعہ فقیہہ بھی برھان بن جائے۔

یہ بھی یاد رکھئے کہ مذکورہ بالا فقہاء اسلام کا یہ اجماع واتفاق قربانی کے مشروع ومسنون ہونے پر خود ایک مستقل اور نا قابل انکار شہادت ہے کیونکہ ان فقہاء کرام کا زمانہ عہد نبوتؐ اور عہد صحابہؓ سے اتنا قریب تھا کہ وہ بڑی آسانی سے شرعی احکام ومسائل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا طرز عمل معلوم کر سکتے تھے کہ تحقیق وتفحص کے تمام ذرائع موجود تھے۔ دیکھئے ائمہ اربعہ کے زمانہ ولادت ووفات کا نقشہ یہ ہے۔

امام ابوحنیفہؒ۔ ولادت ۸۰ھ، وفات ۱۵۰ھ۔ امام مالکؒ ولادت ۹۳ھ، وفات ۱۷۹ھ، امام شافعیؒ ولادت ۱۵۰ھ، وفات ۲۰۴ھ امام احمدؒ ولادت ۱۶۴ھ اور وفات ۲۴۱ھ۔ مثلاً امام مالکؒ نے اسی مسئلہ قربانی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث صرف دو راویوں کے واسطہ سے نقل فرمائی ہے۔ یعنی مالکؒ نے ابن زبیر مکی سے اورانہوں نے جابر بن عبداللہؓ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیث سنی۔ (مؤطا، ص ۴۹۶) .... امام ابوحنیفہؒ امام مالک سے تیرہ برس بڑے ہیں آپ کا مولدو مسکن شہر کوفہ رہا جو حضرت علیؓ کا دارالخلافہ تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کی ولادت اور حضرت علیؓ کی شہادت کے درمیان صرف چالیس برس کا فاصلہ ہے۔ امام موصوف کے زمانہ میں ایسے لوگ ہزار در ہزار موجود تھے جنہوں نے خلفائے راشدینؓ کا عہد اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور صحابہ کرامؓ کی صحبت پائی تھی۔

ایسے میں ان فقہاء کے بارے میں کوئی یہ تصور کرسکتا ہے کہ ان کو یہ معلوم کرنے میں کوئی مشکل آڑے آسکتی تھی کہ قربانی کا یہ طرز عمل کب سے اور کیسے رائج ہوا اور کس نے اِسے رواج دیا۔

یہی حالت پہلی اور دوسری صدی ہجری کے تمام فقہاء کی ہے ان سب کا زمانہ عہد

نبوتؐ اور عہد صحابہؓ سے اتنا قریب تھا کہ ان کے لئے سنت اور بدعت کے درمیان تفریق کرنا کوئی بڑا مشکل امر نہ تھا اور وہ آسانی کے ساتھ اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو سکتے تھے کہ جو عمل سنت نہ ہو اسے سنت باور کر بیٹھیں۔

اُمّت کا متواتر عمل:

قربانی کے مشروع و مسنون عمل ہونے پر اس شہادت کے علاوہ ایک اور اہم ترین شہادت امت مسلمہ کے متواتر عمل کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ اور اس کی قربانی جس روز سے شروع فرمائی اس روز سے وہ امت مسلمہ میں عملاً رواج پا گئی اور اس تاریخ سے آج تک دنیا کے تمام اطراف واکناف میں مسلمان ہر سال مسلسل اس پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس کے چودہ سو سالہ تسلسل میں کبھی ایک سال کا انقطاع بھی واقع نہیں ہوا ہے۔ ہر نسل نے پہلی نسل سے اس کو سنت المسلمین کے طور پر لیا اور اپنے سے بعد والی نسل کی طرف اسے منتقل کیا ہے۔ یہ ایک ایسا متواتر عمل ہے جس کی زنجیر ہمارے عہد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک اس طرح مسلسل قائم ہے کہ اس کی ایک کڑی بھی کہیں سے غائب نہیں ہوئی۔ دراصل یہ ویسا ہی تواتر ہے جس تواتر کے برتے ہم نے قرآن کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب مانا ہے اور عرب کے دُرِّ یتیم محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول تسلیم کیا ہے۔ کوئی فتنہ گر اگر اس تواتر کو بھی مشکوک قرار دینے کی ٹھان لے تو پھر اسلام میں کون سی چیز شک سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ
ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا

مختصر یہ کہ قربانی کی اصل نوعیت یہ ہرگز نہیں کہ ہماری تاریخ کا کوئی دور ایسا گزرا ہو جس میں کسی معتمد فقیہ نے قربانی جیسی سنت مؤکدہ کو مشکوک ٹھہرایا (والحمد للہ علی ذلک) (فتاویٰ علماء حدیث، ص ۳۱، ج ۱۳)

مزید تحریر فرماتے ہیں: تحقیق گزیدہ حضرات نے انکار سنت کی راہ ہموار کرنے

کے لیے اسلام کے ان مسائل واحکام میں بھی تشکیک پیدا کر دینے کا فیصلہ کرلیا ہے جن میں مسلمانوں کے درمیان ابتداء سے لے کر آج تک اتفاق موجود ہے گویا ان حضرات کے نزدیک دین کی اصل خدمت اور ملت اسلامیہ کی صحیح خیر خواہی بس یہ رہ گئی ہے کہ متفق علیہ مسائل کو بھی کسی نہ کسی طریقے سے اختلافی بنا دیا جائے اور دین کا کوئی مسئلہ ایسا نہ چھوڑا جائے جس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہو کہ سب مسلمانوں کے نزدیک یہ اجتماعی مسئلہ ہے۔ (فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۴، ج ۱۳)

حضرات منکرین قربانی کو جو فہمائش کی گئی ہے بے شک برحق ہے۔ لیکن اگر یہ حضرات خود اس قانون پر کار بند ہو جائیں تو امت کے کتنے اختلافات مٹ سکتے ہیں خود ان حضرات نے ہی تو یہ راستہ دکھایا۔ چنانچہ ذیل میں ہم ان چند مسائل کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں جن میں ان حضرات نے عملی متواترات سے انحراف کیا ہے۔

(۱) امت میں قرآن کے اوقاف عملاً قربانی کے عمل سے بہت زیادہ متواتر تھے لیکن ان حضرات نے قرآن پاک چھپوایا جس کا نام رکھا ''مسنون قرأت والا قرآن'' اور اس سے تمام اوقاف حذف کر دیئے۔

(۲) اسلام میں تقلید کا عمل پہلے دن سے آج تک متواتر ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ مصنف عبدالرزاق میں صحابہ وتابعین کے ہزار ہا فتاویٰ بلا ذکر دلیل درج ہیں لوگوں نے بلا مطالبہ دلیل ان پر عمل کیا نہ فتویٰ دینے والوں کو ابلیس کہا گیا نہ عمل کرنے والوں کو مشرک کہا گیا۔ ان حضرات نے اس تواتر سے اعراض کیا۔

(۳) جمعۃ المبارک سے قبل دو اذانیں امت میں یقیناً قربانی کے عمل سے زیادہ متواتر ہیں مگر فتاویٰ ستاریہ میں پہلی اذان کو بدعت قرار دیا گیا۔

(۴) رمضان المبارک میں بیس تراویح پڑھنا امت میں یقیناً قربانی کے تواتر سے زیادہ متواتر ہے۔ مگر آج اسلام کی اہم خدمت بیس رکعت تراویح کے خلاف چیلنج بازی کو ہی سمجھا جا رہا ہے۔

(۵) باریک جرابوں پر مسح ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ یہ امت کے

عملی تواتر کے خلاف ہے مگر یہ حضرات باریک جرابوں پر مسح کر کے اپنا وضو اور نمازیں خراب کر لیتے ہیں۔

(۶) جس طرح متعہ کے حرام ہونے پر امت کا اجماع ہے اسی طرح تین طلاقیں خواہ کسی طرح دی جائیں اس کے بعد بیوی کے حرام ہونے پر بھی ائمہ اربعہ کا اجماع ہے مگر ان حضرات نے تین کے ایک ہونے میں اجماع سے اختلاف کیا۔

(۷) امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں یہ استفاضہ (تواتر) سے ثابت ہے کہ آیت وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیت کافروں کے لئے ہے۔

(۸) ساری امت کا اتفاق ہے کہ سورۃ فاتحہ قرآن میں شامل ہے مگر ان کے عوام اس کا انکار کرتے ہیں۔

(۹) ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ مقتدی رکوع میں شامل ہو جائے تو اس کی وہ رکعت پوری شمار ہوتی ہے۔ مگر یہ حضرات اس رکعت کو شمار نہیں کرتے۔

(۱۰) پوری امت کا اتفاق ہے کہ قربانی کے حصہ داروں میں اگر ایک مرزائی ہو تو کسی کی قربانی جائز نہیں ہوگی مگر ان حضرات نے فتویٰ دے دیا اگر حصہ داروں میں مرزائی شریک ہو تو قربانی جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ علماء حدیث ص ۸۹، ج ۱۳)

الغرض جو شکوہ غیر مقلدین کو منکرین حدیث سے ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرنے کو ہی عمل بالقرآن سمجھتے ہیں یہی شکوہ اہل سنت والجماعت کو غیر مقلدین سے ہے کہ جو مسائل اور احکام فقہاء اور عوام میں متواتر چلے آرہے ہیں ان میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کا نام عمل بالحدیث رکھا ہوا ہے۔ قربانی کے جانور کے بارہ میں حدیث میں ''مُسِنَّہ'' کا لفظ آیا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

''مُسِنَّہ ہر جانور میں سے ثنی کو کہتے ہیں اور ثنی کہتے ہیں بکری میں سے جو ایک سال کی ہو دوسرا شروع۔ اور گائے بھینس میں سے جو دو سال کی ہو تیسرا شروع۔ اور اونٹ کا جو پانچ

سال کا ہو چھٹا شروع ہو۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۵۲، ج ۲) فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۲۴، ج ۱۳)

اس فتویٰ پر مولانا عبدالرحمن مبارک پوری اور میاں نذیر حسین کے علاوہ سات اور غیر مقلدین کے دستخط ہیں اور علامہ شوکانیؒ نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ اب غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ''مسنہ'' کا یہ معنی فقہاء نے بیان کیا ہے لغت میں اس کا معنی ہے دوندا یعنی جس کے دو دانت گر گئے ہوں۔

عرض یہ ہے اگر آپ نے مُسنہ میں فقہاء کا بیان کردہ معنی چھوڑ کر لغت کا سہارا لیا ہے تو اگر کوئی شخص ''صلوٰۃ'' کا لغوی معنی دعا ہی لے یا حج کا لغوی معنی ارادہ کرنا ہی لے اور ارادے کو ہی ''حج'' سمجھے اور ''زکوٰۃ'' کا لغوی معنی پاکی ہی لے اور ان الفاظ کے شرعی معنی کا لحاظ نہ کرے تو پھر آپ ان کو فقہاء کی طرف آنے کی دعوت کیونکر دیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کو غلط راستہ آپ ہی دکھا رہے ہیں کیونکہ اس مسئلہ میں تو آپ بھی فقہاء سے بگڑ گئے ہیں۔

قربانی کے دن:

اس بات پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دس تاریخ کو ہی قربانی کرتے تھے اور اسی دن قربانی کرنے کا ثواب زیادہ ہے اور اس پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن فرمایا کہ تین دن بعد قربانی کا گوشت گھر نہ رکھنا۔ یہ حدیث تقریباً سولہ (۱۶) صحابہؓ سے مروی ہے اور متواتر ہے۔ اس حدیث سے جمہور امت نے یہی سمجھا کہ جب چوتھے دن گوشت کی ایک بوٹی رکھنے کی بھی اجازت نہیں تو پورا بکرا قربان کرنا کیسے جائز ہوگا معلوم ہوا قربانی کے تین ہی دن ہیں۔

(۱) مالک عن نافع عن عبداللہ بن عمر قال الاضحی یومان بعد یوم الاضحی (موطا ص ۴۹۷)

مالک اور نافع کی سنہری سند سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے قربانی کے تین دن ہیں۔ ۱۰، ۱۱، ۱۲

(۲) مالك انه بلغه عن علي بن طالب مثل ذلك موطا
(موطا ص ۴۹۷ وصلی فی المحلٰی ص ۳۲۰، ج ۷)

امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بھی قربانی کے تین دن فرماتے تھے ابن حزم نے المحلٰی میں اس کی سند بیان کی ہے۔

منکرین حدیث نے اعتراض کیا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ قربانی نہیں کرتے تھے اس کا جواب دیتے ہوئے حضرات غیر مقلدین لکھتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل اور حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی نے اپنی زندگی بھر عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی نہیں کی تھی تو وہ تین دن تک قربانی کے قائل کس لیے تھے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۳۴، ج ۱۳)

اس فتویٰ میں صاف تسلیم کیا کہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ تین دن قربانی کے قائل تھے۔

(۴، ۵، ۶، ۷) امام ابن حزم نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عمرؓ سے بھی قربانی کے تین ہی دن روایت کئے ہیں۔ (المحلٰی ص ۳۷۷، ج ۷)

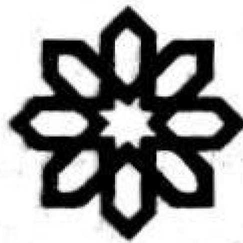
ہمارے غیر مقلدین دوستوں کا شیوہ یہ ہے کہ معروف روایات پر جو تعامل جاری ہے اس کو مٹانے کے لئے منکر روایات کا سہارا لیا کرتے ہیں۔ یہاں بھی یہی ہوا تین دن کی قربانی کی بنیاد مذکورہ متواتر روایت پر تھی، دور صحابہؓ میں تمام مراکز اسلام مکہ مکرمہ میں ابن عباسؓ، مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، کوفہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بصرہ میں حضرت انسؓ اس پر فتویٰ دیتے تھے۔ کہیں بھی کسی نے منکر روایت کا سہارا لے کر اس فتویٰ کی مخالفت نہیں کی۔ مگر ہمارے غیر مقلدین حضرات اس لئے یہ ایک منکر حدیث لے اُڑے کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں یعنی ان میں روزہ نہ رکھیں، یہ مضمون تقریباً چودہ صحابہؓ نے روایت فرمایا ہے اس کے خلاف حضرت جبیرؓ بن معطم کی روایت میں ایک راوی سلیمان بن موسیٰ الاشدق نے کھانے کی بجائے لفظ ذبح بیان کر دیا۔ غیر مقلدین میں سے جو علم حدیث سے معمولی مناسبت بھی

رکھتے ہیں وہ اس کو صحیح نہیں مانتے چنانچہ ان کے سابقہ مناظر اعظم مولانا بشیر احمد سہوانی اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ (فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۷۸، ج ۱۳) اور سابق امیر جماعت اہل حدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی فرماتے ہیں اس کے ہر طریق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے (فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۶۹، ج ۱۳) اور دوسری جگہ تو غصے میں آپے سے باہر ہو کر فرماتے ہیں بعض کم فہم اور متعصب حضرات سارا زور جبیرؓ بن معطم کی حدیث اور اس پر جرح میں صرف کر دیتے ہیں۔ حالانکہ جبیرؓ بن معطم کی حدیث استدلال کی بنیاد نہیں۔ (ص ۱۷۱، ج ۱۳)

الغرضؔ چوتھے دن قربانی کرنا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کجا کسی ایک صحابی سے بھی بسند صحیح ثابت نہیں۔ پھر تکبیرات تشریق تو ۹ تاریخ کو بھی کہی جاتی ہیں تو ۹ تاریخ کو بھی قربانی کرنی چاہئے ہاں ان کے مناظر اعظم مولانا بشیر احمد سہوانی نے تو یہ رسالہ لکھا ہے ایام النحر من عاشر ذالحجه الی آخر الشهر جس کا خلاصہ فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۷۵، ج ۱۳ تا ص ۱۸۰، ج ۱۳ پر درج ہے کہ قربانی کے دن بیس یا اکیس میں جب تک محرم کا چاند نظر نہ آئے قربانی کر سکتا ہے۔ ضد کی بات الگ ہے ورنہ ان کے مفتی صاحبان بھی چوتھے دن کی قربانی کو پسند نہیں فرماتے حتیٰ کہ ان کے مفتی ابوالبرکات احمد صاحب فرماتے ہیں جس کو پہلے دن قربانی میسر ہو اور وہ نہ کرے اور وہ قربانی کو باندھ رکھے اس کا عمل حدیث کے خلاف ہے (فتاویٰ برکاتیہ ص ص ۲۵۵) اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جس طرح اوّل وقت نماز پڑھنا افضل ہے آخر وقت نماز پڑھنے کی عادت بنا لیں تو نماز تو ہو جائے گی لیکن منافقانہ نماز ہوگی (فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۷۶، ج ۱۳)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔ آمین!



قربانی اسلام کا شعار ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور سنا ان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا جب نیاز کی دونوں نے کچھ نیاز اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی۔ کہا (قابیل) نے میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔ وہ (ہابیل) بولا: اللہ قبول کرتا ہے پرہیزگاروں سے۔ اگر تو ہاتھ بڑھائے گا مجھ پر مارنے کو' میں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر مارنے کو۔ میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو پروردگار ہے سب جہانوں کا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو حاصل کرے میرا گناہ اور اپنا گناہ اور پھر تو ہو جائے دوزخ والوں میں اور یہی سزا ہے ظالموں کی۔ پھر اس (قابیل) کو راضی کیا اس کے نفس نے خون پر اپنے بھائی کے۔ پھر اس کو مار ڈالا۔ سو ہو گیا نقصان اٹھانے والوں میں۔" (تفسیر میں ہے کہ) اس زمانہ میں پتہ چل جاتا تھا کہ کس کی قربانی اللہ کے ہاں قبول ہوئی۔ وہ اس طرح کہ اس کی قربانی کو آسمان سے آگ اتر کر کھا جاتی تھی اور جس کی قربانی کو آگ نہیں کھاتی تھی' ساری دنیا کو پتہ چل جاتا تھا کہ یہ گناہ گار ہے' اس لئے اس کی قربانی قبول نہیں ہوئی۔ اور وہ آدمی سب کی نظروں میں ذلیل و رسوا ہو جاتا تھا۔ اللہ رب العالمین کے امت رحمت اللعالمین پر جہاں اور بے شمار احسانات ہیں' ان میں سے ایک یہ بھی بہت بڑا احسان فرمایا کہ اس امت کی پردہ پوشی فرمائی۔

فائدہ :

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ہابیل نے خبیث قابیل پر ہاتھ نہ

بڑھایا۔ حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: "اگر کوئی ناحق کسی کو مارنے لگے 'اس کو رخصت ہے کہ ظالم کو مارے اور اگر صبر کرے تو شہادت کا درجہ ہے۔" اور یہ حکم اپنے مسلمان بھائی کے مقابلہ میں ہے' ورنہ جہاں انتقام اور مدافعت میں شرعی مصلحت ہو وہاں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا جائز نہیں۔ مثلاً کافروں یا باغیوں سے قتال کرنا۔ (والذین اذا اصابهم البغی هم ینتصرون)۔ (الی قوله)۔ (ما علیهم من سبیل)۔ اور وہ لوگ کہ جب ان پر ہووے چڑھائی تو وہ بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ ہے برائی ویسی ہی۔ پھر جو کوئی معاف کرے اور صلح کرے سو اس کا ثواب ہے اللہ کے ذمہ۔ بے شک اللہ کو پسند نہیں آتے گناہ گار۔ اور جو کوئی بدلہ لے اپنے مظلوم ہونے کے بعد' سو ان پر بھی نہیں کچھ الزام (الشوریٰ ۳۹-۴۱) حضرت ایوب سختیانی فرماتے تھے کہ امت محمدیہ میں پہلا شخص جس نے اس آیت پر عمل کر کے دکھایا وہ خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے (ابن کثیر) جنہوں نے اپنا گلا کٹوا دیا' لیکن اپنی رضا سے کسی مسلمان کی انگلی نہ کٹنے دی۔ تورات میں بھی ہابیل اور قابیل کا قصہ ہے' مگر ہابیل کو ہابل اور قابیل کو قائن لکھا ہے۔ (پیدائش ۴:۱-۱۵)

ابراہیم علیہ السلام کی قربانی :

قربانی میں حضرت ابراہیم علٰی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک امتیازی کارنامہ کر دکھایا' جس کو خداوند قدوس نے اپنی آخری کتاب میں بیان فرمایا: "اور اسی کی راہ والوں میں ہے ابراہیم' جب آیا اپنے رب کے پاس لے کر دل ستھرا۔ جب کہا اپنے باپ کو اور اس کی قوم کو تم کیا پوجتے ہو؟ کیا جھوٹے بنائے ہوئے حاکموں کو اللہ کے سوا چاہتے ہو؟ پھر کیا خیال کیا ہے تم نے پروردگار عالم کو؟ پھر نگاہ کی ایک بار تاروں میں' پھر کہا میں بیمار ہوں (یعنی تمہارے شرک سے دکھی ہوں) پھر پھر گئے وہ اس سے پیٹھ دے کر۔ پھر جا گھسا ان کے بتوں میں۔ پھر بولا تم کیوں نہیں کھاتے؟ تم کو کیا ہے کہ نہیں بولتے؟ پھر گھسا ان پر مارتا ہوا داہنے ہاتھ سے۔ پھر لوگ آئے اس پر دوڑ کر گھبرائے ہوئے۔ بولا کیوں پوجتے ہو جو آپ تراشتے ہو۔ اور اللہ نے بنایا تم کو (بھی) اور (اس کو

بھی) جو تم بناتے ہو۔ بولے بناؤ اس کے لئے ایک عمارت' پھر ڈالو اس کو آگ کے ڈھیر میں۔ پھر چاہنے لگے اس پر برا داؤ کرنا۔ پھر ہم نے ڈالا انہی کو نیچے۔ اور بولا میں جاتا ہوں اپنے رب کی طرف' وہ مجھ کو راہ دے گا۔ اے رب! بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا۔ پھر خوشخبری دی ہم نے اس کو ایک لڑکے کی جو ہو گا تحمل والا۔ پھر جب پہنچا اس کے ساتھ دوڑنے کو۔ کہا: اے بیٹے! میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں۔ پھر دیکھ تو' تو کیا دیکھتا ہے۔ بولا اے باپ! کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے۔ تو مجھ کو پائے گا اگر اللہ نے چاہا سہارنے والا پھر جب دونوں نے حکم مانا۔ اور پچھاڑا اس کو ماتھے کے بل۔ اور ہم نے اس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم! تو نے سچ کر دکھایا خواب۔ ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو۔ بے شک یہی ہے صریح جانچنا۔ اور اس کا بدلا دیا ہم نے ایک جانور ذبح کرنے کے واسطے بڑا۔ اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے ابراہیم پر۔ ہم یوں دیتے ہیں بدلا نیکی کرنے والوں کو۔ وہ ہے ہمارے ایماندار بندوں میں۔ اور خوشخبری دی ہم نے اس کو اسحاق کی جو نبی ہو گا نیک بختوں میں۔ اور برکت دی ہم نے اس پر اور اسحاق پر۔ اور دونوں کی اولاد میں نیکی والے ہیں اور بدکار بھی ہیں اپنے حق میں صریح (الصافات ۸۴-۱۱۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدائے واحد نے خواب دکھایا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ پیغمبر کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وحی پر عمل فرمایا۔ خواب میں یہ نہ دیکھا تھا کہ بیٹے کو ذبح کر ہی دیا ہے۔ اس لیے جتنا خواب دیکھا تھا وہ پورا ہو گیا' اللہ تعالیٰ نے ایک مینڈھا بطور فدیہ عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جان کے فدیہ میں قربانی کرنا اس سنت کو جاری فرمایا۔ اس لئے سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ حضرت! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا حضرت! ہمیں اس میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ عرض کیا اون والے جانور (یعنی بھیڑ' دنبہ کے ذبح) پر کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے (مسند ابن

ماجہ) حضرت صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بقر عید کی دس تاریخ کو کوئی بھی نیک کام اللہ کے نزدیک قربانی کے جانور کا خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ اور قیامت کے دن قربانی والا اپنے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا۔ نیز فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ قبولیت پالیتا ہے۔ لہٰذا تم لوگ خوش دلی سے قربانی کیا کرو (ترمذی۔ ابن ماجہ) ان گذشتہ آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہوئی کیونکہ قربانی کے واقعہ کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری کا ذکر ہے۔

تورات میں ذکر :

تورات میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ کافی تفصیل سے مذکور ہے۔ آج کل عام عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے اور ان کے آگ سے بچ نکلنے کا واقعہ تورات میں نہیں ہے مگر یہ انکار صرف قرآن مقدس کی ضد میں ہے ورنہ تورات میں اب بھی اس کا واضح اشارہ موجود ہے چنانچہ لکھا ہے "میں خداوند ہوں جو تجھے کسدیوں کے اور سے نکال لایا کہ تجھ کو یہ ملک میراث میں دوں" (پیدائش ۱۵:۷) "اور" کا معنیٰ آگ ہے جیسا کہ کلید الکتاب میں ہے اور قاموس الکتاب ص ۹۷ پر اوری کے معنیٰ آتش لکھا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے آگ سے نکالا۔ البتہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ناقص کتاب میں واقعہ ناقص ہے اور کامل کتاب میں یہ واقعہ کامل ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام :

تورات میں ہے کہ خدا کا فرشتہ حضرت ہاجرہ کو ملا اور اس سے کہا میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا اور کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہو گا اس کا نام اسماعیل رکھنا اس لئے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔ وہ

گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا' اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے اور سب بھائیوں کے سامنے یا مشرق میں بسا رہے گا اور ہاجرہ نے خداوند کا جس نے اس سے باتیں کیں "اتا ایل روئی" نام رکھا یعنی اے خداوند تو بصیر ہے (پیدائش ۱۶:۱۰۔۱۳) اور ابراہام نے کہا خدا سے کہ کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے۔ تب خداوند نے فرمایا اور اسماعیل کے حق میں بھی تیری دعا سنی' دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا (پیدائش ۱۷:۱۸۔۲۰) اور خدا اس لڑکے (اسماعیل) کے ساتھ تھا۔ وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیرانداز بنا اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا (پیدائش ۲۱:۲۰۔۲۱) بائبل کے مترجمین نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذکر کو جس بری طرح سے مسخ کیا ہے یہ ان کے قلبی بغض وحسد کا آئینہ دار ہے۔ لیکن "دروغ گورا حافظہ نباشد" وہ تحریف پر تحریف کرتے گئے مگر حق پھر بھی ان سے نہ چھپ سکا۔ کسی نے خوب کہا ہے :

چراغے را کہ ایزد بر فروزد : ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

کہتے ہیں چاند کا تھوکا منہ پر۔ ایک پھبتی تو تورات نے حضرت ہاجرہ پر کسی کہ وہ لونڈی تھی۔ حالانکہ وہ نہ تو کسی لڑائی میں ہاتھ لگی تھی نہ ہی زرخرید تھی لیکن تورات میں ہی اس کی تردید ہو گئی کیونکہ فرشتے نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو آزاد مرد کہا۔ کیا لونڈی کا بیٹا غلام ہوتا ہے یا آزاد مرد؟ اور پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کو خدا تعالیٰ نے تورات میں بارہ سردار فرمایا۔ کیا غلام کے بیٹے بھی سردار ہوتے ہیں؟

مقام سکونت :

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام عرب میں رہتے تھے۔ تورات میں ان کی جائے رہائش کے بارہ میں بیابان' فاران' مشرق' سامنے اور تیرے حضور کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ بیابان تو لفظ عرب کا ترجمہ ہے اور فاران (واد

غیر ذی زرع) کا ترجمہ ہے۔ یہ فاران ہی آپ کی رہائش گاہ ہے جس کو اہل عرب مکہ معظمہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اس جگہ دنیا بھر سے لوگ حاضر ہو کر لبیك اللھم لبیك پکارتے ہیں کہ اے اللہ ہم تیرے حضور حاضر ہیں اسلئے تورات و زبور میں اس مقدس مقام کو تیرے حضور کہا گیا ہے چنانچہ زبور ۸۴ میں ہے کہ "مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر (بیت اللہ) میں رہتے ہیں' وہ سدا تیری تعریف کریں گے (یعنی فاتحہ کی تلاوت سے ہر رکعت نماز میں حمد کریں گے) مبارک ہے وہ آدمی جس کی قوت تجھ سے ہے جس کے دل میں صیتون کی راہیں ہیں (۱۹۲۷ء کی بائبل میں صیتون کی راہیں کی بجائے تیری راہیں ہیں) تیری راہیں تیری شریعت کا ترجمہ ہے اور دل میں ہونے کا مطلب حفظ ہونا ہے کہ سب لوگ تو فاتحہ کے حافظ ہوں گے لیکن بہت سے لوگ پوری شریعت یعنی پورے قرآن کے حافظ ہوں گے) وہ وادی بکا سے گزر کر اسے چشموں کی جگہ بنالیتے ہیں بلکہ پہلی (وحی کی) بارش اسے برکتوں سے معمور کر دیتی ہے وہ طاقت پر طاقت پاتے ہیں (یعنی روحانی قوت) ان میں سے ہر ایک صیتون میں خدا کے حضور حاضر ہوتا ہے" اس زبور میں جو لفظ وادی بکا ہے عبرانی بائبل میں ب ک ا ہے اور انگریزی بائبل میں Baca بکا ہے۔ یہ مکہ کا ہی دوسرا نام ہے جہاں سب لوگ حاضر حاضر پکارتے ہیں۔ اس سے بھی واضح ہو گیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ملک عرب کے شہر مکہ مکرمہ میں رہتے تھے جہاں خدا کا ایک گھر بھی تھا چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں "اے لشکروں کے خداوند! تیرے مسکن (بیت اللہ) کیا ہی دلکش ہیں۔ میری جان خداوند کی بارگاہوں کی مشتاق ہے بلکہ گداز ہو چلی ہے' میرا دل اور میرا جسم زندہ خدا کے لئے خوشی سے للکارتے ہیں" وہاں ایک قربان گاہ بھی تھی جس کا ذکر داؤد علیہ السلام ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ "تیرے مذبحوں کے پاس گوریا نے اپنا آشیانہ اور ابابیل نے اپنا گھونسلا بنالیا جہاں وہ اپنے بچوں کو رکھے" زبور ۸۴ وہاں ایک بابرکت چشمہ بھی ہے یعنی زمزم اتنی صاف بات کے باوجود بھی پادری خیر اللہ لکھتا ہے۔ "وادی بکا" کا محل وقوع معلوم نہیں (قاموس الکتاب ص ۱۵۳) گور خر بائبل کا ترجمہ کرنے والوں کی داد دیجئے انہوں

نے عرب کا ترجمہ بیان گیا اور عربی کا ترجمہ جنگلی کیا۔ ۱۹۲۲ء کی آکسفورڈ سے چھپی ہوئی انگلش بائبل میں wild man ہے۔ جنگلی آدمی اس کے wild ass "جنگلی گدھا" کر ڈالا یعنی فرشتہ نے حضرت ہاجرہ سے کہا تھا کہ اسماعیل عربی آزاد مرد ہوگا۔ اس کا ترجمہ پہلے جنگلی آدمی کیا گیا اور پھر جنگلی گدھا اور گورخر کیا گیا حالانکہ خود تورات میں ہے کہ خدا اسماعیل کے ساتھ ہے۔ خدا نے اسماعیل کو برکت دی تو کیا خدا نے معاذاللہ گدھے کو اپنا مقرب خاص اور مبارک بنایا؟ جب بائبل میں اس طرح کی تحریفات کو دیکھتا ہوں تو مجھے بائبل کی چیخوں میں یہ گریہ زاری سنائی دیتی ہے کہ :

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

○ جب تورات کا ترجمہ کرنے والوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام پر اس قدر نوازشات کی ہیں تو وہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام ہوں۔ اس لئے یہ تو مانا کہ قربانی پہلوٹھے کی ہوئی اور پہلوٹھا اسماعیل ہی تھا لیکن قربانی کہاں ہوئی اس جگہ کا نام موریاہ لکھا ہے اور تورات کی تفسیر والے پریشان ہو کر یہ لکھ دیتے ہیں کہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ جس کوہ موریاہ کا ذکر ابراہام کے سلسلہ میں ہوا ہے وہ یہی مقام ہے یعنی یروشلم یا گرزیم (قاموس الکتاب ص ۹۷۲) آپ کو وثوق کیسے ہو! یہ بات تو آل ابراہیم ہی جانتے ہیں کہ یہ قربان گاہ کوہ موریاہ (مروہ) میں ہے اور صفا اور مروہ مکہ مکرمہ کی مقدس پہاڑیاں ہیں نہ کہ یروشلم کی۔ جب مروہ کو موریاہ بنالیا تو اب موریاہ کی تلاش میں آپ جہاں چاہیں بھٹکتے رہیں وثوق کہاں نصیب ہوگا۔ الغرض قربانی کا واقعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہی متعلق ہے جو اس مذبح یعنی قربان گاہ میں ہوئی جس کی زیارت کا حضرت داؤد علیہ السلام کو شوق تھا اور وہ وادی مکہ میں ہے۔

عام قربانی :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کے ذکر کے ساتھ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کا ذکر جاری رکھے گا اور وہ ان کے لئے

برکت کی دعائیں مانگا کریں گے اور ان کی قربانی کی سنت جاری رہے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام لیواؤں میں پہلے یہودی آتے ہیں وہ لوگ قربانی کے قائل تھے ان میں کئی قسم کی قربانیاں تھیں جن کا ذکر تورات کتاب الاحبار میں ہے لیکن ان کی قربانی سنت ابراہیمی نہیں کہلا سکتی تھی کیونکہ نہ اس دن کو قربانی کرتے تھے اور نہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربان گاہ کو قربان گاہ سمجھتے تھے ان کے نزدیک قربانی کی عبادت ہر جگہ ادا نہیں ہو سکتی بلکہ قربانی صرف اور صرف ہیکل بیت المقدس میں ہو سکتی تھی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس کو فتح فرمالیا تو ان کی قربان گاہ ان کے ہاتھوں سے نکل گئی اور وہ ہمیشہ کے لئے قربانی کی عبادت سے محروم ہو گئے۔ دوسرا فریق جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لیوا تھا وہ عیسائی تھے انہوں نے سارے ادیان کی مخالفت کر کے پہلے تو قربانی کا مطلب ہی بگاڑ ڈالا۔ قربانی کا اصول ہمیشہ یہی رہا کہ ادنی چیز کو اعلی کے لئے قربان کیا جائے مثلاً انسان کی جان کے لئے بکرا قربان کیا جائے مگر یہ نہ سنا تھا کہ بکرے کی حفاظت کے لئے انسان کو قربان کیا جائے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ گنہگار انسانوں کے لئے خدا قربان ہو گیا اس لیے اب کسی قربانی کی ضرورت نہیں۔ اس طرح عیسائی بھی قربانی کی عبادت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تیسرے اور حقیقی نام لیوا مسلمان ہیں انہوں نے قربانی کی سنت ابراہیمی کو بھی زندہ رکھا اور ہر نماز کی آخری "التحیات" میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کے لئے برکت کی دعائیں بھی مانگتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ملت ابراہیمی کے اصل وارث اور محافظ صرف اور صرف مسلمان ہی ہیں۔

یسعیاہ نبی کی پیشین گوئی :

حضرت الیسع علیہ السلام آئندہ زمانہ کے لئے خدا کی طرف سے پیشین گوئی فرماتے ہیں کہ "اس وقت ملک مصر کے وسط میں خداوند کا ایک مذبح اور اس کی سرحد پر خداوند کا ایک ستون ہو گا اور وہ ملک مصر میں رب الافواج کے لئے نشان اور گواہ ہو گا اس لئے کہ وہ ستم گروں کے ظلم سے خداوند سے فریاد کریں گے اور ان کے لئے رہائی

دینے والا اور حامی بھیجا جائے گا اور وہ ان کو رہائی دے گا اور خداوند اپنے آپ کو مصریوں پر ظاہر کرے گا اور اس وقت مصری خداوند کو پہچانیں گے اور ذبیحے اور ہدیئے گزرانیں گے‘ ہاں وہ خداوند کے لئے منت مانیں گے اور ادا کریں گے اور خداوند مصریوں کو مارے گا اور شفا بخشے گا اور وہ خداوند کی طرف رجوع لائیں گے اور وہ ان کی دعا سنے گا اور ان کو صحت بخشے گا۔ اس وقت مصر سے اسور تک ایک شاہراہ ہو گی اور اسوری مصر میں آئیں گے اور مصری اسور کو جائیں گے اور مصری اسوریوں کے ساتھ مل کر عبادت کریں گے‘ تب اسرائیل مصر اور اسور کے ساتھ تیسرا ہو گا اور روئے زمین پر برکت کا باعث ٹھہرے گا۔ کیونکہ رب الافواج ان کو برکت بخشے گا اور فرمائے گا مبارک ہو‘ مصر میری امت‘ اسور میرے ہاتھ کی صفت اور اسرائیل میری میراث (یسعیاہ ۱۹:۱۹۔۲۵)“ یہ پیشین گوئی حضرت الیسع علیہ السلام نے ۷۱۴ ق م میں فرمائی کہ ایک زمانہ آئے گا کہ شام اور مصر کی شاہراہ یعنی شریعت ایک ہو جائے گی اس پیشین گوئی کے بعد تقریباً چودہ سو سال تک مصر بت پرستی کا گھر رہا اور شام خدا پرستی کا۔ ۲۱ھ میں خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام اور مصر کو فتح فرمایا۔ اس دن سے شام اور مصر کا خدا بھی ایک‘ دین بھی ایک یعنی اسلام۔ شریعت بھی ایک یعنی شریعت محمدی ﷺ۔ قبلہ بھی ایک یعنی مکہ مکرمہ۔ عبادت بھی ایک یعنی نماز‘ قربانی بھی ایک یعنی سنت ابراہیمی‘ دعائے برکت بھی ایک یعنی درود ابراہیمی بلکہ زبان بھی ایک ہو گئی یعنی عربی۔ اس پیشین گوئی میں دین اسلام کی صداقت پر آفتاب سے بھی روشن تر دلیل یہ ہے کہ مصر میں خدا کے نام پر قربانیاں ہوں گی۔ یہ خاص نشان اہل اسلام کا ہے کیونکہ یہودی تو سوائے ہیکل یروشلم کے اور کہیں قربانی نہیں کرتے اور وہ ہیکل اسلام سے تقریباً چھ سو سال پہلے برباد ہو گیا تھا۔ پھر اسلام میں وہاں اسلامی مسجد تیار ہوئی اور عیسائی مذہب میں مسیح کی مصلوبیت کے بعد قربانی گذارنا ہی ناجائز ہے۔ اب تقریباً چودہ سو برس سے جو مصر میں اہل اسلام اسی خدا کے لئے قربانی گزرانتے ہیں جو ابراہیم کا خدا۔ اسحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہے تو مصر بلکہ ساری دنیا میں خدا کے لئے قربانی کا جاری ہونا صرف اور

صرف اسلام کی خصوصیت ہے اور لکھا ہے کہ اس دن خدا مصر میں جانا جائے گا۔ اسلام نے وہ نماز اور عبادت مصر کو سکھائی جس سے اکمل اور اعلیٰ ذریعہ خدا شناسی کا کوئی پیش نہیں کر سکتا اور یہ جو فرمایا کہ خدا مصر کو مارے گا پھر شفا بخشے گا تو یہ بھی اہل اسلام کے ہاتھ سے پورا ہوا۔ اہل اسلام کے ہاتھوں پہلے مصریوں نے خوب مار کھائی کیونکہ مصر تلوار سے فتح ہوا۔ اس کے بعد اہل اسلام کے ہاتھوں مصر کو دنیا اور دین کی وہ شفا اور خوشحالی نصیب ہوئی کہ اس سے پہلے مصری اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خط مبارک سے دریائے نیل کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاری ہو جانے سے مصر کی کھیتیوں پر وہ بہار آئی جس کے لئے اب خزاں نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ۸۰ میل لمبی نہر سویز کھودی گئی جو آج تک مشرق اور مغرب کی تجارت کا سنگم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ملک شام اور ملک مصر کا اس پیشین گوئی میں اکٹھا ذکر فرمایا، جس سے صاف سمجھ آتا تھا کہ ایک ہی ساتھ ان دونوں ملکوں کی حالت بدلے گی اور تاریخ کی ناقابل تردید شہادت ہے کہ ان دونوں کی حالت ایک ہی زمانہ عہد فاروقی میں بدلی۔ خدا کی پیشین گوئیاں ٹلا نہیں کرتیں۔

خیرات کرنے سے قربانی اداء نہ ہوگی :

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا فصل لربك وانحر۔ نماز پڑھیں اپنے رب کے لئے اور قربانی کریں۔ مسلمان جس طرح نماز میں دنیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اسی طرح قربانی جو سنت ابراہیمی ہے یہ بھی ہر جگہ کرتے ہیں اور یہ صداقت اسلام کی آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے۔ مگر آجکل کچھ ایسے نادان دوست پیدا ہو گئے ہیں جو نام اسلام کا لیتے ہیں لیکن اسلام کو "اسلاف اہل اسلام" سے سمجھنے کی بجائے یہودی مستشرقین سے سمجھتے ہیں۔ یہ منکرین حدیث کا گروہ ہے انہوں نے یہودی مستشرقین کی ہمنوائی میں اسلام کے اس عظیم شعار کی مخالفت شروع کر رکھی ہے۔ وہ اسلام کا نام لے لے کر مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ یا تو عیسائیوں کی طرح قربانی سے بالکل ہی دست بردار ہو جاؤ اور یا یہودیوں کی طرح قربانی کو صرف اور صرف

بیت اللہ میں بند کردو۔ اس پر یہی کہا جاسکتا ہے چوں کفر از کعبہ برخیزد کجاماند مسلمانی۔ کبھی مسلمانوں کی غربت کا رونا رو رو کر یہ کہتے ہیں کہ جانور ذبح نہ کروا تنی رقم رفاہ عامہ کے کاموں میں لگا دو۔ یہ یاد رکھو جس طرح نماز' روزہ' حج' زکوۃ اور جہاد مستقل عبادات ہیں اسی طرح قربانی بھی ایک مستقل عبادت ہے۔ اگر کوئی نماز کی بجائے روزہ رکھ لے تو یقیناً نماز ادا نہ ہوگی اسی طرح خیرات کرنے سے قربانی ادا نہ ہوگی جس طرح خداوند قدوس نے ہمیں حواس خمسہ عطا فرمائے ہیں ان میں سے ہر ایک کا دائرہ کار الگ الگ ہے' کوئی شخص آنکھ کا کام کان سے اور کان کا کام زبان سے نہیں لے سکتا اسی طرح قربانی کا کام زکوۃ سے یا حج کا کام نماز سے ادا نہیں ہو سکتا۔

ثواب :

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! اپنی قربانی پر حاضری دو کیونکہ اس کے خون سے جونہی پہلا قطرہ گرے گا تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے' نیز وہ جانور خون اور گوشت سمیت لایا جائے گا اور پھر اس سے ستر گنا ثواب تمہارے میزان میں رکھا جائے گا۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ صرف آل محمد کے ساتھ خاص ہے کیوں کہ وہ اس کار خیر کے زیادہ حق دار ہیں یا آل محمد اور تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ فرمایا آل محمد اور سب مسلمانوں کے لئے عام ہے (الترغیب والترہیب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی وہ قربانی نہ کرے تو ایسا شخص ہماری عید گاہ میں حاضر نہ ہو (الترغیب)

عبرت :

ایک طرف کتاب و سنت میں قربانی کی تاکیدات و ترغیبات ہیں اور چودہ سو سال کے مسلمانوں کا تعامل ہے دوسری طرف یہودیت زدہ طبقے کی مخالفت ہے۔ پرویز صاحب

لکھتے ہیں: "مذہبی رسومات کی ان دیمک خوردہ لکڑیوں کو قائم رکھنے کے لئے طرح طرح کے سہارے دیئے جاتے ہیں۔ کہیں قربانی کو سنت ابراہیمی قرار دیا جاتا ہے، کہیں اسے صاحب نصاب پر واجب ٹھہرایا جاتا ہے، کہیں اسے تقرب الٰہی کا ذریعہ بتایا جاتا ہے، کہیں دوزخ سے محفوظ گذرنے کی سواری بنا کر دکھایا جاتا ہے (قرآنی فیصلے) نیز پرویز صاحب لکھتے ہیں "حج عالم اسلام کی بین المللی کانفرنس ہے۔ اس کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کے خوردونوش کے لئے جانور ذبح کرنے کا ذکر قرآن میں ہے، بس یہ تھی قربانی کی حقیقت جو آج کیا سے کیا بن کر رہ گئی (رسالہ قربانی از پرویز ص ۳)

حالانکہ قربانی شعائر اسلام میں سے ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے "آپ کہہ دیجئے میری نماز میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے" احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ہمیشہ قربانی کی اور مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک برابر اس پر امت کا عمل در آمد چلا آتا ہے اور اس کو اسلام کے شعائر میں شمار کیا جاتا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ولا خلاف فی کونها من شرائع الدین۔ اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں کہ قربانی شعائر اسلام میں سے ہے (فتح الباری ص ۲ ج ۱۰) اور فقہاء اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو اصل قربانی کا انکار کرے چنانچہ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں "ویکفر بانکار اصل الوتر او الاضحیة۔" اور وہ شخص کافر ہو جائے گا جو سرے سے وتر یا قربانی کا انکار کرے (بحرالرائق ص ۱۳۱، ج ۵) عیسائی جرائد میں یہ بات بار بار دہرائی جا رہی ہے کہ اگر مسلمانوں کے عیسائی بننے کی رفتار اگرچہ حوصلہ شکن ہے مگر ہماری کامیابی کا درخشاں باب یہ ہے کہ مسلمان بڑی تیزی کے ساتھ اسلامی مسائل سے آزاد ہوتے جا رہے ہیں ان میں مذہبی خود رائی اور دینی آوارگی روز افزوں ہے کتنے فقہ کو خیرباد کہہ چکے ہیں اور کتنے سنت سے آزاد ہو گئے ہیں اور کتنے قرآن قرآن پکار کر اپنے اسلاف کو قرآن کا مخالف ثابت کر رہے ہیں، مسلمانوں کی یہ بے راہ روی عیسائی مشنریوں کے لئے بہت حوصلہ افزاء ہے۔

ایام قربانی :

رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو شخص قربانی کرے بس تیسری رات کے بعد اس حال میں صبح نہ کرے کہ اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ بچا ہوا موجود ہو (بخاری و مسلم) اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے تین ہی دن ہیں ۱۰۔۱۱۔۱۲ اگرچہ بعد میں گوشت رکھنے کی اجازت فرمادی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی دس ذوالحجہ کے بعد دو دن ہے (موطا مالک ص ۴۹۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ قربانی کے تین دن ہیں (المحلی ابن حزم ص ۳۷۷ ج ۷)

جانور کیسا ہو ؟

اس بارہ میں خداوند قدوس نے پہلے ہی پارہ میں ایک جملہ ارشاد فرمایا تسر الناظرین۔ کہ قربانی گویا شہنشاہ کی بارگاہ میں نیاز ہے۔ جانور ایسا ہو کہ جس کی آنکھ دیکھے اسے دیکھتے ہی سرور آجائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے جانوروں کے آنکھ کان خوب اچھی طرح دیکھ لیں اور ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کا کان چرا ہوا ہو یا جس کے کان میں سوراخ ہو (ترمذی) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے پوچھا گیا کہ کن کن جانوروں کی قربانی سے بچا جائے؟ فرمایا وہ لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور وہ کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو اور وہ جانور جس کا مرض ظاہر ہو اور وہ دبلا اور مریل جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو (ترمذی)

قربانی کے حصے :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کے میدان میں سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ کی اور سات آدمیوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی (ابن ماجہ) البتہ اس میں یہ بہت ضروری ہے کہ سب حصہ دار صحیح

العقیدہ اہل سنت والجماعت ہوں، بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ اگر اس کا عقیدہ خراب ہے تو ہمارے حصے پر کیا اثر؟ وہ اپنے حصے کا گوشت لے گیا ہم اپنے حصے کا لے آئے۔ یاد رکھیں قربانی کا تعلق گوشت سے نہیں، جان کے ساتھ ہے اور جان ہم نے تقسیم نہیں کی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک کنویں میں سات حصے دار ہوں ان میں سے اگر ایک حصے دار اس مشترکہ کنویں میں پیشاب کردے تو اس نے سب کا حصہ ناپاک ہو گیا، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس نے پیشاب کیا صرف اس کے حصے کا پانی ناپاک ہوا ہے باقی کسی کا حصہ ناپاک نہیں ہوا۔

جانوروں کی عمر :

آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ ذبح کرو مگر پختہ عمر کا جانور (مسلم) اور پختہ عمر کی تعریف فقہاء کے عرف میں یہ ہے کہ بکرا ایک سال کا ہو کر دوسرے سال میں قدم رکھے، گائے جو مکمل دو سال کی ہو کر تیسرے سال میں قدم رکھے اور اونٹ جو پانچ سال کا ہو کر چھٹے سال میں قدم رکھے۔ ایک صاحب فرمانے لگے کہ مسنہ کے معنی ہیں دو دانت والا۔ میں نے پوچھا مسنہ واحد ہے یا تثنیہ؟ وہ گھبرا کر بولا تثنیہ۔ سب لوگ ہنس پڑے اور وہ بے چارہ شرمسار ہو کر رہ گیا۔ پھر میں نے پوچھا کہ جو جانور چار دانت والا ہو اور چھ دانت والا اس کی قربانی جائز ہے؟ کہنے لگا بالکل جائز ہے میں نے کہا پھر تمہارا معنی غلط ہو گیا کیونکہ تمہارے نزدیک معنی حدیث کا یہ ہے کہ نہ ذبح کرو مگر دوندا اور چار دانت والا اور چھ دانت والا تو دوندا نہیں کہلاتا۔ وہ پھر خاموش ہو گیا۔

قربانی کا گوشت :

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک لوگ قربانی کا گوشت کھاتے نہیں تھے۔ قربانی کر کے لکڑیوں پر رکھ دیتے، اگر آگ آسمان سے اتر کر اس قربانی کو کھا جاتی تو یہ قبولیت کی دلیل ہوتی اور اگر آگ نہ اترتی تو وہ قربانی نامقبول سمجھی جاتی اور نہایت منحوس۔ اسلام میں قربانی کا گوشت حلال قرار دیا گیا۔ قربانی کرنے

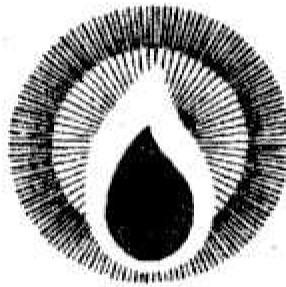
والا خود بھی کھا سکتا ہے۔ اپنے گھر والوں کو بھی کھلا سکتا ہے۔ امیر لوگوں کو بھی دے سکتا ہے اور غریب لوگوں کو بھی۔ علماء نے یہ فرمایا کہ بہتر ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کر لئے جائیں ایک حصہ اپنے عیال کے لئے ایک احباب کے لئے اور ایک غرباء و مساکین کے لئے۔ اسی طرح قربانی کی کھال کا اگر خود جائے نماز بنالے اور کوئی استعمال کی چیز بنالے تو بالکل درست ہے' ہاں اگر کھال فروخت کر دے تو اس کی قیمت خود استعمال نہیں کر سکتا بلکہ اس کو فقراء پر صدقہ کر دے۔

ایک لطیفہ :

ایک دن ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ اگر کسی مسئلہ میں تین امام ایک طرف ہوں اور ایک ایک طرف تو کس مسئلے پر عمل کرنا چاہئے؟ میں نے کہا اپنے امام کی تقلید کرنی چاہئے۔ کہنے لگا اگرچہ دوسری طرف تین ہوں؟ میں نے کہا آپ کے خلاف چار بھی ہوں تو آپ ان کی مخالفت سے نہیں ڈرتے۔ چاروں اماموں کے ہاں ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں۔ اور یہ آپ سب کے خلاف ہیں۔ چاروں میں سے کسی کے ہاں باریک جرابوں پر مسح کرنے سے وضو نہیں ہوتا۔ آپ سب کے نزدیک بے وضو نمازیں پڑھ کر اپنی نمازیں ضائع کرتے ہیں۔ چاروں اماموں کے نزدیک مقتدی رکوع میں ملے تو اس کی رکعت پوری شمار ہوتی ہے۔ چاروں ائمہ نماز جنازہ آہستہ پڑھنے کے قائل و فاعل تھے۔ آپ سب کے خلاف ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپ قربانی کا گوشت کھاتے ہیں؟ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا کم و بیش ایک لاکھ تیئس ہزار نبیوں کی شریعت میں قربانی کا گوشت کھانا جائز نہ تھا اور صرف ایک ہمارے پیغمبر ﷺ کے ہاں جائز ہے' اب آپ ایک کی ہی مانتے ہیں یا ان سب کی؟ کہنے لگا ہمیں تو صرف اپنے نبی کی تابعداری کرنی ہے' ہمیں کیا ضرورت ہے کہ دوسری طرف کتنے نبی ہیں۔ میں نے کہا ہمیں بھی اجتہادی مسائل میں اپنے ہی امام کی تقلید کرنی چاہئے۔ ہمیں اس کی کیا ضرورت ہے کہ دوسری طرف کتنے امام ہیں۔ کہنے لگا وہ تو ناسخ و منسوخ کا مسئلہ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ میں نے کہا یہاں راجح و مرجوح کا مسئلہ ہے اور مرجوح پر عمل جائز نہیں۔

آخری بات :

جب ان ایام میں قربانی بہت ثواب کی بات ہے تو اپنی واجب قربانی کے علاوہ اپنے وفات یافتہ بزرگوں کی طرف سے بھی اگر قربانی کی جائے تو ان کو بھی ہر ہر بال کے عوض نیکی ملے گی اس لئے اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہو تو ان کو بھی یاد کرنا چاہئے آج ہم دارالعمل میں ہیں اور وہ دارالعمل سے جا چکے ہیں اس لیے ان کو اس سے نقد فائدہ حاصل ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔



مقدمہ آثارِ خیر

(حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہٗ کی تصنیفات پر تبصرہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد :

صداقت اسلام :

برادران اسلام! یہ بات بے شبہ و شک برحق ہے کہ اس دھرتی پر جتنے دین ہیں ان میں سچا دین صرف اور صرف اسلام ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جتنے فرقے اسلام کا نام لیتے ہیں ان میں نجات پانے والی جماعت اہل سنت والجماعت ہے۔ اسلام آخری' کامل اور عالمگیر دین ہے۔

اشاعت اسلام :

اس کی عالمگیر اشاعت کا سہرا صرف اور صرف احناف کے سر پر ہے۔ شوافع' مالکی اور حنابلہ آج ہوائی جہاز کے دور میں بھی ساری دنیا میں اپنی مساجد' اپنے مدارس اور اپنے دارالافتاء نہیں بنا سکے۔ لیکن احناف نے خدا کا قرآن ساری دنیا کو سنایا۔ قال الرسول ﷺ کی گونج بھی احناف ہی کے ذریعہ ساری دنیا میں گونجی۔ اس لئے ہمیں اہل سنت والجماعت حنفی ہونے پر فخر ہے اور یہ فخر بالکل بجا ہے۔

غلبہ اسلام :

خداوند قدوس نے اپنی لاریب کتاب مقدس قرآن مجید میں وعدہ فرمایا تھا کہ دین اسلام سارے دینوں پر غالب ہو گا۔ دلیل و برہان سے اسلام کا غلبہ تو پہلے دن سے آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن رہا۔ البتہ سیف و سنان سے اسلام کا غلبہ مشرکین و ہنود پر خود حیات سرور کائنات علیہ الف الف التحیات والصلوات میں ہی ہو گیا۔ مجوس اور نصاریٰ میں سیف و سنان سے اسلام کا غلبہ دور خلافت راشدہ میں ہوا جب قیصر و کسریٰ کے غرور کو پائمال کیا گیا اور ہنود، بدھ مت اور جین مت وغیرہ ادیان باطلہ پر سیف و سنان سے اسلام کا غلبہ احناف کے ذریعہ ہوا۔ سنن نسائی ج ۲/ ص ۶۳ اور مسند احمد ج ۲/ ص ۲۲۹، ج ۲/ ص ۳۶۹ پر سندھ و ہند کی فتح کی پیش گوئی موجود ہے اور ان فاتحین کو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی مجاہدین کے ساتھ ذکر فرما کر دونوں کی نجات کا اعلان فرمایا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ ہند کے فاتحین حنفی ہیں۔ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں: "خلاصہ حالِ ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس وقت سے یہ لوگ مذہب حنفی پر قائم رہے اور ہیں۔ اسی مذہب کے عالم اور فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں۔ (ترجمان وہابیہ ص ۱۰)

نفاذ اسلام :

اس میں شک نہیں کہ رسول اقدس ﷺ کے آخری دور میں اسلامی حدود و تعزیرات کا نفاذ ہوا اور کامل شکل میں اس کا نفاذ خلافت راشدہ میں ہوا۔ خدا کی ہزاروں مربع میل زمین پر انسانوں کے بنائے ہوئے قانونوں کو مٹا کر خدا کا قانون نافذ کیا گیا۔ اور اس جہنم زار دنیا نے سکھ کا سانس لیا۔ دور تابعین میں قانون اسلامی کی تدوین ہوئی اور ہمیں اس بات پر بھی الحمد للہ فخر ہے کہ خلافت راشدہ کی کامل وراثت جس طرح جہاد میں احناف کو نصیب ہوئی، اسلامی قانون کے نفاذ میں بھی یہ توفیق بارگاہ ایزدی سے

احناف ہی کے حصہ میں آئی۔

صاحب درمختار شریف فرماتے ہیں: وقد جعل اللہ الحکم لاصحابه واتباعه من زمنه الی هذه الایام۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نفاذ احکام اسلام کی توفیق امام صاحب رحمہ اللہ کے زمانہ سے آج تک امام صاحب کے پیروکاروں اور مقلدوں کو عطا فرمائی۔ علامہ شامی رحمہ اللہ اس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں کہ تاریخ کی کتابیں گواہ ہیں کہ دولت عباسیہ تقریباً پانچ سو سال رہی۔ اس میں اکثر قاضی حنفی ہی تھے۔ اس کے بعد سلجوقی اور خوارزمی' اسلامی خلافت کے والی اور حرمین شریفین کے خادم رہے۔ یہ سب کے سب حنفی تھے۔ ان کے بعد خلافت آل عثمان کے پاس آئی جو ترکی خلافت کہلاتی ہے۔ تو نویں صدی سے لے کر آج تک یعنی تیرھویں صدی کے نصف تک ان کی خلافت چل رہی ہے۔ یہ سب کے سب حنفی ہیں اور اسلامی قانون فقہ حنفی کی شکل میں ہی نافذ ہے۔ الغرض پاک و ہند میں تقریباً ایک ہزار سال اسلامی قانون نافذ رہا اور وہ فقہ حنفی کی شکل میں ہی نافذ رہا۔ آجکل حرمین شریفین میں حنبلی حکومت ہے۔ تو الحمدللہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ اسلامی خلافت احناف کے پاس رہی اور خلافت راشدہ کی وراثت کا انہوں نے پورا پورا حق ادا فرمایا اور احناف کے دور حکومت میں اسلام کو ساری دنیا میں سربلندی حاصل رہی۔ فللہ الحمد۔

ترک تقلید :

اسلام کے سنہری دور کی تقریباً ساڑھے بارہ صدیاں گزر گئیں تو فرمان رسول ﷺ الایات بعد المائتین کے موافق قیامت کی ابتدائی نشانیاں اور اسلام میں فتنوں کا ظہور شروع ہوگیا۔ جو دین اسلام مکہ مدینہ میں نازل ہوا اسے صحابہؓ لے کر کوفہ پہنچے' وہیں وہ مدون ہوا اور پوری اسلامی دنیا میں نافذ ہوا۔ اور تقریباً ساڑھے بارہ سو سال اس کی بہار سے ساری دنیا معطر رہی۔ مگر جب انگریز کے منحوس قدم اس ملک میں آئے تو وہ دینی بے راہ روی اور ذہنی آوارگی کی سوغات بھی ساتھ لائے۔ یہ اچھی طرح یاد

رہے کہ یہ ذہنی آوارگی مکہ مدینہ والے دین میں بالکل نہیں تھی۔ یہ تو انگریز بہادر کا تحفہ ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی وکیل اہل حدیث ہند اس حقیقت کا اعتراف یوں فرماتے ہیں: "اے حضرات! یہ مذہب سے آزادی اور خود سری و خود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی و کوچہ و گلی میں پھیل گئی ہے۔ جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں رہنے دیا۔ حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا ہے۔" (اشاعۃ السنہ ج۱۹/ ص۲۵۵ شمارہ نمبر۸) جو لوگ اس تیز ہوا میں بہہ گئے وہ غیر مقلد بن گئے' اس لئے نہیں کہ تیرہ سو سال بعد ان کو قرآن میں کوئی آیت یا نبی پاک ﷺ کی کوئی حدیث مل گئی تھی کہ اجتہادی مسائل میں مجتہد کا قیاس کرنا کار شیطان ہے اور غیر مجتہدین کا اجتہاد مسائل میں مجتہد کے کتاب و سنت سے نکالے ہوئے مسائل کی تقلید کرلینا شرک اور حرام ہے' بلکہ صرف اس لئے کہ بقول نواب صدیق حسن خاں دولت عالیہ برٹش نے اشتہار آزادی جاری کئے (ترجمان وہابیہ ص ۳) مزید فرماتے ہیں: "یہ آزادگی ہماری...... عین مراد قانون انگلشیہ ہے (ایضاً ص ۲۰)

معلوم ہوا کہ اس فرقے کا وجود ملکہ وکٹوریہ کا مرہون منت ہے اور جنم بھومی ہندوستان ہے۔ اس لئے انگریز کے خلاف جہاد کے حرام ہونے پر مستقل کتابیں لکھی گئیں' جیسے الاقتصاد فی مسائل الجھاد اور ترجمان وہابیہ وغیرہ۔ اس لئے برطانیہ کو خدا کی رحمت تک کہا گیا (الحیاۃ بعد المماۃ ص ۹۳) اپنی جنم بھومی کے احترام میں رام چندر، کچھمن داس اور کشن جی کو نبی بھی مان لیا گیا (ھدیۃ المھدی ج۱/ ص۸۵) میاں نذیر حسین صاحب نے نہ صرف صحابہ کرامؓ کے افعال مبارکہ کے حجت ہونے کا انکار کیا (فتاویٰ نذیریہ) بلکہ سید محمد مجتہد شیعہ سے بذریعہ خطوط مطاعن ابو حنیفہ کے طلب کئے اور ہمت آپ کی بالکل طرف مطاعن ائمہ اور تجہیلات صحابہؓ کے مصروف ہے اور مدار قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا جو قرآن یا حدیث صحیح ہے ان سے بالکل چشم پوشی ہے۔ سب عبادات اور دینیات کو چھوڑ کر فقط مطاعن صحابہ اور فقہاء کو عبادت اور جہاد قرار

دے کر مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کو عبادت عظمیٰ قرار دیا ہے اور اپنی نافہمی سے احادیث کو یا اپنی جہالت سے موضوعات کو حدیث قرار دے کر مخالفت ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف نسبت کی ہے۔ لہٰذا مولوی نذیر حسین کے شیعہ ہونے میں شبہ نہیں ہے (کشف الحجاب ص۹) اور نواب وحید الزمان صاحب نے تو حضرت ولید ؓ (بن مغیرہ)، معاویہ ؓ (بن ابی سفیان)، عمرو ؓ (بن العاص)، مغیرہ ؓ (بن شعبہ) اور سمرہ ؓ (بن جندب) سب صحابہ کو نام لے لے کر فاسق کہا، بلکہ معاذ اللہ قرآن پاک سے ان کا فاسق ہونا ثابت کرنے کی کوشش کی (نزل الابرار ج ۳/ ص ۹۴)

مباحثہ شاہ جہان پور :

انگریز نے جب سیاسی طور پر مسلمانوں سے حکومت چھین لی تو تمام ادیان کا ایک متحدہ محاذ بنایا کہ وہ اسلام کے بارہ میں شبہات پیدا کرے۔ شاہ جہان پور میں سارے اتحادی اکٹھے ہوئے۔ اس وقت صرف ایک ہی شیر اسلام کی حفاظت کے لئے آگے بڑھا، وہ تھے قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ۔ اسلام کے کسی اور نام لیوا فرقے کو جرات نہ ہوئی کہ ان اتحادیوں کے منہ آتا۔ حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ نے جو تقریر فرمائی تو تمام کفار نہ صرف فبھت الذی کفر کا مصداق تھے بلکہ صم بکم عمی کا پورا نقشہ نظر آ رہا تھا۔ انگریز کو ضرورت تھی کہ اس کے قانون سے پہلے جو اسلامی قانون فقہ حنفی کے نام سے اس ملک میں نافذ رہا ہے اس کے خلاف مکروہ پروپیگنڈہ کیا جائے۔ چنانچہ وکٹوریہ کے اشارۂ ابرو پر فقہ حنفی کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی اٹھا۔ کبھی کہتے کہ فقہ حنفی قرآن کے خلاف ہے۔ کبھی کہتے فقہ حنفی حدیث کے خلاف ہے۔ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے تفسیر احکام القرآن عربی اور اعلاء السنن جیسی بے نظیر کتابیں مراتب کرا کر ان کے غلط پروپیگنڈے کا بھانڈا چورستے میں پھوڑ دیا۔ ان کتابوں نے جہاں عرب و عجم میں علمائے دیوبند کی علمی دھاک بٹھادی، سب نے علمائے دیوبند کو خراج تحسین پیش کیا تو دوسری طرف ان دونوں کتابوں کا جواب غیر مقلدین پر قرض ہے

اور یہ قرض چکانا ان کے بس کی بات بھی نہیں' کیونکہ جواب تو سمجھ کے بعد ہوتا ہے' یہ طائفہ ان کتابوں کے سمجھنے سے ہی عاری ہے۔

عربی زبان کے علاوہ اردو میں بھی اس فتنے کے تعاقب میں علمائے دیوبند نے قلم اٹھایا۔ ان میں جامع المعقول والمنقول حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ کا نام نامی اسم گرامی نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی مقدس تالیفات کا یہ گلدستہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ کا تعارف خود اس گلدستہ میں آپ کی جامع سیرت میں موجود ہے۔ سیرت کے مطالعہ کے بعد سب سے پہلے آپ حضرت کے تفسیری افادات سے بہرہ ور ہوں گے۔ تفسیری نکات اور ایسے گوہر نایاب ملیں گے کہ جن سے حضرت اقدس کی قرآن فہمی' تفسیر قرآن میں علمی گہرائی و گیرائی کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ کہ قرآن کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ بات سمجھانے کا عجیب ملکہ قدرت نے حضرت کو مرحمت فرمایا تھا۔ تفسیر قرآن کے بعد اصول حدیث کے بارہ میں خیر الاصول نامی رسالہ ہے۔ اصول حدیث کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا کو اس طرح کوزہ میں بند فرمایا ہے کہ خیر الاصول بالکل خیر الکلام ماقل ودل کا شاہکار ہے۔ اس سے آپ کو یہ بھی پتہ چلے گا کہ اہل حدیث خود حدیث کی تعریف میں ہی غلطی میں مبتلا ہیں' اور حضرت نے مستند حوالہ جات سے یہ بات ثابت فرمائی ہے کہ محدثین اور خصوصاً اصحاب صحاح ستہ میں سے ایک محدث بھی غیر مقلد نہیں تھے کہ جن کے بارہ میں ایک ہی مستند حوالہ پیش کیا جاسکے کہ وہ نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتے تھے نہ ہی کسی مجتہد کی تقلید کرتے تھے۔ اس لئے غیر مقلد تھے۔

خیر التنقید فی سیرت التقلید اور خیر الارشاد الی التقلید والاجتہاد میں مسئلہ اجتہاد و تقلید کو ایسا نکھارا ہے کہ کسی منصف مزاج کے لئے جائے انکار نہیں چھوڑی۔ خلاصہ یہ ہے کہ بات تین ہی قسم کی ہوگی' یا بے دلیل ہو یا خلاف دلیل یا بادلیل۔ بے دلیل بدعت ہوتی ہے اور خلاف دلیل بات کو ماننا الحاد ہے۔ ہاں بادلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل اس اعتماد پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق ہی بتاتا ہے اس کو تقلید کہتے ہیں۔ غیر مقلدین

کا ایک پاؤں اگر بدعت کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے تو دوسرا الحاد کی دلدل میں دھنسا ہوا ہے۔ لیکن اہل سنت والجماعت الحاد و بدعت کی دلدل سے بچ کر اسی شاہراہ اعظم پر سفر کر رہے ہیں جو شاہراہ منزل محمدی پر پہنچاتی ہے۔ ہزاروں محدثین' ہزارہا صوفیاء کرام' ہزاروں فقہاء عظام اور کروڑہا عوام اسی تقلید کی شاہراہ پر سفر کر کے منزل محمدیؐ سے ہم آغوش ہوئے ہیں۔

خیر المصابیح :

اسلام کے سنہری دور میں تقریباً تیرہ صدیوں میں کسی اسلامی ملک میں کسی اسلامی فرقہ کی کسی ایک مسجد کا نام پیش نہیں کیا جا سکتا جہاں صرف ایک سال پورا مہینہ صرف آٹھ تراویح باجماعت پڑھائی گئی ہوں' بلکہ دور برطانیہ سے پہلے کسی فرقے کے کسی ایک شخص کا نام بھی پیش نہیں کیا جا سکتا جو بیس تراویح پڑھنے والوں کے ساتھ آٹھ پڑھ کر بھاگ جاتا ہو۔ غیر مقلدین نے بیس رکعت تراویح پڑھنے والوں کو بدعتی کہہ کر گویا پوری امت کو بدعتی قرار دیا۔ حضرت نے پوری امت کی طرف سے دفاع کا فریضہ ادا فرماتے ہوئے اس مسئلہ پر دو رسالے تحریر فرمائے اور ایسا عام فہم انداز رکھا کہ مسئلہ سمجھنے کی نیت سے جو بھی پڑھے اس کے دل میں کوئی وسوسہ باقی نہیں رہتا اور مسکت جوابات سے ضدیوں کا بھی منہ بند کر دیا۔

مسئلہ توسل :

جس طرح محدثین اپنی سند رسول اقدس ﷺ تک پہنچاتے ہیں اسی طرح صوفیاء کرام کا شجرہ مبارکہ بھی آنحضرت ﷺ تک پہنچتا ہے۔ اگر محدث اپنی سند کا تکرار کرتا ہے' اگرچہ بعض اوقات اس میں فاسق اور کذاب راوی بھی آجاتے ہیں تو صوفیاء کرام کا شجرہ پڑھنا جس میں نہ کوئی کذاب نہ فاسق' بلکہ سب کے سب صاحب نسبت اور کامل بزرگ ہیں' اس کو غیر مقلدین نے بدعت قرار دیا اور بہانہ یہ بنایا کہ اس شجرۂ مبارکہ میں توسل ہے اور وہ معاذاللہ شرک ہے۔ ادھر ان کی ضد میں بحث نے

توسل کے ساتھ استغاثہ لغیر اللہ تک کے جواز پر زور دیا۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ نے پورے اعتدال کے ساتھ مسئلہ توسل کی حقیقت کو واضح فرمایا اور افراط و تفریط کرنے والوں کو صراط مستقیم دکھا دیا۔ دراصل یہی اعتدال علمائے اہل سنت دیوبند کی شان ہے۔

ایصال ثواب :

جوں جوں علم کم ہوتا جاتا ہے اور جہالت بڑھتی جاتی ہے تو انتہاء پسندی، ضد اور تعصب جاہلوں کو گھیر لیتے ہیں۔ غیر مقلدیت اور علم دونوں میں بعد المشرقین ہے۔ اس لئے ان کے لئے یہ امتیاز نہایت مشکل ہے کہ نذر لغیر اللہ کیا ہے اور ایصال ثواب کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کم علمی کی بناء پر نذر لغیر اللہ کے احکام ایصال ثواب پر جاری کردیئے اور اسے بدعت اور شرک تک قرار دے دیا۔ دوسری طرف کچھ انتہاء پسندوں نے نذر لغیر اللہ کو بھی ایصال ثواب کی حد میں لا ڈالا۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ نے خیر الجواب فی ایصال الثواب تحریر فرما کر ہر دو انتہاء پسند فریقوں کو راہ اعتدال دکھادی کہ نہ صحیح بات کا انکار کرو نہ غلط بات پر اصرار کرو۔

خیر البراہین :

غیر مقلدین نے عوام اہل سنت والجماعت کے اغوا کے لئے دو ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کئے۔ ایک تو یہ کہ فقہ کے ہر مسئلہ پر صریح حدیث پیش کرو، ورنہ وہ مسئلہ غلط مانو اور دوسرا یہ کہ مذاہب اربعہ میں حرام حلال تک کے اختلافات ہیں۔ یہ چاروں کیسے حق ہوسکتے ہیں۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ نے خیر البراہین تحریر فرمائی۔ اس میں ایک تو ان کے قیاسی مسائل جمع کئے کہ تمہاری کتابوں میں بھی قیاسی مسائل موجود ہیں، ذرا ہمت کرو ان پر ایک ایک صریح حدیث پیش کرو اور اگر نہ کرسکو اور قیامت تک نہ کرسکو گے تو اپنے نام اہل حدیث سے لوگوں کو دھوکا نہ دو، بلکہ اپنا نام اہل قیاس رکھو، اہل الرائے رکھو اور دوسری یہ بات واضح فرمائی کہ مذاہب اربعہ میں تو دو الگ الگ

مذاہب میں ایسے اجتہادی اختلافات ہوتے ہیں مگر تمہارے تو ایک ہی نام نہاد اہل حدیث مذہب میں حرام حلال اور جائز ناجائز کے اختلافات موجود ہیں' چھاج تو بولے چھلنی کیوں کودتی ہے اور پھر ائمہ کے اختلافات ہوں گے تو کسی اور ملک میں' یہاں تو صرف اور صرف مذہب حنفی ہے۔ جب کہ تمہارے اختلافات اسی ملک میں موجود ہیں۔ پہلے ان کا حل کرلو پھر غیر موجودہ اختلافات کی بات کرنا۔ عجیب بات ہے کہ دو اماموں میں اجتہادی اختلاف برا ہے مگر ایک ہی نبی کے ذمہ دو متضاد باتیں لگا دینا یہ نیکی ہے۔

جامعیت :

اسلام ایک کامل ضابطہ حیات ہے جس میں قلب اور قالب دونوں کی اصلاح و تہذیب کے احکام ہیں۔ جس طرح سارے علم حساب کا خلاصہ دو قاعدے ہیں' جمع اور تفریق۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو اصلاح خلق کے لئے مبعوث فرمایا۔ اگرچہ ان کو بہت سی صفات کاملہ سے نوازا مگر ان میں بنیادی صفات ان کا بشیر و نذیر ہونا ہی ہے۔ باقی صفات انہیں کے پھل اور پھول ہیں۔ رسول اقدس ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی۔ اب آپ کی وارث دو جماعتیں ہیں: صفت نذیر میں آپ کے وارث فقہاء کرام ہیں جنہوں نے احکام فقہ کو مرتب فرمایا جن سے اعمال قالبہ کے صحت و سقم کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ میں فقہاء کرام کا ذکر فرما کر لینذروا قومھم فرمایا' تاکہ پتہ چلے کہ صفت انذار میں نبی کی وارث یہی جماعت ہے اور صفت بشیر میں نبی پاک ﷺ کے وارث صوفیاء کرام ہیں جن کی جوتیاں سیدھی کرنے سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۃ یونس میں اولیاء اللہ کے ذکر کے بعد فرمایا: لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا و فی الاخرۃ (الایہ) غیر مقلدین نے دونوں کے خلاف محاذ آرائی شروع کردی۔ ایک طرف فقہ کی مخالفت دوسری طرف تصوف کی تاکہ نہ انسان کے اعمال قالبیہ صحیح ہوں نہ احوال قلبیہ۔ حضرت اقدس قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے جامعیت عطا فرمائی تھی۔ آپ جس طرح کوچہ فقہ کے شہسوار ہیں اسی طرح کوچہ

تصوف کے بھی رہبر و رہنما تھے۔ چنانچہ اس کتاب میں بھی آپ کو یہی جامعیت نظر آئے گی۔ فقہی مسائل میں جو شبہات پیدا کئے گئے ان کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ اصلاح قلب کے سلسلہ میں اپنے مرشد و مربی حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے جواہر پارے بھی جمع فرمائے اور خود حضرت اقدس رحمہ اللہ کے ملفوظات بھی اس کتاب میں درج ہیں۔

نماز حنفی :

اصلاح قلب و قالب کے لئے نماز ہی جامع ترین عبادت ہے' اس لئے آخر میں نماز حنفی اور دائمی جنتری بھی جو حضرت اقدس رحمہ اللہ کی باقیات و صالحات میں سے ہے' اسی گلدستہ میں شامل کردی گئی۔

گلدستہ تالیفات :

ان میں سے بعض تالیفات وقتاً فوقتاً الگ الگ چھپتی رہیں' لیکن اب حضرت مولانا محمد حنیف صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ خیرالمدارس کی محنت اور کاوش سے گلدستہ یکجا شائع کیا جا رہا ہے۔ حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم خود بھی اس علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں اور جن بزرگوں کی انہیں سرپرستی حاصل ہے وہ بھی جامع بین المعقول والمنقول' جامع بین الفقہ والتصوف ہیں' حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے محسوس فرمایا کہ اب اصاغر دیوبند میں یہ جامعیت ختم ہوتی جارہی ہے' اگرچہ فقہ کی تو ابھی تک کسی درجہ میں ضرورت سمجھی جاتی ہے مگر نئی پود تصوف اور اصلاح قلب سے بیگانہ ہوتی جارہی ہے' اس لئے گلدستہ کو جو کہ جامع بین الفقہ والتصوف ہے یکجا شائع کرنے کا فیصلہ فرمالیا تاکہ علمائے دیوبند میں جو جامعیت ہے اس کو برقرار رکھا جاسکے اور نئی پود کو پتہ چلے کہ جب اتنے بڑے بڑے اکابر اپنی اصلاح قلب میں اللہ والوں کی جوتیاں سیدھا کرنے کے محتاج رہے ہیں تو ہم کس باغ کی مولی ہیں۔ ہمیں بھی قالب کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اصلاح قلب پر توجہ دینی چاہئے اور جس قدر بھی ہوسکے اس جامعیت کو

برقرار رکھنا چاہئے۔ حضرت مہتمم صاحب دام ظلہم نے تو اس جامع گلدستہ کو آپ کے سامنے پیش فرمادیا اب آپ کے ذمہ ہے کہ آپ اس کی کتنی قدردانی فرماتے ہیں' میں ان سب احباب کی طرف سے جن کے دل میں یہ خلش ہے کہ کاش نئی پود میں بھی یہ جامعیت باقی رہے جو علمائے دیوبند کا خصوصی امتیاز ہے۔ حضرت مہتمم صاحب اور ادارے کا نہایت شکریہ ادا کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہمت' استقامت اور صحت و سلامتی عطا فرمائیں' وہ ہمیں اکابر کے نقوش قدم دکھاکر ان پر چلنے کی ہدایت فرماتے رہیں۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ کی کسی کتاب پر اس ناکارہ کو کچھ لکھنا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ کیا میں اور کیا میری رائے! یہ کتابیں تو خود ہی آفتاب آمد دلیل آفتاب کا مصداق ہیں۔ آخر میں پھر حضرت مہتمم صاحب دام ظلہم اور ادارہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی کاوش سے یہ نایاب گوہر ہمیں نصیب ہوئے۔ فقط

محمد امین صفدر

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ



ایصال ثواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد :

شوق تحقیق :

ایک صاحب نے اپنی داستان یوں بیان کی کہ میں اہل سنت کے گھرانہ میں پیدا ہوا۔ اس گھر میں آنکھیں کھولیں کہ والدین، بہن، بھائیوں سب کی زبان پر دین کے چرچے تھے۔ نماز کی پابندی اور قرآن پاک کی تلاوت تو گویا ورثہ میں ملی۔ سکول کی تعلیم شروع ہوئی۔ جب میں نے مڈل کیا اور نویں جماعت میں داخلہ لیا تو ایک استاد صاحب نے جو میری نماز کی پابندی کو دیکھا تو مجھ پر زیادہ شفقت فرمانے لگے۔ مجھے زیادہ دینی مطالعے کا شوق دلانے لگے اور فرمانے لگے کہ اب تو تعلیم یافتہ ہے۔ دنیاوی معاملات میں بھی تجھے اچھے برے کی کچھ شدھ بدھ ہو گئی ہے۔ دین میں بھی تحقیق کرنی چاہئے۔ وہ (استاد) صاحب اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے تھے۔ ان کی محنت اور کوشش سے میرے دل میں جذبہ تحقیق بیدار ہو گیا اور میں اس پر آمادہ ہو گیا۔

مذمت اختلاف :

استاد صاحب نے فرمایا کہ آج مسلمان اختلافات کا شکار ہیں۔ ان اختلافات نے امت کو تباہی کے گڑھے میں پھینک دیا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ ہم سب کا خدا ایک، نبی ایک، قرآن ایک، قبلہ ایک پھر یہ اختلافات کیوں کہ کوئی حنفی ہے کوئی شافعی، کوئی

مالکی ہے کوئی حنبلی' چاروں اماموں نے امت میں پھوٹ ڈال دی۔ اختلافات پیدا کر دیئے۔ ان اختلافات نے ہماری مسجدیں الگ کر دیں۔ ہمارے مدرسے الگ کر دیئے۔ ہمارے فتاوی الگ کر دیئے۔ ہمیں چاہئے کہ ان سب اختلافات کو چھوڑ کر ایک نبی پر جمع ہو جائیں اور اہل حدیث ہو جائیں۔

اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا
گلے میں پہن لو کرتا محمد ﷺ کی غلامی کا

میں نے استاد صاحب سے پوچھا کہ کیا یہ سب حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے غلام نہیں ہیں؟ استاد نے فرمایا تحقیق یہی ہے کہ یہ چاروں مذاہب والے حضور اقدس ﷺ کی غلامی چھوڑ کر' ان کی اتباع سے منہ موڑ کر اماموں کی تقلید کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا یہ چاروں مذہب والے' خدا کو معبود نہیں مانتے' نبی پاک ﷺ کو رسول اور آخری نبی نہیں مانتے؟ آخر میں حنفی ہوں یہ سب مانتا ہوں۔ ان ہی سے میں نے قرآن پڑھا۔ ان ہی سے خدا کی بندگی کا طریقہ سیکھا اور وہ تو رات دن ہمیں یہی یاد کرواتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ ہمارا مقصد زندگی ہے اور محمد رسول اللہ ہمارا طریق زندگی ہے۔ اور دونوں جہانوں کی کامیابیاں نبی پاک ﷺ کی پاکیزہ سنتوں کو زندہ کرنے' ان کو اپنانے اور ان کو امت میں پھیلانے میں ہیں۔ استاد صاحب نے فرمایا کہ وہ لوگ دھوکے میں پڑ گئے ہیں۔ اختلافات میں پھنس گئے ہیں۔ یہ سب ان کے زبانی دعوے ہیں۔ نبی ﷺ کو چھوڑ کر یہ کام کرنا نیکی برباد' گناہ لازم کا مصداق ہے۔ الغرض استاد صاحب نے ائمہ مجتہدین کا بغض میرے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا۔ ائمہ کے نام سے مجھے نفرت ہو گئی۔ تقلید ائمہ کو بدعت اور شرک باور کر لیا۔ آخر ان اختلافات کی دلدل سے نکل کر میں اہل حدیث ہو گیا۔ اب میرے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ وہی گھر جس میں میں نے قرآن سیکھا تھا۔ جہاں ہر وقت ذکر و فکر ہوتا تھا۔ اب مجھے کفرو شرک کا گہوارہ نظر آتا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرے ماں' باپ' بہن' بھائی' استاد اور احباب سب کے سب دوزخی ہیں۔ نبی پاک ﷺ کی سنت سے باغی ہیں۔ نہ ان کو

تلاوت کا ثواب ملے گا' نہ ان کی نماز قبول ہوگی' نہ ان کے کلمے کا اعتبار ہے۔

عجیب کشمکش :

مجھے دینی مطالعے کا شوق ہو گیا تھا۔ استاد صاحب بھی مجھے کتابیں دیتے۔ لیکن وہ میرے شوق مطالعہ سے کم ہوتیں۔ میں نے سکول کی لائبریری کا رخ کیا۔ مجھے شوق تھا کہ میں ان اکابر مسلمانوں کی سیرت کا مطالعہ کروں جن کے ذریعہ اسلام دنیا میں پھیلا۔ لیکن میں جس محدث' جس مفسر' جس مجاہد اسلام' جس فقیہ اور جس خلیفہ اسلام کے حالات کا مطالعہ کرتا وہ کوئی حنفی نکلتا' کوئی شافعی تو کوئی مالکی اور کوئی حنبلی۔ اب نہ مجھے گھر میں اسلام نظر آتا۔ نہ مسجد میں' نہ مدرسے میں' نہ کتب تاریخ میں۔ میں بعض اوقات بہت گھبرا جاتا۔ استاد صاحب سے پوچھتا کہ استاد جی یہ تاریخی شخصیات تو سب مقلدین ہیں۔ استاد صاحب بعض کے بارے میں تو اعتراف فرماتے کہ وہ واقعی مقلد ہیں۔ لیکن بعض کے بارے میں وہ فرما دیتے کہ فلاں فلاں محدث تقلید مجتہدین کو بدعت و شرکت کہتا تھا۔ میں عرض کرتا کہ تاریخ تو ان کو مقلد کہتی ہے۔ آپ بھی کسی مسلمہ تاریخ کے حوالہ سے دکھائیں کہ صحاح ستہ والے تقلید "ائمہ" کو شرک و بدعت کہتے تھے' استاد صاحب کوئی حوالے تو نہ دکھاتے' فرماتے کہ یہ تاریخیں قابل اعتماد نہیں۔ صرف قرآن و حدیث کی بات ماننی چاہئے۔ کوئی شخص قرآن و حدیث سے صحاح ستہ والوں کا مقلد ہونا ثابت نہیں کر سکتا' میں نے کہا کہ قرآن و حدیث سے تو ان کا غیر مقلد ہونا بلکہ محدث یا مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں' استاد جی فرماتے دیکھو ان باتوں کو چھوڑو۔ تم شکر کرو اختلافات سے بچ گئے ہو۔ چونکہ اختلاف کے لفظ سے مجھے چڑ ہو گئی تھی اور اختلاف ڈالنے والوں سے بھی چڑ تھی خواہ وہ آئمہ مجتہدین ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لئے استاد صاحب کے سامنے میں خاموش ہو جاتا کہ انہوں نے مجھے اختلافات کے جہنم سے نکالا ہے۔ یہ واقعی بہت بڑا کارنامہ ہے کہ مجھے اتحاد کی نعمت نصیب ہوئی۔ تقلید کی بدعت بلکہ شرک سے توبہ نصیب ہو گئی' یہ سب استاد محترم ہی کا فیض ہے۔ یہی بات میرا سب سے بڑا سہارا تھی۔ اس سے بے چین دل کی ڈھارس بندھ جاتی۔

اختلافات بڑھ گئے :

میں میٹرک اعلیٰ نمبروں میں پاس کر چکا تھا۔ اب کالج میں داخلے کی تیاریاں تھیں۔ ایک دن میں دوسرے دوست کو اہل حدیث ہونے کی دعوت دے رہا تھا اور اختلاف کی مذمت اور اتحاد کے فضائل بیان کر رہا تھا کہ اس دوست نے مجھے چونکا دیا کہ آپ نے کن سے اتحاد کیا۔ اپنے گھر والوں سے تو کٹ گیا۔ جن سے قرآن، کلمہ یاد کیا، نماز سیکھی ان سے تو کٹ گیا۔ مسجد سے تو کٹ گیا۔ چاروں ائمہ سے تو کٹ گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو کٹ گیا۔ یہ اتحاد کی جھوٹی رٹ کیوں لگا رہا ہے۔ اس پر واقعی میرا ماتھا ٹھنکا کہ جس چیز کا نام میں نے اتحاد رکھا ہے وہ تو بد ترین افتراق ہے۔ خیر میں نے کہا کہ اختلاف سے تو بچ گیا ہوں۔ اس نے کہا یہ بھی جھوٹ ہے۔ تم ایک اختلاف سے بھی نہیں بچے، رفع یدین کرنے نہ کرنے کا مسئلہ ائمہ میں اختلافی تھا۔ جب تو رفع یدین نہیں کرتا تھا اس وقت بھی یہ اختلافی تھا۔ اب تو رفع یدین کرتا ہے تب بھی یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ ہاں پہلے تو دو اماموں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے موافق تھا اور دو اماموں امام شافعی اور امام احمد کے مخالف تھا۔ اب جو تو دس جگہ رفع یدین کرتا ہے تو چاروں اماموں کے خلاف ہے۔ اب تو اختلاف بڑھ گیا ہے اور پھر اس نے کہا کہ تو اس بات سے الرجک تھا کہ چاروں اماموں میں اختلاف ہے لیکن تو نے اتحاد و اتفاق کا نعرہ لگا کے کتنے اختلافات اور بڑھا لئے۔ کتنے مسائل ہیں کہ جن میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اور تم نے امت میں نیا اختلاف پیدا کر دیا۔ مثلاً (۱) چاروں ائمہ کہتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہوتی ہیں۔ اب بلا حلالہ شرعی اس کو رکھنا حرام ہے۔ آپ نے اس متفق علیہ حرام کو حلال کر لیا۔ اختلاف بڑھایا مٹا؟ (۲) چاروں ائمہ کہتے ہیں کہ مقتدی رکوع میں مل جائے تو اس کی وہ رکعت مکمل شمار ہوگی۔ حالانکہ اس نے نہ خود فاتحہ پڑھی نہ امام کی سنی۔ آپ نے سب کے خلاف اس نمازی کو بے نماز قرار دے دیا۔ اختلاف بڑھایا گھٹا؟ (۳) چاروں اماموں میں سے ایک بھی باریک سوتی جرابوں پر جواز مسح کا قائل نہیں۔ ان پر مسح کرنے سے وضو نہیں ہوتا۔ آپ نے کتنے لوگوں کو بے وضو اور بے نماز بنا دیا۔ کیونکہ جب وضو نہ ہوا تو

نماز کیسی۔ اختلاف بڑھایا گھٹا؟ (۴) چاروں اماموں کا اتفاق تھا کہ نماز جنازہ میں امام تکبیرات و سلام کے سوا سارا جنازہ آہستہ پڑھے اور تم نے چاروں سے اختلاف کیا اور بلند آواز سے جنازہ شروع کر دیا۔ تو اختلاف بڑھایا گھٹا؟ (۵) چاروں مذاہب والے جمعہ کی دو اذانوں کے قائل و فاعل ہیں۔ آپ نے سب سے اختلاف کر کے ایک اذان کو بدعت قرار دے دیا۔ (۶) چاروں امام بیس سے کم تراویح کو سنت نہیں کہتے۔ تم نے سب کے خلاف بیس تراویح کو بدعت کہہ دیا تو اختلاف بڑھایا گھٹا؟ وغیرہ۔ میں نے کہا چلو میرے اہل حدیث ہونے سے گو امت میں افتراق پھیلا۔ اختلافات امت میں اور بڑھ گئے مگر تقلید کی بدعت اور شرک سے تو جان چھوٹ گئی۔ اس نے کہا کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔ اگرچہ تو نے ائمہ مجتہدین کی تقلید چھوڑ دی۔ جن کی تقلید بڑے بڑے محدثین، جلیل القدر اولیاء اللہ، عظیم المرتبت فقہاء کرتے آئے ہیں مگر اپنے سکول ماسٹر کی اندھی اور شخصی تقلید کر لی۔

میرے دل سے گیا، پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی او غیرے تجھے کفران نعمت کی سزا

وہ دوست تو چلا گیا اور میں وہیں ہکا بکا بیٹھا رہ گیا۔

آپس کا اختلاف :

چند دن بعد پھر ان صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا کہ میں تو حنفی شافعی اختلاف کی وجہ سے حنفیت چھوڑ کر اہل حدیث ہوا تھا کہ اختلافات سے بچ جاؤں۔ مگر آپ نے تو اس دن یہ ثابت کر دیا کہ اہل حدیث نے سابقہ کسی اختلاف کو مٹایا نہیں بلکہ امت میں اختلافات کو بڑھایا ہی ہے۔ اس نے کہا کہ اہل فن کے اختلاف رائے سے آپ بچ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ کیا محدثین میں احادیث کے صحیح یا ضعیف، مرفوع یا موقوف ہونے میں اختلاف نہیں، راویوں کے ثقہ و ضعیف ہونے میں اختلاف نہیں؟ محدثین تو بہت سے ہیں لیکن اگر صرف صحاح ستہ والوں کا ہی اختلاف دیکھا جائے تو آپ چار ائمہ کے اختلاف سے ڈر کر بھاگے مگر کم از کم چھ کے اختلاف میں پھنس گئے۔ اور اس پر

بھی آپ نے غور نہیں فرمایا کہ حنفی اور شافعی دو مذہب ہیں ان میں آپ کو اختلاف برداشت نہیں۔ مگر نام نہاد اہل حدیث میں تو آپس میں بھی اختلافات ہیں۔ ایک ہی فرقہ میں اختلاف تو اور زیادہ قابل نفرت ہونے چاہئیں۔ اس نے کہا کہ ایسا تو نہیں کہ اہل حدیث میں آپس میں اختلافات ہوں' اس نے کہا آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں۔ چند اختلافات ملاحظہ ہوں :

۱---- (الف) اگر سونا بھی مکمل نصاب نہ ہو اور چاندی بھی مکمل نصاب نہ ہو اور دونوں کی قیمت مل کر نصاب کے برابر ہو جاتی ہے تو زکوۃ ادا کرنا فرض ہے۔ ابوالحسن میاں نذیر حسین (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۸۵ ج ۷)

(ب) سونے اور چاندی کو ایک جگہ ملا کر زکوۃ نہیں دینی ہوگی بلکہ ایسی صورت میں زکوۃ معاف ہوگی۔ مولانا محمد یونس محدث مدرس مدرسہ نذیر حسین (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۸۶-۸۸ ج ۷)

(ج) اس بارہ میں حضور ﷺ سے کچھ مروی نہیں (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۹۷ ج ۱)

۲- زیور مستعملہ پر زکوۃ فرض ہے۔ (شرف الدین) واجب نہیں۔ ثناء اللہ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۹۵' ۹۶/ ج ۷)

۳- مال تجارت پر زکوۃ فرض نہیں (عرف الجادی) فرض ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۶۷ ج ۷)

۴- تعمیر مسجد پر زکوۃ نہیں لگ سکتی۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۷۸ ج ۷) تعمیر مساجد میں صرف کرنا درست ہے۔ (ایضاً ص ۲۲۱ ج ۷)

۵- جو اہل حدیث امام عبدالستار کو زکوۃ نہ دے اس کی زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ ستاریہ) امام عبدالستار کو زکوۃ وصول کرنا قطعاً ناجائز و حرام ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۶۳ ج ۷)

۶- کافر کو زکوۃ دی جا سکتی ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۷۵ ج ۷) کافر کو زکوۃ نہیں دی جا سکتی۔ (ایضاً ص ۲۹۱ ج ۷)

۷- تملیک زکوۃ میں لازم ہے۔(ص۲۵۶ ج۷) ضروری نہیں (ص۲۳۴ ج۷)

۸- عشر صرف زمیندار اور مزارع پر ہے۔ لوہار' ترکھان' حجام' دھوبی پر بعد نصاب بھی فرض نہیں (ص۱۳۶ ج۷) 'لوہار' ترکھان وغیرہ کے دانے نصاب کو پہنچ جائیں تو ان پر بھی عشر فرض ہے (ص۱۳۶ ج۷)

۹- سیونگ بینک کا سود مولوی عبدالواحد غزنوی جائز کہتے ہیں (ص۳۰۵ ج۷) بعض غیر مقلد حرام کہتے ہیں۔

۱۰- حرام مال دو قسم پر ہے۔ ایک کا حصول بالرضا ہوتا ہے جیسے زنا کی اجرت' جوئے کا نفع وغیرہ' دوسرا بالجبر جیسے چوری ڈاکہ وغیرہ۔ پہلی قسم کے بارے میں بعض علماء (اہل حدیث) کا عقیدہ ہے کہ توبہ کے بعد حلال ہو جاتا ہے۔ دوسری قسم کے متعلق نہیں (ص۲۷۲ ج۷ مولانا ثناء اللہ امرتسری) پہلی قسم کے متعلق بعض علماء کا عقیدہ ہے کہ بالکل باطل ہے۔ قطعاً حرام ہے۔ حلت کی کوئی دلیل نہیں (ص۲۷۲ ج۷ مولانا شرف الدین)

☆ یہ دیکھئے صرف مالی معاملات کے بارے میں ایک ہی فرقہ اہل حدیث کے بطور مثال دس اختلافات ذکر کئے ہیں۔ اب یہ جھوٹ بولنا کہ اہل حدیث ہونے کے بعد اختلافات ختم ہو جاتے ہیں۔ اس سے توبہ لازم ہے۔ اہل حدیث نے تو اختلافات بڑھا دیئے ہیں۔

محمدی کون ؟

میں نے کہا کہ حنفی محمدی تو نہیں؟ اس نے کہا کہ حنفی تو ڈبل محمدی ہیں۔ کیونکہ جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں وہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور رسول پاک ﷺ کی شریعت پاک کی جو جامع تشریح حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمائی اس کے مرتب کرنے والے بھی امام محمد بن حسن شیبانی ہیں۔ آپ ایک میٹرک کے طالب علم ہو کر یہ کہہ رہے ہیں کہ حنفی محمدی نہیں۔ جبکہ آپ کی جماعت کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری تو مرزائیوں کو بھی محمدی مانتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں "اسلامی

فرقوں میں خواہ کتنا ہی اختلاف ہو مگر آخر کار نقطہ محمدیت پر جو درجہ ہے والذین معہ کا سب شریک ہیں۔ اس لئے گو ان میں باہمی سخت شقاق ہے مگر اس نقطہ محمدیت کے لحاظ سے ان کو باہمی رحماء بینھم ہونا چاہئے۔ مرزائیوں کا سب سے زیادہ مخالف میں ہوں۔ مگر نقطہ محمدیت کی وجہ سے ان کو بھی میں اس میں شامل سمجھتا ہوں (اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء)

کفرو شرک سے نفرت :

میں نے کہا کہ چونکہ اہل حدیث حضرات رات دن احناف وغیرہ مقلدین پر کفرو شرک کے فتوے لگاتے رہتے تھے۔ چلو اہل حدیث ہو گیا تو ان فتووں سے تو بچ جاؤں گا۔ اس نے کہا آپ تو بہت ہی بھولے معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کو کس نے کہا کہ پھر یہ فتوے نہیں لگائیں گے۔ آپ نے مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کا نام تو سن رکھا ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں وہ تو اس فرقہ کے شیخ الاسلام تھے۔ شیر اسلام اور مناظر اسلام تھے۔ اس نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل حدیث ان پر فتویٰ کفر لگوانے کے لئے حرمین شریفین گئے تھے۔ فیصلہ مکہ' فیصلہ حجازیہ پڑھ کر دیکھیں کہ اس کو فرعون سے بدتر کافر ثابت کیا ہے۔ اور جماعت غرباء اہل حدیث کو دوسرے اہل حدیثوں نے مکے کے کافروں سے بدتر کافر قرار دیا ہے۔ مولانا عبداللہ روپڑی پر خود اہل حدیثوں نے کفر کے فتوے صادر فرمائے ہیں۔ اب ان میں سے ایک فرقہ مسعودی نکلا ہے جو اپنے آپ کو جماعت المسلمین کہتا ہے اور باقی سب اہل حدیثوں کو غیر مسلم قرار دیتا ہے۔ اب میں حیران تھا کہ مجھے اختلافات سے بچانے کا جھانسہ دے کر بڑے اختلافات میں دھکیل دیا ہے۔ میں صحابہ سے کٹ گیا' ائمہ مجتہدین سے باغی ہو گیا' اولیاء اللہ کا سرکش ہو گیا' اور تقلید مجتہدین سے ہٹا کر مجھے اپنی تقلید پر لگالیا۔ گویا اہل کی تقلید سے ہٹایا اور نااہل کی تقلید کا طوق میری گردن میں ڈال دیا۔ اگر میں سب سے کٹ کر ان ہی کے ساتھ رہتا تو بھی بات تھی' اب میں ان کا بھی نہ رہا۔ آپ مجھے مولانا وحید الزمان کی کتاب نزل الابرار سنا کر دیکھیں' میں اس پر کتنی لعنتیں بھیجتا ہوں۔ آپ نواب صدیق حسن خاں کی بدور الاھلہ

سنا کر دیکھیں کہ میں اسے کتنی صلواتیں سناتا ہوں' آپ میر نورالحسن کی عرف الجادی سنائیں اور اس کے خلاف میری زبان درازی سن لیں۔ اب وہ میرا دوست تو جاچکا تھا اور میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ یااللہ! وہ جو محاورہ سن رکھا تھا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ وہی حال میرا ہو گیا ہے :

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم : نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اسی ادھیڑ بن میں دن گزر رہے تھے کہ میں نے کالج میں داخلہ لے لیا۔ اب میرا معیار تعلیم بھی بلند ہو رہا تھا اور اپنی سابقہ تحقیق پر بہت پریشان بلکہ پشیمان تھا۔ سوچا کہ معیار تحقیق بھی بلند کرنا چاہئے۔ اب میرا رجحان زیادہ تر تلاوت قرآن کی طرف تھا۔ میں کالج کی تعلیم سے وقت نکال کر قرآن پاک کی تلاوت کرتا اور اس کے ترجمہ و تفسیر پڑھنے کا شوق دل میں انگڑائیاں لینے لگا۔

اہل قرآن :

کالج میں ہمارے ایک پروفیسر صاحب تھے۔ مجھے قرآن پاک کی تلاوت کرتے دیکھتے۔ ایک دفعہ پوچھنے لگے تم کس فرقے سے تعلق رکھتے ہو۔ میں نے کہا میں اہل حدیث ہوں۔ انہوں نے کہا میں بھی پہلے اہل حدیث ہی تھا مگر جب میں نے قرآن پاک کا مطالعہ کیا تو میرا دل اہل حدیث کے اختلافات سے اچاٹ ہو گیا۔ اگرچہ علماء اہل حدیث نے مجھے مطمئن کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میں اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ خود ہی اپنے مسائل پر مطمئن نہیں تھے۔ کسی دوسرے کو کیسے مطمئن کر سکتے تھے۔ آخر میں قرآن کی طرف آگیا اور اہل قرآن بن گیا۔ آپ بھی ان کے لٹریچر کا مطالعہ کریں۔ سب اختلافات اور پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔ پروفیسر صاحب نے مجھے دو کتابیں عنایت فرمائیں۔ یہ دونوں کتابیں جناب غلام احمد پرویز صاحب کی لکھی ہوئی تھیں۔ ایک کا نام تھا "قرآنی فیصلے" دوسری کا نام تھا "مقام حدیث" میں بڑا خوش ہوا۔ معمول کے مطابق قرآن پاک کی تلاوت سے فارغ ہو کر مطالعہ شروع کیا۔

تلاوت قرآن کریم :

اس میں لکھا تھا "یہ عقیدہ کہ بلا سمجھے قرآن کے الفاظ دہرانے سے ثواب ملتا ہے یکسر غیر قرآنی عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ درحقیقت عہد سحر کی یادگار ہے (قرآنی فیصلے ص ۱۰۴) میں تو سر پکڑ کر بیٹھ گیا کہ یہ جو سب مسلمان رات دن قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں ان کو تو کچھ بھی ثواب نہ ملا۔ میں نے صبح پروفیسر صاحب سے عرض کیا کہ جناب یہاں تو لکھا ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت بلا معنی سمجھے کرنا عبث ہے۔ میں تو بہت تلاوت کرتا ہوں اور اپنے بڑوں کو ثواب بھی بخشتا ہوں۔ یہ تو سارا کام ہی خراب ہو گیا۔ کیونکہ جب مجھے ہی ثواب نہ ملا تو آگے کیا پہنچے گا۔ پروفیسر صاحب مسکرا کر فرمانے لگے کہ یہاں تو سرے سے ثواب ہی نہیں ملا۔ اگر کسی کام پر ثواب مل بھی جائے تو بھی اس کا ثواب کسی کو نہیں پہنچتا۔

ایصال ثواب :

اس سے آپ نے دیکھ لیا ہو گا کہ ایصال ثواب کا عقیدہ کس طرح مکافات عمل کے اس عقیدہ کے خلاف ہے جو اسلام کا بنیادی قانون ہے۔ خدا جانے اس قوم نے کہاں کہاں سے ان عقائد کو پھر سے لے لیا جنہیں مٹانے کے لئے قرآن آیا تھا اور اس صورت میں جب کہ خود قرآن اپنی اصلی شکل میں ان کے پاس موجود ہے۔ اس سے بڑا تغیر بھی آسمان کی آنکھ نے کم ہی دیکھا ہو گا (قرآنی فیصلے ص ۹۸) میں نے پروفیسر صاحب سے عرض کیا کہ جناب میں تو چاہتا ہوں کہ اختلافات کی دلدل سے نکل جاؤں۔ آپ اس بارے میں میری رہنمائی فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اختلافات سے بچنے کا ایک ہی حل ہے کہ آدمی اہل قرآن بن جائے۔ دیکھو کوئی فقہ کا مسئلہ پیش کرے تو سوال ہوتا ہے کہ مفتی بہ یعنی مضبوط قول ہے یا غیر مفتی بہ یعنی ناقابل عمل۔ اسی طرح حدیث پر فوراً یہ سوال اٹھتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ کوئی صحیح کہے گا کوئی ضعیف اور اختلاف مٹ نہیں سکے گا۔ ہاں قرآن پاک کی کسی ایک آیت کے بارے میں بھی آپ نہیں سنیں

گے کہ کوئی اسے ضعیف کہے۔ اس لئے کوئی اختلاف ہی نہیں ہو گا۔

انکار حدیث :

پروفیسر صاحب نے بات جاری رکھتے ہوئے پرویز صاحب کا ایک اقتباس پیش فرمایا کہ ”مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھنے کے لئے جو سازش کی گئی اس کی پہلی کڑی یہ عقیدہ پیدا کرنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس وحی کے علاوہ جو قرآن میں محفوظ ہے ایک اور وحی بھی دی گئی تھی جو قرآن کے ساتھ بالکل قرآن کی ہم پلہ (مثلہ معہ) ہے۔ یہ وحی روایات میں ملتی ہے۔ اس لئے روایات عین دین ہیں۔ یہ عقیدہ پیدا کیا اور ساتھ ہی روایات سازی کا سلسلہ شروع کر دیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے روایات کا ایک انبار جمع ہو گیا..... اس طرح اس دین کے مقابل جو اللہ نے دیا تھا ایک اور دین مدون کر کے رکھ دیا اور اسے اتباع سنت رسول اللہ ﷺ قرار دے کر امت کو اس میں الجھا دیا (مقام حدیث ص ۴۲۱ ج ۱) آگے چل کر لکھتے ہیں ”بہرحال جھوٹ پہلی سازش کے تحت بولا گیا یا بعد میں، اہلیان مسجد نے نیک کاموں کے لئے اس جھوٹ کی حمایت کی۔ نتیجہ دونوں کا ایک ہے یعنی یہ جھوٹ مسلمانوں کا مذہب بن گیا۔ وحی غیر متلو اس کا نام رکھ کر اسے قرآن کے ساتھ قرآن کی مثل ٹھہرایا گیا (مقام حدیث ص ۱۲۲ ج ۲) پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ دیکھو ایک عربی قرآن جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تھا۔ چھ عجمی قرآن بنا کر ان کا نام صحاح ستہ رکھ لیا گیا۔ یہی احادیث تمام اختلافات کی بنیاد ہیں۔ ان کو چھوڑے بغیر اتفاق اور اتحاد! ایں خیالست و محالست و جنوں۔ اس لئے اتفاق اور اتحاد کی ایک ہی صورت ہے کہ صرف قرآن کو مانو اور بس۔

کیا مطالب میں اتفاق ہے؟

میں نے پروفیسر صاحب سے عرض کیا کہ کیا قرآن پاک کے الفاظ میں قراء توں کا اختلاف نہیں۔ فرمانے لگے ہاں سات یا دس متواتر قراء تیں ہیں۔ ان میں اختلاف بھی ہے میں نے عرض کیا کہ جناب میں چار اماموں کے اختلاف سے بچنے کے لئے اہل

حدیث ہوا تھا- لیکن وہاں کم از کم صحاح ستہ کے چھ اماموں کے اختلاف میں جا پھنسا- اب آپ سات یا دس کے اختلاف کی دعوت دے رہے ہیں- یہ تو الفاظ کی بات تھی- رہے قرآن سے جو مسائل اہل قرآن نے اخذ کئے ہیں کیا سب قرآن کو ماننے والے مسلمان ان مسائل میں آپ کے ساتھ متفق ہیں- مثلاً آپ کے پرویز صاحب کہتے ہیں کہ اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت سے مراد مرکز ملت (Central Authority) اور اولوالامر سے مراد افسران ماتحت ہیں- (معارف القرآن ص ۶۲۳ ج ۴) اور رسول ﷺ کو قطعاً حق نہیں کہ اپنی اطاعت کروائے (معارف القرآن ص ۶۱۶ ج ۴) اور ختم نبوت کا مطلب یہ بتایا ہے کہ اب انسانوں کو صرف اصولی رہنمائی کی ضرورت ہے ان اصولوں کی روشنی میں وہ تفصیلات خود متعین کریں گے (سلیم کے نام ص ۱۰۳ ج ۲) قرآنی احکام عبوری دور کے لئے تھے (نظام ربوبیت ص ۲۵) آخرت سے مراد مستقبل ہے (سلیم کے نام ص ۱۲۴ ج ۲)

جنت اور جہنم :

جنت اور جہنم مقامات نہیں ہیں- انسانی ذاتی کیفیات ہیں (لغات القرآن ص ۴۴۹ ج ۱) ملائکہ سے مراد وہ نفسیاتی محرکات ہیں جو انسانی قلوب پر اثرات مرتب کرتے ہیں (ابلیس و آدم ص ۱۹۵) وغیرہ- میں نے کہا کہ جن مسائل کو قرآن کے مسائل سے تعبیر کیا گیا ہے' کیا عرب و عجم کے مفسرین شروع سے ان آیات کے یہی مطالب بیان کرتے آ رہے ہیں؟ پروفیسر صاحب نے کہا کہ ان سے علماء نہ صرف یہ کہ اتفاق نہیں کرتے- بلکہ بعض مسائل پر تو علماء نے فتویٰ کفر دے دیا ہے- جس فتویٰ پر تقریباً ۱۰۲۰ علماء کے دستخط ہیں- میں نے پوچھا کہ کیا یہ فتویٰ پرویز صاحب کی زندگی میں شائع ہو کر ان تک پہنچا تھا- انہوں نے فرمایا بالکل یہ فتویٰ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن جامعۃ العلوم الاسلامیہ سے شائع ہوا- پرویز صاحب نے بار بار پڑھا اور ایک خط میں کچھ لعن طعن علماء پر کر دیا مگر ان کے دلائل کا جواب نہیں دے سکے- پھر اس خط کا جواب بھی حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی صاحب نے چھپوا دیا- مگر اس کا جواب الجواب کسی طرف سے نہ ہو سکا- میں نے کہا

پروفیسر صاحب! ہم نے جتنا اختلافات سے بچنے کی کوشش کی۔ پہلے سے زیادہ اختلافات میں پھنستے گئے۔ کوئی راستہ بجھائی نہیں دیتا کہ کدھر جائیں' وہ اسی پریشانی میں تھے کہ ان کے ایک دوست وکیل صاحب آگئے' انہوں نے ان کی کہانی سنی تو انہیں لے کر اس (راقم الحروف) کے پاس آگئے اور انہوں نے مجھے بھی اپنی داستان تحقیق سنائی۔ میں نے کہا کہ آپ حضرات کی ان پریشانیوں کے اسباب میں سے پہلا سبب یہ ہے کہ دین کے بارہ میں جناب کا علم نہایت ناقص اور بالکل سطحی ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ باوجود ناقص استعداد کے خودرائی اور غرور و تکبر نے آپ کو علماء اور صوفیا سے دور کر دیا ہے۔

حدود اختلاف :

میں نے کہا کہ آپ ابھی تک حدود اختلاف سے ہی واقف نہیں۔ اختلاف کی تین قسمیں ہوتی ہیں :

(۱) پہلی قسم کا اختلاف :

کفر اور اسلام کا اختلاف ہے' ضروریات دین میں سب کو ماننا ایمان ہے اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا باطل تاویل کرنا کفر ہے۔ ایسے ہی اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت سے مرکزی حکومت کی اطاعت مراد لینا کفر ہے۔ اسی طرح اولوالامر سے ہر حکومت کے افسران ماتحت مراد لینا صریح کفر اور الحاد ہے۔ یا یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت صرف آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں قابل عمل تھی اب اس کی اطاعت لازم نہیں۔ یہ بھی صریح کفر ہے۔ ختم نبوت کا یہ مفہوم مراد لینا کہ اب ہم اپنے فیصلے خود حل کریں گے یہ بھی کفر ہے اور اسلامی احکام زکوۃ' صدقہ' خیرات وراثت کو عبوری دور کے احکام قرار دینا بھی واضح کفر ہے۔

(۲) دوسری قسم کا اختلاف دائرہ اسلام کے اندر ہے۔ اس کو سنت اور بدعت کا اختلاف کہتے ہیں۔ قدریہ' جبریہ' معتزلہ وغیرہ بدعتی فرقے ہیں۔ مطلق ایصال ثواب' مطلق توسل اور مطلق حیات النبی ﷺ کا انکار کرنے والا اہل سنت سے خارج اور بدعتی ہے۔

(۳) تیسری قسم کا اختلاف اہل سنت کے دائرہ کے اندر ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔ صحابہ' محدثین اور فقہاء کا اختلاف اسی قسم کا ہے۔ اہل فن کا اختلاف ہمیشہ قابل برداشت ہوتا ہے۔ طبیب سے طبیب کا اختلاف قابل برداشت ہے مگر طبیب سے کمہار کا اختلاف ناقابل برداشت ہے۔ جج صاحب کا جج سے قانونی تشریح میں اختلاف قابل برداشت ہے مگر جج سے چمار کو اختلاف کا کوئی حق نہیں اور نہ ہی اختلاف قابل برداشت ہے۔

مثال : آپ لوگوں کا عجیب مزاج ہے کہ جو اختلافات قابل برداشت تھے جیسے ائمہ اربعہؒ کے اجتہادی اختلافات' ان کو تو آپ برداشت نہ کر سکے مگر جو اختلافات ناقابل برداشت تھے جو سنت و بدعت اور کفر و اسلام کے تھے ان کو آپ نے برداشت کر لیا۔ آپ کی مثال تو اس مریض جیسی ہے کہ اس کے لئے دو مسلمان طبیبوں نے الگ الگ حلال دوا تجویز کر دی مگر مریض غصے ہو گیا اور کافر اطباء کے پاس چلا گیا' انہوں نے بھی الگ الگ دوا تجویز کی مگر ہر ایک نے حرام دوا تجویز کر دی تو یہ اختلاف یقیناً پہلے اختلاف سے بد تر ہے۔ وہ کسی دہریہ کے پاس چلا گیا اور انہوں نے کہا کہ پہلے خدا کا انکار کرو۔ حرام و حلال کا فرق دل ہی سے نکال دو اور پھر دوا ملے گی۔ مگر اس کی تجویز میں بھی اختلاف ہی رہا تو یہ اختلاف یقیناً بد ترین اختلاف ہے۔

اختلاف کہاں ہے ؟

میں نے کہا کہ جو اختلافات قابل برداشت ہیں ان میں ججوں کا اختلاف' وکلاء کا اختلاف' ڈاکٹروں کا اختلاف یقیناً ملک میں موجود ہے۔ مگر یہاں ائمہ اربعہ کا تو ایک ہی مذہب ہے اور سات قراء توں میں سے ایک ہی قراءت ہے۔ نہ لڑائی ہے نہ جھگڑا' صدیوں سے اتفاق و محبت سے لوگ دینی اعمال بجا لا رہے ہیں۔ سری لنکا میں صرف شافعی مذہب ہے۔ نہ کسی حنفی نے وہاں جھگڑا ڈالا نہ مالکی نے۔ اس لئے کہ اپنے اپنے علاقے میں تو مذہب ہی ایک ہے ایک ہی قراءت ہے۔ کوئی لڑائی نہیں۔ صدیوں تک مکہ مکرمہ جو سب کا مرکز ہے وہاں چار قاضی اور چار مصلے ہوتے تھے لیکن باقی ممالک میں عملاً ایک مذہب ہی متواتر تھا' اس کا فائدہ یہ تھا کہ سب جانتے تھے کہ مرکز نے صرف

چار مذاہب کو حق تسلیم کیا ہے کوئی پانچواں فرقہ اہل سنت کے نام سے نہ بن سکتا تھا نہ چل سکتا تھا- باقی علاقوں میں صرف ایک ایک مذہب تھا وہ بھی ان چار میں سے ایک- پاک و ہند کا حال ہی تاریخ میں پڑھ لیں- یہاں دوسری صدی میں اسلام آگیا- دوسری سے تیرھویں صدی تک یہاں کے اہل سنت ایک ہی مذہب حنفی رکھتے تھے- یہ ان صدیوں میں حج کے لئے بھی جاتے رہے- مگر حنفی ہی جاتے اور حنفی ہی واپس آتے- انگریز کے دور میں کچھ لوگ یہاں بعض شافعی مذہب کے بعض مسائل کھینچ لائے اور اختلاف پیدا کردیا- وہ اختلاف کرنے والے بھی خود تھے اور اختلاف کے خلاف شور بھی مچاتے تھے- بالکل چور مچائے شور کی مثال پوری کردی- بارہ صدیوں میں یہاں لاکھوں کافر مسلمان ہوئے اور سب سنی حنفی ہی بنے- ان اختلافات کے بانیوں نے یہاں اختلاف پیدا کیا اور چونکہ یہاں ایک ہی مذہب تھا اس لئے جو سوال کافر بھی نہ سوچ سکتے تھے وہ خوب پھیلایا کہ اب اگر کافر مسلمان ہونا چاہے تو کس مذہب میں آئے گا- حالانکہ بات صاف ہے کہ آج بھی یہاں مذہب ایک ہی ہے اور وہ مذہب حنفی ہے اور یہ نئے اختلافات والے تو لامذہب ہیں اور کافر یہ سوال کیوں نہ کرے گا کہ میں مسلمان ہو کر سات قراءتوں میں سے کس قراءت پر قرآن پڑھوں- اصل بات یہ ہے کہ یہاں عوام میں ایک ہی قراءت متواتر ہے جو سب مسلمان پڑھ رہے ہیں وہ کافر بھی مسلمان ہو کر یہی قاری حفص کی متواتر قراءت پڑھے گا اور مذہب حنفی کے ذریعہ سنت نبوی ﷺ پر عمل کرے گا- پروفیسر صاحب اور ان کے شاگرد آپس میں کہنے لگے کہ دیکھو ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی، یونانی آریوویدک کے چار طریق علاج یہاں موجود ہیں مگر اس پر ہم نے کبھی شور نہیں مچایا اور ائمہ اربعہ کے مذاہب میں سے تو یہاں ایک اور صرف ایک ہی مذہب ہے مذہب حنفی- مگر ہم چار چار کا ذہن پر بوجھ ڈال کر خود بھی پاگل ہو گئے اور کتنے سادہ لوگوں کو پاگل بنا ڈالا- اے اللہ! ہمیں اس پاگل پنے سے محفوظ فرما اور ایک ہی مذہب جو اس ملک میں درسا ... عملاً متواتر ہے اسی پر ہمیں قائم رکھ اور اس کی حفاظت فرما- آمین-

ایصال ثواب :

اب وہ دونوں فرمانے لگے کہ یہ ایصال ثواب کا عقیدہ تو قرآن پاک کے بالکل ہی خلاف ہے- قرآن پاک میں صاف طور پر آیا ہے لیس للانسان الا ما سعی (۳۹:۵۳) اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا- اور دوسری جگہ ہے: ولا تجزون الا ما کنتم تعملون (۳۶:۵۴) اور وہی بدلہ پاؤ گے جو کرتے تھے- میں نے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو حکم فرمایا ہے: قل رب ارحمهما كما ربّيٰنی صغیرا (۱۷:۲۴) اور کہہ اے رب! ان پر رحم کر جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا- میں نے پوچھا کہ کیا والدین کے لئے یہ دعا کرنے کا حکم ہے؟ کہنے لگے بالکل ہے- میں نے کہا صرف جب تک زندہ ہوں اسی وقت تک یا وفات کے بعد بھی؟ کہنے لگا وفات کے بعد بھی- میں نے پوچھا اس دعا سے ان کو کوئی فائدہ پہنچے گا یا قرآن نے ایک بے فائدہ کام کا حکم دیا ہے- کہنے لگے کہ ضرور پہنچے گا- میں نے کہا کہ اسی کا نام ایصال ثواب ہے- اس میں سعی اور کوشش بیٹے بیٹی کی ہے اور فائدہ والدین کو پہنچ رہا ہے- کہنے لگے ماں باپ کو اولاد کی کوشش کا فائدہ پہنچتا ہے' کیونکہ وہ سبب ہیں ان کی پیدائش کا- اوروں کو تو نہیں پہنچتا- میں نے کہا قرآن پاک میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا بھی مذکور ہے: رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنات- ولا تزد الظالمین الا تبارا (۷۱:۲۸) "اے رب معاف کر مجھ کو اور میرے ماں باپ کو- اور جو آئے میرے گھر میں ایماندار- اور سب ایمان والے مردوں اور عورتوں کو- اور گنہگاروں پر بڑھتا رکھ' یہی برباد ہونا-" اس آیت کریمہ میں سب مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا ہے- تو کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح! میں نے تیرے حق میں دعا قبول کرلی اور تیرے والدین کے لئے بھی' کیونکہ وہ تیری پیدائش کا سبب ہیں اور باقی مومن جو تیرے گھر میں ہیں- اور گھر سے باہر کے سب مومن مرد اور عورتوں کے لئے تیری دعا بے فائدہ' عبث اور مردود ہے' اور آئندہ کبھی ایسا فضول کام نہ کرنا' یہ دعا تیرا عمل ہے- اس سے تجھے تو فائدہ ہوگا اور کسی کو نہیں ہوگا- تیری کوشش کا

فائدہ اور کسی کو پہنچانا میرے قانون کے خلاف ہے۔ کہنے لگے یقیناً سب کو فائدہ پہنچا۔ میں نے کہا یہی ایصال ثواب ہے۔ اب ایصال ثواب کا انکار کر کے تم قرآن کا انکار کر رہے ہو یا نہیں؟ کہنے لگے واقعی یہ تو قرآن پاک کا صاف انکار ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی ہے: رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء' ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب (۱۴: ۴۰: ۴۱) "اے میرے رب کر مجھ کو کہ قائم رکھوں نماز اور میری اولاد میں سے بھی۔ اے رب میرے اور قبول کر میری دعا۔ اے رب بخش مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب۔" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا سب کے لئے کی تو والد کے لئے دعا سے منع کر دیا گیا۔ کیونکہ وہ کافر تھا۔ اس کو نبی کی دعاء کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اور مومنوں کے لئے دعا سے منع نہیں کیا گیا۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مومنوں کو ثواب پہنچتا ہے' کافروں کو نہیں پہنچتا۔ تو آپ لوگ اپنے آپ کو کافروں سے کیوں ملا رہے ہیں۔ اسی بات کی وضاحت قرآن پاک میں دوسری جگہ بھی ہے۔

منافقین کی محرومی :

استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم۔ ذلک بانھم کفروا باللہ ورسولہ واللہ لا یھدی القوم الفسقین (۸:۹) "تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ۔ اگر ان کے لئے ستر بار بخشش مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے گا ان کو اللہ' یہ اس واسطے کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے۔ اور اللہ راستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔" معلوم ہوا کہ کافروں کو نبی پاک ﷺ کے استغفار کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگرچہ نبی ﷺ ستر مرتبہ بھی استغفار کریں۔ خدا کی پناہ۔ (تو ایصال ثواب کا انکار کر کے کفار و منافقین میں اپنے آپ کو شامل کیوں کرتے ہو)

کافر کا جنازہ نہ پڑھو :

اور ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم کفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فسقون (۹:۸۴) اور نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مرجائے کبھی اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر۔ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور وہ مر گئے نافرمان۔

جنازہ بھی ایصال ثواب ہے :

چونکہ نماز جنازہ سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لئے مومن کے بارے میں تو حدیث شریف میں فرمایا کہ ہر نیک وبد پر نماز جنازہ پڑھو' مگر کافروں کو ثواب نہیں پہنچتا' اس لئے ان کی نماز جنازہ سے سختی سے منع کردیا گیا۔ اس لئے جو لوگ ایصال ثواب کے منکر ہیں ان کو اعلان کرنا چاہئے کہ نہ ہم کسی کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور نہ کوئی ہماری نماز جنازہ پڑھے۔ اور جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ ایصال ثواب صرف سبب کی وجہ سے ہوتا ہے وہ بھی اعلان کریں کہ نماز جنازہ صرف اولاد پڑھے۔ جس کی اولاد نہ ہو اس کی نماز جنازہ بالکل نہ پڑھی جائے۔ اور ہمارے جنازہ میں بھی ہماری اولاد کے علاوہ کوئی اور شریک نہ ہو' بلکہ اگر جرات اور ہمت ہے تو صاف اعلان کریں کہ ہم اہل قرآن ہیں۔ اس لئے جو بات قرآن سے ثابت نہ ہو وہ عمل ہم پر نہ کرنا' مثلاً مردہ کو غسل دینا' کفن دینا اور حدیث والی نماز جنازہ پڑھنا۔ اور چارپائی پر ڈال کر قبرستان لے جانا۔ یا اس قبر میں دفن کرنا جو انسان نے کھودی ہو' کیونکہ یہاں نہ مجھے عذاب ہوگا نہ ثواب۔ اللہ کی کھودی ہوئی قبر میں دفن کرنا جہاں مجھے عذاب یا ثواب ملے۔

نماز جنازہ ایصال ثواب ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا : اذا صليتم على الميت خلصوا له الدعا (ابن ماجہ) "جب مردہ پر نماز پڑھو تو خلوص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔" اور یہاں یہ نہ فرمایا کہ بیٹے کے سوا کوئی نماز جنازہ نہ پڑھے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی دعائیں کتب احادیث میں منقول ہیں جو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازوں میں پڑھیں۔ اور یہ نماز جنازہ امت میں عملاً متواتر چلی آرہی ہے۔ اور اس سے مقصود صرف اور صرف ایصال ثواب ہے۔

قبر پر دعا :

عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت فقال استغفروا لاخیکم واسئلوا لہ التثبیت فانہ الان یسئل۔ "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مردہ کے دفن سے فارغ ہوتے تو فرماتے اپنے بھائی کے لئے بخشش مانگو' اور اس کی ثابت قدمی کی دعاء کرو۔ کیونکہ اب اس سے سوال ہو رہا ہے۔"

یہ استغفار بھی زندوں کی سعی وکوشش ہے' جس سے مردہ کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اس میں کوئی قید نہیں کہ صرف بیٹا دعا کرے' اور کوئی نہ کرے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ میت سے سوال وجواب اسی قبر میں ہوتا ہے۔

فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۴۳ھ) نے فرمایا کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو پھر مجھ پر مٹی ڈالو' پھر میری قبر کے پاس اتنا وقت ٹھہرے رہو جس میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکتا ہو' تاکہ میں تمہاری وجہ سے مانوس ہو کر سوچ سکوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دوں (صحیح مسلم ص۷۶' ج۱)

علامہ نووی (۶۷۶ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر میں سوال وجواب بھی ہے اور عذاب وثواب بھی۔ اور دفن کے بعد قبر پر کچھ دیر ٹھہرنا مستحب ہے۔ وفیہ ان المیت حینئذ یسمع من حول القبر کہ مردہ اس وقت اپنی قبر کے ارد گرد کی باتیں سنتا ہے۔ فقیہ کبیر قاضی خان (۵۹۲ھ) تحریر فرماتے ہیں : ان قرأ القرآن عند القبور ان نوی بذالك ان یونسھم صوت القران فانہ یقرأ فان لم یقصد ذالك فاللہ تعالی یسمع قراءۃ القران حیث کانت (قاضی خان' ص۱۹۷' ج۴' عالمگیری' ص۳۷۷' ج۴) "اگر کسی شخص

نے قبروں کے پاس اس نیت سے قرآن کریم پڑھا کہ اس کے قرآن پڑھنے کی آواز سے مردے مانوس ہوں تو بلا شک وہ پڑھے۔ اور اگر یہ نیت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ سے قرآن کی قراءت کو سنتا ہے۔"

فائدہ : یعنی قرآن پاک کہیں بھی پڑھا جائے اس کا ثواب مردے کو پہنچ جاتا ہے۔ ہاں اہل قبور کو مانوس کرنا ہو تو وہ قریب پڑھنے سے سنتے ہیں۔

زیارت قبور کی دعا :

زیارت قبور مسنون ہے، اور زیارت کے وقت بھی مردہ کے لئے دعا کرنا مسنون ہے۔ یہ دعا بھی ایصال ثواب ہی ہے۔ اس میں بھی یہ کوئی تخصیص نہیں کہ صرف بیٹا ہی دعا مانگے، باقی دعا نہ مانگیں۔ السلام علیکم اهل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء الله بکم لاحقون۔ نسال الله لنا ولکم العافیه (مسلم، ج ۱ ص ۳۱۴) "سلام ہو تم پر اے ان گھروں والے مومنو اور مسلمانو! اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ضرور ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔"

آنحضرت ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمھم اللہ اور ہر زمانہ اور ہر علاقہ کے مسلمان زیارت قبور کے وقت میت کو سلام اور اس کے لئے دعا کرتے آرہے ہیں۔ اور اس ایصال ثواب پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ اس پر وہ حضرات کہنے لگے کہ دعا کو ہم بھی جائز مانتے ہیں۔ میں نے کہا یہ دعا زندہ ہی کی سعی اور کوشش ہے۔ جس سے مردہ کو فائدہ پہنچتا ہے۔ جس آیت سے آپ کو مغالطہ دیا گیا، اس کا مطلب تو صاف ہے۔ جیسے آپ پورا مہینہ کالج میں پڑھاتے ہیں تو اس کی تنخواہ کے حق دار آپ ہی ہیں۔ وہ آپ ہی کی ملکیت ہے۔ مگر جب آپ خود وہ تنخواہ لے کر کسی محتاج کو صدقہ یا دوست کو ہدیہ دے دیں تو اب وہ اس کا مالک بن جائے گا۔ اسی طرح آپ کی سعی، کوشش اور محنت کا ثواب آپ ہی کو ملے گا۔ ہاں اس کے بعد آپ نے بھی یہ سعی فرمائی کہ اے اللہ! اس کا جو ثواب مجھے ملا ہے وہ فلاں کو پہنچادے تو وہ اس کو مل جائے گا۔ اور یہ بھی آپ جانتے ہیں

کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا : الدعاء مخ العبادة- "دعا ہی عبادت کا مغز ہے-" تو جب مغز (دعاء) پہنچنے کے آپ قائل ہیں تو چھلکے بھی ساتھ ہی چلے جاتے ہیں- اور زندہ کے کام کا ثواب تو زندہ ہی کو ملتا ہے' مردہ کو ایصال ثواب ہوتا ہی دعا کے ذریعہ ہے کہ اے اللہ! اس کا ثواب فلاں کو پہنچ جائے- خواہ دعا زبان سے کی جائے یا دل سے' اللہ تعالیٰ دلوں کے راز بھی جانتے ہیں اور یہ حقیقت ایسی مسلمہ ہے کہ فرش سے عرش تک مسلم ہے-

فرش والے :

والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنھم من عملھم من شیء- کل امریء بما کسب رھین (سورة الطور:۲۱) "اور جو لوگ یقین لائے' اور ان کی راہ پر چلی ان کی اولاد ایمان کے ساتھ' پہنچا دیا ہم نے ان تک ان کی اولاد کو' اور گھٹایا نہیں ہم نے ان کا کیا ذرا بھی- ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے-"

اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی دونوں شانیں بیان فرما دیں کہ کاملوں کی برکت سے وہ ان کی اولاد سے فضل کا معاملہ فرماتے ہیں کہ قاصرین کا درجہ بلند کر کے کاملین سے ملا دیتے ہیں- اور عدل کا معاملہ یہ ہے کہ اچھے برے عمل کی جزا سزا اتنی ہی دے جتنا عمل ہو-

بعد والے :

والذین جاء وامن بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انك رؤف رحیم (الحشر ۵۹:۱۰) "اور واسطے ان لوگوں کے جو آئے ان کے بعد کہتے ہوئے اے رب! بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے داخل ہوئے ایمان میں' اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں بیر ایمان والوں کا- اے رب! تو ہی ہے نرمی والا مہربان-" دیکھو بعد والوں کی دعا سب پہلوں کو پہنچ رہی ہے- اور یہی فائدہ پہنچانا ایصال ثواب کہلاتا ہے-

عرش والے :

تکاد السموات یتفطرن من فوقهن والملائکة یسبحون بحمد ربهم ویستغفرون لمن فی الارض- الا ان الله هو الغفور الرحیم- (۵:۴۲) قریب ہے کہ پھٹ پڑیں آسمان اوپر سے اور فرشتے پاکی بولتے ہیں خوبیاں اپنے رب کی اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے . سن اللہ ہی ہے معاف کرنے والا مہربان-"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ آسمانوں پر فرشتے زمین والوں کے لئے اللہ سے بخشش کی دعا مانگتے ہیں- اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا سے زمین والوں کے گناہ بخش دیتے ہیں- آسمان والوں کی کوشش سے زمین والوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے- کاملوں کی محنت سے قاصروں کو فائدہ پہنچ رہا ہے- اور بعد والوں کی دعا سے سابقین کو فائدہ پہنچ رہا ہے- یہ خداوند قدوس کا فضل ہے (اور یہی ایصال ثواب ہے)۔

فضل ہی فضل :

مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبه- والله یضاعف لمن یشاء والله واسع علیم (البقرہ-۲۶۱) "مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنا مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے جیسے ایک دانہ 'اس سے اگیں سات بالیں' ہر بال میں سو سو دانے اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے- اور اللہ بے نہایت بخشش کرنے والا ہے- سب کچھ جانتا ہے-

دیکھو عدل تو یہ چاہتا ہے کہ ایک دانہ خرچ کرنے والے کو اجر میں ایک ہی دانہ ملے مگر خدا کا فضل ہے کہ ایک دانہ سات سو سے بھی کئی گنا ہو جائے- دانہ بھی انہیں کی عطا تھی- اور یہ بے نہایت اجر بھی ان ہی کا فضل و کرم ہے- اللهم انی اسئلك من فضلك ورحمتك-

صدقات جاریہ :

انا نحن نحی الموتی ونکتب ماقدموا و آثارھم و کل شیء احصینہ فی امام مبین ۔ (یٰسین۔۱۲) "ہم ہیں جو زندہ کرتے ہیں مردوں کو اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے۔ اور ہر چیز گن لی ہم نے ایک کھلی اصل میں۔

یعنی نیک و بد اعمال جو آگے بھیج چکے اور بعض اعمال کے اچھے برے اثرات جو پیچھے چھوڑے، مثلاً کوئی کتاب تصنیف کی یا علم سکھلایا، یا عمارت بنائی یا کوئی رسم ڈالی نیک یا بد وہ سب اس میں داخل ہیں۔ اور حدیث پاک میں یوں ہے : "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین عمل، صدقہ جاریہ یا علم جس سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہو، اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہے (صحیح مسلم ص ۴۱، ج ۲)" اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے اس کے نہیں کہ مومن کو اس کی موت کے بعد اس کے اعمال اور نیکیوں سے ملتے ہیں وہ علم جو سیکھا پھر اس کی اشاعت کی یا نیک بیٹا چھوڑ گیا۔ یا قرآن پاک وراثت میں چھوڑا یا مسجد تعمیر کی یا مسافر خانہ بنایا، یا نہر کھدوائی، یا وہ صدقہ جو اپنے مال سے تندرستی اور زندگی میں نکالا ان کا ثواب موت کے بعد بھی اس کو پہنچتا ہے (ابن ماجہ ص ۲۲)۔" اور حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے رسم ڈالی اسلام میں اچھی، اس کا اس کو اجر ملے گا اور جو لوگ بعد میں اس پر عمل کریں گے ان کا بھی اجر (اس کو) ملے گا۔ اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اور جس نے اسلام میں کوئی بد رسم جاری کی، اس کو اس کا بھی گناہ ہو گا اور جتنے لوگ اس کے بعد اس بد رسم پر عمل کریں گے ان کا بھی اس کو گناہ ہو گا۔ اور ان کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی" (صحیح مسلم ص ۳۴۱، ج ۲)

صدقات کاایصال ثواب :

☆ عن عائشه رضی الله عنها ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ان امی افتلتت نفسها ولم توص واظنها لو تکلمت تصدقت افلها اجر ان تصدقت عنها؟ قال نعم (بخاری ص۳۸۶ 'ج۱' مسلم ص۳۲۴ 'ج۱) ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس کی والدہ اچانک فوت ہوگئی اور اس نے کوئی وصیت نہ کی اور میرا گمان ہے اگر وہ بات کرتی تو صدقہ کرتی۔ اب اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو اس کا ثواب پہنچے گا؟ فرمایا ہاں۔''

☆ عن عبدالله بن عباس رضی الله عنهما ان سعد بن عبادة توفیت امه وهو غائب عنها فاتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ان امی توفیت وانا غائب عنها فهل ینفعها ان تصدقت عنها؟ قال نعم فقال انی اشهدك ان حائطی المخراف صدقه عنها (بخاری ص۳۸۷ 'ج۱) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوگئی اور وہ غائب تھا۔ وہ حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ فوت ہوگئی اور میں غائب تھا۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے فائدہ ہوگا؟ فرمایا ہاں۔ سعد نے کہا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مخراف اس کی طرف سے صدقہ ہے۔

☆ عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رجلا قال للنبی صلی الله علیه وسلم ان ابی مات وترك مالا ولم یوص فهل یکفی عنه ان اتصدق عنه؟ قال نعم (مسلم) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا' بے شک میرے والد فوت ہوگئے اور مال چھوڑا اور وصیت نہیں فرمائی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو کفایت کرے گا؟ فرمایا ہاں۔

عن سعد بن عبادة رضی الله عنه قال یا رسول الله ان ام سعد ماتت فای

الصدقة افضل؟ قال الماء فحفر بیرا وقال هذه لام سعد (مسند احمد) ”حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ام سعد فوت ہوگئی۔ پس کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا پانی۔ تو سعد نے کنواں کھودا اور کہا یہ ام سعد کے لئے ہے۔“

☆ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان العاص بن وائل نذر فی الجاهلية ان ینحر مائة بدنة وان هشام بن العاص نحر خمسة وخمسين وان عمرو سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ذالك فقال اما ابوك فلو اقر بالتوحيد فصمت و تصدقت عنه نفعه ذالك۔ (مسند احمد) ”حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں سو اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔ اس کے بیٹے ہشام نے باپ کی طرف سے پچپن اونٹ ذبح کئے۔ عمرو نے حضور ﷺ سے پوچھا ان کا کیا ہوگا؟ فرمایا اگر تیرا باپ توحید کا اقرار کرتا اور تو روزہ رکھ کر یا صدقہ کرکے ثواب پہنچاتا تو اس کو اس سے فائدہ ہوتا۔“

○ ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ اگر میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے صدقہ کا فرمایا۔ کیونکہ اس وقت پانی کی قلت تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جتنی محتاج کی ضرورت زیادہ پوری ہوگی اتنا ہی ثواب زیادہ ملے گا۔ اور جتنا ثواب زیادہ ملے گا اتنا ہی آگے زیادہ پہنچے گا۔ اس لئے ایصال ثواب میں خیال رکھنا چاہئے کہ میت کو زیادہ سے زیادہ ثواب پہنچے۔

حج کا ایصال ثواب :

☆ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ رضی الله عنهما ان امراة من جهينة جاءت الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ان امی نذرت ان تحج فلم تحج حتى ماتت' افا حج عنها؟ قال حجی عنها۔ اريت لو كان على امك دين اكنت قاضيته؟ اقضوا الله فالله احق بالقضاء۔ (صحیح

بخاری ج ۱ ص ۲۵۰) "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی، اور وہ منت پوری کرنے سے پہلے فوت ہو گئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا اس کی طرف سے حج کر۔ تیرا کیا خیال ہے اگر تیری والدہ کے ذمہ قرض ہوتا اور تو ادا کرتی تو ادا ہو جاتا۔ اسی طرح اللہ کا قرض ادا کرو، وہ بالاولیٰ ادا ہو جاتا ہے۔

تلاوت قرآن کا ایصال ثواب :

☆ عن عبدالرحمن بن العلاء بن اللجلاج عن ابیه قال قال ابی اللجلاج ابو خالد رضی الله عنه یا بنی اذا انامت فالحدلی فاذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم الله و علی ملة رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم سن علی التراب سنا۔ ثم اقرأ عند راسی بفاتحة البقرة وخاتمتها فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ذالك رواه الطبرانی فی الکبیر واسناده صحیح (مجمع الزوائد، ج ۳ ص ۴۴) عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج نے اپنے والد سے بیان کیا کہ میرے والد لجلاج ابو خالد نے کہا اے میرے بیٹے! جب میں مر جاؤں تو میرے لئے بغلی قبر بنانا۔ جب تم مجھے میری لحد میں رکھو تو بسم الله و علی ملة رسول الله صلی الله علیه وسلم کہنا۔ پھر مجھ پر مٹی برابر کرنا، پھر سر کے پاس سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات اور اس کی آخری آیات پڑھنا۔ بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پڑھتے ہوئے سنا۔"

☆ عن عبدالله ابن عمر رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول اذا مات احد کم فلا تحبسوه واسرعوا الی قبره ولیقرأ عند راسه بفاتحة البقرة وعند رجلیه بخاتمة البقرة (رواه البیهقی فی شعب الایمان) "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ

ﷺ کو فرماتے سنا جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کو روکو مت' جلدی قبر تک پہنچاؤ۔ اور قبر کے سرہانے سورۃ البقرہ کا ابتدائیہ اور پاؤں کی طرف سورۃ البقرہ کا اختتامیہ پڑھا جائے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمرؓ پر موقوف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ موقوف بھی مثل مرفوع کے ہے۔ اور امت کا تعامل بھی اسی پر آرہا ہے کہ سر کی طرف الم سے ھم المفلحون تک اور پاؤں کی طرف لله ما فی السموات سے آخر سورت تک پڑھتے ہیں۔

اخرج الخلال فی الجامع عن الشعبی قال كانت الانصار اذا مات لهم الميت اختلفوا علی قبره يقرؤن له القرآن۔ امام شعبیؒ سے روایت ہے کہ انصار کے ہاں جب کوئی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر جا کر اس کے لئے قرآن پڑھتے۔

☆ اخرج ابو محمد السمرقندی فی فضائل قل هو الله احد عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعا: من مر علی المقابر و قرا قل هو الله احد عشر مرة ثم وهب اجره للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔ "حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ قل هو الله احد پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشے اسے بھی مردوں کی تعداد کے برابر ثواب دیا جائے گا۔"

☆ عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الكتاب وقل هو الله احد والهكم التكاثر ثم قال اللهم انی جعلت ثواب هذا ما قرأت لاهل المقابر من المومنين والمومنات كانوا شفعاء له الی الله تعالی۔ "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قبرستان میں داخل ہو کر سورت فاتحہ' سورت اخلاص اور سورت التکاثر پڑھے۔ پھر کہے اے اللہ میں نے

جو تیرا کلام پڑھا اس کا ثواب اس قبرستان کے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخشتا ہوں تو وہ سب اس کی شفاعت کریں گے۔

☆ عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من دخل المقابر فقرأ سورة يسين خفف الله عنهم و كان له بعدد من فيها حسنات۔ "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورت یٰسین کی تلاوت کی۔ مردوں سے اللہ تعالیٰ عذاب ہلکا فرمادیں گے اور اس پڑھنے والے کو مردوں کی تعداد کے برابر نیکیاں ملیں گی۔

☆ حماد مکی کا بیان ہے کہ میں ایک رات مکہ مکرمہ کے قبرستان میں گیا۔ میں ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا۔ میں نے دیکھا کہ قبرستان والے مختلف ٹولیوں میں بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا قیامت قائم ہو گئی۔ انہوں نے کہا نہیں۔ ہمارے ایک بھائی نے "قل ھو اللہ احد" پڑھ کر اس کا ثواب ہمیں بخشا تھا اور ہم ایک سال سے وہ ثواب تقسیم کر رہے ہیں۔ یہ روایت امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں نقل فرمائی ہے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان روایات میں اگرچہ ضعف ہے، لیکن ان کا مجموعہ دلیل ہے کہ ان کی اصل ہے۔

قربانی کا ایصال ثواب :

امام ابوداؤد نے ابوداؤد شریف ص۳۸۵، ج۲ پر باب باندھا ہے۔ باب الاضحية عن الميت یعنی میت کی طرف سے قربانی کرنا۔ اور اس میں حدیث لائے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہر سال دو دنبے قربانی کرتے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے قربانی کیا کروں۔

○ اب سوچنے کی بات ہے کہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ شوق ہے کہ مجھے قربانی کا ثواب پہنچتا رہے، تو امت تو زیادہ اس کی محتاج ہے۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے تو اپنے مرحومین کی طرف سے بھی قربانی کردیا کریں۔ ان کو بھی قربانی کے جانور کے

ایک ایک بال کے بدلے نیکیاں ملیں گی۔

قرآن فہمی کا شوق :

یہ سب کچھ سن کر پروفیسر صاحب فرمانے لگے کہ ہمیں تو قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنے کا بڑا شوق تھا۔ لیکن اس گفتگو سے تو ہم ڈر گئے کہ جو مطلب قرآن کا ہم نے سمجھا تھا' وہ قرآن پاک کی دوسری آیات کے بھی خلاف تھا۔ اور رسول اقدس ﷺ کی احادیث مقدسہ اور مسلک اہل سنت والجماعت کے بھی خلاف تھا۔ اب اس ڈر کی وجہ سے ہم تو مایوس ہو گئے کہ ہم قرآن پاک سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ میں نے کہا کہ قرآن پاک سے استفادہ کرنے سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ البتہ دین میں خود رائی سے ڈرنا یہ خدا تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ آپ ضرور قرآن پاک سے استفادہ کریں۔ مگر قانون کی کتاب سے صحیح استفادہ جب ہی ہو گا کہ اس کو قانون دان سے سمجھیں۔ اور ڈاکٹری کی کتاب سے استفادہ کا صحیح طریق یہی ہے کہ ماہر تجربہ کار ڈاکٹر سے سمجھیں۔ اسی طرح قرآن فہمی کا شوق بڑا مبارک شوق ہے۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ آپ حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی تفسیر "معارف القرآن" خرید لیں۔ اور اس تفسیر کو کسی عالم باعمل سے سبقا سبقا پڑھ لیں۔ اور جب بھی کوئی شخص آپ کو قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھ کر بتائے کہ اس سے فلاں بات ثابت ہوئی۔ آپ فوراً وہ آیت معارف القرآن سے نکالیں۔ اس میں اس آیت کی تفسیر دیکھ لیں۔ اگر سمجھ آگئی تو بہت خوب۔ لیکن سمجھ میں ذرا بھی شبہ ہو تو وہ کسی عالم باعمل سے دریافت کر لیں کہ اس تفسیر کا کیا مطلب ہے؟ اس سے ان شاء اللہ العزیز آپ کا قرآن فہمی کا شوق بھی پورا ہو جائے گا اور اپنی خود رائی اور کم فہمی سے یا دوسروں کی بد فہمی اور کج فہمی سے جو گمراہی پھیل رہی ہے اس سے بھی آپ محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ میں نے تجربہ کے طور پر یہی دو آیات ان کو تفسیر معارف القرآن سے نکال کر دکھائیں اور ان کی تفسیر پڑھ کر سنائی تو وہ بہت خوش ہوئے' اور انہوں نے وعدہ کیا کہ ہم آئندہ ان شاء اللہ العزیز اپنے ناقص مطالعہ اور اپنی ناقص رائے پر کبھی دین میں اعتماد نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے

کی ناقص رائے پر اعتماد کریں گے۔ میں نے کہا پھر تم ان شاء اللہ ان سب پریشانیوں سے محفوظ ہو جاؤ گے جو اس ناقص رائے اور خود رائی کی وجہ سے تمہیں گھیر رہی ہیں۔

اللہ والوں سے تعلق :

میں نے ان سے کہا کہ دین پر مضبوطی سے قائم رہنے کے لئے جس طرح مسائل میں تقلید سلف کی ضرورت ہے' اسی طرح کسی اللہ والے سے بیعت و صحبت کی بھی اشد ضرورت ہے۔ وہ کہنے لگے کہ یہاں بھی یہی پریشانی ہے کہ کوئی کسی بزرگ کو اچھا کہتا ہے' دوسرا دوسرے کو' آدمی کدھر جائے؟ میں نے کہا یہاں بھی یہی اصول ہے کہ جس بزرگ کی طرف باعمل اور متقی علماء اور مفتیان کرام کا رجوع ہو ان کی بیعت اور صحبت کو غنیمت جانیں۔ وہاں بھی اپنی "خودی" مٹا کر حاضر ہوں۔ ان کے ساتھ عقیدت و محبت' ان کی عظمت اور طریق اصلاح میں ان کی اطاعت سے یہ مشت خاک سونا بن جاتی ہے۔ عقائد و اعمال میں رسوخ و استقامت ان حضرات کی نظر کیمیا اثر اور صحبت و تعلق سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اہل تجربہ نے تو یہاں تک فرمادیا ہے کہ :

یک زمانہ صحبت با اولیاء : بہ ز صد سالہ طاعت بے ریا

ان حضرات کی جوتیاں سیدھی کئے بغیر اصلاح نفس عادتاً محال ہے۔ پروفیسر صاحب کہنے لگے ہمیں تو اس طرف سے آج تک انتہائی غفلت رہی۔ میں نے کہا اس غفلت کو ختم کرنا اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ کہنے لگا اختیاری۔ میں نے کہا اس اختیار کو استعمال کریں۔ ورنہ یہ غفلت "وحشت" میں بدل جایا کرتی ہے۔ پھر اللہ والوں کی عقیدت کی بجائے دل میں وحشت آجاتی ہے۔ اور اگر خدانخواستہ اس حالت میں بھی نہ سنبھلے تو یہ وحشت نفرت سے بدل جاتی ہے۔ اور اگر اب بھی اس کا علاج نہ کیا جائے تو یہی نفرت عداوت کا رنگ اختیار کرلیتی ہے۔ اور حدیث قدسی میں ہے : من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب (بخاری) کہ اللہ والے سے عداوت اللہ سے لڑائی مول لینا ہے۔ اس منزل پر پہنچ کر عادتاً اصلاح سے مایوسی ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس طرف بھی توجہ فرمائیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام والی مشہور حدیث میں دین کے تین اہم شعبوں کا ذکر ہے۔ ایمانیات' اسلامیات یعنی عقائد و اعمال اور احسانیات۔ حضرت حکیم الامت' مجدد الملت حضرت

مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے بہشتی زیور میں ان سب شعبوں کو جمع فرمادیا ہے۔ اس کا مطالعہ اور اللہ والوں کی صحبت کو لازم پکڑیں۔

فرائض و نوافل :

اسلامی عبادات میں فرائض و نوافل کی تقسیم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ صرف بندوں کی مرضی پر چھوڑ دیتے کہ جتنی دل میں آئے عبادت کرلیا کرو تو شاید کتنے لوگ عبادت ہی نہ کرتے۔ اور اگر صرف چند رکعت مقرر فرمادیتے تو کتنے اللہ والوں کو یہ حسرت رہ جاتی کہ کاش اور عبادت کرنے کی اجازت مل جاتی۔ اس لئے اسلام میں کچھ عبادت تو فرض کی گئی کہ ہر کام چھوڑ چھاڑ کر یہ ضرور ادا کرنی ہے۔ اور اگر کوئی اور زیادہ اجر و ثواب چاہے' مزید اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہے تو جتنے چاہے نوافل پڑھے۔ جتنا گڑ ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہو جائے گا۔ البتہ اسلامی مزاج یہ ہے کہ فرائض میں اعلان و اجتماع ضروری ہے اور نوافل میں انفرادیت اور اخفا محبوب ہے۔ دیکھئے فرض نماز باقاعدہ اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت ادا کرنے کی تاکید ہے' مگر نوافل اور سنن اگر مسجد کی بجائے گھر پڑھی جائیں تو زیادہ محبوب ہیں۔ اور اگر کوئی ظہر کے بعد سنتوں کی بھی جماعت شروع کردے تو یقیناً اسلام سے واقفیت رکھنے والے اس کو ایک نئی بدعت قرار دیں گے۔ اور اس کو ناجائز کہیں گے۔ اسی طرح ایک **ایصال ثواب** تو فرض کفایہ ہے اور وہ ہے نماز جنازہ۔ یہ باجماعت ادا کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد آپ ساری عمر ایصال ثواب کرسکتے ہیں۔ مگر اس میں اعلان اور اجتماع شریعت کی مخالفت ہے۔ جیسے سنتوں نفلوں کی جماعت شریعت کی مخالفت ہے۔ اب یہ جنازہ کے بعد والد پر ایصال ثواب مستحب اور نفل درجہ میں ہے۔ اس کے لئے دن مقرر کرنا' اعلان کرکے لوگوں کو جمع کرنا اور اجتماعی رنگ دینا' یہ شریعت کے مزاج کے خلاف ہے۔ اور خصوصاً احناف کے ہاں یہ بدعت ہے۔ اور بدعت سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے' کیونکہ دوسرے گناہوں کی نسبت اس کا ضرر زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ چوری وغیرہ کا گناہ' گناہ کی شکل میں ہے۔ اس لئے اس سے توبہ آسان ہے کہ اپنا دل بھی ملامت کرتا ہے اور معاشرہ بھی اس پر فکر کرتا ہے' مگر بدعت کا گناہ نیکی کی شکل میں آتا ہے۔ حب رسول ﷺ یا حب اولیاء اللہ یا اموات کی ہمدردی کا لبادہ اوڑھ کر آتا ہے۔ اس لئے جس کو دین سے پوری واقفیت نہ ہو وہ اس کو گناہ

نہیں بلکہ نیکی سمجھتا ہے- تو جب وہ اس کو نیکی سمجھے گا تو نفرت کیوں کرنے لگا- اسی طرح جاہل معاشرہ بھی اس بدعت کو نیکی سمجھتا ہے- اس لئے یہ گناہ زیادہ پھیل جاتا ہے' اور جوں جوں بدعت آتی ہے سنت کا نور دھندلا ہوتا جاتا ہے- تو ایصال ثواب میں ایسی بدعات سے بچنا بھی بہت ضروری ہے' اور ایصال ثواب میں ایک اور احتیاط بھی بہت اہم ہے کہ اگر اپنی ملکیت سے کر رہا ہے تو خیر' لیکن اگر میت کے ترکہ سے ترکہ تقسیم کئے بغیر کر رہے ہیں تو سب وارثوں کا رضامند ہونا ضروری ہے- ان میں سے کوئی وارث غائب یا نابالغ نہ ہو' ورنہ بجائے ثواب کے گناہ ہو گا- اس لئے میت کا مال پہلے شرعی طریقہ پر تقسیم کر لیا جائے' پھر اپنے حصہ میں سے ایصال ثواب کرنا چاہئے-

خلاصہ یہ ہے کہ مطلق ایصال ثواب کا اہل سنت والجماعت میں سے کوئی منکر نہیں- معتزلہ جیسے بدعتی فرقے اس کا انکار کرتے ہیں- اہل سنت میں بھی احناف کا مسئلہ نہایت کامل ہے کہ ایصال ثواب درست اور جائز ہے' خواہ بدنی عبادت کا ہو یا مالی عبادت کا-

الشیخ المحقق ابن الھمام امام ابو حفص کبیر سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اقدس ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! ہم اموات کی طرف سے جو صدقہ دیتے ہیں' اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں' اور ان کے لئے دعائیں مانگتے ہیں' کیا ان کا ثواب ان کو پہنچتا ہے- فرمایا ہاں! ان کو ثواب پہنچتا ہے- اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں- جیسے تمہیں کوئی آدمی ہدیہ دے تو تم خوش ہوتے ہو- اس کے بعد کچھ اور آثار نقل کرنے کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ جو روایات ہم نے نقل کی ہیں اور بہت سی طوالت کے خوف سے چھوڑ دی ہیں ان میں قدر مشترک طور پر یہ بات حد تواتر کو پہنچ گئی ہے کہ "جو نیکی کر کے اس کا ثواب بخشے تو اس کا نفع اس کو پہنچتا ہے-"

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نیکیوں کی توفیق عطاء فرمائیں اور یہ بھی توفیق عطاء فرمائیں کہ مرحومین کے لئے بھی ایصال ثواب کرتے رہیں- فقط-

فرقہ غیر مقلدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتداء:

برادرانِ اسلام اس ملک پاک وہند میں بارہ صدیوں سے اسلام آیا ہوا ہے، یہاں اسلام لانے والے اسلام پھیلانے والے اور اسلام کو قبول کرنے والے سب کے سب اہلِ سُنت والجماعت حنفی تھے۔ یہاں کے تمام مفسرین۔ محدثین۔ فقہاء۔ اولیاء کرام اور سلاطین عظام اہلِ سُنت والجماعت اور حنفی تھے۔

لیکن جب انگریز کے منحوس قدم یہاں آئے تو وہ یورپ سے ذہنی آوارگی مادر پدر آزادی اور دینی بے راہ روی کی سوغات ساتھ لایا۔ اور مذہبی آزادی اور مذہبی تحقیق کے خوش نما اور دلفریب عنوانوں سے اس ملک میں خودسر اور متعصب فرقے کو جنم دیا اس فرقہ کا پہلا قدم سلف سے بدگمانی ہے اور اس کی انتہاء سلف پر بدزبانی ہے۔ یعنی آپ یہ سمجھ لیں کہ اس فرقہ کا ہر شخص اعجاب کل ذی رای برایہ پر نازاں ہونے کے ساتھ ساتھ لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا کا مصداق ہے۔ اس فرقہ کا ہر فرد اپنے آپ کو ائمہ اربعہ بلکہ صحابہؓ سے بھی برتر جانتا ہے۔ مولانا عبدالخالق صاحب خسر میاں نذیر حسین صاحب دہلوی (الحیات بعد الممات ص ۲۲۸ نتائج التقلید ص ۲ پر) فرماتے ہیں ''سو بانی مبانی اس فرقہ نو احداث کا عبدالحق ہے جو چند دنوں سے بنارس میں رہتا ہے اور حضرت امیر المومنین (سید احمد شہید نے ایسی ہی حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا اور

علمائے حرمین معظمین نے اس کے قتل کا فتویٰ لکھا مگر کسی طرح بھاگ کر وہاں سے بچ نکلا (تنبیہ الضالین ص ۱۳)

ام المومنین ؓ کا گستاخ مولوی عبدالحق بنارسی (بانی غیر مقلدیت) نے برملا کہا کہ عائشہؓ علیؓ سے لڑی اگر توبہ نہ کی تو مرتد مری، اور یہ بھی دوسری مجلس میں کہا کہ صحابہ کا علم ہم سے کم تھا، اُن کو ہر ایک کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں اور ہم کو ان سب کی حدیثیں یاد ہیں (کشف الحجاب ص ۴۲ قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی شاگرد شاہ اسحاقؒ)

پہلی شہادت:

نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں ''اس زمانہ میں ایک ریاکار اور شہرت پسند فرقے نے جنم لیا ہے، جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لئے قرآن و حدیث کے علم اور اُن پر عامل ہونے کے دعویدار ہیں حالانکہ علم و عمل و عرفان سے اس فرقہ کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ لوگ علوم آلیہ و عالیہ دونوں سے جاہل ہیں (الحطہ ص ۱۵۳) اور یہ لوگ معاملات کے مسائل میں حدیث کی سمجھ اور سوجھ بوجھ سے بالکل عاری ہیں اور اہلِ سنت کے طریق پر ایک مسئلہ بھی استنباط نہیں کر سکتے، یہ لوگ حدیث پر عمل کرنے کی بجائے زبانی جمع خرچ پر اور سنت کی اتباع کی جگہ شیطانی تسویلات پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور اس کو عین دین تصور کرتے ہیں .... یہ لوگ اسلام کی حلاوت، مٹھاس اور شیرینی سے خالی الذہن ہیں اور مسلمانوں کی نسبت بڑے سنگدل ہیں (الحطہ ص ۱۵۱) یقولون عن خیر البریة وهم شر البریه (ص ۱۵۴) پھر خدا کی قسم کتنے تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص مؤحد کہتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو بدعتی اور مشرک کہتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ سب سے زیادہ غالی اور دین کے بارہ میں بڑے متعصب ہیں (ص ۱۵۴) فما هذا دین ان هذا الا فتنة فی الارض وفساد'' کبیر (ص ۱۵۶) نواب صاحب نے اس فرقہ کے تقدس کا نقشہ کھینچتے ہوئے اس زاہد کی مثال دی ہے جو اپنی مکاری اور عیاری سے خوب وعظ کرتا کہ سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال سے ڈراتا۔ قبر وحشر

کے ہولناک مناظر بیان کرتا مگر موقع ملتے ہی سونے چاندی کے سب برتن چوری کر کے رفو چکر ہو جاتا تھا۔

نواب صاحب کا کلام واقعی کلام الملوک ملوک الکلام کا مصداق ہے انہوں نے اس کو نوزائیدہ فرقہ کہا یعنی یہ حدیث تفرقہ کا مصداق ہے۔(زجاجہ ص) علوم آلیہ وعالیہ اور استنباط سے جاہل کہا تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ فرقہ ضلوا اضلوا (الحدیث) زجاجہ کا مصداق ہے۔ان کے علمی سرمائے کو تسویلاتِ شیطانیہ قرار دیا جو حق ہے فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الفِ عابد (زجاجہ) اور شیطان ہی پہلا غیر مقلد ہے ۔۔۔۔اور جس گلی میں حضرت فاروقِ اعظمؓ قدم رکھیں وہاں سے بھاگتا ہے بیس تراویح، طلاق ثلاثہ، انکار فقہ۔

دوسری شہادت:

غیر مقلدین کے مشہور محدث ومؤرخ مولانا محمد شاہجہاں پوری نے ۱۹۰۰ء ۱۳۱۹ھ میں الارشاد الی سبیل الرشاد نامی کتاب شائع کی۔اس میں لکھتے ہیں'' کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں، پچھلے زمانہ میں شاذ ونادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں، مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے ، بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یالا مذہب لیا جاتا ہے'' چونکہ یہ لوگ نماز میں رفع الیدین کرتے ہیں، یعنی رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت ہاتھ اُٹھاتے ہیں جیسا کہ تحریمہ باندھتے وقت ہاتھ اُٹھائے جاتے ہیں، بنگالہ کے عوام ان لوگوں کو رفع یدینی بھی کہتے ہیں (ص ۱۳ مع [illegible])

نوٹ: جب یہ فرقہ پیدا ہوا تو چونکہ یہ تقلید کو شرک وبدعت کہتا تھا اس لئے ان کو غیر مقلد کہا جانے لگا تا کہ پتہ چلے کہ یہ ایک منفی فرقہ ہے جو تعمیر کی بجائے تخریب کے لئے تیار کیا جارہا ہے، پھر چونکہ یہ لوگ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی پابندی سے منحرف

ہو گئے تھے اس لئے لوگ ان کو لا مذہب کہنے لگے۔

وہابی:

چونکہ اس زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب کی جماعت نے عرب میں قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ بہت سے مزارات کو گرایا۔'' اور سعود نے قبہ مزار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانے کا قصد کیا مگر اس کا مرتکب نہ ہوا اور حکم کیا کہ بیت اللہ کا حج سوائے وہابیوں کے اور کوئی نہ کرے اور عثمانیوں کو حج سے مانع ہوا۔ اور کئی برس تک حج سے بہت لوگ محروم رہے اور شام اور عجم کے لوگوں کو حج نصیب نہ ہوا (ترجمان وہابیہ ص ۳۶) اور اس نے عرب کے رہنے والوں خصوصاً حرمین شریفین کے رہنے والوں کو بہت تکالیف دیں (ص ۴۰) اس لئے عالم اسلام میں ان کے خلاف کافی برہمی تھی۔ مولوی فضل رسول بدایونی نے اپنے مخالفین کو بدنام کرنے کے لئے مجاہدین کو وہابی کہنا شروع کر دیا۔ (ترجمان وہابیہ ص ۴۴ و ص ۴۷)

اب غیر مقلدین کو فکر ہوئی کہ اس ملک میں وہابی مجاہد اسلام اور حکومت برطانیہ کے باغی کو کہتے ہیں، کہیں ہمیں مجاہد نہ سمجھ لیا جائے اور انگریز بہادر ہمیں مشکوک نہ سمجھ لے۔ تو انہوں نے فوراً انگریز کو خوش کرنے کے لئے مرزا کی تقلید میں کتابیں لکھیں۔

ترجمان وہابیہ:

نواب صدیق حسن نے ۱۳۱۲ھ میں یہ کتاب لکھی جس میں لکھا کہ:

''خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم، فاضل، قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے یہاں تک کہ ایک جمِ غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالمگیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبدالرحیم دہلوی والد بزرگوار شاہ ولی اللہ مرحوم کے بھی شریک تھے (ترجمان وہابیہ ص ۱۰-۱۱)

سوال: غیر مقلدین ۵۰۰ علماء کے مقابلہ میں صرف پانچ علماء کا نام پیش کریں جنہوں

نے اس وقت فتاویٰ عالمگیری کی تردید میں رسالے لکھے ہوں۔ ہم فی رسالہ دس ہزار روپے رائج الوقت انعام دیں گے۔

مجاہدین:

حنفی تھے کسی نے سنا ہوگا کہ آج تک کوئی مؤحد متبع سنت حدیث وقرآن پر چلنے والا بیوفائی اور اقرار توڑنے کا مرتکب ہوا ہو یا فتنہ انگیزی یا بغاوت پر آمادہ ہوا ہو، جتنے لوگوں نے غدر میں شر وفساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدین مذہب حنفی تھے نہ متبعین حدیث نبوی (غ۔م ترجمانِ وہابیہ ص ۲۵) آہ جس انگریز نے تیرہ ہزار جید علماء حق کو تختہ دار پر لٹکایا، ۲۷۰ ہزار اہلِ اسلام کو پھانسی دی اور سات دن تک قتل عام ہوتا رہا اور ہزاروں کو جلا وطن کر کے کالے پانی بھیجا۔ ان کے بارہ میں نواب صدیق حسن لکھتا ہے "اور حاکموں کی اطاعت اور رئیسوں کا انقیاد ان کی ملت میں سب واجبوں سے بڑا واجب ہے (ترجمانِ وہابیہ ص ۲۹)

عجیب دلیل:

نواب صاحب نے دلیل یہ دی کہ قرب قیامت میں ہر جگہ عیسائیوں کی حکومت ہو جائے گی۔ ان احادیث کے مطابق یہ انگریزی حکومت ہے، اب ان سے لڑنا جہاد نہیں فساد ہے۔ سخت نادانی۔ بے وقوفی، ناعاقبت اندیشی ہے اور پیغمبر صادق کے فرمان کی مخالفت ہے (ترجمان وہابیہ ص ۷)

متفقہ فتویٰ:

جہاد اور جنگ مذہبی مقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند سے جس نے آزادی مذہبی دے رکھی ہے، از روئے شریعت اسلام عموماً خلاف وممنوع ہے اور جو لوگ بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند..... ہتھیار اُٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں کل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں۔ اس فتویٰ پر تمام غیر مقلدین نے متفقہ طور پر دستخط

کئے۔(ترجمان وہابیہ ص ۶۱)

بمقابلۂ گورنمنٹ ہندفرقہ موحدین کوہتھیار اُٹھانا خلاف ایمان واسلام ہے(ترجمان وہابیہ ص ۱۲۱)

محمد حسین بٹالوی:

برٹش گورنمنٹ سے مذہبی جہاد کرنا ہرگز جائز نہیں (الاقتصاد ص ۱۹)

دارالاسلام، ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دارالاسلام ہے اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا، مہدی سودان ہو یا خود حضرت سلطان شاہ ایران خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی وچڑھائی کرنا جائز نہیں ہے (الاقتصاد ص ۲۵) ان سے غدر کرنا اور جان مال سے تعارض کرنا صریح حرام ہے (ص ۳۴)

اہلِ حدیث:

یہ وہ لوگ ہیں جو تقریراً تحریراً حاضر وغائب خیر خواہی وفاداری گورنمنٹ کا دم بھرتے ہیں اور ان کی خدمت ومعاونت میں سرگرم ہیں، ان ہی لوگوں میں پنجاب کے اہلحدیث داخل ہیں... پنجاب کی برٹش گورنمنٹ بھی اس کی تصدیق وتائید کر دی ہے (الاقتصاد ص ۴۸) گورنمنٹ سے لڑنا یا ان لڑنے والوں کی کسی نوع کی مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے (الاقتصاد ص ۴۹) ان سے لڑنا شرعی جہاد نہیں بلکہ عناد وفساد کہلاتا ہے، مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گنہگار اور بحکم قرآن وحدیث وہ مفسد و باغی وبدکردار تھے اکثر ان میں عوام کالانعام تھے بعض جو خواص اور علماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم دین قرآن وحدیث سے بے بہرہ تھے یا نافہم وبے سمجھ، باخبر اور سمجھدار علماء اس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے اور نہ اُس فتویٰ پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لئے مفسد لئے پھرتے تھے انہوں نے خوشی سے دستخط کئے (الاقتصاد ص ۴۹)

مجاہدین کے بارے لکھا کہ فساد وبغاوت اور عناد پھیلا کر یہ لوگ حرام موت مرتے ہیں بہشتوں کی خوشیوں سے محروم رہتے ہیں، ایسے فسادوں کو جہاد سمجھنا اور اس میں

شہادت کی ہوس کرنا سراسر جہالت اور حماقت ہے (ص ۱۷)

جاگیر:

مشہور غیر مقلد عالم مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں "معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس (رسالہ الاقتصاد) کے معاوضہ میں سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر ملی تھی اور اس رسالہ کا پہلا حصہ پیشِ نظر ہے، پوری کتاب تحریف و تدلیس کا عجیب وغریب نمونہ ہے (پہلی اسلامی تحریک ص ۲۹)

ایک دوسرے غیر مقلد عالم مولانا عبدالمجید صاحب سوہدروی لکھتے ہیں "مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعت السنۃ کے ذریعہ اہلحدیث کی بہت خدمت کی اور لفظ وہابی آپ کی کوششوں سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہلِ حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا، آپ نے حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر بھی پائی (سیرت ثنائی ص ۳۷۲)

مولانا محمد حسین صاحب کی شہادت :۔ پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو ہی سلام کر بیٹھتے ہیں، کفر وارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترکِ تقلید بڑا بھاری سبب ہے، گروہِ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں، وہ ان نتائج سے ڈریں اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں (اشاعت السنہ ۱۸۸۸ء)

نوٹ: یہ بات جو بٹالوی صاحب کو چودھویں صدی میں معلوم ہوئی علماء نے چوتھی صدی میں بھانپ لی تھی اور تقلید شخصی کے وجوب کا فتویٰ دیا تھا۔ یہی بات شاہ ولی اللہؒ نے لکھی ہے دیکھئے بارہ سو سال تک تقلید کی برکت سے یہاں اسلام پھیلا لیکن ترکِ تقلید کے تجربہ پر ابھی چوتھائی صدی ہی گزری تھی کہ لوگ اسلام سے بیزار ہو کر کفر وارتداد کی طرف اتنی تیزی سے

بڑھے کہ ترک تقلید کا تجربہ کرنے والے خود چیخ اٹھے اور تسلیم کرنا پڑا کہ تقلید حفاظت اسلام کا عظیم حصار ہے۔

لفظ وہابی کی منسوخی اور اہل حدیث کی الاٹمنٹ:۔ آج کل کے غیر مقلدین عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ موجودہ سعودی حکومت والے ہمارے ہم مذہب ہیں وہاں ہمارا تسلط ہے لیکن یہی بات جب مشہور بریلوی عالم مولانا فضل رسول بدایوتی نے کہی کہ یہ لوگ وہابی یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ہم مذہب ہیں تو نواب صدیق حسن نے اس کو تہمت اور بہتان قرار دیا اور پوری جماعت غیر مقلدین نے متفقہ طور پر حکومتِ برطانیہ کو درخواست دی کہ ہمیں وہابی کہنے سے قانوناً منع کیا جائے اور اہلحدیث کا نام الاٹ کیا جائے۔

بخدمت جناب سیکرٹری گورنمنٹ:

میں آپ کی خدمت میں سطورِ ذیل پیش کرنے کی اجازت اور معافی کا خواست گار ہوں ۱۸۸۶ء میں میں نے اپنے ماہواری رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کیا تھا جس میں اس بات کا اظہار تھا، کہ لفظ وہابی جس کو عموماً باغی اور نمک حرام کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے لہٰذا اس لفظ کا استعمال مسلمانانِ ہندوستان کے اس گروہ کے حق میں جو اہلِ حدیث کہلاتے ہیں اور وہ ہمیشہ سے سرکار انگریزی کے نمک حلال اور خیر خواہ رہے ہیں اور یہ بات بارہا ثابت ہو چکی ہے اور سرکاری خط و کتابت میں تسلیم کی جا چکی ہے.... ہم کمال ادب وانکساری کے ساتھ گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ سرکاری طور پر اس لفظ وہابی کو منسوخ کر کے اس لفظ کے استعمال سے ممانعت کا حکم نافذ کرے اور ان کو اہلِ حدیث کے نام سے مخاطب کیا جاوے۔ اس درخواست پر فرقہ اہلِ حدیث تمام صوبہ جات ہندوستان کے دستخط ثبت ہیں (اشاعۃ السنہ ص ۲۴ جلد ۱۱ شمارہ نمبر ۲)

میاں صاحب حج کو گئے:

میاں صاحب ۱۳۰۰ھ میں حج کے لئے چلے تو پہلے کمشنر دہلی کی کوٹھی کا

طواف کیا اور ایک چٹھی لی۔ ''مولوی نذیر حسین دہلی کے بڑے مقتدر عالم ہیں جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے، وہ اپنے فرض زیارت کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں، میں اُمید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی مدد وہ چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا کیونکہ وہ کامل طور پر اس مدد کے مستحق ہیں۔ (۱۰ اگست ۱۸۸۳ء الحیات بعد الممات ص ۱۳۸۔۱۴۰) عرب اُترتے ہی پہلے جدہ میں برٹش کونسل کی کوٹھی پر حاضری دی چٹھیاں پیش کیں (ص ۱۴۲) لیکن پھر بھی گرفتاری ہوئی اور اس سے مذہب پر نوٹس لیا گیا۔ ہدایہ کا نام لے کر۔ دستخط بدل کر جان بچائی پھر بھی توبہ نامہ لکھنا پڑا، اس وقت میاں صاحب نے کہا انگریزی حکومت گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے لئے خدا کی رحمت ہے (الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۶۲)

جشنِ جوبلی ملکہ وکٹوریہ:

ایک بہت بڑا دروازہ بنایا جس پر ایک طرف انگریزی میں دوسری طرف اردو میں لکھا۔

دل سے ہے یہ دعائے اہلحدیث جشنِ جوبلی مبارک ہو۔ اور ایڈریس دیا۔

بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ گریٹ قیصرۂ ہند بارک اللہ فی سلطنتھا۔ ہم ممبران گروہ اہلحدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمتِ عالی میں جشنِ جوبلی کی دلی مسرت سے مبارکباد عرض کرتے ہیں، آپ کی سلطنت میں جو نعمت مذہبی آزادی کی حاصل ہے اس سے یہ گروہ اپنا خاص نصیبہ اُٹھا رہا ہے وہ خصوصیت یہ ہے کہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص اس سلطنت میں حاصل ہے، بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے، اس خصوصیت سے یہ یقین ہوسکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام واستحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں (اشاعۃ السنہ ص ۲۰۶ جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۷)

ایڈریس:

اس طرح سر چارلس ایچی سن۔ لارڈ ڈفرن۔ لیڈی ڈفرن کو جو ایڈریس غیر

مقلدین نے پیش کیے ان میں بھی لفظ وہابی کی منسوخی اور اہلحدیث کی الاٹمنٹ پر ہزار زبان سے شکریے ادا کیے (اشاعۃ السنہ ص ۲۵۳ تا ص ۲۵۶ جلد ۹ شمارہ ۸۔) ہم ہیں حضور کے وفادار جان نثار حضور کی رعایا مولوی نذیر حسین دہلوی. ابوسعید محمد حسین بٹالوی وکیل اہلحدیث ہند. مولوی احمد اللہ واعظ میونسپل کمشنر امرتسر، مولوی قطب الدین پیشوائے اہل روپڑ، مولوی عبداللہ غازی پور، مولوی محمد سعید بنارس، مولوی محمد ابراہیم آرہ، مولوی سید نظام الدین پیشوائے اہلحدیث مدراس (اشاعۃ السنہ ص ۴۰ جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۲)

اہلِ قرآن واہلِ حدیث:

دورِ برطانیہ سے پہلے یہ دونوں الفاظ اہلِ سنت والجماعت کے دو علمی طبقوں پر استعمال ہوتے تھے اہلِ قرآن سے مراد حفاظ ومفسرین اور اہلِ حدیث سے مراد حضرات محدثین تھے۔ لیکن دورِ برطانیہ میں اہلِ قرآن منکرین حدیث اور اہلِ حدیث منکرین فقہ کو کہا جانے لگا۔ یہ دونوں فرقے ہماری کتابوں سے اوتروا یا اهل القرآن (ترمذی) اهلُ القرآن هم اهل الله خاصة (نسائی) یا لفظ اہل حدیث وغیرہ دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم اس وقت سے ہیں یہ ایسا ہی غلط استدلال ہے جیسے کوئی قادیانی یہ کہے کہ ہمارا ربوہ عیسیٰؑ کے زمانہ میں بھی تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تھا۔

غیر مقلدین کی سندحدیث:

میاں نذیر حسین دہلوی نے سند شاہ اسحاقؒ سے لی باقی غیر مقلدین ان کے شاگرد ہیں (الحیات بعد الممات ص ۴۳ ص ۶۰/ ۶۱ وصفحات ص ۶۲ تا ص ۷۰)

شاہ اسحاقؒ:

کسیکہ حقیقت مذاہب اربعہ نداند انکار اتباع ایشاں کند آں کس ضال است۔ (جو شخص چاروں مذہبوں کو حق نہ جانے اور ان کی تقلید سے انکار کر دے وہ گمراہ ہے) یعنی بعض صورتوں میں وہ کافر ہے اور مبتدع خبیث اور بعض صورتوں میں فاسق اور لفظ ضال

عام ہے کافر اور مبتدع اور فاسق کے لئے (تنبیہ الضالین ص ۳۶-۳۷ میاں عبدالخالق صاحب شاگرد شاہ اسحاق"۔

ہرگز مقلد ایشاں (آئمہ اربعہ) راہرگز بدعتی نخواہند گفت زیرا کہ تقلید ایشاں را تقلید حدیث شریف است پس متبع حدیث را بدعتی گفتن ضلال و موجب نکال است ائمہ اربعہ کے مقلد کو قطعاً بدعتی نہ کہنا چاہئے کیونکہ ان کی تقلید سنت کی تقلید ہے اور سنت پر عمل کرنے والے کو بدعتی کہنا گمراہی ہے اور تقلید ضروری ہے (مسائل ص ۹۳ مسئلہ نمبر ۶۲) بلکہ فرمایا کہ مقلدین کو بدعتی کہنے والے کے نہ فرض قبول ہیں نہ نفل مسائل (ص ۹۳)

مفتی صدرالدین صاحب صدر یہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کے اُستاد ہیں (الحطہ ص ۱۰) لکھتے ہیں کہ کسیکہ مذہب یکے از ائمہ اربعہ اختیار کند آں متبع است سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وشخصے عامی بلکہ عالم رانیز کہ بمرتبہء اجتہاد فرسیدہ باشد تقلید یکے از مجتہدانِ است واجب ست و بالفعل مذاہب اربعہ از مجتہدین است مشہور و متواتر و مقبول و مدون و منقول است پس تقلید یکے را از یں چہار آئمہ اختیار باید کرد و منکران حقیقت مذاہب اربعہ و بدعت گویند اں تقلید ضال و مضل اند وھم اضلو کثیراً وضلو عن سواء السبیل یعنی جو شخص ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مقلد ہو وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تابعدار ہے پس عام شخص اور غیر مجتھد عالم پر مجتھد کی تقلید واجب ہے اور چاروں مذہب مکمل طور پر مدون اور متواتر ہیں پس ان میں سے کسی ایک مذہب کی (جو اس ملک میں متواتر ھو) تقلید کرنے اور مذاہب اربعہ کے حق ھونے کا انکار کرنے والا اور ان مذاہب کو بدعتی کہنے والا خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ ان لوگوں نے بہت سے لوگوں کو سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا ہے (تنبیہ الضالین ص ۴۵) یعنی یہ مصداق حدیث ضلوا فاضلوا کے ہیں۔

تصانیف:

غیر مقلدین کا سب سے پہلا ترجمہ قرآن شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد نے لکھا۔

مشکوٰۃ اور بلوغ المرام کا سب سے پہلا حاشیہ مولوی عبدالوہاب شاگرد نذیر حسین نے لکھا، ردتقلید میں سب سے پہلی کتاب معیار الحق سید نذیر حسین نے لکھی۔ نماز کی سب سے پہلی کتاب دستور المتقی لکھی گئی۔ تاریخ اہلِ حدیث سب سے پہلے مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نے لکھی۔ ان کا کوئی ترجمہ تفسیر قرآن۔ ترجمہ وشرح حدیث۔ نماز کی کتاب انگریز کے دور سے پہلے کی نہیں ہے جیسا کہ منکرین حدیث اور منکرین ختم نبوت کا کوئی ترجمہ قرآن وحدیث یا نماز کی کتاب یا مدرسہ۔ مسجد انگریز کے دور سے پہلے کی نہیں ہیں۔

شہروں میں:

مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی سے پہلے صوبہ بہار میں، مولوی شمس الحق ڈیانوی سے پہلے پٹنہ میں، مولانا عبدالعزیز مؤلف حسن البیان سے پہلے دربھنگہ میں، مولوی عبدالغفور سے پہلے بنگال میں، مولوی سعد اللہ سے پہلے آسام میں، مولوی محمد حیات سے پہلے سندھ میں، مولوی عبداللہ الغزنوی سے پہلے امرتسر میں، میاں نذیر حسین سے پہلے دہلی میں، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی سے پہلے پاک وہند میں کوئی غیر مقلد موجود نہ تھا۔ ثبوت بذمہ مدعی.

نسب نامہ:

آپ کسی منکرِ حدیث یا قادیانی سے پوچھیں کہ آپ کب سے اس مذہب میں آئے ہو وہ اولاً تو یہی بتائے گا کہ میں ہی بنا ہوں یا باپ اور بہت بڑھا تو دادا تک کا نام بتائے گا اس کے اوپر وہ نہیں بتا سکتا۔ یہی حال غیر مقلدین کا ہے، غزنوی خاندان میں مولانا عبداللہ غزنوی سے پہلے، لکھوی خاندان میں مولانا محمد صاحب لکھوی سے پہلے، بھوپال میں نواب صدیق حسن خان سے پہلے کوئی غیر مقلد نہ تھا۔

مساجد:

پنجاب میں ان کی پہلی مسجد چینیانوالی مسجد بنی جس کا پہلا خطیب عبداللہ چکڑالوی

تھا جو رات دن فقہ کے خلاف زہر اُگلتا۔ آخر فقہ کی مخالفت کا وبال یہ پڑا کہ منکرین حدیث کا بانی بن گیا، اپنی اس چھوٹی مسجد میں دوسرا خطیب مرزا غلام احمد قادیانی بنا یہ ان کی مساجد کا فیض ہے۔

مدرسہ:

دہلی کا مشہور مدرسہ جہاں شاہ اسحاق صاحبؒ کا درس ہوتا تھا اور عرب و عجم میں یہ مدرسہ مشہور تھا۔ جب شاہ صاحب کو برطانیہ نے ہجرت پر مجبور کر دیا۔ تو اس مدرسے کی شہرت سے فائدہ اُٹھانے کے لئے یہاں نذیر حسین کو شاہ اسحاقؒ کا نائب مشہور کر کے یہاں بٹھا دیا۔ مدرسے کی شہرت اور شاہ اسحاقؒ کی شہرت کی وجہ سے ابتداء کے سالوں میں بہت سے لوگ داخل ہوئے۔ یہی سب سے پہلا مدرسہ تھا۔

غیر مقلدین کا طریقہ واردات:

غیر مقلدین کا ابتدائی مدرسہ میاں نذیر حسین دہلوی کا مدرسہ تھا، وہاں احناف کے خلاف جو تعصب کوٹ کوٹ کر بھرا جاتا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں۔ مولانا عبدالعلی صاحب جو میاں صاحب کے مدرسہ کے قریب رہتے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے محلہ میں ایک امام مسجد تھے جو میاں نذیر حسین کے مدرسہ کے مدرس تھے وہ ایک حنفی عورت کو اغواء کر کے لے آیا جس کا خاوند زندہ تھا۔ محلّہ میں ایک اور غیر مقلد معمر مولوی صاحب رہتے تھے۔ اُس عورت نے ان میاں جی کو پیغام بھیجا وہ آئے تو عورت نے کہا کہ میرا خاوند زندہ ہے یہ ظالم مجھے دھوکا سے لے آیا ہے خدا کے لئے مجھے اس ظالم کے پنجہ سے نکلواؤ۔ میاں جی اُسے تسلی دے کر چلے گئے۔ پھر مولوی صاحب نے میاں جی سے کہا کہ میرے پاس ایک عورت ہے اس سے مجھے بہت محبت ہے مگر اس کا خاوند زندہ ہے کوئی ایسی تدبیر بتایئے کہ وہ عورت میرے قابو میں رہے اور شریعت میں بھی جائز ہو، میاں جی نے کہا یہ لوگ یعنی حنفی المذہب مستحل الدم ہیں (یعنی ان کو مار ڈالنا جائز ہے) ان کا مال غنیمت

ہے ان کی بیویاں ہمارے لئے جائز ہیں، آپ قابو میں لا سکتے ہو تو بڑے شوق سے لائیے اس نے کہا بس مجھے یہی چاہیے تھا، کچھ دنوں کے بعد اور لوگوں کو پتہ چلا انہوں نے اس عورت کے خاوند کو بلایا عورت اُس کے حوالے کی اور مولوی کی پٹائی کی ملخصاً (دہلی اور اس کے اطراف ص ۵۹-۶۰ مولانا عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء لکھنو) مولانا عبدالحی صاحب ہی فرماتے ہیں کہ:

جامع مسجد دہلی:

دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد جامع مسجد نماز کے واسطے گیا نماز کے بعد جا بجا وعظ ہونے لگا، منبر پر مولوی محمد اکبر وعظ کہتے ہیں یہ بزرگ حنفیوں کا خوب خاکہ اُڑاتے ہیں دل کھول کر تبرا کرتے ہیں اور اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہدایہ پڑھانے سے توبہ کی ہے، فرماتے تھے آج کوئی ہے جس نے ہدایہ پڑھانے سے توبہ کر کے کلام مجید کی تعلیم شروع کی ہو۔ سب جہنم میں جائیں گے اور ہر ہر بات پر اپنی بڑائی بیان کرتے ہیں ہر آیت کو دہلی اور اپنے اوپر اُتارتے ہیں، اہلِ دہلی کو ظالمین اور مشرکین سے ملاتے ہیں (دہلی اور اس کے اطراف ص ۶۸-۶۹)

احترام مسجد:

غیر مقلدین رات کے وقت مقلدین کی مسجدوں میں غلاظتیں اور گوشت کے سڑے ہوئے ٹکڑے اور دوسری ناپاک اشیاء پھینک جاتے ہیں (دہلی اور اس کے اطراف)

مساجد:

اہلِ سنت والجماعت کی مساجد عبادت گاہ بھی تھیں اور درسِ جہاد بھی یہیں ملتا تھا، انگریز ان سے خائف تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ مسجد میں درسِ جہاد بند ہو اور جہاد کا نام لینے والوں پر مقدمے چلائے جائیں۔ اب شیعہ کا امام باڑہ ہماری مسجد سے بالکل الگ تھلگ تھا۔ قادیانی بھی الگ تھلگ تھے۔ غیر مقلدین ہماری مساجد میں نماز پڑھنے آتے اور فساد شروع

کر دیتے تمہارا وضو غلط نماز باطل. جمعہ بے کار عیدین غلط. جنازے غلط. کبھی ہدایہ عالمگیری کا مذاق اُڑاتے. حنفیوں کو بدعتی و مشرک کہتے فقہ حنفی کو نھیق الحمیر اور فرطۃ البیر سے تشبیہ دیتے (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۱۰۲) مسائل فقہ کو بمنزلہ خنزیر قرار دیتے (ارشاد محمدی ج ۲ ص ۱۳) اور مساجد میں فساد ڈالتے تا کہ یہ لوگ یہیں لڑتے رہیں اور میدان جہاد میں نہ جائیں۔ اگر کوئی سمجھاتا تو اُس سے گالم گلوچ اور ہاتھا پائی کرتے۔ حکومت کی طرف رجوع کرتے، وفاداری کی چٹھیاں ساتھ لے جاتے اور عدالت میں مقدمہ دائر کر دیتے۔ الحیات بعد الممات میں ہے اس زمانہ میں احناف اور اہلِ حدیث کے درمیان بکثرت مقدمات عدالت دیوانی و فوجداری میں دائر تھے (ص ۶۱۱) تقلید اور عدمِ تقلید کی ناگوار بحث نے اس قدر طول کھینچا کہ مناظرہ سے مناقشہ اور مناقشہ سے مجادلہ اور مجادلہ سے منازعت تک نوبت پہنچی، ایک فریق دوسرے کی تکفیر کرنے لگا اور انگریزی عدالت دیوانی اور فوجداری میں بکثرت مقدمات دائر ہوئے اور اب تک ہوتے جاتے ہیں بلکہ بعض لوگ تو اس قسم کی مقدمہ بازی کو غالباً جہاد فی سبیل اللہ سمجھتے ہیں، بیشتر مقدمے سب ڈویژن اور ضلع سے گزر کر ہائی کورٹ الہ آباد اور کلکتہ تک پہنچے اور ایک مقدمہ تو پریوی کونسل لندن تک لڑا جس میں غیر مقلدین کامیاب رہے یعنی اہلحدیث (ص ۶۱۴) یہ اُن کا اپنا اقرار ہے کہ غیر مقلدین کی تاریخ مساجد میں فساد برپا کرنے، کشت وخون کرنے، غلاظت پھینکنے اور مسجدوں کو تالے لگوا کر عدالتوں میں جانے سے شروع ہوتی ہے، جو لوگ جہاد کے بھگوڑے تھے انہوں نے مسجد جیسی عبادت گاہ کو میدان جنگ بنا دیا۔ اور اس فساد سے اتنے مقدمات ہوئے کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

جامع الشواہد:

اہلِ سُنت والجماعت علماء ایک طرف تختہ دار پر لٹک رہے تھے، بہت سے کالے پانی بھیجے جا چکے تھے. جو کسی طرح بچے تھے ان کو غیر مقلدین نے عدالتوں میں حاضر کروا دیا۔ اس پر احناف نے ایک فتویٰ تیار کیا جس کا نام جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن

المساجد رکھا۔ اس میں تحریر کیا کہ مساجد عبادت گاہ ہیں۔ میدانِ جنگ نہیں جو شخص بلاوجہ مسجد میں فساد برپا کرے اسے مسجد میں نہ آنے دیا جائے، اس فتویٰ کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ جس طرح چاہیں نماز پڑھیں مگر اپنی علیحدہ مساجد بنالیں تا کہ ہماری مساجد فتنہ سے محفوظ ہو جائیں۔ لیکن حکومتِ برطانیہ کو معلوم تھا کہ اگر یہ لوگ حنفی مساجد میں جانے سے رک گئے تو وہ مساجد بھی درس جہاد کا مرکز بن جائیں گی اس لئے حکومت نے ان فتووں کو۔ بے اثر کرنے کے لئے ایک معاہدہ فریقین سے لکھوایا کہ ہر مسجد میں ہر شخص نماز پڑھنے کا مجاز ہے۔ یہ معاہدہ نواب صدیق حسن کی کتاب ترجمانِ وہابیہ کے آخر میں ص ۷۱-۷۲ پر درج ہے۔ اس سے غیر مقلدوں کو مستقل ثانوی تحفظ مل گیا اور وہ ہماری مساجد میں فساد پھیلاتے رہے۔ کاش جس طرح اہلِ سنت نے ہزاروں کافروں کو مسلمان اہلِ سنت والجماعت حنفی بنایا تھا، اس طرح غیر مقلدین بھی سو دو سو سکھوں کو یا بیس پچاس ہندوؤں کو غیر مقلد بناتے لیکن یہ تو صرف مسلمانوں کو لڑانے کے لئے کھڑے ہوئے تھے تا کہ مسلمان اپنی طاقت خانہ جنگی میں ختم کرتے رہیں۔ اور انگریز بہادر اپنی حکومت بے خوف وخطر کرتا رہے لیکن اب تو انگریز جا چکا۔ ملک اپنا ہے، حکومت اپنی ہے، ہم انہیں دعوت دیتے ہیں کہ انگریز کے یہاں آنے سے پہلے جس طرح سب لوگ امن چین سے رہتے تھے اسی طرز پر اب بھی رہیں۔ وہی نماز وہی روزہ وہی حج رہے اور نئے مسئلے جو یہاں انگریز کے دور میں اُٹھے ہیں. ان کو ختم کر دیں۔



غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین دہلوی اور معیار الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ:

یہ ایک نا قابلِ تردید تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام جو ایک عالمگیر دین ہے اس کو ساری دنیا میں پھیلانے کا سہرا اہلِ سُنت والجماعت احناف کے سر رہا، اور کوئی فرقہ اس عالمگیر حیثیت کو پا ہی نہ سکا۔ پوری دنیا اور خصوصاً ہندوستان میں خدا کا قرآن، رسُول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیمات اور فقہ اسلامی کی نشر واشاعت اسی جماعت کی مرہُونِ منّت ہے، اور ان مقدس ہستیوں کے ہاتھوں پر لاکھوں کافروں نے اسلام قبول کیا وہ سب بھی اہلِ سنت والجماعت حنفی ہی کہلائے۔ اس حقیقت کا اعتراف نواب صدیق حسن خاں نے یوں فرمایا ہے:

''خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اُس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اس مذہب کے عالم اور فاضل، قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں۔'' (ترجمان وہابیہ ص ۱۰)

اسی حقیقت کو علامہ شکیب ارسلان یوں بیان فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کی اکثریت امام ابو حنیفہؒ کی پیرو اور مقلّد ہے۔ سارے تُرک اور بلقان کے مسلمان، روس اور افغانستان کے مسلمان، چین کے مسلمان، ہندوستان کے

مسلمان اور عرب کے اکثر مسلمان، شام و عراق کے اکثر مسلمان فقہ میں حنفی مسلک رکھتے ہیں۔" (حاشیہ حسن المساعی ص ۶۹)

۱۹۱۱ء کی سرکاری مردم شماری کے اعداد و شمار یہ ہیں:

اثنا عشری ایک کروڑ ۳۷ لاکھ، زیدی ۳۰ لاکھ، حنبلی ۳۰ لاکھ، مالکی ایک کروڑ، شافعی دس کروڑ، حنفی ۳۷ کروڑ سے زائد۔" (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

صاف ظاہر ہے کہ ۱۹۱۱ء میں اہلِ سنت والجماعت مقلدین کی تعداد ۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ سے زائد تھی، جب کہ غیر ملدین اس وقت تک کوئی قابلِ ذکر فرقہ ہی نہیں تھا۔ اسی لئے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں نہ ان کا نام نہ شمار، چنانچہ غیر مقلدین کے مشہور عالم اور مؤرخ مولانا محمد شاہجہانپوری نے ۱۹۰۰ء میں اپنی کتاب الارشاد تحریر فرمائی اس میں لکھتے ہیں:

"کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آ رہے ہیں جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں، پچھلے زمانے میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سُنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہلِ حدیث یا محمدی یا مؤحد کہتے ہیں، مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لا مذہب لیا جاتا ہے۔" (الارشاد الیٰ سبیل الرشاد ص ۱۳)

غیر مقلد مؤرخ کے بیان سے معلوم ہوا کہ:

یہ فرقہ ایک نیا (بدعتی) فرقہ ہے اور یہ واقعی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کیونکہ اسلامی لٹریچر میں طبقاتِ حنفیہ، طبقاتِ مالکیہ، طبقاتِ شافعیہ اور طبقاتِ حنابلہ کی کتابیں تو ملتی ہیں جن میں ان کے محدثین، فقہاء، مفسرین، سلاطین اور دیگر علمی طبقات کا تذکرہ ہے مگر اسلامی لٹریچر طبقاتِ غیر مقلدین نامی کتاب کے نام سے بالکل خالی ہے۔ مذاہب اربعہ کی کتب حدیث، تفسیر، فقہ، اصولِ فقہ، اصُولِ حدیث، اصُولِ تفسیر، اسماء الرجال تو دستیاب ہیں مگر غیر مقلدین کی کوئی حدیث، تفسیر، فقہ، اصولِ فقہ وغیرہ کی کتاب انگریز کے

دور سے پہلے کی موجود نہیں ہے، نہ دورِ برطانیہ سے پہلے کا ان کا ترجمہ قرآن، نہ ترجمہ حدیث ،نہ نماز کی کتاب، تو اس فرقہ کے نیا (بدعتی) ہونے میں کسی کافر کو بھی شک نہیں ہو سکتا۔

الغرض یہ ملک پاک وہند (متحدہ ہندوستان) جس کے فتح ہونے کی پیشگوئی زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ (دیکھو مسند احمد ج۵ص ۱۷۸، ج ۲ ص ۲۲۹، ج ۲ص ۳۶۹) اس فتح کی یہ پیشگوئی اہلِ سنت والجماعت احناف کے ہاتھوں پر ہی پوری ہوئی اور اس ملک میں صدیوں تک اسلامی قانون یعنی فقہ حنفی کا نفاذ رہا۔۔۔۔ جب انگریز کے منحوس قدم اس ملک میں آئے اور اسلامی حکومت ختم ہوئی، ۱۹۵۷ء کی جنگ آزادی میں اہلِ سنت والجماعت احناف نے حکومت برطانیہ کی چولیں ہلا کر رکھ دیں، تو انگریز نے اپنی پالیسی یہ بنائی کہ ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' ایک طرف انگریز احناف مجاہدین جنگِ آزادی پر ظلم ڈھا رہا تھا۔ کتنوں کو پھانسی پر لٹکایا کتنے کالے پانی بھیجے اس کے ساتھ ساتھ ملکہ وکٹوریہ نے آزادی مذہب کا اشتہار دے دیا کہ مذہب حنفی سے آزاد ہو کر لامذہب اور غیر مقلدین بن جاؤ تو حکومتِ برطانیہ کے خیر خواہ سمجھے جاؤ گے اور جو مذہب (حنفی) پر جما رہے گا وہ سرکار برطانیہ کا باغی شمار ہوگا۔ اس کی تفصیل نواب صدیق حسن خان کی کتاب ترجمانِ وہابیہ اور تعارف علماء اہلِ حدیث میں دیکھی جا سکتی ہے۔

میاں نذیر حسین دہلوی:

میاں نذیر حسین دہلوی ۱۲۲۰ھ کو صوبہ بہار کے ضلع مونگیر کے ایک گاؤں سورج گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پٹنہ میں حاصل کی۔ پھر دہلی آ گئے۔ یہاں حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ کا طوطی بول رہا تھا۔ ملکی وغیر ملکی ہزاروں لوگ کتاب وسنت کے اس سرچشمہ سے سیراب ہو رہے تھے۔ میاں نذیر حسین صاحب بھی یہاں پہنچے۔ لیکن استعداد عربی ہدایۃ النحو تک ہی محدود تھی۔ اس لئے اس مدرسہ میں باقاعدہ داخلہ نہ مل سکا۔ کبھی کبھار شاہ صاحب کے درس میں سماع کے لئے بیٹھ جاتے۔ علم میں اگرچہ کمی تھی مگر طبیعت میں بہت تیزی تھی۔ مذہبی چھیڑ چھاڑ کا مشغلہ رکھتے تھے تاکہ عوام میں رُعب جم جائے۔ اگرچہ ذہن

اسلاف سے باغی تھا جس کی بُو شاہ اسحٰق صاحبؒ سونگھ چکے تھے، چنانچہ ایک دن فرما ہی دیا کہ:

''اس لڑکے سے وہابیت کی جھلک آتی ہے۔ بڑا تیز ہے۔'' (تحفۃ العرب والعجم ص ٦)

میاں نذیر حسین نے از راہِ تقیہ غیر مقلدین کے خلاف لکھنا شروع کر دیا اور چند رسائل لکھے۔ ورنہ اصل حقیقت وہی تھی جو حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتیؒ شاگرد شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ اور خلیفہ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ نے تحریر فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

''سیّد نذیر حسین صاحب وحفیظ اللہ خاں صاحب ومولوی عبد الحق بنارسی پہلے خدمت مولانا محمد اسحٰق صاحب میں معتقدانہ حاضر ہوتے تھے اور اپنے تئیں پکا اہلِ سُنت ظاہر کرتے تھے اور جو کوئی ابو حنیفہؒ پر طعن کرتا قرآن وحدیث سے جواب دینے کا دعویٰ کرتے اور غصّے کے مارے منہ میں کف آجاتا۔ تاکہ آدمی ہم کو اہلِ سنت، حنفی مذہب، متقی شاگرد میاں صاحب کا خیال کریں اور معتقد ہو جاویں جب یہ اعتقاد آدمیوں کے ذہن میں جماد یا بعد ہجرت جناب مغفور کے اور دہلی کے خالی ہونے کے علم سے بتدریج اپنا مذہب رواج دینا شروع کیا، پر تقیہ نہ چھوڑا اور آہستہ آہستہ عوام کو رفض کی سڑک پر ڈال دیا اور قرآن وحدیث سے عوام کا دل پھیر دیا اور عمل بالحدیث کے پردے میں صدہا آیات واحادیث کو ردّ کر دیا۔ (کشف الحجاب ص ١٠)

نیز لکھتے ہیں: ''مولانا اسحٰق صاحب وعظ میں لامذہبوں (غیر مقلدوں) کو ضال مضل فرماتے تھے اور یہ گمراہ باہر نکل کر کہتے تھے میاں صاحب نے ظاہر میں کہہ دیا ہے، ورنہ مذہب میاں صاحب کا وہی ہے جو ہم کہتے ہیں اور ایسا ہی ایک اور جعل کرتے ہیں کہ سوال کسی مسئلہ کا بنا کر اور اس کا جواب موافق اپنے مطلب کے لکھ کر علمائے سابقین کے نام سے چھپواتے ہیں، چنانچہ بعض مسئلے مولانا شاہ عبد العزیزؒ کے نام سے اور بعضے مسئلے مولوی حیدر علی کے نام سے چھپواتے ہیں تاکہ عوام فریب کھاویں اور جانیں کہ یہ علماء بھی لامذہب تھے۔'' (کشف الحجاب ص ٩)

نیز لکھتے ہیں: ''مولوی نذیر حسین صاحب نے سیّد محمد مجتہد شیعہ سے بذریعہ خطوط مطاعن ابو حنیفہؒ کے طلب کیے اور ہمّت آپ کی بالکل طرف مطاعن ائمہ فقہاء اور تجہیلات صحابہ کے مصروف ہے.......اور مطاعن صحابہ وفقہا کو عبادت اور جہاد قرار دے کر مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کو عبادتِ عظمیٰ قرار دیا ہے.....مولوی نذیر حسین کے شیعہ ہونے میں شبہ نہیں ہے۔ (حاشیہ کشف الحجاب ص ۸)

الغرض میاں صاحب نے تقیہ کی آڑ میں کتنے ہی لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میاں نذیر حسین کی شہرت سن کر میرا بھی ارادہ تھا کہ دورہ حدیث ان سے پڑھوں۔ مَیں نے استخارہ کیا تو خواب میں دیکھا کہ میاں صاحب چھاچھ تقسیم کر رہے ہیں جس سے میں سمجھ گیا کہ اسلام کی مثال تو احادیث میں دُودھ سے آئی ہے مگر ان کے پاس دودھ نہیں چھاچھ ہے جس کی صورت تو دودھ کی سی ہے مگر حقیقت سے خالی ہے۔ یہی حال ان کے مذہب کا ہے۔

مولوی عبدالمجید ہزاروی فرماتے ہیں کہ جب میں نے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے پاس حدیث شریف پڑھنی شروع کی تو دِل اندر سے گھبراتا تھا اور خواب میں اکثر خنزیر کے بچے نظر آیا کرتے تھے کہ میرے چاروں طرف پھرتے ہیں، ایسی خوابیں دیکھ کر میرا دل اُچاٹ ہو گیا پھر مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے حدیث پڑھو چنانچہ مولانا سے پڑھنا شروع کر دیا تو یہ پریشانی ختم ہوئی اور دلی فرحت نصیب ہوئی۔ (تذکرہ الرشید ج ۲ ص ۳۲ ملخصاً)

الغرض میاں صاحب کے تقیہ نے کافی عرصے تک لوگوں کو دھوکے میں رکھا۔ آخر حکومتِ برطانیہ کے ایک پنشنر حافظ محمد یوسف کے کہنے سے میاں صاحب نے تقیہ کا نقاب اُتارا اور کھل کر غیر مقلدیت پر عمل شروع کیا۔ (نقوش ابوالوفاء ص ۴۱۔ ۴۲)

میاں نذیر حسین کے دھوکوں سے عوام کو بچانے کے لئے حضرت مولانا نواب قطب الدینؒ صاحب مظاہر حق نے دو مختصر سے رسالے لکھے تنویر الحق اور توفیر الحق تو میاں

نذیر حسین کو ان پر بڑا پیچ وتاب اُٹھا۔

معیار الحق:

میاں نذیر حسین نے تنویر الحق کا جواب لکھنا شروع کیا لیکن اپنے میں اتنی استعداد کہاں تھی؟ اس لئے محمد حسین نو مسلم کو ساتھ ملایا۔ (مدار الحق ص ۵۸) اور محمد حسین بٹالوی تو اس کو اپنی کتاب ہی کہتا تھا۔ (اشاعۃ السنۃ ج ۲۳ ص ۳۳۶-۳۳۷)

۱۔۔۔میاں صاحب کی علمی استعداد کا یہ حال ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کی طرف ایک غلط کتاب منسوب کر دی القول السدید۔ (معیار الحق ص ۵۳)

۲۔۔۔۔ابن حجرؒ کی عبارت کو علامہ شامیؒ کی عبارت قرار دے دیا۔

۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔۔۔امام ابنِ خلکان، ابنِ حجر عسقلانیؒ، امام نوویؒ، علامہ ابن طاہرؒ کی عبارات میں ایسی قطع و برید کی کہ گویا یہ حضرات امام اعظمؒ کو تابعی نہیں مانتے حالانکہ یہ سب امامؒ کی تابعیت کے قائل ہیں۔ (معیار الحق)

۷۔۔۔۔میاں صاحب لکھتے ہیں کہ قتادہ نے سائل سے کہا کہ محمد بن اسماعیل (بُخاری) کو امام احمد سمجھ لے۔ (معیار ص ۲۶) جبکہ امام بخاریؒ جناب قتادہ کی وفات کے ۶۷ سال بعد پیدا ہوئے اور امام احمدؒ قتادہ کی وفات سے ۴۲ سال بعد پیدا ہوئے افسوس اس کم علمی پر اسلاف سے بغاوت۔

۸۔۹۔۱۰۔۔۔اسماء الرجال کے بارہ میں استعداد کا یہ حال تھا کہ ایک حدیث جس کا راوی سلیمان بن مہران الاعمش صحاح ستہ کا اجماعی شیخ تھا اس کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے اس راوی کو سلیمان بن ارقم قرار دے دیا (ص ۲۲۵) اور خالد بن حارث کو خالد بن مخلد قرار دے دیا۔ اور ص ۲۳۴ پر ایک حدیث کا انکار کرنے کے لئے اسامہ بن زید اللیثی کو اسامہ بن زید العدوی قرار دے دیا۔ احادیثِ نبویہ کے انکار کا یہ طریقہ ابھی تک منکرین حدیث کو بھی نہیں سُوجھا کہ جہاں عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

لفظ آجائے وہاں عبداللہؓ بن مسعود کی بجائے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی قرار دے کر حدیث کو ماننے سے انکار کر دیں۔

۱۱۔۔۔ص ۲۱۹ پر حدیث میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں سار میلین او ثلاثۃ ۔اور ترجمہ کیا ہے: دو تین کوس مسافت چلیں۔ حالانکہ ایک کوس تین میل کا ہوتا ہے۔ افسوس اس کم استعدادی پر بھی ان کو شیخ الکل کہا جاتا ہے۔

ع جس کی بہار یہ ہو اس کی خزاں نہ پوچھ

تقلید:

میاں صاحب نے تقلید کی رد میں یہ کتاب لکھی ہے اور تقلید کی چار قسمیں قرار دی ہیں۔ تقلید کی یہ تقسیم خود ایک بدعت ہے جس پر میاں صاحب دلیلِ شرعی پیش کرنے سے عاجز رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

رہی تقلید وقت لاعلمی کے سو یہ چار قسم ہے:

قسم اوّل: واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے مجتہد کی۔ اہلِ سنت کی لا علی التعین چنانچہ شاہ ولی اللہ نے عقد الجید میں کہا ہے۔ سمجھ لے کہ مجتہد کی پیروی دو قسم کی ہے۔ واجب اور حرام۔ سو ایک تو یہ ہے کہ باعتبار دلالت کے روایت کا اتباع ہو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص قرآن وحدیث کو نہیں جانتا تو وہ بذاتِ خود جستجو سے مسائل اور استنباط کی طاقت نہیں رکھتا۔ سو اس کا یہی وظیفہ ہے کہ کسی فقیہ سے پوچھ لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فلانے فلانے مسئلے میں کیا حکم فرمایا ہے۔ جب فقیہ بتادے تو اس کی پیروی کرے برابر ہے کہ صریح نص سے لیا ہو یا اُس سے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو یہ سب صورتیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کی طرف رجوع کرتی ہیں اگر چہ بطورِ دلالت کے ہی ہوں اور ایسی تقلید کی صحت پر تمام اُمت کا ہر طبقہ میں اتفاق ہے بلکہ اور تمام اُمتیں اپنی اپنی شریعتوں میں ایسی صورت پر متفق ہیں۔" (عقد الجید مترجم اردو ص ۱۲۰۔۱۲۱، معیار الحق طبع اوّل ص ۴۲)

نیز فرماتے ہیں: ''جس آیت کے حکم سے تقلید ثابت ہوتی ہے وہ اس صورت میں ہے جبکہ لاعلمی ہو۔قَالَ اللہُ تَعَالیٰ: فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون۔ یعنی پس سوال کرو اہلِ ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم اور یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر کما اشار اليه المحقق ابن الهمام في التحرير (معيار الحق ص ۴۷)

گویا تقلید کا وجوب قرآن پاک اور تمام اُمتوں کے اجماع سے ثابت ہے اس وجوب کو مولانا محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے تاریخ اہلِ حدیث ص ۱۲۵، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۲۵۲ مستری نور حسین گرجاکھی نے ارکانِ اسلام مولانا داؤد غزنوی نے کتاب داؤد غزنوی ص ۳۷۵ پر تسلیم کیا ہے۔اب ظاہر ہے کہ تقلید کو واجب ماننے کے بعد وہ غیر مقلد تو نہ رہے بلکہ مقلد ہو گئے اور واجب کا تارک فاسق ہوتا ہے۔واجب کو شرک، کفر، حرام یا بدعت کہنے والا تو بہت ہی خطرے میں ہے آج جو لوگ جذبات میں آ کر تقلید کو کتے کا پٹہ، مقلد کو جانور تک کہہ جاتے ہیں انھیں ضد چھوڑ کر قرآنِ پاک اور اجماع کو مان لینا چاہیے۔

نوٹ ضروری: میاں نذیر حسین اور ان کے مذکورہ جماعتیوں نے اس تقلید میں جو لا علی التعین کی قید لگائی ہے یہ اُن کی اپنی بدعت ہے۔حضرت شاہ ولی اللہؒ کی طرف اس کی نسبت کرنا ان پر محض افتراء ہے۔اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیں کیونکہ یہ حرکت منافق کی علامت ہے نہ کہ اہلِ حدیث کی۔

قسم دوم: مباح ہے اور وہ تقلید مذہب معین کی ہے بشرطیکہ مقلد اس تعیین کو امر شرعی نہ سمجھے بلکہ اس نظر سے تعین کر لے کہ جبکہ امر اللہ تعالیٰ کا واسطے اتباع اہلِ ذکر کے عموماً صادر ہوا تو جس ایک مجتہد کی اتباع کریں گے اُسی کے اتباع سے عہدہ تکلیف سے فارغ ہو جائیں گے اور اس میں سہولت بھی پائی جاتی ہے۔(معیار الحق ص ۴۲) تقلید ایک شخص کی لازم اور واجب نہیں اگرچہ اولیٰ اور بہتر اور موجب سہل ہونے عمل کے ہے (معیار الحق ص ۸۰) اور جو مقلد تخصیص مذہب معین کی بطور قسم ثانی کے اختیار کرے وہ حقیقۃً تارکِ نص ما

اتٰی به الرسول کا نہیں ہے بلکہ عامل بمقتضائے عموم نص کے ہے۔ (معیار الحق ص ۸۹)

یہی بات مذکورہ پانچوں صاحبان بھی مانتے ہیں لیکن اس سے ان کے شیخ الکل اور پوری جماعت کی علمی استعداد سامنے آتی ہے۔ جب تقلید کی یہ قسم بھی نص سے ثابت ہے اور نص وجوبِ تقلید کی دلیل ہے تو اس تقلید سے بھی واجب ہی ادا ہوگا اور جب وجوب حکمِ شرعی ہے۔ تو اس کو حکم شرعی کیوں نہ سمجھے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے منکرین حدیث کہتے ہیں کہ حدیث کو حکمِ شرعی نہیں سمجھنا چاہیے اور بخاری مسلم کی احادیث کو متفق علیہ سمجھنا کوئی حکمِ شرعی نہیں یہاں مباح کا حکم اور اس کو شرعی نہ سمجھنے کی بیخ خالص میاں صاحب کی بدعت ہے، کسی شرعی دلیل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

شاہ ولی اللہ:

میاں صاحب نے تقلید کے مسئلہ کا بیان شاہ ولی اللہ سے شروع کیا تھا۔ مگر دوسرے ہی قدم پر شاہ صاحب کو چھوڑ گئے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

"اگر ایک جاہل شخص ہندوستان یا ماوراء النہر کے کسی خطہ میں ہو اور اس کے قریب کوئی شافعی، مالکی یا حنبلی عالم نہ ہو نہ ان کے مسالک فقہ کی کوئی کتاب ہو تو اُس پر واجب ہے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تقلید کرے اور اس سے باہر جانا اس کے لئے حرام ہوگا۔ اس لئے کہ اُس وقت اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے نکال لے گا اور شُتر بے مہار بن کر رہ جائے گا۔" (فقہی اختلاف کی اصلیت ص ۷۲ ترجمہ الانصاف)

قسمِ سوم:

"حرام و بدعت ہے اور وہ تقلید ہے بطور تعیین کے بزعم وجوب کے۔" (معیار الحق ص ۴۲)

یہ قول خود بدعت ہے اور اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ کا مصداق ہے اس پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں۔

قسم رابع:

شرک ہے یہ تقلید ائمہ اربعہ کے مقلدین کی نہیں نہ ہی اُن کے اُصول میں اس کا ذکر ہے، البتہ خود غیر مقلدین کا یہی حال ہے، ان کو قرآن سناؤ۔ احادیث سناؤ ہرگز نہیں مانتے۔ ان کو ضعیف کہہ کر ٹالتے جاتے ہیں ہاں اپنے نفس کی اتباع کا نام عمل بالحدیث رکھا ہُوا ہے اور اسی سے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

میاں صاحب نے یہ چار قسمیں تو گھر بیٹھ کر گھڑ لیں، مگر جو بات لکھنی چاہئے تھی وہ نہ لکھی کہ جو عوام غیر مقلدین اپنے مولویوں پر اعتماد کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے۔ کیونکہ ان کے مولویوں میں اجتہاد کی شرائط نہیں ہوتیں، بلکہ اجتہاد کی جامع مانع تعریف بھی نہیں کر سکتے۔ ہم اجتہادی مسائل میں ایسے امام کی تقلید کرتے ہیں جن کا مجتہد ہونا دلیل شرعی یعنی اجماع اُمت سے ثابت ہے اور وہ اجتہاد کی شرائط کے جامع تھے، خود میاں نذیر حسین امام صاحبؒ کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

''ان کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں اور آیہ کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ زینت بخش مراتب ان کے کی ہے۔'' (معیار الحق ص ۵)

ان دونوں تقلیدوں میں ایسا ہی فرق ہے کہ ایک مسجد کے لوگ اس امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ جس میں نماز کی شرائط مکمل طور پر موجود ہیں۔ اس کی اپنی نماز بھی درست ہے اور مقتدیوں کی بھی صحیح ہے۔ دوسری مسجد میں لوگ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں جس میں نماز کی ایک شرط بھی نہیں ہے، اس کا منہ قبلے سے پھرا ہوا۔ گندے مقام پر کھڑا ہے، گندے جسم اور گندے کپڑوں سے نماز پڑھا رہا ہے، نہ وضو کیا نہ غسل، ظاہر ہے کہ ایسے امام کی نہ اپنی نماز درست ہوگی نہ مقتدیوں کی، وہ ضال بھی ہوگا اور مضل بھی، اس نااہل کی تقلید کے خلاف کتاب لکھنی چاہئے تھی نہ کہ ائمہ مجتہدینؒ کی تقلید کے خلاف۔

لطیفہ:

ایک دفعہ ایک لامذہب شیخ الحدیث صاحب ایک دکان پر گئے۔ وہاں ایک حنفی نوجوان کو پوچھا۔ ''کیا تم مقلد ہو؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں۔'' میں ان پڑھ ہوں ظاہر ہے کہ میرے پاس کسی عالم پر اعتماد کے سوا کوئی چارہ کار نہیں اس لیے تقلید کے بغیر نہ نماز پڑھ سکتا ہوں نہ کوئی اور دینی کام سرانجام دے سکتا ہوں۔'' شیخ الحدیث صاحب نے کہا: ''کس کی تقلید کرو گے؟'' اُس نے کہا، ''آپ بھی عالم ہیں، مَیں آپ پر اعتماد کر کے مسائل پوچھ لوں گا اور آپ کی تقلید کر لوں گا۔'' یہ بات سُن کر شیخ الحدیث صاحب خاموش ہو گئے۔ وہ نوجوان تھوڑی دیر خاموش رہا کہ شیخ الحدیث صاحب اپنی تقلید سے مجھے منع کریں گے۔ کوئی آیت یا حدیث پڑھیں گے مگر شیخ الحدیث خاموش رہے۔ اس نوجوان نے کہا کہ ''حضرت اگر مَیں کہہ دیتا کہ مَیں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتا ہوں تو سارا قرآن میرے خلاف پڑھا جاتا، کبھی ابوجہل کے متعلق آیات مجھ پر فٹ کی جاتیں، تو کبھی احبار و رہبان والی آیات میرے امام پر چسپاں کی جاتیں، کبھی مجھے مشرک کہا جاتا، کبھی میرے امام کو قیاس کی وجہ سے شیطان کہا جاتا، کبھی تقلید کو کتے کا پٹہ کہا جاتا، کبھی میرے محمدی ہونے کا انکار کیا جاتا۔ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر، دین کا دشمن کہا جاتا۔ مگر اب میں آپ کی تقلید کے لئے تیار ہو گیا ہوں۔ اب نہ کوئی آیت میرے خلاف پڑھی ہے اور نہ کوئی حدیث۔ معلوم ہوا کہ اصل اختلاف تقلید میں نہیں، وہ تو آپ کے عوام میں بھی پائی جاتی ہے۔ صرف امام صاحبؒ سے حسد ہے کہ لوگ ان کی تقلید کیوں کرتے ہیں؟ ہماری کیوں نہیں کرتے۔ ہم جس طرح ڈاکٹر کو چھوڑ کر اناڑی سے دوا نہیں لیتے، وکیل کو چھوڑ کر جاہل سے قانونی مشورہ نہیں لیتے۔ اسی طرح امام صاحبؒ کے مقابلہ میں آپ کو نااہل سمجھتے ہیں اس لیے آپ کی تقلید نہیں کرتے۔

مسئلہ تقلید:

تقلید کہتے ہیں کسی فن میں اہلِ فن پر اعتماد و اعتبار کرنا کہ یہ دلیل کے موافق مسئلہ

بیان کرتا ہے اور اس میں دلیل تفصیلی کا مطالبہ نہ کرنا محض اس ظن پر اعتماد کرنا کہ یہ مسئلہ خود نہیں گھڑتا بلکہ مسئلہ کو جو عوام کی نظر سے پوشیدہ تھا صرف ظاہر کر کے بتاتا ہے۔

کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے؟

میاں صاحب خود قاضی عضد کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ وہ مسئلہ جس میں کسی کی تقلید چاہیئے وہ مسائل اجتہادیہ ہیں نہ کہ منصوصہ۔ (معیار الحق ص ۳۸)

کون تقلید کرے اور کس کی کرے؟

میاں صاحب ملاّ علی قاریؒ کی شرح عین العلم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تکلیف دی ہے کہ علماء (براہ راست) کتاب وسنّت پر عمل کریں اور ناواقف لوگ علماء کی تقلید کریں۔ (یعنی ان کی راہنمائی میں کتاب وسنّت پر عمل کریں)

اور سم العوارض کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''جو مجتہد نہ ہو اس پر یہ واجب ہے کہ کسی عالم کی تقلید کرے بسبب اس آیت کے، پوچھ لو اہلِ ذکر سے اگر تم نہیں جانتے۔ اور بسبب اس مقولہ بعض مشائخ کے کہ جو کسی عالم کی پیروی کرے گا تو قیامت میں گرفت سے سالم رہے گا۔'' (معیار الحق ص ۷۵-۷۶ طبع اوّل)

یہ تقلید کب سے شروع ہوئی؟

میاں صاحب کتابوں کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں۔ ''زمانہ صحابہؓ سے لے کر زمانہ اصحابِ مذاہب تک یہی چال تھی کہ بدوں تخصیص ایک مذہب کی تقلید کیا کرتے۔'' (معیار الحق ص ۵۹)

سیّد بادشاہ سے نقل کرتے ہیں: ''صحابہؓ کے زمانہ سے لے کر آج تک یہی حال اور مسلک چلا آیا کہ کبھی کسی کی تقلید کرتے کبھی کسی کی بدوں انکار کے۔'' (ص ۵۷)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ اور تابعینؒ میں ایک شخص بھی غیر مقلد یا تقلید کا منکر نہ تھا۔

ان سب عبارتوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ تقلید کا تعلق مسائلِ منصوصہ سے نہیں بلکہ

مسائلِ اجتہادیہ میں مجتہد پر اجتہاد واجب ہے، اور غیر مجتہد پر تقلید، اور یہی طریقہ صحابہؓ، تابعینؒ اور بعد میں آج تک امّت کے تواتر کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ اب ہر غیر مقلد یہ کہنے لگا ہے کہ ہمیں صرف قرآن حدیث اور اس کے فہم میں اپنا فہمِ سقیم کافی ہے، کسی مجتہد کے فہمِ سلیم کی رہنمائی کی ہمیں ضرورت نہیں۔

طریقہ امتحان:

آپ کو جو غیر مقلد ملے اس کو سادہ قرآن پاک اور حدیث کی ایک آدھ کتاب دے دیں اور کہیں کہ ہمیں نماز کا مکمل طریقہ سکھا دیں۔ نماز زبانی اور بدنی عبادت کا مجموعہ ہے۔ پہلے ہر ذکر اور عمل کا حکم پوچھیں کہ تکبیرِ تحریمہ اور تحریمہ کی رفع یدین کا حکم کیا ہے؟ فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا نفل؟ یہ حکم صاف طور پر قرآن وحدیث میں دکھا دیں، وہ قیامت تک نہیں دکھا سکے گا۔ اب تنگ آکر کہے گا کہ ہم کسی چیز کو فرض، واجب، سنّت نہیں مانتے۔ یہ احکام بدعت ہیں آپ فوراً کہیں کہ بہت اچھا آپ لکھ دیں کہ رکوع کی رفع یدین، امام کے پیچھے فاتحہ، سینے پر ہاتھ باندھنا، اُونچی آواز سے آمین کہنا نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سُنت، نہ نفل، جو لوگ ان کو فرض یا سنّت وغیرہ کہتے ہیں وہ سب بدعتی ہیں۔ پھر اس سے پوچھیں کہ مَیں کسی مسجد کا امام نہیں ہوں، فرائض مقتدی بن کر پڑھتا ہوں اور سنّتیں اور نفل اکیلا پڑھتا ہوں مجھے قرآن وحدیث سے دکھائیں کہ مقتدی اور اکیلا نمازی تکبیر تحریمہ، ثناء، تعوّذ، تسمیہ، آمین، رکوع وسجدہ کی تکبیرات اور تسبیحات، تشہد، درود، دعاء، سلام آہستہ آواز سے کہیں یا بلند آواز سے وہ جو جواب دے اسے کہہ دیں کہ یہ قرآن وحدیث میں دکھا دو۔ وہ ہرگز یہ صاف اور صریح الفاظ میں قرآن وحدیث میں نہ دکھا سکے گا، اب اس سے لکھوا لیں کہ مَیں نے قرآن وحدیث پر جھوٹ بولا تھا مَیں تو صرف قرآن وحدیث سے نماز کا مکمل طریقہ بھی نہیں نکال سکتا اور آج تک سب نمازیں اپنے مولویوں کی تقلید میں پڑھی ہیں۔ یہ لکھوا کر اُس سے پوچھیں کہ جس کی تُو نے تقلید کی ہے اُس کا نام لکھوا دیں۔ پھر اس کے مولوی سے بھی یہی طریقہ اختیار کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ مولوی بھی محض جھوٹا ہے وہ

قرآن وحدیث سے مکمل نماز کبھی ثابت نہ کر سکے گا۔اب جہاں غیر مقلد ملے فوراً کہہ دو کہ میاں قرآن وحدیث تمھیں بالکل نہیں آتا قرآن وحدیث پر جھوٹ نہ بولا کرو۔

دوسرا طریقہ امتحان:

یہ ہے کہ آپ تعلیم الاسلام یا بہشتی زیور یا اردو فتاویٰ عالمگیری لے کر بیٹھ جائیں اور ترتیب سے ایک ایک مسئلہ پڑھنا شروع کر دیں اور ان سے کہیں کہ ہر مسئلہ کے خلاف ایک ایک آیت یا ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کرتے جائیں جس سے ہم اس مسئلے کو غلط مان کر چھوڑ دیں گے،اب آپ صحیح مسئلہ کی صورت کسی آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کرتے جائیں جب آپ ہماری ساری فقہ کو اس طرح غلط ثابت کر دیں گے اور ہر مسئلہ کے مقابلہ میں صحیح مسئلہ قرآن وحدیث سے دکھا دیں گے،تو ہم آپ کا مسلک قبول کر لیں گے۔

تیسرا طریقہ امتحان:

آپ حدیث کی کتاب طحاوی شریف، مصنف ابن ابی شیبہ یا مصنف عبدالرزاق لے کر بیٹھ جائیں اور متعارض احادیث سنانا شروع کر دیں اور اُن سے کہیں کہ ان کا رفع تعارض کسی امتی کے قول یا اُصول سے نہیں بلکہ صحیح، صریح، غیر معارض حدیث سے رفع کریں، وہ ہرگز رفع نہ کر سکیں گے۔اب ایک ہی صورت ہوگی وہ مجتہد کی تقلید میں اُن متعارض روایات سے راجح پر عمل کریں۔یہی تقلید ہے۔

آپ اس طریقہ سے اچھی طرح سمجھ لیں گے کہ یہ لوگ قرآن وحدیث سے بالکل جاہل. ہاں اسلاف سے بدگمانی اور ان پر بدزبانی کرنے کا نام عمل بالحدیث رکھا ہوا ہے۔شاید لعن اٰخر ھذہ الامۃ اولھا پر عمل کرنے کو عمل بالحدیث کہتے ہیں۔

اِن کی تقلید:

یہ لوگ لغت میں ائمہ لغت پر اندھا اعتماد کرتے ہیں جو ان کی تقلید ہے۔اسماء

الرجال، اُصولِ حدیث اور احادیث کے صحت وضعف کے بارے میں امام شافعیؒ کے مقلد محدثین کی تقلید کرتے ہیں۔ صرف ونحو میں ائمہ صرف ونحو کی تقلید سے ذرہ عار محسوس نہیں کرتے۔ ڈاکٹر اور طبیب کی تقلید طریقہ علاج میں لازم جانتے ہیں۔ قانونی مسائل میں ماہرین قانون کی تقلید کو لازم قرار دیتے ہیں۔ صرف مسائل فقہ میں ائمہ فقہ کی بجائے نااہل مولویوں کی تقلید کرتے ہیں۔ اہل کو چھوڑ کر نااہل کی تقلید کرنا ہی علامات قیامت سے ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ (بخاری) جب نااہل کے سپرد کام کیا جائے تو قیامت یعنی بربادی اور تباہی کا انتظار کر۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ڈاکٹری علاج موچی سے کرایا جائے، قانونی مشورہ جولاہے سے لیا جائے۔ تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو چھوڑ کر مرزا قادیانی کی پیروی کی جائے، فن حدیث میں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے مقابلہ میں اسلم جیراجپوری اور پرویز کو ناقد اور محقق مانا جائے۔ میاں صاحب کا فرض تھا ان تقلیدوں کا فرق بیان کرتے اور اس فرق کی دلیل قرآن وحدیث سے لاتے۔ آخر باقی تقلیدوں میں چار قسمیں کیوں نہ کیں، صرف اس میں یہ تقسیم کس حدیث سے کی؟

جس طرح لُغت، صرف، نحو، بیان، اصول قرآن، حدیث کے خلاف ہیں تو یہ حماقت ہے اس سے بڑھ کر یہ حماقت ہے کہ فقہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ اگر فقہ قرآن وحدیث کے خلاف ہوتی تو قرآن وحدیث میں فقہ کی تعریفیں نہ ہوتیں۔

ایک دھوکا:

غیر مقلد اپنے ذہن اور اپنی سوچ کو خُدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوچ اور معصوم سمجھتے ہیں، اس لئے جو شخص ان کے فہم سے اختلاف کرے اس کو نہیں کہتے کہ اس نے ہمارے فہم کو نہیں مانا بلکہ اس کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف کہتے ہیں۔ ان کی سمجھ کے خلاف کسی امام کا فہم ہو۔ صحابی کی سوچ ہو، خلیفہ راشدؓ کا فتویٰ ہو، سب کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف کہیں گے، اور دھوکا یہ دیں گے کہ ایک طرف قولِ معصوم ہے دوسری طرف

قولِ مجتہد، جس سے خطاء کا امکان بلکہ وقوع بھی ہے، حالانکہ اتنی بات صاف ہے کہ دونوں جہانوں کی کامیابیاں اتباعِ رسولِ معصوم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہیں، مگر رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دین ہم تک بواسطہ امّت پہنچا ہے، اب اگر اس پر امّت کا اجماع ہے تو اجماع معصوم ہوتا ہے۔ اس لیے ایسے مسائل حجت قاطعہ ہیں کہ معصوم کی بات معصوم واسطہ سے ہم تک پہنچ گئی لیکن اگر اس مسئلہ پر اجماع نہیں بلکہ مجتہدین میں اختلاف ہے تو یہ رحمتِ واسعہ ہے کہ ثواب پر دو اجر اور خطاء پر ایک اجر اور عمل ہر حال میں مقبول۔ اس لیے مجتہد اور مقلد کو ذرّہ بھر خطرہ نہیں، ان کے اعمال مقبول ہیں اور اجر بھی یقینی ہے، خواہ ایک اجر ملے یا دو۔ مجتہد اور غیر مقلد کا مقابلہ معصوم اور غیر معصوم کا مقابلہ نہیں بلکہ اہل اور نا اہل کا مقابلہ ہے اور نا اہل کا عمل مردود اور گناہ لازم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قال فی القراٰن برأیہ فاصاب فقہ اخطاء کتنا بڑا فرق ہے کہ مجتہد کو خطاء پر بھی اجر، غیر مقلد کا ثواب بھی خطاء۔ جیسے غیر ڈاکٹر انجکشن لگائے تو بلا ری ایکشن بھی مجرم اور جس کے پاس ڈرائیونگ لائسنس نہ ہو وہ بغیر ایکسیڈنٹ کرنے کے بھی قانونی مجرم ہے۔

الغرض میاں نذیر حسین نے معیار الحق کتاب لکھ کر مسلمانوں کو ایسی بے راہ روی اور آوارہ گردی پر لگا دیا جس سے آج ہزاروں لوگ مرتد اور کم از کم فاسق بن گئے، اہلِ سنت میں کئی فرقے بن گئے بلکہ اسی فتنہ ترک تقلید سے مرزائیت، انکارِ حدیث اور دین بیزاری کے فتنوں نے جنم لیا۔

انکار تقلید کے نتائج:

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ ایک عالمگیر حقیقت ہے جب تک اس ملک میں تقلید کا دَور دورہ رہا۔ لوگ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں کفر سے اسلام کی طرف آتے رہے لیکن معیار الحق نے جو ترکِ تقلید کا سبق پڑھایا تو صرف پچیس سال میں اس کا کیا نتیجہ نکلا، وہ سُنیئے:

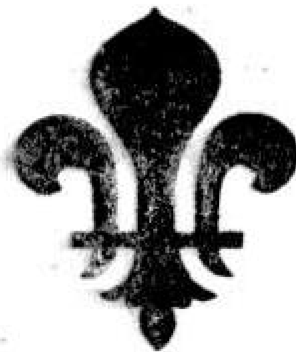
مولانا محمد حسین بٹالوی کی شہادت:

پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ بالآخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، اُن میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں، بعض لامذہب، جو کسی دین ومذہب کے پابند نہیں رہتے، اور احکامِ شریعت سے فسق وخروج تو اس آزادی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ان فاسقوں میں بعض تو کھُلم کھُلا جمعہ جماعت اور نماز روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ سُود وشراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیوی کی وجہ سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسقِ خفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں۔ کفر وارتداد اور فسق کے اسباب دُنیا میں اور بھی بکثرت ہیں مگر دین داروں کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترکِ تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہلِ حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں، اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔ (اشاعۃ السنہ ۱۸۸۸ء)

قاضی عبد الاحد خانپوری کی شہادت:

اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث مبتدعین، مخالفین سلف صالحین، جو حقیقت ما جاء بہ الرسول سے جاہل ہیں، وہ اس صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں، شیعہ اور روافض کے۔ جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق کے تھے اور مدخل ملا حدہ اور زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف، اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہلِ حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہٖ مثل اہل تشیع کے، دیکھو ملا حدہ، نیچریہ جو کفار ہیں اور منافقین ہیں وہ بھی انھیں کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہوئے اور انھیں کو گمراہ کر کے ان سے اپنا حصہ مفروض کامل اور وافی مثلِ شیطان کے لے گئے، پھر ملاحدہ مرزائیہ قادیانیہ نکلے تو انھوں نے بھی انھیں کے باب اور دہلیز اور مدخل سے

داخل ہونا اختیار کیا اور جماعت کثیرہ کو ان میں سے مرتد اور منافق بنا دیا، اور جب ملاحدہ، زنادقہ، چکڑالویہ نکلے تو وہ بھی انھیں کی دہلیز اور دروازہ سے داخل ہوئے اور ایک خلق کو انھوں نے مرتد بنا دیا، اور جب یہ مولوی ثناء اللہ خاتمۃ الملحدین نکلا تو وہ بھی انھیں جہال اہلِ حدیث کے باب اور دہلیز میں داخل ہو کر کیا جو کیا۔ مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلا دیں کوئی پرواہ نہیں۔ اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب اہلِ حدیثوں میں کوئی ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رّد کرے اور سلف کی ہتک کرے مثل امام ابو حنیفہؒ کے جن کی امامت فی الفقہ اجماع کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر بد اعتقادی اور الحاد و زندیقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ذرّہ چیں بجبیں بھی نہیں ہوتے۔ اگرچہ علماء اور فقہاء اہلِ سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سُنتے سبحان اللہ ما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ اور سرّ اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب و عقائد اہلِ سنت والجماعت سے نکل کر اتباعِ سلف سے مستنکف و مستکبر ہو گئے ہیں فافھم و تدبّر (کتاب التوحید والسنۃ ج ۱ ص ۲۶۲) گویا ترکِ تقلید نے کفر، ارتداد، فسق، دین بیزاری، تفوق و تشتت میں اہلِ اسلام کو مبتلا کر دیا۔ اس دین بیزاری کی مثال تاریخِ تقلید میں ہرگز نہیں ملے گی۔



لفظ اہل حدیث کے بارہ میں ایک ضروری وضاحت کی درخواست

معزز علمائے کرام! ہم اہلحدیث کہلاتے ہیں اور ہمیں اس بات پر ناز بھی ہے۔ مگر اِس بارہ میں کچھ وضاحت کی ضرورت ہے۔

(۱) اہل حدیث بمعنی طبقہ علمی کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح صَرف، نحو، منطق، حساب، فقہ، تفسیر قرآن میں علمی مہارت رکھنے والوں کو اہلِ صرف، اہلِ نحو، اہلِ منطق، اہلِ حساب، اہلِ تفسیر اور اہلِ قرآن کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں اِن علوم کی اہلیّت موجود ہے، لیکن جو لوگ ان علوم میں نا اہل ہوں ان پر یہ الفاظ استعمال نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح حضرات محدثین جو علمی طور پر علم حدیث کے ماہر ہیں وہ تو اہلیت کی بناء پر اہلحدیث کہلا سکتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اس علم کی اہلیّت نہیں رکھتے وہ محدّث یا اہلِ حدیث نہیں کہلا سکتے۔ اور ظاہر ہے ہمارے فرقہ کا ہر فرد تو اسانید و متون اصولِ حدیث، اسماء الرجال وغیرہ میں بصیرت تامہ نہیں رکھتا تو جیسے کسی جاہل کو منطقی، مفسّر، صرفی، نحوی کہنا جائز نہیں، اسی طرح اَن پڑھوں کا اہلِ حدیث بمعنی محدث کہلانا غلط ہے۔

(۲) اس طبقہ علمی کے لحاظ سے اہلِ حدیث (محدثین) کسی ایک فرقہ مذہبی سے متعلق نہیں، جیسے اہل قرآن بمعنی مفسرین کسی ایک فرقہ سے متعلق نہیں جیسے زمخشری، بیضاوی مفسّر ہیں مگر معتزلی ہیں۔ قمی مفسّر ہے مگر شیعہ ہے۔ اس طرح ابو بکر دارمی اہل حدیث اور محدث ہے مگر شیعہ ہے (تذکرۃ الحفاظ ص ۸۸۴) ابن جریج اہل حدیث اور محدّث ہے مگر نوے عورتوں سے متعہ کرنے والا ہے۔ (تذکرہ الحفاظ ص ۱۴۹) ابو احمد الزبیری اہل حدیث ہے

مگر جلا بھنا شیعہ ہے (تذکرہ الحفاظ ج ۱ ص ۳۲۲) محمد بن فضیل بن غزوان المحدث (اہل حدیث) الحافظ تھے مگر جلے بھنے شیعہ تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۹۰) محدث حاکم ابو عبداللہ اہل حدیث بھی محدث ہیں مگر تذکرۃ الحفاظ میں رافضی خبیث لکھا ہے۔ اسماعیل بن علی السمان اہل حدیث کے امام تھے۔ مگر معتزلی تھے۔ (تذکرہ الحفاظ ج ۳ ص ۳۰۰) بہت سے محدثین حنفی تھے جن کے حالات میں محدثین نے الجواہر المضیۃ فی تراجم الحنفیہ اور الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ۔ اور مفتاح سعادۃ الدارین وغیرہ، مستقل اور ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ بہت سے محدثین شافعی، مالکی، حنبلی تھے جن کے حالات میں طبقات شافعیہ، طبقات مالکیہ، طبقات حنابلہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث معتزلی بھی ہوتے ہیں۔ شیعہ بھی، خارجی بھی، قدری بھی، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی بھی، کیونکہ یہ علمی طبقہ ہے نہ کہ کسی فرقہ مذہبی کا نام ان حنفی، شافعی، محدثین نے اپنے طبقات کی کتابیں لکھی ہیں۔ شیعہ معتزلہ نے بھی ایسی کتابیں جن میں ان کے محدثین کا ذکر ہے لکھی ہیں۔ اسی طرح انگریز کے دور سے پہلے کے کسی مُسلمہ محدث نے طبقاتِ غیر مقلدین کوئی کتاب لکھی ہو تو اُس کا نام اور ملنے کا پتہ ضرور دیں۔

(۴) اگر انگریز کے دور سے پہلے کسی مسلمہ غیر مقلد محدث نے اصولِ حدیث کی کوئی کتاب لکھی ہو جو نصاب میں متداول ہو تو اس کا پتہ دیں۔

(۵) انگریز کے دور سے پہلے کسی غیر مقلد نے جس کا محدث ہونا بھی مسلم ہو، کوئی اسماء الرجال کی کتاب لکھی ہو تو اس کا نام اور پتہ ضرور دیں۔

(۶) طبقۂ علمی کے اعتبار سے محدثین نے اہل حدیث کو پانچ طبقوں میں تقسیم فرمایا ہے۔

(۱) مبتدی یعنی طالب علم حدیث کا (۲) محدث مِن تحمل روایۃ واعتنیٰ درایۃ یعنی حدیث کی روایت اور درایت کا ماہر (۳) الحافظ جس کو ایک ہزار حدیث سنداً ومتناً یاد ہوں (۴) الحجت جس کو تین لاکھ احادیث یاد ہوں (۵) الحاکم جس کو تمام احادیث یاد ہوں۔ (الحطہ ص ۱۵۱)

نواب صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جو اہل حدیث ہیں اُن میں کوئی حاکم، حافظ، حجت، محدّث تو کیا ہوتا کوئی مُبتدی بھی نہیں۔

(۷) یہ فرمائیے انگریز کے دور سے پہلے ہم غیر مقلدین میں کتنے حاکم گزرے ہیں۔ کتنے حُجت اور کتنے حافظ حوالہ معتبر کتاب سے ہو۔

(۸) اہل حدیث بمعنی فرقہ مذہبی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جیسے مسلمان کا بچہ بھی مسلمان کہلاتا ہے۔ جوان بھی بوڑھا بھی، مرد بھی عورت بھی، جاہل بھی عالم بھی، اس طرح کوئی فرقہ نام اہلِ منطق رکھ لے کہ ہر جاہل اور عالم بچہ اور بوڑھا اھل منطق کہلائے۔ اس طرح کوئی فرقہ اہل قرآن نام رکھ لے کہ ہر بچہ بُوڑھا مرد عورت، عالم جاہل اھل قرآن کہلائے۔ اس طرح کسی فرقہ کا نام اہل حدیث کہ اس فرقہ کا بچہ بوڑھا، مرد عورت، عالم جاہل سب اہل حدیث کہلاتے ہوں، ایسا کوئی فرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک سے انگریز کے اس ملک میں آنے سے پہلے نہیں پایا گیا۔ حضرات علمائے کرام خدا تعالیٰ آپ کے علم میں برکت دے یہ فرمائیے کہ

(۹) کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنے فرقہ کا نام اہلِ حدیث رکھنا؟ تو یہ آیت تحریر فرمائیں۔

نوٹ: ہمارے ایک مولوی صاحب نے مجھے قرآن پاک میں دو تین جگہ لفظ حدیث دکھایا تھا۔ مگر وہاں وہ کسی فرقہ مذہبی کا نام نہ تھا۔ ایسے تو لفظ شیعہ بھی قرآن پاک میں کئی جگہ موجود ہے کیا اس سے بھی فرقہ، مذہبی منکرین حدیث مراد ہے اور کیا یہ فرقہ حضرت ابراہیم کے زمانہ سے ہے، اس طرح لفظ قرآن بھی کئی جگہ قرآن میں موجود ہے تو کیا اس فرقہ منکرین حدیث مُراد ہے جو اپنے کو اہلِ قرآن کہلاتا ہے، اس طرح لفظ ربوہ قرآن پاک میں دو جگہ آیا ہے کوئی اس سے قادیانیوں کا شہر مراد لے جو جھنگ کے ضلع میں بنا ہے اور یہ دعویٰ کرے کہ یہ شہر عیسیٰ کے زمانہ سے ہے، اگر لوگ منکرین صحابہ، منکرین حدیث اور منکرین ختم نبوت کو یہ حق نہیں دیتے کہ وہ اس قسم کے مضحکہ خیز استدلال کریں۔ اور ان کے استدلال کو ہم

تفسیر بالرائے کی بدترین مثال قرار دیتے ہیں۔ تو پھر ہمیں ایسی تفسیر بالرائے کا کیا حق ہے۔ معزز علمائے کرام کیا ہماری اس تفسیر کا حال بعینہٖ ایسا نہیں کہ ایک شخص نعیم نامی نے دعویٰ نبوّت کر دیا اور اپنے دعویٰ کی دلیل میں یہ آیت پیش کیا کرتا تھا۔ ثم لتسئلن یومئذٍ عن النعیم اور کہتا تھا کہ اس میں نعیم میرا نام ہے۔

ایک لطیفہ سُن رکھا تھا کہ کسی گاؤں میں ایک میراثی نے سیّد ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ دوسرے سیّد صاحبان نے پنچایت میں دعویٰ کر دیا کہ یہ سیّد نہیں۔ پنچ صاحب نے فرمایا کہ آپ کے سیّد ہونے کا میرے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ مگر یہ میراثی تو میرے سامنے سیّد بنا ہے اس کے سیّد ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ اس طرح ہماری جماعت کے پنچوں نے ۱۸۸۸ء میں انگریز کو درخواست دی کہ ہمارا نام اہل حدیث ہو (ماثر صدیقی، سیرت ثنائی) تو اب ہمارے اہل حدیث ہونے میں کون بے وقوف شک کر سکتا ہے۔ ایک دن ہمارے ایک مولوی صاحب نے مجھے قرآن پاک میں سے ایک جگہ سے اہل کا لفظ دکھایا اور دوسری جگہ سے حدیث کا اور اس طرح فرقہ اہل حدیث کا ثبوت قرآن سے پیش کیا۔ میں نے پوچھا کیا قرآن میں لفظ غلام ہے اس نے کہا ''ہاں'' میں نے پوچھا لفظ احمد قرآن میں ہے اس نے کہا ''ہاں''۔ پھر میں نے پوچھا کیا لفظ نبی قرآن میں ہے اس نے کہا ہاں۔ اب میں نے پوچھا کوئی قادیانی ایک جگہ سے غلام دوسری جگہ سے احمد تیسری جگہ سے نبی دکھا کر کہے کہ قرآن میں ہمارے غلام احمد نبی کا ذکر ہے تو اس قادیانی اور آپ کے استدلال میں کیا فرق ہوگا۔ آپ تو قادیانیوں سے بھی تحریف قرآن میں آگے نکل گئے۔ معزز علمائے کرام! میں اگرچہ اہلحدیث ہوں مگر یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے فرقہ کا ذکر قرآن پاک میں نہیں ہے۔ اور اپنے علماء سے دست بستہ عرض گزار ہوں کہ وہ اپنے فرقہ کی قدامت ثابت کرنے کے لئے قرآن پاک کے ساتھ منکرین حدیث، منکرین صحابہ اور منکرین ختم نبوّت والا سلوک روا نہ رکھیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن پاک میں سرے سے لفظ اہل حدیث ہی موجود نہیں۔ چہ جائیکہ ہمارے فرقہ کا ذکر ہو۔

(۱۰) جب ہمارے علماء اس قسم کے استدلال کرتے ہیں تو کیا یہ بات غلط ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور اسی دین فطرت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ واتبع ملة ابراهيم حنيفاً یہی دین حنیف ہے جس کی تکمیل کا اعلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور اسی کی تدوین اور ترتیب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمائی، آپ چونکہ دین حنیف کے مرتب ہیں اس لیے آپکی یہ کنیت باعتبار غلبہء وصف کے ہے جیسے ابو ہریرہ، ابوالخیر، ابوالبرکات اور آپکی فقہ دین حنیف کی مظہر اتم ہے۔

حضرات علماء کرام سے نہایت مؤدبانہ گذارش ہے کہ

(۱۱) جس طرح آنحضرت ﷺ نے عليكم بسنتی فرمایا ہے عليكم بالجماعة فرمایا، کیا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عليكم بحديثي فرمایا ہے یا نہیں؟ اگر ایسی حدیث ہو تو پوری سند اور توثیق کے ساتھ پیش فرمائیں۔

(۱۲) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو اہل قرآن یا اہل حدیث کہلاتے تھے؟ پوری سند سے حدیث بیان فرمائیں۔

(۱۳) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکتوبات شریفہ میں اپنے آپ کو اہل حدیث لکھواتے تھے؟ تو وہ حدیث باسند پیش کریں۔

(۱۴) کیا آنحضرت ﷺ نے اپنے خلفاء اور صحابہؓ کو تاکید فرمائی تھی کہ تم اہل حدیث کہلوانا؟ سند صحیح سے پیش کریں۔

(۱۵) حضرات علمائے کرام! چند دن ہوئے سرائے سِدھو ضلع ملتان سے محمد یعقوب خاں، سعید اقبال صاحب کی کتاب ''گستاخ اور بے ادب کون'' ہاتھ لگی۔ مصنف سے تو مجھے زیادہ واقفیت نہیں لیکن اس پر نظر ثانی مولانا ابوالحسن علی محمد صاحب سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مرتب فتاویٰ علماء اہل حدیث نے فرمائی ہے، جس سے اس کتاب کا مؤید اور مستند ہونا معلوم ہوا۔ اس کے ص ۸ پر ایک حدیث شریف پڑھی۔

''حضرت انس سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت

کے روز جب اہل حدیث حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے۔ تم اہل حدیث ہو جنّت میں داخل ہو جاؤ (طبرانی) یہ حدیث پڑھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے طبرانی شریف میں اس کی سند تلاش کی جو مجھے نہیں مل سکی۔ آپ حضرات اس کی مکمل سند مع توثیق رواۃ پیش فرمائیں۔ نیز یہ بھی فرمائیں کہ اس حدیث میں لفظ اہل حدیث سے طبقۂ علمی مراد ہے یعنی محدث یا فرقہ مذہبی کا ذکر بھی ہے۔

(۱۶) ایک دن ایک منکرِ حدیث نے مجھے مشکوٰۃ شریف سے یہ حدیث دکھائی ''اے اہل قرآن وِتر پڑھو۔ اور کہا کہ دیکھو ہمارے فرقہ کا ذِکر حدیث پاک میں ہے۔ اور مجھ سے کہا تم بھی اہل حدیث کا لفظ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دکھاؤ، میں نے گھر آکر وہی رسالہ جس کا ذکر نمبر ۱۴ میں ہوا ہے دیکھا تو اُس کے ص ۸ پر یہ حدیث مِل گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی حتیٰ کہ قیامت برپا ہو جائے گی، وہ جماعت اہل حدیث ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی) میں یہ حدیث پڑھ کر بہت خوش ہوا مشکوٰۃ اور ترمذی اُٹھا کر اُس منکرِ حدیث کے پاس لے گیا اپنے ایک مولوی صاحب کو بھی بُلایا کہ یہ حدیث تلاش کر دیں۔ تلاش بسیار کے بعد جب حدیث مِلی تو اُس میں سِرے سے اہلِ حدیث کا لفظ ہی نہ تھا۔ ایک اُمتی کی رائے میں اصحاب الحدیث کا لفظ تھا لیکن ہمارے مولوی صاحب نے اُمتی کی رائے کو نبی پاک کی حدیث بنا ڈالا۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح جھوٹ بولنا جائز ہے۔ فرمایئے اس کتاب کے مرّتب اور مؤید کی قرآن وحدیث میں کیا سزا ہے؟

(۱۷) اس رسالہ کے (ص ۸، اور ص ۱۱) پر دو جگہ یہ حدیث لکھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب اہل حدیث ہوں گے کیونکہ اُمت محمدیہ میں یہی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ درود بھیجتے ہیں (ابن حبان) لیکن جب اصل کتاب دیکھی گئی تو اہل حدیث کا لفظ حدیث پاک میں نہیں بلکہ ابن حبان کی رائے

میں تھی اور وہ بھی طبقہ علمی یعنی محدثین کے لئے، نہ کہ کسی فرقہ مذہبی کے لیے۔

(۱۸) نیز اسی رسالہ (ص ۸) پر حضرت ابو ہریرہؓ کا قول درج ہے۔ انـــا اول صاحب حدیث فی الدنیا (تاریخ بغداد) اس کی سند مع توثیق رواۃ پیش فرمائیں اور یہ بھی فرمائیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ صاحب حدیث بمعنی محدّث تھے یا بمعنی ان پڑھ غیر مقلدّ، اور یہ بھی فرمائیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کس سنہ میں اسلام لائے۔ اگر وہ پہلے اہل حدیث ہیں اُن سے پہلے اسلام لانے والے خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، اہل بدر، اہل اُحد، مہاجرین، انصار اہل بیعت رضوان تو کسی معنی میں بھی اہل حدیث نہ رہے۔

(۱۹) نیز اسی رسالہ (ص ۸) پر حضرت ابو سعید خدریؓ کا قول درج ہے کہ اپنے شاگردوں کو فرمایا فانکم خلوفنا واھل حدیث بعد نا (بحوالہ شرف اصحاب الحدیث ص ۲۱) اس قول کی سند اور اس کے راویوں کی توثیق بیان فرمائیں۔ نیز یہ بھی فرمائیں کہ بشرط صحت اس قول میں اہل حدیث سے مُراد محدث ہے یعنی طبقہ علمی یا اَن پڑھ غیر مقلد اور منکرین فقہ مراد ہیں۔ جواب با حوالہ اور با سند بیان فرمائیں۔

(۲۰) ہمارے بعض علماء کرام اہل حدیث کا ترجمہ غیر مقلد کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اہل حدیث اور غیر مقلد ایک ہی چیز ہے اس معنی کا ثبوت کسی معتبر و مسلم کتاب سے دیں۔

(۲۱) اگر ہر غیر مقلد اہل حدیث ہے تو قادیانی، منکرین حدیث نیچری، معتزلہ شیعہ وغیرہ فرقوں کا ہر فرد بھی اہل حدیث کہلا سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ لوگ بھی غیر مقلدین کی طرح ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتے، کیا وجہ ہے کہ ہم تقلید نہ کریں تو اہل حدیث اور وہ تقلید چھوڑ دیں تو اہل حدیث نہ کہلائیں۔

(۲۲) حضرات علمائے کرام! علامہ حافظ ابن عبد البرؒ نے اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں اور رامہر مزی نے المحدث الفاضل میں جو یہ اقوال درج کیے ہیں۔ ان میں لفظ اہل حدیث کن معنوں میں ہے۔ امام شعبہ بن الحجاج فرماتے ہیں۔ ”میں جب کسی اہل حدیث آدمی کو دیکھتا تھا تو میرا دِل باغ باغ ہو جاتا۔ لیکن اب سب لوگوں سے زیادہ بغض

مجھے اہل حدیث سے ہے اور محدث حرم شریف حضرت امام سفیان بن عینیہؒ "کسی اہل حدیث کو دیکھتے تو فرماتے کہ تجھے دیکھ کر آنکھوں میں جلن پیدا ہوتی ہے، حضرت عمرؓ تجھے دیکھتے تو سزا دیتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے مبارک دور میں کوئی اہل حدیث نہ تھا۔ ورنہ اُس کی خوب پٹائی فرماتے۔

(۲۳) امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں "اگر حدیث اچھی چیز ہوتی تو گھٹتی جاتی جیسا کہ ہر خیر کم ہوتی ہے"۔ اس کا کیا مطلب ہے اور کیا حکم ہے؟

(۲۴) محدث عمرو بن الحارثؒ جو امام اللیث کے اُستاد حدیث ہیں فرمایا کرتے تھے "کہ میں نے حدیث پاک سے زیادہ اشرف علم نہیں دیکھا مگر اہل حدیث سے زیادہ سخیف العقل کسی کو نہیں پایا۔ اس کا کیا مطلب ہے اور اگر کوئی آج یہ بات کہے تو اس کا کیا حکم ہے۔ بدعتی ہے یا کافر؟

(۲۵) ہمارے مناظر اعظم حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں کہ لقب اہل حدیث کے لیے علم حدیث ضروری نہیں (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱) یہ اصطلاح کس آیت یا حدیث سے لی ہے اُس کا حوالہ درکار ہے۔

(۲۶) اگر مولانا ثناء اللہ صاحبؒ کا یہ معنی درست ہے تو کیا مسلمان کہلانے کے لیے اسلام کا علم ضروری نہیں؟ اہل قرآن کہلانے کے لیے علم قرآن ضروری نہیں؟ اہل صرف و نحو کہلانے کے لیے صرف نحو کا علم ضروری نہیں، یہ درست ہے یا یہ مذاق صرف حدیث پاک کے ساتھ ہی روا رکھا گیا ہے۔

(۲۷) ہمارے اس نو ایجاد لقب اہل حدیث سے مراد وہ شخص ہے جو تمام متعارض حدیثوں پر عمل کرے۔ تو یہ تو مشاہدہ کے خلاف بھی ہے۔ اور اس طرح عمل بھی ناممکن ہے اور اگر کوئی طریقہ سب پر عمل کرنے کا حدیث میں ہو تو بیان فرمائیں۔

(۲۸) یا اس لقب سے وہ شخص مراد ہے جو راجح احادیث پر عمل کرے وہ اہل حدیث ہے تو تمام متعارض احادیث کے لیے ہر ہر حدیث کے بارہ میں کہ فلاں راجح ہے، فلاں

مرجوح، تو یہ فیصلہ آپ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کرتے ہیں یا امتیوں سے۔ جو غیر معصوم ہیں۔

(۲۹) اگر آپ فرمائیں کہ ہم صحیح حدیثوں کو ترجیح دیتے ہیں اور ضعیف حدیثوں کو مرجوح کہتے ہیں تو فرمائیں کہ کیا ہر ہر حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ خود نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا غیر معصوم امتیوں کے اقوال پر اعتماد کیا جاتا ہے اور تقلید کی جاتی ہے۔

(۳۰) آپ فرمائیں کہ ہر ہر حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ صراحۃً تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، البتہ جو حدیث صحیح کی تعریف کے موافق ہو وہ صحیح ہے ورنہ ضعیف، تو صحیح حدیث اور ضعیف کی جامع مانع تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے بتائیں۔

(۳۱) احادیث مقبولہ کی کتنی قسمیں ہیں، اور احادیث مردودہ کی کتنی، اُن اقسام کی وضاحت کسی صحیح صریح حدیث سے بیان فرمائیں۔ یا یہ ساری قسمیں غیر معصوم امتیوں نے بنائی ہیں۔ تو اِن اقسام میں اِن امتیوں کی تقلید فرض ہے، یا واجب یا مکروہ یا حرام؟

(۳۲) کسی راوی پر جرح اور تعدیل کے جو قاعدے اصول حدیث کی کتابوں میں درج ہیں۔ کیا وہ سب نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، تو اُن کا ثبوت کسی صحیح صریح حدیث سے پیش فرمائیں۔ اگر یہ قاعدے غیر معصوم امتیوں نے بنائے ہیں تو ان قاعدوں کی مدد سے احادیث کو صحیح یا ضعیف کہنے والا متبع حدیث تو نہ ہوا اُمتیوں کا مقلّد ہوا۔

(۳۳) کیا اُمتیوں کے ان بنائے ہوئے قاعدوں کو اگر کوئی نہ مانے تو اسے خدا یا رسول کا منکر تو نہیں کہا جائے گا؟

(۳۴) حدیث کے سب راویوں کا ثقہ یا ضعیف ہونا نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ثابت ہے یا غیر معصوم امتیوں کے اقوال سے۔ ان اقوال کو تسلیم کر کے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا اُن امتیوں کی تقلید ہے یا نہیں؟

(۳۵) حضرات علمائے کرام! اسماء الرجال کی جن کتابوں پر آج کسی راوی کو ثقہ یا ضعیف کہنے کا دارومدار ہے، مثلاً تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال، تذکرۃ الحفاظ، خلاصہ تہذیب الکمال، لسان المیزان وغیرہ ان کتابوں میں نہ تو صاحبِ کتاب سے لیکر جارح یا معدلِ تک کوئی سند ہے نہ جارح، اور معدل سے لے کر راوی تک کوئی سند ہے تو ان کتابوں میں درج اقوال کو محض صاحب کتاب سے حُسن ظن کی وجہ سے تسلیم کر لینا یہ اُس غیر معصوم اُمتی کی تقلید ہے یا نہیں؟

(۳۶) ان کتابوں میں ۹۹ فیصد اقوالِ جرح و تعدیل بلا دلیل ہیں یعنی اُن کے ساتھ دلیل تفصیلی مذکور نہیں۔ یہ تسلیم القول بلا دلیل تقلید ہے یا نہیں؟

(۳۷) ان کتابوں کے راویوں کے بارہ میں بہت اختلاف ہے ایک محدث ایک راوی کو امیر المومنین فی الحدیث کہتا ہے۔ دوسرا محدث اس راوی کو دجالوں میں سے ایک دجال کہتا ہے۔ تو اس اختلاف کا فیصلہ غیر معصوم اُمتی ہی کریں گے یا کہ نبی معصوم؟

(۳۸) ہمارے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ۲۹ جولائی ۱۹۲۷ء کو یہ چیلنج کیا تھا کہ تمام محدثین اور مفسرین غیر مقلد تھے۔ کیا یہ دعویٰ اور چیلنج انگریز کے دور سے پہلے کسی مسلّم محدث کی کتاب میں بھی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ بات کسی شیعہ کی کتاب سے چوری کی ہے، براہ نوازش کسی مسلّم اہل سنت محدّث سے یہ دعویٰ ثابت فرمائیں۔

(۳۹) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے جب یہ چیلنج فرمایا تھا تو اُس وقت ۷ اگست ۱۹۲۷ء کے اخبار العدل میں اِس چیلنج کو منظور کر کے مولانا ثناء اللہ صاحب نے پوچھا تھا کہ آپ مجتہدوں، محدث اور مفسر کے شرائط جو دلیل شرعی سے ثابت ہوں تحریر فرمائیں نیز اُن کتب مسلمہ بین الفریقین کی فہرست بھی تحریر فرمائیں جن سے آپ ان محدثین و مفسرین کا غیر مقلد ہونا ان کے اقرار یا شرعی شہادتوں سے ثابت فرمائیں گے۔ لیکن سُنا ہے کہ پھر ہمارے مولانا ثناء اللہ صاحب وفات تک اس مسئلہ پر خاموش ہی رہے اور اسی طرح اس دنیا

سے تشریف لے گئے۔ حضرات علمائے کرام! یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے مولانا پہلے چیلنج دیں پھر جب وہ چیلنج منظور کرلیا جائے تو صم "بکم" بن جائیں۔
حضرات علماء کرام! آپ ہی ہمت فرمائیں۔

(۴۰) حضرات علمائے کرام! عام طور پر ہمارے علماء فرمایا کرتے ہیں کہ حدیث اور سنت ایک ہی چیز ہے، کیا کسی صحیح صریح حدیث پاک میں یہ آیا ہے کہ حدیث اور سنّت ایک ہی چیز ہے۔ اگر ایسی حدیث ہو تو مع سند و توثیق رواۃ بیان فرمائیں۔

(۴۱) امام خطیب بغدادیؒ نے حدیث نقل فرمائی ہے۔ عن ابی هريرة عن النبی صلى الله عليه وسلم انه قال سيئاتيكم مِنی احاديث مختلفة فما جاء كم موافقاً لكتاب الله وسنتي فهو منی وما جاء كم مخالفاً لكتاب الله وسنتي فليس مِنّی (الكنايه ص ۴۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح کتاب اللہ اور حدیث دو چیزیں ہیں بعض حدیثیں کتاب اللہ شریف کے موافق ہیں اور بعض مخالف، اس طرح سنت اور حدیث دو چیزیں ہیں۔ بعض حدیثیں سنت کے موافق ہیں اور بعض سنت کے مخالف ہیں جب سنت اور حدیث میں اختلاف ہو تو سنت کے مخالف حدیث چھوڑ دی جائے گی۔

(۴۲) صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانہ میں کچھ دجّال اور جھوٹے لوگ ہوں گے جو تمھیں احادیث سنایا کریں گے جو حدیثیں تمھارے باپ دادا نے نہیں سُنی ہوں گی۔ ان سے بچنا ورنہ وہ تمھیں گمراہ کریں گے اور فتنہ میں ڈال دیں گے۔ کیا اس پیش گوئی میں ہمارے ہی فرقہ کا تو ذکر نہیں ہے؟

(۴۳) کیا لغت کی کسی کتاب میں حدیث کا معنی بات بھی آتا ہے یا نہیں اذا سر حديثاً۔ فبای حديث بعدهٗ يومنون میں معنی بات ہے۔ کیا اس معنی کے لحاظ سے اہل حدیث کا معنی باتونی درست ہے یا نہیں؟ ہم اگر اپنے علماء سے سوالات پوچھیں اور

عرض کریں کہ جواب حدیث صحیح سے دیں تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی بجائے بلا حوالہ حدیث اپنی باتیں لکھ دیتے ہیں۔ جس سے ان کا باتونی ہونا واضح ہے۔

(۴۴) کیا حدیث کے معنی نئے کے بھی آتے ہیں یا نہیں۔ حدیث ضد قدیم اور حدیث السن کے معنی نوعمر ہیں، تو اہل حدیث کے معنی نئے فرقہ والے ہوئے چنانچہ ہماری معتبر کتابوں (۱) مآثر صدیقی (۲) تفسیر ثنائی میں ذکر ہے کہ ۱۸۸۸ء سے انگریزی کاغذات میں ہمارا نام اہل حدیث رکھا گیا اور یہ دونوں معتبر شہادتیں واستشھدوا وشھیدین منکم کے موافق واجب القبول ہیں۔

(۴۵) ہمارے علماء کرام (۱) مولانا عبدالجبار صاحب غزنویؒ (۲) مولانا عبدالتواب ملتانی (فتاویٰ علمائے حدیث) (۳) نواب صدیق حسن خان (الحطہ) (۴) مولانا ابویحییٰ شاہجہانپوری نے الارشاد الیٰ سبیل الرشاد میں (۵) مولانا فیض عالم صدیقی نے اختلاف اُمت کا المیہ میں (۶) مولانا عبدالرشید حنیف نے دادحق میں (۷) مولانا علی محمد سعیدی نے (فتاویٰ علمائے حدیث) (۸) مولانا ثناء اللہ امرتسری نے (نقوش ابوالوفاء میں) ان آٹھ علماء نے تسلیم کیا ہے کہ ہمارا فرقہ نیا ہے۔ اور یہ سب بزرگ مقبول الشہادت ہیں۔ یہ بھی اس معنی کی تائید ہے۔

(۴۶) ہماری تاریخ اہل حدیث نامی کتاب انگریزی حکومت کے دور میں مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نے تحریر فرمائی جس میں شیخ رضی الدین لاہوریؒ سے لے کر شاہ محمد اسحاقؒ تک حنفی محدثین کا ذکر ہے۔ یہ لوگ انگریزی دور سے پہلے علم حدیث کے مینار تھے۔ غیر مقلدین میں سب سے پہلے میاں نذیر حسین دہلوی کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے رد تقلید میں سب سے پہلے کتاب معیار الحق لکھی اور نئے فرقے کی بنیاد رکھی۔

(۴۷) میاں صاحب کے خسر میاں عبدالخالق صاحب بھی لکھتے ہیں ''سو بانی مبانی اس فرقہ نواحداث کا عبدالحق بنارسی ہے۔ (تنبیہ الضالین)

(۴۸) ہمارے مستند مؤرخ حضرت مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی نے ہندوستان میں

اہل حدیث کی علمی خدمات نامی کتاب تالیف فرمائی۔ مولانا محمد حنیف یزدانی نے اُس کو مکتبہ نذیریہ چیچہ وطنی سے شائع فرمایا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارا سب سے پہلا ترجمہ قرآن نواب وحید الزماں صاحب ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء نے تحریر فرمایا (ص ۳۳) گویا دور برطانیہ سے پہلے ہمارا کوئی ترجمہ نہ تھا۔

(۴۹) ہماری پہلی تفسیر تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن ہے جو مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری نے لکھی (ص ۳۴)۔ یہ وہی تفسیر جس کی وجہ سے ہمارے ۸۰ علماء نے مولانا ثناء اللہ کو گمراہ اور اس کی تفسیر کو مرزائی فتنہ سے بڑا فتنہ قرار دیا (فیصلہ مکہ ص ۳) یہ وہی تفسیر ہے جس کے خلاف اربعین لکھی گئی، اور یہ وہی تفسیر ہے جسے سلطان ابن مسعود نے گمراہ کن قرار دیا (فیصلہ حجازیہ)

(۵۰) ہم اپنے علماء کرام سے عرض گذار ہیں کہ اسی کتاب میں درج ہے کہ ہندوستان میں اسلام ۹۳ھ میں آیا لیکن ۹۳ھ سے ۱۲۹۳ھ تک کے گیارہ سو سال کے زمانہ کا نہ کوئی ترجمہ قرآن، نہ ترجمہ حدیث، اور نہ نماز کی کتاب، کچھ بھی نہیں ورنہ اِس فہرست میں ضرور اُن کا ذکر آتا۔ حیرانی ہے اس اسلامی دور میں تو گیارہ سو سال کی وسیع مدت میں ہم نماز کی کتاب نہ لکھ سکے۔ مگر ۱۲۹۳ھ کے بعد انگریزی دور میں صرف پون صدی میں ہماری جماعت (۱۰۱۶) ایک ہزار سولہ کتابیں شائع کردے (ص ۹۹) آخر ایک نومولود فرقے کو یہ قارون کا خزانہ کہاں سے مل گیا تھا۔ جس سے اتنی کتابیں لکھوائی اور چھپوائی گئیں۔

(۵۱) اُمید ہے ہمارے علمائے کرام یہ گتھی بھی سُلجھائیں گے کہ انگریز نے مسلمانوں (احناف) سے حکومت چھینی۔ اُن پر بے پناہ مظالم کئے۔ لیکن ہمارے فرقہ جن کا انگریز کے دور سے پہلے ایک اخبار یا رسالہ بھی نہ تھا۔ انگریز کے دور میں اُن کے ۲۸ رسالے، اخبار شائع ہوتے تھے۔ جن میں دو روزنامے، ۸ ہفتہ وار اور ایک پندرہ روزہ اور ۱۷ ماہنامے تھے۔

(۵۲) حضرات علمائے کرام یہ عقیدہ بھی حل فرمائیں کہ انگریز کے دور سے پہلے یہاں اسلام پر گیارہ صدیاں گذر جائیں۔ مگر ہماری نماز کی کتاب تک نہ ہو لیکن انگریز کی حکومت

آتے ہی ہمیں پورے نو (۹) پریس مل جائیں، جیسا کہ کتاب مذکور کے (ص ۱۰۷) پر اُن کے ناموں اور مقاموں کی مکمل فہرست موجود ہے، حیرانی ہے کہ اس نومولود فرقے کو اتنا سرمایہ کہاں سے مل گیا تھا۔

(۵۳) حضرات علمائے کرام نے یہ کتاب ہماری جماعت کی علمی خدمات کے بیان کے لیے لکھی ہے۔ انگریز کے دور سے پہلے پوری گیارہ صدیاں اسلام پر گذر چکی تھیں۔ مگر ہمارے کسی مدرسے کا نام نشان تک نہ تھا۔ مگر انگریز کا دور آیا تو ملک بھر میں ہمارے مدارس کا جال پھیل گیا۔ چنانچہ پورے ۲۲۲ مدارس کی فہرست اس کتاب میں درج کی گئی ہے آخر ایک نومولود فرقہ کو ملک کے طول وعرض میں اتنے مدارس کے چلانے کے لیے لاکھوں روپے کا سرمایہ کہاں سے ملتا تھا۔ یہ بھی فرمائیں کہ ان مدارس کے طلباء کی تعداد کیا تھی؟

(۵۴) حضرات علمائے کرام! پاک وہند کی پوری اسلامی تاریخ میں یہ ذکر نہیں ملتا کہ کہیں ہمارا جلسہ ہوا ہو۔ لیکن انگریز کا دور اس ملک میں آیا اور ہمارے جلسے شروع ہوئے ، جن میں ۱۳۳۰ھ سے لے کر ۱۳۵۶ھ یعنی صرف ۲۶ سالوں میں ہماری پوری بیس آل انڈیا اھل حدیث کانفرنسیں منعقد ہوئیں، جن کی فہرست کتاب مذکور (ص ۱۸۹) پر درج ہے ۔ حضرات علمائے کرام! جب سے پاکستان بنا ہے سعودی حکومت کی طرف سے کروڑوں روپے مل رہے ہیں۔ مگر ۳۶ سالوں میں ایک آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس لاہور میں ہوئی ہے۔ وہ بھی ایسی ناکام ہوئی کہ اب حوصلہ ہی ٹوٹ گیا ہے۔ مگر اُن ۲۰ ملک گیر کانفرنسوں کے لیے سرمایہ کن ذرائع سے حاصل کیا گیا تھا اور انگریز کے جانے کے بعد یہ سلسلہ کیوں رُک گیا؟

حضرات علمائے کرام! ملک میں ایک آدھ ہماری کانفرنس ہو تو باوجود اس کے کہ کروڑوں روپیہ غیر ملکی ہمیں ملتا ہے۔ کوئی کتاب مفت تقسیم نہیں ہوتی بلکہ سعودیہ سے مفت آئی ہوئی کتابیں قیمتاً فروخت ہوتی ہیں۔ مگر دور برطانیہ کی ان بیس کانفرنسوں میں چھیاسٹھ ہزار پانچ سو (۶۶۵۰۰) کتابیں مفت تقسیم کی گئیں، جن کی فہرست کتاب مذکور کے (

ص ۱۹۰-۱۸۹) پر ہے۔ یہ عقدہ ضرور حل فرمائیں کہ اتنی کتابوں کے مفت تقسیم کرنے کے لیے سرمایہ کہاں سے آتا تھا۔ جب کہ ہماری جماعت کے افراد کی تعداد بھی چند ہزار نہ تھی۔

(۵۵) اس مذکورہ کتاب میں ہماری مساجد کی فہرست نہیں دی گئی۔ کیونکہ انگریز کے دور میں اپنی علیحدہ مساجد بنانے کی طرف ہماری جماعت کی توجہ ہرگز نہیں تھی۔ کیونکہ حنفیوں کی مساجد میں جا کر لڑائی کر کے مساجد میں فساد کر کے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا اصل مقصد تھا کہ یہ لوگ اتفاق کر کے حکومت برطانیہ کے خلاف جہاد نہ کر سکیں۔ چنانچہ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کی سوانح عُمری الحیات بعد المممات (ص ۶۱۴-۶۱۱) کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں بکثرت دیوانی اور فوجداری مقدمات لڑے گئے اور پریوی کونسل لندن تک ہماری جماعت کامیاب رہی اس کامیابی کی تو بہت خوشی ہے مگر ان بکثرت مقدمات کی کامیابی کے لیے نومولود فرقے کے پاس اتنا سرمایہ کہاں سے آیا تھا کہ یہ نومولود فرقہ پریوی کونسل لندن تک کامیاب رہتا ہے۔

(۵۶) حضرات ہمارے علمائے کرام نے ہمیں بتا رکھا ہے کہ حضرت پیران پیر سیّد عبدالقادر جیلانی ہمارے ہم مذہب تھے اُن کی کتاب غنیۃ الطالبین نہایت معتبر کتاب ہے۔ اس میں یہ حدیث ہے کہ شیطان کے ایک بچے کا نام حدیث ہے جو نمازیوں کے دِلوں میں وسوسے پیدا کرتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت کا مشن بھی یہی ہے کہ نمازیوں کے دِلوں میں وسوسے ڈال ڈال کر پریشان کرتے ہیں اور کسی شخص کو سکون قلب سے نماز نہیں پڑھنے دیتے۔ کیا ایسے لوگ جو لوگوں کو نماز پر لگانے کی بجائے نمازیوں کو پریشان کریں وہ اسی کی طرف منسوب ہو کر تو اہل حدیث نہیں کہلاتے، کیونکہ اسی کا مشن پورا کرتے ہیں۔

(۵۷) حضرات! قرآن وحدیث میں ذکر ہے کہ جب ملأ اعلیٰ کی میٹنگ ہوتی تھی تو شیاطین قریب جاتے، اور درمیان سے کوئی ایک آدھ بات اُچک کر اس میں دس جھوٹ ملاتے اور لوگوں میں پھیلا دیتے، بالکل اسی طرح ہمارے بعض لوگ بھی حدیثوں میں سے ایک آدھ حدیث اُچک لیتے ہیں۔ باقی حدیثوں کا نام تک نہیں لیتے اور اس طرح فقہ ثقہ

میں سے ایک آدھ بات اُچک کر اس میں دس بیس جھوٹ ملا کر فقہ ثقہ کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ اور اس طرح نماز کے بارہ میں درمیان سے کسی مسئلہ کے بارہ میں وسوسہ اندازی کرتے ہیں۔ مگر انہیں یہ کہا جائے کہ بات جب ختم ہو سکتی ہے کہ ایک طرف سے ترتیب کے ساتھ شروع کی جائے، اس پر نہیں آتے اور شور مچا کر بھاگتے ہیں۔ چنانچہ

(۵۸) ایک دن ایک شخص نے ہمارے مولوی صاحب سے پوچھا کہ حدیث شریف کیا ہے؟ کیا مخلوق کو خدا کے دین میں اپنی طرف سے مسائل داخل کرنے کا حق ہے؟ مولوی صاحب نے فرمایا کہ حدیث قرآن پاک سے ہی ماخوذ اور قرآن پاک کی تفصیل اور تشریح ہے، تو وہاں موجود پانچ سو آدمیوں نے اعلان کیا کہ ہم مشکوٰۃ شریف کے صرف دس صفحات بالترتیب پڑھتے ہیں۔ آپ ہر حدیث کا ماخذ قرآن کی آیت پڑھتے جائیں ہم سب اہل حدیث ہو جائیں گے ہمارے بیس کے قریب علماء تھے کسی کو ہمت نہ ہوئی بلکہ بعض نے تو صاف طور پر فرمادیا کہ حدیث قرآن کے خلاف ہے، کاش ہمارے علماء اتنی کم ہمتی نہ دکھاتے تو وہ لوگ اہل حدیث ہوتے۔

(۵۹) ایک دن ہمارے علماء نے کہا کہ فقہ سب کی سب حدیث کے خلاف ہے۔ چنانچہ اہل فقہ نے کہا کہ آؤ ترتیب سے بات کرو۔ ہم صرف فتاویٰ عالمگیری کے پہلے دس صفحات پڑھتے ہیں، ہم ترتیب وار ایک ایک مسئلہ پڑھیں گے آپ ترتیب وار ہر ہر مسئلہ کے خلاف ایک ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کرتے جائیں۔ لیکن ہمارے علماء دم دبا کر بھاگ گئے۔ ہزاروں آدمیوں نے کہا کہ آپ بالترتیب فقہ کے کسی ایک باب مثلاً کتاب الطہارت، کتاب المیراث، کتاب الحدود کو بطریق بالا حدیث کے مخالف ثابت کر دیں اور ان مسائل کے مقابلہ میں ہر ہر مسئلہ کا صحیح حکم حدیث صحیح، صریح غیر معارض سے دکھادیں۔ ہم فقہ کو چھوڑ دیں گے۔ مگر ہمارے علماء نے نہایت بزدلی کا ثبوت دیا اور شور مچا کر بھاگ گئے۔

(۶۰) ایک دن ہمارے علاقہ کے ایک گاؤں میں یہ جھگڑا ہوا کہ حنفیوں کی نماز غلط ہے۔ حنفیوں نے کہا آپ بالترتیب نماز کا ہر ہر مسئلہ حدیث صحیح، صریح غیر معارض سے

دکھادیں، ہم وہی نماز پڑھیں گے لیکن وہ اس کے لیے بالکل تیار نہیں ہوئے تو لوگوں نے کہا ہماری نماز کا کہتے ہو ہوتی نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں تم مکمل نماز بتادو پھر کہتے ہو ہمیں آتی نہیں۔ پھر لوگوں کے دِلوں میں وسوسے کیوں ڈالتے ہو۔

(۶۱) اسی طرح ایک دن جنازہ کی نماز کا جھگڑا ہمارے علماء نے ہی ڈالا۔ تو سب لوگوں نے کہا کہ نماز جنازہ کی مکمل ترتیب اور مسائل آپ حدیث سے سنادیں ہم آپ کے ساتھ ہوں گے مگر ہمارے علماء نے مکمل ترتیب سے انکار کردیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث بمعنی محدّث تو یہ لوگ ہرگز نہیں، ہاں بمعنی باتونی یا بمعنی نیا یا بمعنی وسوسے ڈالنے والا اور حدیث نفس کا تابع ہوں تو ہوں حضرات علمائے کرام! ہمارے ان سوالوں کا جواب قرآن وحدیث سے دے کر ہمارے دِلوں کو مطمئن فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے (ایک پریشان دِل اہل حدیث)

(۶۲) اگر حدیث راجحہ پر عمل کرنے والا اہل حدیث ہے تو حنفی یا دیگر مقلدین اہل حدیث کیوں نہیں جواُن احادیث پر عمل کرتے ہیں جن کو خیر القرون کے مجتہد نے راجح قرار دیا اور ہم اُن احادیث پر عامل ہیں جن کو پندرہویں صدی کے کسی جاہل مرکب غیر مقلد نے جو مصداق ضلو فاضلو کا ہے راجح قرار دیا، حالانکہ تابعین کی ترجیح قرآن، حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

(۶۳) حضرات علمائے کرام! حضرات صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین جس طرح متصل احادیث روایت کرتے اور ان پر عمل بھی کرتے تھے، اسی طرح صحابہؓ تابعین مرسل احادیث روایت کرتے اور خیر القرون کے تینوں زمانوں میں، مرسلات، بلکہ بلاغات پر بھی بلانکیر عمل جاری تھا۔ حنفی حضرات حدیث متصل، مرسل، موقوف، مُدلس سب پر عمل کرتے ہیں، مگراُن کو اہل حدیث نہیں کہا جاتا اور ہم نے حدیث کی کئی اقسام مثلاً مراسیل، موقوفات، مدانیس، خیر القرون، ان سب اقسام کی احادیث ماننے سے انکار کردیا ہے، عجب بات ہے کہ احناف ان سب قسموں کو مانیں تو بھی اہل حدیث نہ ہوں ہم اکثر اقسام کا انکار کریں پھر

بھی اہل حدیث رہیں۔

(۶۴) حدیث کے لفظ کا اطلاق حدیث مرفوع، موقوف، مقطوع، مرسل، مُدلس سب پر ہوتا ہے مگر ہم بجائے سب اقسام کو ماننے کے صرف ایک قسم کو مانتے ہیں، اور حنفی سب اقسام کو مانتے ہیں تو حنفی کامل اہل حدیث ہوئے اور ہم 1/5 اہل حدیث ہوئے۔

(۶۵) ہم میں سے بعض لوگ اثری کہلاتے ہیں۔ اثر لغت میں کسی چیز کے بقیہ کو کہتے ہیں اور اثر کا اطلاق محدثین کی اصطلاح میں حدیث مرفوع، موقوف، مقطوع سب پر ہوتا ہے۔ امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں، امام طبری نے تہذیب الآثار میں اور امام سیوطیؒ نے الدر المنثور فی التفسیر بالماثور میں تینوں اقسام کی احادیث درج کی ہیں۔ اسی طرح با جماع اُمت ادعیہ ماثورہ کا لفظ ان دعاؤں پر استعمال ہوتا ہے جو احادیث سے ثابت ہوں، مگر ہمارے اثری سوائے پہلی قسم کے کوئی حدیث نہیں مانتے تو یہ اثری کہلانا خلاف اجماع ہے۔ پھر کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اثری کہلانے کا حکم دیا، یا خود اپنے کو اثری لکھوایا۔ یا کسی صحابی کے اثری کہلانے پر خاموش رہے؟ اگر ایسی حدیث ہو تو باسند تحریر فرمائیں اور اُس کی صحت بھی تفصیلاً ثابت فرمائیں۔

(۶۶) ہمارے بعض علماء یہ حدیث سُنا کر ہمارا دِل خوش کر دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم ارحم خلفائی قلنا من خلفاء ک؟ قال الذین یروون احادیثی یعلمو نھا الناس۔ ہمارا دل بھی بہت خوش رہا مگر تحقیق سے پتہ چلا کہ یہ حدیث تو موضوع اور باطل ہے۔ چنانچہ حافظ زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ احمد بن عیسیٰ العلوی کی موضوعات میں سے ہے (نصب الرایہ ج ا ص ۳۴۸)

اور حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ھذا باطل" (میزان الاعتدال ج ا ص ۱۲۷) اس کی کوئی صحیح سند ہو تو مع توثیق رواۃ پیش فرمائیں۔

(۶۷) اگر یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو یہ دُعا تو محدثین کے لیے ہے جو طبقہ علمی ہے نہ کہ اس سے مراد کوئی فرقہ مذہبی ہے۔

(۶۸) کیا احادیث کے وہ راوی جو رافضی، خارجی، ناصبی، مرجیہ، قدریہ، معتزلہ ہیں وہ بھی اس حدیث کی دعا میں شامل ہیں یا نہیں، اور حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی راوی اور محدثین بھی اس دعا کے مستحق ہیں یا نہیں؟

(۶۹) حضرات علمائے کرام! ہم اس بات پر تو فخر کرتے ہیں کہ رفع یدین میں شوافع اور رافضی ہمارے ساتھ ہیں لیکن ترک تقلید میں شیعہ، منکرین حدیث، نیچری، قادیانی وغیرہ سب ہمارے ساتھ ہیں۔ کیا یہ بات قابل فخر نہیں ہوسکتی؟

(۷۰) ہمارے بعض حضرات اپنے آپ کو سلفی بھی لکھتے ہیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلفی کہلانے کا حکم دیا یا خود سلفی کہلاتے تھے۔ یا آپ کے سامنے صحابہؓ سلفی کہلاتے ہوں اور آپ خاموش رہے ہوں۔ تو ایسی حدیث شریف پیش فرمائیں۔

(۷۱) سلف صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے یا صحابہ، تابعین، تبع تابعین بھی سلف میں شامل ہیں۔ تو پھر یہ سلفی کہلانے والے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے ارشادات کو کیوں نہیں مانتے؟

(۷۲) ہمارے بعض عوام محمدّی کہلواتے ہیں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محمدّی کہلانے کا حکم دیا یا آپ کے سامنے صحابہ محمدّی کہلواتے تھے اور آپ اس پر خاموش رہے ہوں، تو ایسی کوئی حدیث پاک بیان فرمائیں۔

(۷۳) کیا حضرت پیرانِ پیر نے غنیۃ الطالبین میں فرقہ محمدیہ کو گمراہ اور دوزخی فرقوں میں شمار کیا ہے یا نہیں؟

(۷۴) جس طرح لوگ محمدّی کہلاتے ہیں اس طرح قادیانی احمدی کہلاتے ہیں۔ بعض لوگ ان ناموں سے مغالطہ کھا جاتے ہیں کہ شاید ان ناموں میں محمد اور احمد سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حالانکہ جس طرح احمدی نسبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے مرزا کی طرف ہے۔ کیونکہ وہ مرزا کی کتابوں کو ہی کتاب وسنت کی صحیح ترجمان مانتے ہیں۔ اسی طرح محمدی سے مراد محمد جوناگڑھی کے ماننے والے ہیں۔ کیونکہ ان کا دین وایمان

محمد جونا گڑھی کی ہی کتابیں ہیں۔ شمع محمدی، تفسیر محمدی، وضو محمدی، نماز محمدی، نکاح محمدی، حج محمدی، طریقہ محمدی وغیرہ، محمد جُونا گڑھی کی کتابوں پر ہی ایمان ہے۔ اس لیے محمدی ہیں۔

(۷۵) حضرات علمائے کرام! حنفیوں کو تیرہ سو (۱۳۰۰) سال ہو چکے ہیں وہ حنفی ہی کہلاتے ہیں۔ مگر ہمیں ۱۸۸۸ء سے ابھی تک ایک صدی بھی نہیں ہوئی مگر کئی نام بدل چکے ہیں، موحد، محمدی، غیر مقلد، سلفی، اثری، غرباء اہل حدیث، امامیہ تنظیم، جماعت المسلمین، اہل حدیث، شبانِ اہل حدیث کیا یہ سب نام احادیث سے ثابت ہیں۔ تو برائے نوازش وہ صحیح احادیث پیش فرمائیں۔

(۷۶) (الف) حضرات علمائے کرام! ہمارے فرقہ کو بنے ہوئے ابھی ایک صدی بھی نہیں گذری مگر یہ آپس میں سخت اختلافات کا شکار ہو گیا ہے۔ مثلاً مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری ہمارے فرقہ کے روح رواں تھے۔ مگر ہماری جماعت کے علماء ان کو دجّال، معتزلی، بے دین، واجب القتل، دو دو آنے پر فتوے دینے والا، محدثین کی خدمات پر پانی پھیرنے والا، چھٹا ہوا نیچری اور چُھپا ہوا مرزائی کہتے ہیں۔ (فیصلہ مکّہ، اربعین، فیصلہ الحجازیہ، کتاب التوحید والسنۃ وغیرہ)

(ب) مولانا محمد جُونا گڑھی، مولانا عبدالستار، امیر جماعت غرباء اہل حدیث کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ اس کا کُفر مکّے کے کافروں سے بھی بڑھا ہوا ہے (اخبار محمدّی ص ۱۳، ۱۵ نومبر ۱۹۳۹ء)

(ج) مولانا عطاء اللہ حنیف کے شاگرد پروفیسر محمد مبارک پوری جماعت غرباء اہل حدیث کو مسیلمہ کذّاب جیسے واجب القتل سمجھتے ہیں (علمائے احناف اور تحریکِ مجاہدین ص ۴۸) کیا ایک دوسرے کو کافر کہنے والے سب کے سب طائفہ منصورہ کے مصداق ہیں؟ اور حق واحد ہے یا متعدد۔

(۷۸) حضرات علمائے کرام! ایک عجیب بات ہے کہ منکرین حدیث نے بہت سا لٹریچر شائع کر رکھا ہے اور اُسی لٹریچر کے ذریعہ وہ اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے ہیں۔ لیکن

جب ہم اس لٹریچر پر اعتراض کرتے ہیں تو وہ یہ کہہ کر جان چھڑاتے ہیں کہ ہم اہلِ قرآن ہیں۔ اگر ہم پر اعتراض کرنا ہے تو قرآن پر اعتراض کرو۔ اب کون مسلمان قرآن پر اعتراض کرے، ہاں اُن لوگوں نے اپنے سارے لٹریچر کو خلاف قرآن تسلیم کر کے اپنی ساری کتابوں کو جھوٹا مان لیا۔ بالکل یہی حال اہل حدیثوں کا ہے۔ ہم اپنے علماء کی کتابیں اور لٹریچر رات دن تقسیم کرتے ہیں اور اس کو دین کی تبلیغ سمجھتے ہیں۔ لاکھوں روپے اس پر خرچ کرتے ہیں۔ مگر جب ہمارے مخالفین ہم پر اعتراض کرتے ہیں تو ہم فوراً اُن سب کتابوں کا انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا مذہب صحیح حدیث ہے اگر اعتراض کرنا ہے تو صحیح حدیث پر کرو۔ گویا ہم نے اعلانیہ تسلیم کرلیا کہ ہماری ساری کتابیں مخالف حدیث ہیں اور ہمارا لٹریچر بے دینی کی تبلیغ ہے۔ اس طرح ہمارا اپنی تمام کتابوں کا انکار کر دینا اپنے مسلک کو باطل تسلیم کر لینا ہے۔

(۷۹) حضرات علمائے کرام! ہمارے نواب صدیق حسن خاں صاحب نے محدّث کی شرائط کے بیان میں یہ واقعہ نقل فرمایا ہے۔ کہ ایک شخص نے حضرت امام بخاریؒ کے سامنے ارادہ ظاہر کیا کہ میں اہل حدیث (محدث) بنا چاہتا ہوں۔ امام بخاریؒ نے فرمایا اس فن میں قدم نہ رکھنا۔ جب تک یہ شرائط نہ ہوں۔ سب سے پہلے یہ چار چیزیں حاصل کرنا۔ (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مبارکہ اور آپ کی شریعت کا علم (۲) حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کی مقداروں کا علم (۳) تابعین اور ان کے احوال کا علم (۴) علماء دین اور ان کے تاریخی حالات، پھر یاد رکھو اُن سب کے نام، اُن کی کنیت، اُن کے ٹھکانے، اور ان کا زمانہ حیات معلوم کرنا۔ ان کو ایسا ہی ضروری سمجھنا جیسے خطبہ میں خدا کی ثناء اور دعا میں وسیلہ۔ قرآن پاک کی سورت کے ساتھ بسم اللہ اور نمازوں کے ساتھ تکبیر تحریمہ، پھر یہ پہچان کرنا کہ مسند حدیثیں کتنی ہیں، مرسل کس قدر ہیں، اور موقوفات کتنی ہیں۔ اور اپنی عُمر کے چاروں زمانوں بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے کو حدیث پر خرچ کرنا اور ہر حال میں حدیث کا دور کرنا۔ فراغت ہو یا مشغولیت، امیری ہو یا غریبی، پھر پہاڑوں،

سمندروں، شہروں اور جنگلوں میں پھر کر یہ علم حاصل کرنا، جب کاغذ نہ ملے تو پتھروں، پتوں اور چمڑوں پر حدیث لکھنا۔ اپنے سے چھوٹے، اپنے ہم عُمر، اپنے سے بڑے اور اپنے باپ کے خط سے احادیث لینا۔ ان سب اُمور میں خُدا تعالیٰ کی رضا مقصود رکھنا، اور ان حدیثوں پر عمل کرنا جو کتاب اللہ کے موافق ہوں اور ان احادیث کو طلباء اور محبّین حدیث میں پھیلانا اور کتاب میں تالیف کرنا اور تم اس کام کو پورا نہیں کر سکتے۔ جب تک کتابت، لغت، صرف اور نحو میں مہارت حاصل نہ کرو، یہ سب محنت بے کار ہے اگر خُدا کی توفیق سے قدرت، صحت، حرص اور حفظ عطا نہ ہو اور جب یہ سب کچھ حاصل ہو جائے تو اُس محدّث کی نظر میں اپنے اہل، مال اولاد اور وطن کی وقعت نہیں رہتی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ اس کا چار چیزوں سے امتحان لیتے ہیں۔ شماتت اعداء سے۔ سچے دوستوں کی ملامت سے، جُہلاء کے طعن سے اور عُلماء کے حسد سے۔ یعنی چاروں طرف سے دوست، دُشمن، جاہل، عالم سب اس پر نکتہ چینی کرتے ہیں اگر وہ آدمی ان پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ چار چیزوں سے دنیا میں اس کا اکرام فرماتے ہیں قناعت کی عزت، ہیبتِ نفس، لذّت علم اور شہرت عام بقائے دوام سے، اور چار چیزوں سے آخرت میں اکرام فرمائیں گے کہ اپنے بھائیوں کی شفاعت کرو، میرے عرش کے سایہ میں آرام کرو، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض سے پیاس بجھاؤ اور اعلیٰ علیین میں انبیاء کرامؑ کے ساتھ جنّت میں رہو۔ امام بخاریؒ نے فرمایا۔ بیٹا محدّث کی شرائط میں نے اختصار سے بیان کردی ہیں جو میں نے اپنے مشائخ حدیث سے تفصیلاً سُنی تھیں اب اگر تُو اتنی ہمت رکھتا ہے تو اس میں قدم رکھ یعنی اہل حدیث (محدّث) بننے کی کوشش کر۔ وہ شخص کہتے ہیں میں ادب سے سر جھکا کر غور و فکر کرنے لگا۔ جب امام بخاریؒ نے میرا یہ حال دیکھا تو فرمایا اگر تو اس قدر مشقتیں برداشت نہیں کر سکتا تو فقہ کو لازم پکڑ لے یہ علم تجھے گھر بیٹھے حاصل ہو جائے گا۔ (کیونکہ امام بخاریؒ کے زمانہ میں ہر ہر گھر میں فقہ ہی رائج تھی) اور تجھے اس کے لیے سمندروں اور شہروں کا سفر نہیں کرنا پڑے گا۔ (اور بلا مشقت حاصل ہونے سے فقہ کو بے قدر نہ سمجھنا) وہ فقہ حدیث کا ہی ثمرہ اور پھل ہے۔ (اور فقیہ کو بہ

نظر حقارت بھی نہ دیکھنا کیونکہ) آخر میں فقیہ کا ثواب محدث سے ذرہ بھر بھی کم نہیں۔ اور نہ اُس کی عزت اور شان محدث سے کم ہے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں امام بخاریؒ سے یہ سُن کر میں نے اہل حدیث بننے کا ارادہ چھوڑ دیا اور فقہ میں محنت کی اور خدا تعالیٰ کی توفیق سے میں اپنے زمانہ کا سر برآوردہ فقیہ بن گیا (الحطہ ص ۱۴۸، ۱۵۰)

حضرات علمائے کرام! کیا آج ہمارے فرقے کا ہر فرد ان شرائط پر پورا اُترتا ہے ، ہر گز نہیں تو امام بخاریؒ کے فرمان پر بھی ہمیں فقہ پر عمل کرنا چاہیے ورنہ ہم نہ محدثین کے ساتھ رہے نہ فقہا کے ساتھ لا الی ھو لاءِ ولا الیٰ ھولاءِ کا منظر رہے گا۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم ، نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔

امام بخاریؒ کے فرمان کے موافق تو جب ہم اُن شرائط سے کورے ہیں تو ہم پر فقہا ء کی تقلید لازم ہے۔ مگر ہمارے فرقہ کا حال یہ ہے کہ جاہل بھی اردو ترجمہ حدیث کا دیکھ کر فقہا ء پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ میں نے کبھی اپنے بڑے سے بڑے شیخ الحدیث کو بھی نہیں دیکھا کہ ڈاکٹری کی کتاب کا اردو ترجمہ دیکھ کر خود اپنا علاج کرتا ہو، چہ جائیکہ کوئی اتنا حوصلہ کرے کہ اُردو ترجمہ دیکھ کر بڑے بڑے ماہر ڈاکٹروں کی غلطیاں پکڑے۔ ساری عُمر اُن ڈاکٹروں کے نسخوں کو بلا مطالبہ دلیل قبول کر کے ان کی تقلید میں گذارتا ہے۔ اجتہاد کا نام لیتے جان جاتی ہے۔ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ہمارا بڑے سے بڑا عالم تعزیرات پاکستان کا اردو ترجمہ کا مطالعہ کر کے خود مقدمے کی پیروی کرتا ہو۔ چہ جائیکہ اردو کتاب دیکھ کر چیف جسٹس صاحبان کے فیصلہ کو غلط قرار دے۔ اس طرح ،صرف ،نحو، بلاغت ، معانی ، بدیع اور منطق کے قواعد کو محض تقلیداً قبول کرتے ہیں۔ خلیل اور اخفش کی جوتیاں اُٹھاتے زندگی گذر جاتی ہے مگر اجتہاد کا نام نہیں لیتے۔ مگر حضرات فقہاء پر ملامت کرنے میں ہمارا ہر ہر جاہل تیار ہے۔ حدیث کی کتاب کا اُردو ترجمہ لیا اور سب فُقہاء پر تبرّا بازی شروع کردی۔

(۸۱) حضرات ! یہ بھی فرمائیں کہ امام بخاریؒ کی یہ بیان کردہ شرائط قرآن وحدیث سے ثابت ہیں تو وہ آیت یا حدیث بیان فرمائیں یا یہ اُمتیوں کی بناوٹ ہے تو کیا امام بخاریؒ

اوران کے سب مشائخ حدیث بدعتی تھے؟

(۸۲) امام بخاریؒ کے ساتھ امام احمدؒ سے یہ پوچھا گیا کہ مفتی کی کیا شرائط ہیں۔ آپ نے فرمایا کتاب اللہ شریف کا پورا عالم ہو کم ازکم چار لاکھ احادیث صحیحہ کا عالم ہو۔ صحابہ، تابعین کے فتاویٰ میں بصیرت تامہ رکھتا ہو تو اس کو فتویٰ دینے کا حق ہے ورنہ نہیں۔ (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۵۲ بحوالہ قواعد فی علوم الفقہ ص ۵)

حضرات! ظاہر ہے کہ جب وہ فتویٰ دینے کا اہل نہیں تو وہ دوسروں سے فتویٰ پوچھ کر اُن کی تقلید کرے گا، لیکن ہمارے فرقہ کا تو یہ حال ہے کہ چار لاکھ تو کیا چار حدیثوں کی سندوں کی بھی تفصیلی تحقیق نہیں جانتے اور نہ صرف یہ کہ تقلید سے باغی ہیں بلکہ آئمہ مجتہدین اور صحابہ سے زیادہ کتاب وسنّت کا عالم ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ آئمہ مجتہدین اور صحابہ ان کی تقلید کرتے، یہ ایسی ہی خواہش ہے کہ مریض یہ خواہش کرے کہ ڈاکٹر میری تقلید کرے اور ملزم یہ خواہش کرے کہ چیف جسٹس قانون فہمی میں میری تقلید کرے۔ ایں خیال اَست ومحال اَست وجنوں۔

(۸۳) امام ابوحفصؒ فرماتے ہیں کہ جب میں جامعہ منصور میں مسند افتاء پر بیٹھا تو محدّث ابواسحاق نے مجھے کہا کہ کیا تجھے چار لاکھ احادیث حفظ کرنے والا قول یاد ہے۔ میں نے کہا ''ہاں'' انہوں نے کہا جب تجھے چار لاکھ احادیث حفظ ہی نہیں تو تو فتویٰ کیوں دیتا ہے۔ میں نے کہا میں اپنے قول پر فتویٰ ہی نہیں دیتا۔ میں تو اُس مجتہد کے قول پر فتویٰ دیتا ہوں جو چار لاکھ سے بھی زیادہ حدیثوں کا حافظ تھا (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۵۲) اِس سے معلوم ہوا کہ جس کو چار لاکھ احادیث حفظ نہ ہوں وہ خود اجتہاد نہ کرے بلکہ مجتہد کے فتویٰ کی تقلید کرے یہی محدثین کا طریق ہے۔

(۸۴) امام بخاریؒ کے اُستاد الاستاد اور امام احمدؒ کے استاد امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کسی آدمی کو ہرگز حلال نہیں کہ وہ خدا کے دین میں فتویٰ دے، ہاں مگر وہ شخص کہ قرآن پاک کا عارف ہو، اُس کے ناسخ، منسوخ، محکم اور متشابہ، اس کی تاویل اور تنزیل اور مکّی مدنی آیات

سے پورا واقف ہو۔ اور یہ ساری باتیں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں بھی جانتا ہو، اور علم لغت اور شعر میں بھی بصیرت تامہ رکھتا ہو۔ اور علماء کے اختلاف اور وجوہِ اختلاف کو خوب جانتا ہو، ایسے شخص کو فتویٰ دینا جائز ہے، اور جو ایسا نہ ہو اُس کے لیے ہرگز حلال نہیں کہ فتویٰ دے (اعلام الموقعین ج ا ص ۱۶، الفقیہ والمتفقہ للخطیب)

(۸۵) امام بخاریؒ کے پرداد استاد حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تک فتویٰ دینے نہیں بیٹھا جب تک ستر شیوخ نے مجھے نہ کہا کہ تو فتویٰ کا اہل ہے۔ (اعلام الموقعین ج ا ص ۱۶)

(۸۶) امام عبداللہ بن المبارک اور امام یحییٰ بن اکثم سے پوچھا گیا کہ فتویٰ کی اہلیت کیا ہے فرمایا جب آدمی حدیث اور فقہ (رائے) دونوں میں بصیرت تامہ رکھتا ہو۔ (اعلام الموقعین) ان محدثین کے اقوال سے معلوم ہوا کہ ہر شخص فتویٰ کا اہل نہیں، چہ جائیکہ ہر شخص مجتہدین کا جج بن بیٹھے اور مجتہدین کی غلطیاں چھانٹے اور ظاہر ہے جو اہل اجتہاد نہ ہو تقلید کرے لیکن ہمارے بعض جاہل بے وقوف بھی مجتہدین بنے ہوئے ہیں۔

(۸۷) امام شعبیؒ جنہوں نے پانچ سو صحابہؓ کی زیارت کی تھی، فرماتے تھے جو شخص چاہتا ہے کہ قضاء میں مضبوط فیصلہ لے تو اسے چاہیے کہ حضرت عُمر کے اقوال لے۔ (اعلام الموقعین ج ا ص ۷) دیکھیے امام شعبیؒ حضرت عمرؓ کی تقلید شخصی کی دعوت دے رہے ہیں وہ بھی قاضیوں کو جو یقیناً عالم تھے، لیکن ہماری جماعت کے جاہل بھی تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں۔

(۸۸) حضرت مجاہدؒ جو جلیل القدر تابعی ہیں وہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ اذا اختلف الناس فی شئی فانظروا ماصنع عمر فخذو ابه (اعلام الموقعین ج ا ص ۷)
دیکھیے حضرت مجاہد بھی حضرت عمرؓ کی تقلید شخصی کا حکم فرمایا کرتے تھے۔

(۸۹) قال طاوس ادرکت سبعین من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا تدارأ وافی شئی انتهوا ئی قول ابن عباس (اعلام الموقعین ج ا ص ۸) دیکھیے یہ (۷۰) صحابہ قول ابن عباس کی تقلید کرتے تھے۔ اور کوئی ان پر

انکار نہ کرتا تھا۔

(۹۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ صرف حجۃ الوداع میں شامل ہونے والوں کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تھی۔ اور ظاہر ہے کہ تمام صحابہؓ اُس حج میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ یہ سب اہل زبان بھی تھے۔ مگر ان میں سے فتویٰ دینے والے صحابہ کی تعداد تقریباً ایک سوتیں تھی ان میں بھی اصل مفتی صرف سات تھے۔ (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۵) ظاہر ہے کہ باقی تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ اُن کی تقلید کرتے تھے اور عہد صحابہؓ میں سے کسی نے اُن پر انکار نہیں کیا۔

(۹۱) امام محمد بن جریرؒ فرماتے ہیں کہ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے صرف عبداللہ بن مسعودؓ کے ایسے معروف اصحاب تھے۔ جو ان کے فتاویٰ اور مذہب کو مدّون کرتے تھے۔ اور کسی صحابیؓ کے فتاویٰ اُن کے شاگردوں نے مرتب نہیں کئے، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے مذہب کو خلیفہ راشد حضرت عمرؓ کے مذہب سے ملاتے، اگر کہیں اختلاف ہوتا تو اپنا قول چھوڑ کر حضرت عمرؓ کے قول کی تقلید کر لیتے (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۷) امام اعمش فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعی حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اقوال کی ہی تقلید کرتے ان دونوں سے باہر نہیں نکلتے تھے (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۷)

حضرت علیؓ جب کوفہ تشریف لائے تو اُن کا مذہب بھی مدّون کیا گیا۔ مذہب حنفی کا ماخذ یہی مرتب اور مدّون فتاویٰ تھے۔

(۹۲) ہمارے بعض جہال بھی یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم تمام مذاہب کو کتاب وسنّت پر پیش کرتے ہیں۔ اور جو مسئلہ جس مذہب کا کتاب وسُنت کے موافق ہو اُسے قبول کر لیتے ہیں۔ اگر چہ یہ دعویٰ ہمارے ہر جاہل کا ہے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ہمارے علماء بھی اس دعویٰ پر پورا نہیں اُتر سکتے۔ حنفی علماء نے مدّتوں سے یہ اعلان شائع کر رکھا ہے کہ کوئی غیر مقلد عالم آئے ہم مختلف ابواب کے ایک سو مسائل رکھیں گے اُن میں پہلے ہر مسئلہ کے بارہ میں چاروں مذاہب کے احکام پھر ہر مذہب کے مفصل دلائل اور وجوہ ترجیح بیان کر کے پھر

کتاب وسنت سے صراحۃً ترجیح ثابت کرے مگر کوئی غیر مقلد اس پر آمادہ نہیں ہوا، کیا اس قسم کے جھوٹے دعوے کرنا شرعاً جائز ہے؟

(۹۳) ہمارے بعض علماء اقوال آئمہ اربعہ کے پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے تقلید سے منع فرمایا۔ مگر جس طرح کی سند کا مطالبہ احناف سے کیا کرتے ہیں اُن اقوال کی وہ سند بیان نہیں کرتے۔ براہ نوازش اُن اقوال کی سند مع توثیق رواۃ پیش فرمائیں۔

(۹۴) وہ اقوال اگر بسند صحیح بھی ثابت ہوتے تو اُن اقوال کے ساتھ آئمہ اربعہ نے کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی تو اُن اقوال کو بلا مطالبہ دلیل قبول کر لینا تقلید ہے۔ کیا اس تقلید سے ترکِ تقلید پر استدلال درست ہے۔

(۹۵) ہمارے علماء آئمہ اربعہ کے اُن اقوال کو چھپاتے ہیں جن میں آئمہ اربعہ نے مفتی اور مجتہد کی شرائط بیان کی ہیں اور جن میں وہ شرائط نہ ہوں اُن کو فتاویٰ دینے سے منع کیا ہے۔ ان دونوں قسم کے اقوال سے پتہ چلا کہ آئمہ اربعہ کے نزدیک مجتہدین اپنی نظر و استدلال سے کتاب وسنت پر عمل کریں اور غیر مجتہدین تقلید کریں۔ اب جن اقوال کے مخاطب مجتہدین ہیں اُن کو عوام پر چسپاں کرنا تلبیس حق بالباطل بھی ہے... یحرفون الکلم عن مواضعہ پر بھی عمل ہے اور کتمانِ حق بھی ہے۔

(۹۶) ہمارے علماء جب قرآن حدیث سے اپنی قدامت ثابت نہیں کر سکتے تو عجیب مضحکہ خیز استدلال کرتے ہیں۔ استدلال اکثر منکرین حدیث سے چوری کرتے ہیں۔ مثلاً منکرین حدیث کہتے ہیں کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے دور یعنی خیر القرون میں نہ صحاح ستہ تھی نہ مشکوۃ، نہ بلوغ المرام، نہ فتاویٰ ثنائیہ، نہ فتاویٰ نذیریہ، صرف اور صرف قرآن تھا۔ اس لیے وہ سب لوگ اہل قرآن تھے۔ یعنی منکرین حدیث، اور ہمارے علماء کہتے ہیں اس وقت نہ ہدایہ تھا نہ قدوری اس لیے سب اہل حدیث تھے۔ فرمایئے دونوں میں سے کس فریق کی دلیل وزنی ہے؟

۹۷۔ یہ بات کہ فلاں فرقہ کس دور کی پیداوار ہے۔ کوئی شرعی مسئلہ تو نہیں ایک تاریخی مسئلہ

ہے اور تاریخی طور پر ہمارے علماء اس کو تسلیم بھی کر چکے ہیں۔ مگر بعض جاہل کہتے ہیں کہ ہمارے علماء قابل شہادت نہیں ہیں، کیا وجہ ہے کہ اُمت محمدیہ کا خاص امتیاز ہی شہداء علی الناس (البقرہ) اور شہداء اللّٰہ علی الارض (مشکوٰۃ) ہے۔ مگر جو غیر مقلد بن جاتا ہے وہ مردود الشہادت قرار پاتا ہے کہ اُن کی شہادات کو ہم قبول نہیں کرتے۔ تو وضاحت سے سمجھا دیجئے جن نکاحوں میں غیر مقلد گواہ ہیں وہ نکاح ہو گئے یا نہیں، ووٹ بھی شہادت ہے اگر غیر مقلد مردود الشہادت ہو جاتا ہے تو اس کا ووٹ بھی کینسل ہو گا۔ پھر کیا کسی عدالت میں غیر مقلد کی شہادت قبول ہو گی یا نہیں؟ الیکشن کے اُمیدوار اور جج بننے کیلئے بھی مقبول الشہادۃ ہونا ضروری ہے۔ تو کیا غیر مقلدین کو ان سب مناصب سے شرعاً محروم سمجھا جائے گا؟

(۹۸) حضرات علمائے کرام! اہل قرآن کا دعویٰ ہے قرآن ہمارا ہے، ہمارا دعویٰ ہے کہ صحاح ستہ ہماری کتابیں ہیں مگر اس دعویٰ پر دونوں فرقوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، جب ہم اپنے علماء سے پوچھتے ہیں کہ یہ ہماری کتابیں کیسے ہیں تو ہمیں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اصحاب صحاح ستہ آئمہ مجتہدین کی تقلید کو کفر وشرک کہتے تھے اور کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے، اس لیے یہ ہماری کتابیں ہیں لیکن یہ دلیل تو نہیں ایک دوسرا دعویٰ ہے جب ہم عرض کرتے ہیں کہ دلیل شرعی کے موافق اُن کے اقرار یا معتبر تاریخی شہادتوں سے ان کا غیر مقلد ہونا ثابت کریں تو پھر موت کی سی خاموشی طاری ہو جاتی ہے آخر ہم لوگ آئمہ مجتہدین کو چھوڑ کر آپ کے عِلم پر لٹو ہوئے ہیں۔ مگر آپ ہمیں اتنا پریشان کیوں فرما رہے ہیں کہ کسی مسئلہ کا جواب حدیث صحیح صریح سے نہیں ہے۔

(۹۹) حضرات علمائے کرام! اگر یہ دعویٰ صحیح ہے کہ جو شخص تقلید نہ کرے اس کی کتاب ہماری کتاب ہے، تو مرزا قادیانی، سرسیّد نیچری، پادری فانڈر، سوامی دیانند، پنڈت شردمانند، ماسٹر رام چندر وغیرہ بھی آئمہ اربعہ میں سے کسی امام کے مقلد نہ تھے کیا ان کی کتابیں بھی ہماری معتبر کتابیں ہوں گی؟ آپ لوگوں نے ہمیں کتابوں کے بارہ میں بہت

پریشان کر رکھا ہے۔

(۱۰۰) حضرات اصحاب صحاح ستہ کا غیر مقلد ہونا نہ ان کے اقرار سے ثابت نہ شرعی شہادت سے لیکن ان پر خواہ مخواہ غاصبانہ قبضہ کیا جارہا ہے۔

میاں نذیر حسین صاحب، نواب صدیق حسن خاں صاحب، مولانا وحید الزماں صاحب، مولانا عنایت اللہ اثری وزیر آبادی صاحب، حکیم فیض عالم صدیقی، مولانا عبدالاحد صاحب خانپوری، جناب بشیر احمد صاحب سیکرٹری جمعیت اہل حدیث ہند، پروفیسر محمد مبارک صاحب جن کا غیر مقلد ہونا ان کے اقرار اور تاریخی شہادتوں سے ثابت ہے۔ ان کی کتابوں کا انکار کرنا، ان کی کتابوں کو قرآن وحدیث کے خلاف کہہ کر ٹالا جاتا ہے۔ آخر یہ کیا ماجرا ہے؟ ہمیں تو یہ بتایا جاتا ہے کہ حنفیوں کی کتابیں قرآن وحدیث کے خلاف ہیں، مگر حنفی اس غلط پروپیگنڈے سے ذرہ بھر متاثر نہیں ہوئے۔ لیکن ہمیں رات دن یہ سبق پڑھایا جارہا ہے کہ جب کوئی حنفی کسی اہل حدیث عالم کی کتاب پیش کرے تو فوراً کہہ دو ہم قرآن وحدیث کے خلاف کسی کی کتاب نہیں مانتے۔ یہ ہمارا صریح اقرار نہیں ہے کہ ہمارے ہر مولوی کی کتاب قرآن وحدیث کے مخالف ہے یہ بات ہماری سمجھ میں آج تک نہیں آئی کہ پہلے اپنے علماء کی کتابوں کی خوب تشہیر کی جاتی ہے ان کو قرآن حدیث کا ترجمان کہا جاتا ہے، لیکن جب کوئی حنفی اسے پیش کرے تو ان ساری کتابوں کو قرآن حدیث کے خلاف کہہ دیا جاتا ہے۔ حضرات شروع ہی سے ہر کتاب پر یہ لیبل کیوں نہیں لگایا جاتا کہ یہ اہل حدیث کی کتاب ہے، یہ قرآن حدیث کے خلاف ہے۔ کوئی اہل حدیث اس پر اعتبار نہ کرے۔ ہم ہزاروں روپے کی کتابیں خرید لیتے ہیں، بعد میں پتہ چلتا ہے کہ یہ سب ناقابلِ اعتبار کتابیں ہیں۔

(۱۰۱) حضرات ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ کسی امتی کو صدیق اکبر، فاروقِ اعظم، مناظر اعظم، امام اعظم، قائد اعظم کہنا کفر وشرک ہے، لیکن ہمارے علماء نے ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی پر جو پیش فرمایا اس کی پہلی سطر تھی۔ بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ دی گریٹ قیصرہ ہند بارک اللہ فی سلطنتہا اور کہا کہ ہمیں مذہبی آزادی صرف برطانیہ کی حکومت میں ہی حاصل

ہے اور اس حکومت کے لیے ہمارے دلوں سے مبارک باد کی صدائیں نعرہ زن ہیں۔ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ اعلان فرمائیں هلك قيصر فلا قيصر بعده، کا مگر ہم قیصرہ کے لیے مبارکباد کے نعرے اور اس کی حکومت کے لیے برکت کی دُعائیں کریں۔ ع ناطقہ سر گریباں ہے کہ اسے کیا کہیے

پھر بھی ہم اہل حدیث رند کے رند رہے، ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی۔

(۱۰۲) حضرات! مرزا قادیانی نے قادیاں میں بیٹھ کر حکومت برطانیہ کو خدا کی رحمت کہا، لیکن ہمارے میاں نذیر حسین صاحب نے حرمین شریفین میں کھڑے ہو کر حکومت برطانیہ کو اپنی جماعت کے لیے رحمت کہا۔ (الحیات بعد الممات) فرمایئے کون زیادہ ثواب کا مستحق ہے۔

(۱۰۳) حضرات! خدا تعالیٰ نے ہمارا نام مسلمان رکھا جب بھی مردم شماری ہوتی ہے، حنفی صرف اپنے آپ کو مسلمان لکھواتے ہیں۔ مگر شیعہ اپنے آپ کو شیعہ مسلمان۔ مرزائی احمدی مسلمان اور غیر مقلد اہل حدیث مسلمان لکھواتے ہیں۔ آخر مسلمان کے نام کو ناکافی کیوں سمجھا جاتا ہے؟

(۱۰۴) حضرات علمائے کرام! آخر میں گذارش ہے کہ ہمارے ان سوالات کا جواب قرآن وحدیث اور ایسی معتبر کتابوں سے باحوالہ دیا جائے جن کو ہماری ساری جماعت معتبر مانتی ہو، عام طور پر ہمارے علماء بلاحوالہ جواب دیتے ہیں یا کسی غیر معتبر کتاب کا حوالہ لکھتے ہیں۔ اور جواب بھی تسلی بخش نہیں ہوتا۔ اس لیے ہمارے سینکڑوں آدمی صحیح اور تسلی بخش جواب نہ ملنے کی وجہ سے مرزائی منکرین حدیث یا نیچری بن جاتے ہیں، ہم آپ کو خداوندِ قدوس کی عظمت وجلال کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ ہمارے سوالات کا نہایت تسلی بخش جواب دے کر ہمارے ڈگمگاتے ہوئے ایمان کو سہارا دیں۔ ایسے پھسپھسے جوابات نہ ہوں کہ ہماری جماعت کا ہر فرد اس کتاب کو پڑھ کر کہے یہ ہماری معتبر کتاب نہیں۔ ہم اس کو نہیں مانتے اس لیے جواب کے لیے کوئی ایسی شخصیت قلم اُٹھائے جو جماعت کی مسلمہ شخصیت ہو، اور حوالے ایسی کتابوں کے ہوں جو جماعت کی مسلمہ ہوں، ایسا نہ ہو کہ ہمیں بھی یہ مسلک چھوڑ کر کسی اور طرف جانا پڑے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں برکت دیں۔

غیر مقلدین کی کہانی، غیر مقلدین کی زبانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد لکھتے ہیں ''زمانہ غدر ہندوستان میں ہمارے سب چھوٹے بڑے سرکار انگریزی کے خیر خواہ رہے۔ (ترجمانِ وہابیہ ص ۵ ملخصا) اور اگر کوئی بدخواہ، بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادگی مذہب کو ناپسند کرتا ہے، اور ایک مذہب خاص پر جو باپ دادوں کے وقت سے چلا آتا ہے، جما ہوا ہے۔ (ترجمان ص ۵)

کتب تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو امن و آسائش اور آزادگی اس حکومت انگریزی میں تمام خلق کو نصیب ہوئی ہے کسی حکومت میں نہ تھی اور وجہ اس کی سوا اس کے کچھ نہیں سمجھی گئی کہ گورنمنٹ نے آزادی کامل ہر مذہب والے کو مسلمان ہو، یا ہندو یا اور کچھ عطا فرمائی ہے۔ جس کا اشتہار بڑی دھوم دھام سے دربار قیصری میں بمقام دہلی مجمع جملہ رؤسا و معززین ہند میں رعایا برایا کو سنایا گیا (ترجمان ص ۸) اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ صرف کتاب و سنت کی دلیلوں کو اپنا دستور العمل ٹھہراتے ہیں اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں۔

اور یہ آزادگی ہماری مذہب مروجہ جدیدہ سے عین مراد قانونِ انگلشیہ نہ تعصب مذہبی۔ ہاں البتہ جو تقلید اگلے مولویوں کی واجب اور فرض کہتے ہیں، وہ اگر تقلید محمد بن عبدالوہاب کی بھی کریں تو تعجب نہیں۔ اور جو اگلوں کی تقلید سے بھاگتا ہے وہ ان کی تقلید کیا کرے گا۔ (ترجمان ص ۲۰) تقلید کسی مذہب کی واجب نہیں...... آزادگی مذہب بھی عجیب نعمت ہے..... اور قید مذہب نیچریہ، یا مذہب مقلدین، یا مذہب مبتدعین، یا مذہب حنفیہ یا مذہب بین بین ایک بڑی بلا ہے اور سبب عداوت حکومت انگلشیہ (ترجمان وہابیہ ص ۲۹)

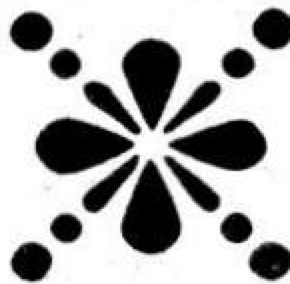
ہمیں مذہب کے نام سے چڑ ہے۔ ہم کو مذہبی جاننا بالکل ستانا ہے، ہمارا تو یہ حال ہے کہ سب مذہبوں سے آزاد ہیں (ترجمان ص ۳۰) یہ لوگ اپنے مذہب میں وہی آزادگی برتتے ہیں جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا ہے۔ خصوصاً دربار دہلی سے جو سب درباروں کا سردار ہے۔ جو رسائل و مسائل رد تقلید و تقلید مذہب میں اب تک تالیف ہوئے ہیں۔ وہ شاہد عدل ہیں اس بات پر کہ مُدعی اِس طریقہ کے قید مذہب خاص سے آزاد ہیں اور جس قدر رسائل بجواب اِن مسائل کے طرف سے مقلدین مذہب کے لکھے گئے ہیں وہ سب با آواز بلند پکارتے ہیں کہ ہم مذہب خاص کے مقیّد و مقلّد ہیں۔ ہم پر پیروی فلاں وہماں فرض وواجب ہے۔ آزادگی سے کچھ واسطہ نہیں۔ یہ آزادگی سرکار برٹش کو یا اُن کو جو اس حکومت میں اظہار اپنی آزادگی مذہب خاص کا کرتے ہیں۔ مبارک رہے اب تأمل کرنا چاہیئے کہ دشمن سرکار کا وہ ہوگا جو کسی قید میں اسیر ہے یا وہ ہوگا جو آزاد وفقیر ہے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۳۲) یعنی بعض لوگوں نے سرکار کے کہنے پر مذہب حنفی نہیں چھوڑا وہ انگریز کے دشمن ہیں۔ ہم نے سرکار کی خدمت کے لیے اتنی بڑی قربانی دی کہ مذہب چھوڑ کر لامذہب بن گئے اور سرکار برطانیہ کے دروازے کے فقیر بن گئے۔ ہم کیسے آپ سے مخالفت کر سکتے ہیں۔ ملکہ عالیہ معظمہ دام اقبالہا کے اشتہار نے سب کو آزادی کا وعدہ دیا (ص ۴۵) اور حنفیوں کے بارے میں لکھا ہے۔ یہ چاہتے ہیں وہی تعصب مذہبی وتقلید شخصی اور ضد اور جہالت آبائی جو ان میں چلی آتی ہے قائم رہے، اور جو آسائش رعایاہند کو بوجہ آزادگی مذہب گورنمنٹ نے عطا کی ہے وہ اُٹھ جائے اور امن عالم باقی نہ رہے، سارے مسلمان وغیرہ ایک مذہب خاص کے پابند ہو کر خوب اپنا تعصب گورنمنٹ سے ظاہر کریں۔ اور جب موقع پاویں مثل زمانہ غدر کے فساد برپا کریں (ترجمان وہابیہ ص ۵۶) یعنی سب ایک مذہب کے ہو جاویں گے تو ان میں اتفاق ہو جائے گا اور یہ اتفاق کر کے حکومت برطانیہ سے جہاد کریں گے۔ ہم اِن میں اتفاق نہیں ہونے دیں گے۔ تاکہ حکومت برطانیہ بے فکر ہو کر ہم پر اپنا سایہ برقرار رکھے۔

۱۸۷۵ء میں مولوی محمد حسین سرگروہ موحدین لاہور نے بجواب سوال ومسئلہ اس فتویٰ کے کہ آیا بمقابلہ گورنمنٹ ہند مسلمان ہند کو جہاد کرنا اور اپنی مذہبی تقلید میں ہتھیار اُٹھانا چاہیے یا نہیں، یہ جواب دیا اور بیان کیا کہ جہاد اور جنگ مذہبی بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا مقابلہ اُس حاکم کے جس نے آزادی مذہب دے رکھی ہے، از روئے شریعت اسلام عموماً خلاف وممنوع ہے اور وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اور بادشاہ کے جس نے آزادی مذہب دی ہے۔ ہتھیار اُٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرتے ہیں، بالکل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا مثل باغیوں کے ہیں اور جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کرنا خلاف مسئلہ سُنت وایمان موحدین ہے..... بمقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ موحدین کو ہتھیار اُٹھانا خلاف ایمان واسلام کے ہے۔ (ترجمان ص ۶۱) الغرض تقلید شخصی کو چھوڑنے کی اصل غرض انگریز کے خلاف جہاد کو حرام قرار دینا تھا، اور مسلمان مجاہدین میں فروعی اختلاف پیدا کر کے لڑانا۔ ہر مسجد میں دنگا فساد کرانا اصل مقصد تھا۔ امام اعظمؒ کی تقلید شخصی کے حرام ہونے پر نہ کوئی آیت قرآنی پیش کر سکا ہے نہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، اور نہ ہی اجماع اُمت۔ صرف اور صرف ملکہ وکٹوریہ کے اشتہار کو دلیل بناتا ہے۔

اعترافِ جُرم:

مولوی محمد مبارک غیر مقلد شاگرد خاص مولوی عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی لکھتا ہے ''جماعت غرباء اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے لیے رکھی گئی۔ صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد شہیدؒ کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا، جس کا اظہار اس طرح کیا گیا کہ ۱۹۱۱ء میں مولوی عبدالوہاب ملتانی نے امام ہونے کا دعویٰ کر دیا اور ساتھ ہی یہ کہا جو میری بیعت نہیں کرے گا وہ جہالت کی موت مرے گا (علماء احناف اور تحریک مجاہدین ص ۴۸) نواب صاحب لکھتے ہیں۔'' تقلید کسی مذہب کی اسکے نزدیک واجب نہیں...... وفاداری اور خیر سگالی اور خیر خواہی رفاہِ عوام کے ان کو کوئی امر ملحوظ خاطر نہیں اور اقرار وقول کو پورا کرنا اور اپنے عہد ومیثاق پر قائم

رہنا ان کے دین میں سب فرضوں سے بڑا فرض اور حاکموں کی اطاعت اور رئیسوں کا انقیاد ان کی ملت میں سب واجبوں سے بڑا واجب ہے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۲۹) یعنی تقلید امام واجب نہیں۔ انگریز کی اطاعت بڑا واجب ہے، ہم جن کے مقلد ہیں اُن کو اپنی جماعت حنفی تو کجا غیر حنفی بھی الامام الاعظم (تذکرۃ الحافظ ذہبی ج ۲ ص ۱۵۸) فقیہ الملۃ والاسلام (ذہبی ص ۸۴ خلاصہ خزرجی ص ۴۴۵) احد آئمۃ الاسلام والسادۃ الاعلام واحد الائمۃ الاربعۃ اصحاب مذاهب المطبوعۃ (البدایہ والنہایۃ ج ۱۰ ص ۱۰۷) کہتے ہیں اُن کو امام اعظمؒ کہنا شرک پایا۔ مگر ملکہ وکٹوریہ کو ساری جماعت کی طرف سے (یہ القابات وخطابات دیگر) یہ ایڈریس دیا گیا۔ بحضور فیض گنجور کوئین وِکٹوریہ دی گریٹ قیصرہ ہند بارك الله في سلطنتها۔ ہم ممبران گروہ اہل حدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمت عالی میں جشن جوبلی کی دِلی مسرّت سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ آپ کی سلطنت میں جو نعمت مذہبی آزادگی کی حاصل ہے اُس سے یہ گروہ اپنا خاص نصیبہ اُٹھا رہا ہے۔ وہ خصوصیّت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص اس سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ اُن کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصِل ہے۔ اس خصوصیّت سے یہ یقین ہوسکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام واستحکام سے زیادہ مُسرّت ہے اور ان کے دِل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں (اشاعۃ السنۃ ج ۹ ص ۲۰۶ شمارہ نمبر ۷)



فرقہ غیر مقلدین کی ظاہری علامات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس ملک میں آئمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید نہ کرنا، فقہ کو مخالف حدیث کہنا، اپنے کو موحد اور محمدی اور مقلدین آئمہ اربعہ کو مُشرک اور بدعتی کہنا۔ تقلید سے چڑنا۔ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک کہنا۔ بیس رکعت تراویح کو بدعت کہنا، مثل روافض کے رفع یدین عند الرکوع کو ارکان نماز سے شمار کرنا، مثل خوارج کے آئمہ کو گالیاں دینا، اور اجماع اور قیاس شرعی کا انکار کرنا۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کو مجسم مانتے ہیں کہ وہ عرش پر ہے اور جب عرش سے اُترتا ہے تو عرش ایسے ہی خالی ہو جاتا ہے جیسے کرسی پر بیٹھا ہوا انسان کرسی سے اُترے تو کُرسی خالی رہ جاتی ہے، اور خدا کو لامکان نہیں بلکہ مکان کا مکین مانتے ہیں۔ (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۱۱-۱۰)

۲۔ خدا تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ جس صورت میں چاہے ظاہر ہو سکتا ہے۔ (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۷، ۹)

۳۔ یعنی عیسائی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ عیسیٰ کی شکل میں ظاہر ہوا، اور ہندو کہتے ہیں کہ خنزیر کی شکل میں ہوا۔ اس کو جواز مل گیا۔

۴۔ خدا تعالیٰ کی صفات میں الا ستهزاء، السخرية والمكر، والخداع والكيد کو بھی شمار کرتے ہیں۔ (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۷)

۵۔ کہتے ہیں ذات باری تعالیٰ کو حوادث سے پاک سمجھنا باطل ہے۔ غزالی اور رازی کی

خرافات ہیں۔(ہدیۃ المہدی ج ۱ص ۱۲)

۶۔ان کا عقیدہ ہے کہ رام چندر، لچھمن، کرشن، زرا تشت، کنفیوس، مہاتما، بُدھ، سقراط اور فیثا غورث یہ سب انبیائے صالحین میں سے ہیں۔ہم پر واجب ہے کہ کہیں۔ آمنا بجمیع انبیاء ورسله لانفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون (ہدیۃ المہدی ج ۱ص ۸۵)

۷۔اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ نبی، علی اور ولی کا سماع عام لوگوں سے وسیع ہے۔حتیٰ کہ پوری زمین سے ہر جگہ دور و نزدیک سے وہ سُن لیتے ہیں تو یہ شرک نہیں ہے۔(ہدیۃ المہدی ج ۱ص ۲۵)

۸۔اس عقیدے سے کوئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، یا علیؓ، یا غوث کہے تو شرک نہیں (ہدیۃ المہدی ج ۱ص ۲۴)

۹۔ نواب صدیق حسن خاں (اسی عقیدے سے) یہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے ،قبلہ دیں مددے، کعبہ ایمان مددے، ابن قیم مددے، قاضی شوکاں مددے، (ج ۱ص ۲۳) یہ فوت بھی ہو چکے تھے اور دور بھی تھے لیکن نواب صدیق حسن صاحب ان سے استمداد فرمایا کرتے تھے۔

۱۰۔نواب وحید الزماں نے کتاب لکھتے وقت یہ دعا کی۔ اللهم ايدنى فى تاليف هذا الكتاب واتمامه بالارواح المقدسة من الانبياء (ج ۱ص ۳) گویا اس کتاب کی تالیف کے وقت رام چندر، لچھمن، کرشن کی روحیں بھی مدد فرماتی رہی ہیں۔

۱۱۔جو شخص سماع موتیٰ کا انکار کرتا ہے وہ اہل حدیث ہر گز نہیں بلکہ معتزلی ہے۔

(ہدیۃ المہدی ج ۱ص ۶۰)

۱۲۔اس فرقہ کے نزدیک قرآن پاک کی قطعیات کے مقابلہ میں خبر واحد پر عمل واجب ہے۔

۱۳۔قرآن پاک کے اوقاف بدعت سیہ ہیں، چنانچہ انہوں نے مسنون قرأت والا قرآن شائع کیا ہے۔

۱۴۔احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع ذخیرے سے صرف چھ کتابوں کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اُن کی بھی اکثر احادیث کو ضعیف کہہ کر ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔

۱۵۔احادیث کی بہت سی اقسام میں سے صرف حدیث صحیح ،صریح، مرفوع غیر مجروح کو ماننے

کا دعویٰ کرتے ہیں۔ باقی تمام اقسام حدیث کے حجت ہونے سے انکار کر جاتے ہیں۔

۱۶۔ غیر منسوخ احادیث کی اکثر اقسام کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ مگر منسوخ حدیث پر عمل کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ (معیار الحق)

۱۷۔ اجماع امت میں اجماع صحابہ کو بھی ماننے کو تیار نہیں، جیسے بیس رکعت تراویح، طلاق ثلاثہ، اذان جمعہ وغیرہ مگر اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری الصحیح البخاری اور صحاح ستہ کے اجماع کے انکار کو کفر سمجھتے ہیں۔

۱۸۔ قیاس شرعی اور اجتہاد کو خنزیر (ارشاد محمدی ج ۲ ص ۳) والتحقیق ص ۶۰) اور مثل بول ومُردار (طریق محمدی) قرار دیتے ہیں۔ مگر اس خنزیر اور بول کے استعمال کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بھی بنا رکھا ہے۔

۱۹۔ فقہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر فرمایا ہے خبیث قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کی ایک کتاب کا نام ہے۔ اظہار الطیب والخبیث بتقابل الفقہ والحدیث المعروف شمع محمدی، نیز نواب صدیق حسن لکھتے ہیں ''سرچشمہ سارے جھوٹے حیلوں اور مکروں کا اور کان تمام فریبوں اور دغابازیوں کی علم رائے ہے، جو مسلمانوں میں پیغمبر برحق کے بعد پھیلا اور مہا جال ان سب خرابیوں کا بول چال فقہا اور مقلدوں کی ہے اور ساری خرابی ڈالی ہوئی ان ملاؤں کی ہے جو دام تقلید میں گرفتار ہیں اور بدعت اور شرک کے نشہ میں سرشار۔ (ترجمان وہابیہ ص ۲۴) اور خوب خیال کرو تو سارے عالم کا فساد اور تمام خرابیوں کی بنیاد یہی گروہ ہے جو اپنے آپ کو کسی مذہب کا مقلد کہتا ہے۔ (ترجمان ص ۲۴، ۲۵)

۲۰۔ آئمہ اربعہ جو باجماع امت العلماء ورثۃ الانبیاء کے مصداق ہیں کو یہودیوں کے احبار ورہبان اور مشرکین کے آباؤ اجداد قرار دے کر انہیں حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے والا اور مقلدین کو مشرک اور یہودی قرار دیتے ہیں اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابامن دون اللہ ہ اور بل نتبع ما وجدنا علیہ آباء نا سے آئمہ اربعہ کی تقلید کارد کرتے ہیں۔ ان کے مولوی محمد یٰسین نے اشعار الحق جواب تنویر الحق میں تمام مقلدین کو

اخوان یزید، رافضی پلید، شیطان اور کافر لکھا ہے۔ اس طرح مولوی محی الدین نومسلم لاہوری کتب فروش نے بھی الظفر المبین مطبوعہ ۷ رمضان ۱۲۹۷ھ ج، ص ۲۳۰، ص ۲۳۲ پر آئمہ کی تقلید کو حرام اور شرک لکھا ہے۔ اور مقلدین کو مشرک اور کافر لکھا ہے، حالانکہ اُن کے اِن فتووں کی زد سب سے پہلے اصحاب صحاح ستہ پر پڑتی ہے یعنی آئمہ اربعہ تو احبار و رہبان اور اصحاب صحاح ستہ مثل ابوجہل و یہود کے ہیں۔

۲۱۔ اُن کا عقیدہ ہے جو شخص امام العصر امام مہدی علیہ السلام سے سچی محبت رکھے اور امام مہدی کے ظہور سے پہلے مَر جائے۔ امام مہدی کے زمانے میں اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ زندہ کر کے امام مہدی کے حضور پیش کر کے کامیاب کرے گا یہ رجعت ہے۔ (دراسات ص ۲۱۹)

۲۲۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بارہ امام اور حضرۃ فاطمۃ الزہرا انبیاء علیھم السلام کی طرح معصوم ہیں۔ (دراسات اللبیب ص ۲۱۳)

۲۳۔ روافض کی طرح حدیث اصحابی کالنجوم کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی کتاب سیف المسلول میں اس کو احسن ثابت کیا ہے (دراسات اللبیب)

۲۴۔ جس طرح شیعہ حضرات ابوبکر صدیقؓ اور اُن کے تمام ساتھیوں کو معاذ اللہ منافق اور غاصب قرار دیتے ہیں اور حضرت علیؓ اور آپ کے ساتھیوں کو معاذ اللہ تقیہ باز قرار دیتے ہیں تا کہ ہر ایک کی بات کا انکار کیا جا سکے۔ اس طرح غیر مقلدین مجتہدین کی فقہ کو خرطۃ البیر اور تحقیق الحمیر سے تشبیہ دیتے ہیں (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۱۰۲) اور اپنے علماء کو مصداق ضلوا واضلو کا قرار دے کر اُن کی سب کتابوں کا انکار کر جاتے ہیں۔



جنگ آزادی اور غیر مقلّدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیر مقلدین نے ہر جگہ نفاق و شقاق کا جہنم گرم کر دیا۔ مساجد میں لڑائیاں شروع کرا دیں۔ انگریز حکومت نے جب دیکھا کہ غیر مقلدین نے مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کو تباہ کر دیا ہے تو اُس نے موقع کو غنیمت جانا اور دہلی پر حملہ کر دیا۔ جنرل بخت خان نے علمائے دہلی سے جہاد کا فتویٰ مرتب کروایا یہ فتویٰ جنگ آزادی ص ۴۰۴ تا ص ۴۰۶ پر درج ہے۔ غیر مقلدین نے جنگ آزادی میں یہ کردار ادا کیا کہ ایک طرف تو بظاہر مسلمانوں کے ساتھ ملے جُلے رہے اور فتویٰ جہاد پر دستخط کر دیے مگر دلی طور پر انگریزوں کا پورا پورا ساتھ دیا، پروفیسر ایوب قادری لکھتے ہیں۔ ''انہوں نے دستخط کرنے کے باوجود سرکار انگریزی کے وفادار رہے۔ انہوں نے انگریزوں کو چھپایا۔ جاسوسی کے فرائض سرانجام دیے اور تحریک آزادی کی مخالفت کی ان میں یہ حضرات ہیں (۱) شیخ الکل شمس العلماء میاں سیّد محمد نذیر حسین (۲) شمس العلماء مولوی ضیاء الدین (۳) مولوی سید محبوب علی جعفری (۴) مفتی صدر الدین آزردہ (۵) مولوی حفیظ اللہ خاں (جنگ آزادی ص ۴۰۹)

مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں۔ ''جنرل بخت خاں وغیرہ باغی افسران نے علماء کو حکم دیا کہ اس فتویٰ پر اپنے دستخط کر دیں ورنہ سب قتل کر دیے جائیں گے، پس سب نے بخوف جان کرہاً و جبراً دستخط کر دیے، اگر وہ دستخط نہ کرتے تو اس وقت سب تلوار سے قتل کر دیے جاتے یا توپ سے اُڑائے جاتے۔ اِن ہی مجبور ہو کر دستخط کرنے والے مولویوں میں سے مولوی حفیظ اللہ خاں اور مولوی نذیر حسین اور اُن کے بیٹے مولوی شریف حسین اور ان

کے شاگردان مولوی محمد صدیق پشاوری اور مولوی عبداللہ مرحوم غزنوی تھے۔ (اشاعت السنۃ نمبر۱، بحوالہ آثار رحمت ص ۲۲۴، ص ۲۲۵، جنگ آزادی ۴۱۴، ۴۱۵)

نوٹ: یہ مولوی حفیظ اللہ خاں، میاں نذیر حسین کے سمدھی اور شاگرد تھے۔ ان کی صاجزادی مولوی شریف کو منسوب تھی (جنگ آزادی نمبر ۴۱۴)

کمشنر صاحب کا اعتراف:

ڈبلیو جی. وائر فیلڈ قائمقام کمشنر دہلی لکھتے ہیں مولوی نذیر حسین اور ان کے بیٹے مولوی شہاب حسین اور ان کے دوسرے گھر والے غدر کے زمانہ میں مسز لیسنس کی جان بچانے میں ذریعہ ہوئے۔ حالت مجروحی میں انہوں نے انکا علاج کیا۔ ساڑھے تین مہینے اپنے گھر میں رکھا اور بالآخر دہلی کے برٹش کیمپ میں ان کو پہنچا دیا۔ (الحیات بعد الممات ص ۱۳۲)

اس کے صلے میں میاں صاحب کو تیرہ سو روپے انعام ملا (الحیات بعد الممات ص ۱۲۷)

رسالہ الاقتصاد فی مسائل الجہاد:

میاں صاحب نے فتوئی جہاد کے مقابلہ میں اپنے شاگرد محمد حسین بٹالوی سے رسالہ لکھوایا جس کی سب غیر مقلدین نے تائید کی، اس میں انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام کو قرار دیا۔ جنگ آزادی لڑنے والے مجاہدین کو باغی، مذہبی دیوانے اور دوزخی قرار دیا اور اپنی جماعت کی انگریز کے ساتھ وفاداری کا بار بار اعلان کیا، یہ رسالہ چھپا ہوا ملتا ہے۔ یہ رسالہ حکومت برطانیہ کو اتنا پسند آیا کہ مولانا محمد حسین صاحب کو انعام واکرام اور جاگیر سے سرفراز کیا گیا۔ مولوی مسعود عالم ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ''اس کتاب پر مولانا محمد حسین بٹالوی انعام سے بھی سرفراز ہوئے'' اور پھر لکھتے ہیں معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر بھی ملی تھی (ہندوستان میں پہلی اسلامی تحریک ص ۲۹)

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی لکھتے ہیں آپ (مولوی محمد حسین بٹالوی) نے حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر پائی (سیرت ثنائی ص ۳۷۲) ان غداروں کی

غداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریز کامیاب ہو گیا اور مسلمان ابتلائے مصائب ہوئے۔

ہزاروں علمائے اہلسنت والجماعت کو پھانسیاں دی گئیں۔ کالے پانی بھیجا گیا۔ حکومت کی طرف سے گرفتاریوں اور مقدموں کا یہ سلسلہ ۱۸۷۱ء تک برابر جاری رہا۔ ہزاروں خاندان تباہ کر دیے گئے۔

علی گڑھ کالج کے سالانہ جلسہ میں خطبہ صدارت دیتے ہوئے سر عبدالرحیم نے فرمایا ''مسلمان جاگیرداروں اور زمینداروں کے تمام املاک گورنمنٹ انگلشیہ نے ضبط کر لیں جو بنگال کی ایک چوتھائی تھیں۔ اس پالیسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری ملت کے سینکڑوں شریف اور خوشحال خاندان نانِ شبینہ کے محتاج ہو گئے اور ہماری قوم کے ہزاروں افراد بے کسی اور مفلسی میں دربدر پھرنے لگے (جنگِ آزادی ص ۶۱) آخر مسلمان جہاد ختم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور انہوں نے مساجد میں خدا کو پکارنا شروع کر دیا۔ اب غیر مقلدین نے یہ کردار ادا کیا کہ جو حنفی علماء جنگِ آزادی کے مقدموں سے بچ گئے تھے۔ اُن کی مساجد میں مذہبی لڑائی کر کے مقدمہ کھڑا کیا جاتا اور انگریزی حکومت ہر مقدمے میں فیصلہ اپنے وفاداروں اور وظیفہ خواروں کے حق میں دیتی۔ چنانچہ میاں نذیر حسین کی سوانح حیات میں ہے ''اس زمانہ میں احناف اور اہل حدیث کے درمیان مقدمات عدالت دیوانی اور فوجداری میں دائر تھے (الحیات بعد الممات ص ۶۱۱) انگریزی عدالت دیوانی اور فوجداری میں بکثرت مقدمات دائر ہوئے۔ اور اب تک ہوتے جاتے ہیں۔ بیشتر مقدمے سب ڈویژن اور ضلع سے گذر کر ہائی کورٹ الہ آباد اور کلکتہ تک پہنچے، اور ایک مقدمہ تو پریوی کونسل لندن تک لڑا جس میں غیر مقلدین کامیاب رہے یعنی اہل حدیث (الحیات بعد الممات ص ۶۱۴) ان میں سے بعض مقدمات کی تفصیل میں مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ایک مستقل کتاب ''فتوحات اہل حدیث'' شائع کی۔

ان مقدمات میں غریب مقلدین کو ۱۸۹۴ء تک گھسیٹا گیا۔ جن میں بعض کی فہرست الارشاد ص ۲۲، ۲۳ پر بھی درج ہے۔ آپ سوچیں گے ایک نومولود فرقے کو اتنے

مقدمات کے لیے خرچ کہاں سے ملتا تھا۔ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ مقلدین کی جاگیریں ضبط کر کے غیر مقلدین کو دی جاتی تھیں چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کی سوانح عمری مآثر صدیقی ج ۱ ص ۴۷ پر ہے۔ کہ نواب شمس الامراء کو اس خطاب کے علاوہ باون لاکھ روپے کی جاگیر عطا ہوئی اور نواب صدیق الحسن خاں صاحب کو ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) روپے سالانہ حکومت برطانیہ سے ملتے تھے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۴۸) چونکہ غیر مقلدین سرکاری سرمایہ کے بل بوتے پر مساجد میں فساد کرتے اور غریب مقلدین جن کی قوت کچھ جنگ آزادی کی نظر ہو چکی تھی۔ باقی سرمایہ گورنمنٹ نے لوٹ لیا، کو پریشان کرتے جاسوسی کرتے اور مساجد میں عجیب وغریب عقائد کا مظاہرہ کرتے۔ آخر علماء اہل سنت والجماعت نے ان کے خلاف ایک فتویٰ بنام ''جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد'' شائع کیا جس پر علمائے عرب وعجم میں سے ۹۵ مفتیان کرام کی مہریں ثبت تھیں۔ اس فتویٰ سے پریشان ہو کر انہوں نے حکومت برطانیہ کی چاپلوسی کی حد کر دی، چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں۔ ''اس گروہ اہل حدیث کے خیر خواہ وفادار رعایا برٹش گورنمنٹ ہونے پر ایک بڑی، روشن اور قوی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کے زیر حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے ماتحت رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اور اس امر کو اپنے قوی وکیل اشاعۃ السنۃ کے ذریعے سے جس کے نمبر ۱۰ جلد نمبر ۶ میں اس امر کا بیان ہوا ہے۔ (اور وہ نمبر ہر ایک لوکل گورنمنٹ اور گورنمنٹ آف انڈیا میں پہنچ چکا ہے۔) گورنمنٹ پر بخوبی ظاہر اور مدلل کر چکے ہیں جو آج تک کسی اسلامی فرقہ رعایا گورنمنٹ نے ظاہر نہیں کیا۔ اور نہ آئندہ کسی سے اس کے ظاہر ہونے کی اُمید ہو سکتی ہے۔ (اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ شمارہ نمبر ۹ ص ۲۶۲ جنگ آزادی ص ۶۶)

اس طرح ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی پر جو ایڈریس محمد حسین بٹالوی نے گروہ مسلمانان اہل حدیث کی طرف سے پیش کیا اس میں لکھا تھا۔ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اس سلطنت میں حاصل ہے۔ بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے ان کو اور اسلامی

سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یہ یقین ہوسکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام واستحکام سے زیادہ مسرّت ہے اور ان کے دِل سے مُبارک باد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔ (اشاعۃ السنۃ جلد ۹ شمارہ نمبر ۷ ص ۲۰۵، جنگ آزادی ص ۶۷)

اس طرح لارڈ ڈفرن وائسرائے ہند کی سبکدوشی پر جماعت اہل حدیث نے ایک خوشامدانہ ایڈریس دِیا۔ جس پر سب سے پہلے میاں نذیر حسین کے دستخط ہیں اس کے بعد ابو سعید محمد حسین وکیل اہل حدیث مولوی احمد اللہ واعظ میونسپل کمشنر امرتسر مولوی قطب الدین، پیشوائے اہل روپڑ مولوی حافظ عبداللہ غازی پوری، مولوی محمد سعید بنارسی، مولوی محمد ابراہیم آرہ اور مولوی نظام الدین پیشوائے اہل حدیث مدراسی کے دستخط ہیں۔

میاں نذیر حسین صاحب جب حج کو گئے تو حرم محترم میں آپ نے فرمایا ہندوستان میں اس وقت انگریزی حکومت ہے۔ وہاں ہر مذہب والا آزادی کے ساتھ اپنے شعار مذہب کے ادا کرنے کا مجاز ہے، کوئی مسلمان نہ جمعہ سے روکا جاتا ہے نہ جماعت سے، اور یہاں اسلامی سرزمین اور مسلمانوں کی حکومت میں ہم لوگ طواف کعبہ اور جمعہ و جماعت سے مجبور ہیں۔ اس کے بعد ہم یہ کہنے سے معذور سمجھے جائیں کہ انگریزی گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے لیے خدا کی رحمت ہے۔ (الحیات بعد الممات ص ۱۶۱، ۱۶۲)

حضرات! بالکل یہی بات مرزا قادیانی نے تریاق القلوب میں لکھی ہے لیکن مرزا نے یہ بات قادیان میں بیٹھ کر کہی، اور میاں نذیر حسین نے حرم شریف میں سوچو، کس کو ثواب زیادہ مِلے۔ سو اِن عبارات سے یہ بات دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہوگئی کہ یہ فرقہ انگریزی حکومت کا پیدا کیا ہوا ہے۔ کوئی اسلامی حکومت اس کے وجود کو برداشت نہیں کرتی تھی۔

فتویٰ جامع الشواہد کو بے اثر ثابت کرنے کے لیے غیر مقلدین نے پھر کمشنر برطانوی کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ایک صلح نامہ مرتب کروایا مگر وہ کوئی شرعی فتویٰ نہ تھا۔ اس لیے اُس فتویٰ سے بچنے کے لیے انہوں نے حکومت برطانیہ کو درخواست دی کہ سرکاری کاغذات میں ہمارا نام اہل حدیث لِکھا جائے، اور وہابی کا لفظ منسوخ کیا جائے تا کہ یہ فتویٰ کسی عدالت یا

پنچایت میں ہم پر لاگو ہی نہ ہو سکے چنانچہ یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ (جنگ آزادی ص ٦٦)

اس دوران میں میاں نذیر حسین نے ردِ تقلید پر ایک کتاب معیار الحق لکھی۔ جس کا اکثر مواد روافض وغیرہ کی کتابوں سے لیا مگر اس پر عرب و عجم کے کسی ایک مسلمہ مفتی کی تصدیق بھی نہ لکھوا سکے۔ جب مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوریؒ نے اس کے استدلال کی خامیاں ظاہر کیں اور نقول کی خیانتیں ظاہر کیں تو غیر مقلدین یہ کہہ کر اس کتاب سے جان چھڑا گئے کہ ہم قرآن و حدیث کے سوا کسی کتاب کو نہیں مانتے۔ خود میاں نذیر حسین جب حج کے لیے گئے تو اس مسئلہ پر توبہ نامہ لکھ کر آئے۔

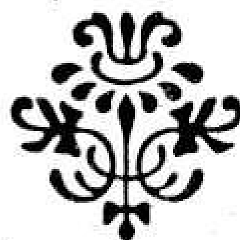
پھر عوام میں فتنہ اور مساجد میں خانہ جنگی کے لیے ایک دس سوالوں کا اشتہار شائع کیا۔ جس کے جواب میں احناف کی طرف سے کئی کتابیں، ادلہ کاملہ، الفلاح الادلہ، اظہار الادلہ، عشرہ کاملہ، عشرہ مبشرہ، اشعار الاشاعرہ علی اشتہار العشرہ، انتصار الاسلام چھپیں مگر غیر مقلدین کسی کا جواب نہ دے سکے۔ اور ایک غیر مقلد نے چند سال بعد پھر اسی اشتہار کو دوبارہ شائع کر دیا اور یہ جھوٹ لکھا کہ اس اشتہار کا کوئی جواب احناف نہیں دے سکے۔ درحقیقت اس جھوٹ پر ان کی بنیاد ہے۔

اس دوسری دفعہ پھر ۳۴ سوالات کا ایک اشتہار احناف کی طرف سے شائع ہوا، جس میں چونتیس مسائل پر غیر مقلدین کی مندرجہ شرائط پر حدیث کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ یہ اشتہار الفتح المبین (ص ۴۳۱، ۴۳۲) پر درج کر دیا گیا ہے، لیکن غیر مقلدین آج تک جواب نہیں دے سکے۔ جب اس طرف سے لاجواب ہوئے تو ۱۲۹۰ھ میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے اسلام میں پہلی دفعہ بیس رکعت تراویح کے خلاف فتویٰ دیا اور رمضان المبارک مہینہ بھی اُس دِن سے ذکر و فکر کی بجائے فتنہ و فساد کا مہینہ بنا دیا گیا۔

الظفر المبین:

جب غیر مقلدین نے دیکھا کہ علمی میدان میں وہ اب منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے تو انہوں نے خیر القرون میں مرتب اور شائع ہونے والے مذہب کو غلط ثابت کرنے

کے لیے یہ شور مچایا کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے اور ساری جماعت نے مِل کر فقہ و حدیث میں خیانتیں کر کے کچھ مواد اکٹھا کیا۔ لیکن جھوٹ اور خیانت کے اس پلندے کو کوئی نام نہاد لا مذہب مولوی اپنے نام پر چھپوانے کو تیار نہ تھا۔ کیونکہ ان کے مولویوں پر پہلی بہت سی کتابیں قرض تھیں، وہ سارا مواد محی الدین ناتی تاجر کتب کے نام سے چھپا، اس شخص کا اصلی نام ہری چند ولد دیوان چند قوم کھتری سکنہ علی پور ضلع گوجرانوالہ تھا۔ یہ شخص ابن سبا کی طرح برائے نام مسلمان بنا۔ اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر مشرک بناتا رہا۔ اُس نے وہ سارا مواد الظفر المبین کے نام سے شائع کیا۔ ان کے کسی مولوی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ اُس کے اس پہلے ایڈیشن جو رمضان ۱۲۹۷ھ میں شائع ہوا۔ پر ایک سطر بھی تصدیق کی لکھ دیں۔ اُس شخص کا فقہ کے بارہ میں علم اتنا ہی تھا۔ جتنا سوامی دیانند کا علمِ قرآن پاک کے بارہ میں، یا پنڈت شردھانند کا عِلم صحاح سِتہ کے بارہ میں تھا۔ مگر عجیب بات یہ تھی کہ اہل حدیث نام رکھ کر بڑی بے دردی سے اکثر احادیث کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کے جواب میں احناف نے نصر المجتہدین، ظفر المقلدین، سیف المقلدین اور فتح المبین کتابیں چھپوائیں۔ حضرت مولانا منصور علی خاں نے الفتح المبین، علماء اور مفتیان کرام کے سامنے پیش کی، وقت کے ایک سو چار مفتی صاحبان نے اس کتاب کی توثیق و تصدیق فرمائی۔ علمائے احناف نے دونوں کتابیں الظفر المبین اور اس کا جواب الفتح المبین علمائے حرمین شریف کے سامنے پیش کر دیں۔ علمائے حرمین شریف نے احناف کی کتاب الفتح المبین کی تائید و تصدیق فرمائی اور الظفر المبین کے بارہ میں لِکھا کہ اس کا مؤلف ضال، مضل، فسادی کاذب اور شیطان ہے اور تعزیر بالقتل کا مستحق ہے۔ (الفتح المبین ص ۲۶۵ تا ص ۲۶۷)



غیر مقلدوں کا دستر خوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ کافر کا ذبیحہ:

کافر غیر کتابی کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے۔ (عرف الجادی ص ۱۰، ص ۲۳۹، دلیل الطالب ص ۴۱۳) اس مسئلہ کی دلیل میں آیت قرآنی یا حدیث صحیح پیش کریں۔ شوکانی کی تقلید جائز نہیں۔

۲۔ ذبح:

ذبح کا جو طریق فقہاء نے بیان فرمایا ہے کہ چار رگیں کاٹی جائیں ان کی صراحت قرآن حدیث میں ہے یا نہیں۔ اگر چاروں رگوں کے نام کی صراحت ہے تو آیت یا حدیث دکھائیں یا جھٹکے کا نام ذبح رکھیں (عرف الجادی ص ۲۳۹)

۳۔ تسمیہ:

غیر مقلدین کے نزدیک جانور کے ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھی تو کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لے اس کا کھانا جائز ہے (عرف الجادی ص ۲۳۹) غیر مقلد اس مسئلہ میں امام بخاری کے مقلد ہیں ہمارے ہاں تسمیہ تو ہے نکٹوں اور ناک والوں کی مثال ہے تضاد متروک التسمیہ اگرچہ ناسیا ہو حرام ہے ۔ ش (ثنائیہ ج ۲ ص ۸۹ تا ۹۰)

ۃ ش سے مراد شرف الدین کا فتویٰ ہے۔

۴۔بحری جانور:

وحق آنست کہ ہر حیوان بحری حلال است۔ ہر ہر صورت کہ باشد (عرف الجادی ص ۲۳۸) یعنی اور حق یہ ہے کہ ہر بحری جانور حلال ہے جس صورت میں بھی ہو۔

۵۔بحری مُردہ:

وہر چہ بحر مُردہ یافتہ شود بہر سبب کہ باشد حلال است، مادام کہ طافی نہ بُود۔ (عرف الجادی ص ۲۳۸م بدور الاہلہ ص ۳۳۳) یعنی مینڈک خزیر، کچھوا، کیکڑا، سانپ انسان وغیرہ، یہ اُحلت لنا میتتان کے خلاف ہے (الحدیث ز جاجہ ج ۳ص ۳۰۲)

۶۔ غیر مقلدین کے نزدیک خشکی کے وہ تمام جانور حلال ہیں جن میں خون نہیں (بدور الاہلہ ص ۳۴۸)۔ کیڑے مکوڑے، مکھی مچھر، بھڑیں، چھپکلی وغیرہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ فرمان ہے کہ مکھی پانی وغیرہ میں گر پڑے تو غوطہ دے کر نکال دو۔ مگر غیر مقلدین پھینکنے کی بجائے منہ میں ڈالتے ہیں۔ اس دعویٰ کے لئے صریح آیت یا حدیث لایئے۔

۷۔خار پشت:

یعنی ساہی کھانا حلال ہے حرمت کی حدیث ثابت نہیں۔ (عرف الجادی ص ۲۳۵، بدور الاہلہ ص ۳۵۱) صریح حدیث لاؤ۔

۸۔شکار:

پس مید جملہ جوارح مکلبہ حلال باشد (عرف الجادی ص ۲۳۸) یعنی کافر کا کتا ہو یا خنزیر (زجاجہ ج ۳ص ۲۹۱، ۲۹۲)

۹۔بندوق کا شکار:

جو جانور بندوق سے مر جائے اس کا کھانا جائز اور حلال ہے (بدور الاہلہ ص ۳۳۵، ثناء ج ۲ص ۱۳۲، ج ۱ ص ۵۰) حالانکہ اس سے انہارِ دم نہیں ہوتا بلکہ موقوذہ ہے۔ اس کے جواز کے لیے صحیح حدیث یا آیت قرآنی پیش کریں۔

۱۰۔ بِجُو:

بجو حلال ہے جو شخص بجو کا کھانا حلال نہ جانے وہ منافق بے دین ہے۔ اس کی امامت ہرگز جائز نہیں یہ قول صحیح اور موافق حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۲۱، ص ۷۷)

۱۱۔ گھوڑا:

گھوڑا حلال ہے (عرف الجادی ص ۲۳۶) اس کی قربانی کرنا بھی ثابت ہے بلکہ ضروری ہے (فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۱۲۷، ۱۲۸ بخاری)

نوٹ:

فقہاء نے حلال جانور کے بعض اجزا مثلاً آلہ تناسل وغیرہ کھانا حرام لکھا ہے۔ غیر مقلدین فقہ کے اس مسئلہ کو نہیں مانتے وہ یا تو صریح حدیث دکھائیں کہ گھوڑا حلال ہے مگر اس کا تناسل حرام ہے یا اس کو کھائیں دیدہ باید۔

۱۲۔ بول و براز:

ماکول اللحم کا بول و براز (حلال جانور کا پیشاب پاخانہ) پاک ہے جس کپڑے پر لگا ہو۔ اس سے نماز پڑھنی درست ہے۔ نیز بطور ادویات کے استعمال کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۵۶، ج ۱ ص ۴۹) یعنی شربت بنفشہ نہ ملا گھوڑے کا پیشاب پی لیا۔ اسپرو کی بجائے گھوڑے کی لید چبالی معجون فلاسفہ کی بجائے بھینسے کا گوبر اور ہاتھی کی لید اور پیشاب تو لبوب کبیر کا فائدہ دیتی ہوگی۔

۱۳۔ گوہ حلال ہے (عرف الجادی ص ۲۳۶، زجاجہ ج ۳ ص ۳۱۱)

۱۴۔ منی:

ہر چند پاک است (عرف الجادی ص ۱۰) ایک قول میں کھانا بھی جائز ہے۔ (فقہ محمدیہ ج ۱ ص ۴۶ حاشیہ صحیح مسلم) یہ فقہ محمدیہ محمد صاحب الظفر المبین کی ہے۔ کسٹرڈ،

کلفیاں جو چاہیں بنائیں دو قول۔ عمل کا غالباً یہ طریقہ اچھا رہے گا کہ ایک دن مرد کھالیا کرے دوسرے دن عورت، قرآن پاک تو کہتا ہے الم نخلقکم من ماءٍ مھین ثم جعل نسله من سلالة من ماءٍ مھین (السجدہ) بخاری میں منی کو اڑ ی فرمایا ہے لیکن غیر مقلد کہتے ہیں۔ والحق ان الاصل الطھارة (الروضۃ الندیہ ص ۱۳) اب دیکھیے غیر مقلد احل لکم الطیبات کہہ کر کھانا شروع کر دیں۔

نوٹ:

فقہاء حرمت کی چار وجوہ بیان کرتے ہیں ۱۔ نجاست ۲۔ نشہ ۳۔ استخباث ۴۔ استقذار غیر مقلدین کے نزدیک استخباث بھی نص سے ثابت ہوتا ہے وہ منی کو پاک کہہ کر اس کی حرمت کی وجہ بیان کریں۔

۱۵۔ رضاع کبیر:

یجوز ارضاع الکبیر ولو کان ذالحیة لتجویز النظر (روضة الندیه ص ۲۳۶، نزل الابرار ج ۲ ص ۷۷، عرف الجادی یعنی مرد کو دودھ پلانا عورت کیلئے جائز ہے تا کہ ایک دوسرے کو دیکھنا جائز ہو جائے۔

نوجوان دلہن کا دودھ جب ایک ہاتھ لمبی ڈاڑھی والا پئے گا تو داڑھی کہاں تک پہنچے گی پردے کا کام بھی دے گی، سنت کا ثواب علیحدہ ملا، ہم خرما ہم ثواب۔ ادھر بابا دودھ پی رہا ہے اُدھر فرج کی رطوبت داڑھی کو لگ رہی ہے وہ دلہن چاٹ لے گی، یہ بھی قید نہیں کہ دن میں کتنی بار پئے۔ لا رضاع بعد العفال۔

۱۶۔ نمکین ایکٹ:

خمر میں آٹا گوندھ کر روٹی پکالی جائے تو کھانا جائز ہے۔ کیونکہ خمر جل جاتی ہے۔ (نزل الابرار) اگر پیشاب پاخانہ میں آٹا گوندھ لیا جائے تو پھر کیا حکم ہے؟

۱۷۔ کچھوا، کوکرا اور گھونگھا حلال ہے (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۰۷، ج ۲ ص ۱۰۹، ج ۲ ص ۱۳۳)

۹ب۔ بندوق کا شکار:

اگر تکبیر پڑھ کر گولی چلائی جائے اور جانور قبل از ذبح مرجائے تو حلال ہے احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے۔ (ثنائیہ ج۲ ص۱۳۲) حلت شکار بندوق کا فتویٰ (میرا) ہی نہیں بلکہ نواب صاحب بھوپال قاضی شوکانی، سیّد عرفان وغیرہ مرحومین بھی قائل تھے آہ........ ؎

نہ من تنہا دریں میخانہ ہانہ مستم جنید وشبلی وعطار ہم مست

علاوہ دلائل نقلیہ کے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر شکار بندوق حرام قرار دیا جاوے تو آج کل شکار کی رسم ہی بند ہو جائے گی کیونکہ تیروں کا راج ہی نہیں فافہم (ثنائیہ ج۲ ص۱۵۰)

تضاد:

بندوق کی گولی سے جو جانور مرے وہ موقوذہ ہے لہٰذا حرام ہے ش (ثنائیہ ج۲ ص۱۳۲، دلیل ج۲ ص۱۴۹)

نوٹ: مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ چودھویں صدی کے سر پر مسیح موعود کا آنا احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ (براہین پنجم) مگر بعد میں قول شاہ نعمت اللہ کا پیش کرتا تھا۔ ثناء اللہ کو تنبیہ بھی کر دی گئی کہ یہ مرقوط ہے اور لا تاکل من البندوق الا ما ذکیت پھر بھی وہ شوکانی کی تقلید کر رہا ہے بتایئے یہ تقلید قسم چہارم میں داخل ہو کر حرام اور شرک بنی یا نہیں؟

۱۸۔ سرطان:

سرطان کی حرمت مجھے کسی آیت یا حدیث میں نہیں ملی اس لیے بحکم ذرونی ماترکتکم حلال ہے (ثنائیہ ج۲ ص۱۰۹)

تضاد:

آیت یحرم علیهم الخبائث کی بنا پر سرطان حرام ہے (سیف بنارسی ثنائیہ ج۲ ص۱۰۹، ۱۱۰)

۱۹۔ حقہ تمباکو:۔ حقہ تمباکو خواہ زردہ ہو، کچی پتی ہو، یا خمیرہ ہو، یا بیڑی سگریٹ، سب مفترات ومسکرات میں داخل ہیں.... کسی نے کیا خوب کہا ہے:

تمباکو نوش را سینہ سیاہ است اگر باور نداری نے گواہ است

اجمع المسلمون علی وجوب الحد علیٰ شاربها سواء" شرب قليلاً او كثيراً وَلو قطرة واحدةً۔ اس علت سے یہ شے محرمات میں شمار ہوگی (ثنائیہ ج۲ص ۱۱۶)

تضاد:

سوال: پان تمباکو حقہ وغیرہ پینا جائز ہے یا ناجائز، اس پر جو پیسہ خرچ ہوتا ہے اسراف میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب: ناجائز کہنے کی کوئی دلیل نہیں کسی کو ضرورت مفیدہ ہو تو اسراف بھی نہیں۔ (اہل حدیث ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ) منع کا فتویٰ ۱۷صفر ۱۳۳۷ھ کا ہے۔

۲۰۔ ڈاک خانہ کا سود:

اس کو بعض جائز کہتے ہیں بعض حرام۔ (ثنائیہ ج ۲ ص ۱۱۸) کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ لیکن ش فرماتے ہیں یہ قطعی حرام ہے (ثنائیہ ج۲ص ۱۳۸) غیر مقلد کس قول پر عمل کریں گے۔ ہفتہ ہفتہ کا بٹوارہ کر لیں گے۔

۲۱۔ زید شراب کا کاروبار کرتا ہے اسے گھاٹا پڑ گیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کہتے ہیں اس کے مال سے کھانا جائز ہے (ثنائیہ ج ۲ ص ۱۳۴) ش کہتے ہیں ناجائز ہے (ثنائیہ ج ۲ ص ۱۳۴) غیر مقلد کدھر جائیں۔

غیر مقلدین سے ایک سوال:

ایک جگہ دو صاحب جھگڑ رہے تھے ایک صاحب کہتا تھا میں براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہوں۔ تم امام ابو حنیفہؒ اور فقہاء کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہو۔ میرا دین صحابہؓ والا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ آپ کی

بات مجھے پسند آئی۔ میں غیر مقلد ہونا چاہتا ہوں لیکن ان پڑھ ہوں نہ میں نے صحابیؓ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا، نہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر صحابہؓ کی طرح حدیثیں یاد کیں، نہ ہزاروں راویوں کے حالات کی چھان پھٹک کر سکتا ہوں، مجھے کوئی اسلام پر عمل کرنے کا ایسا طریقہ بتائے جس میں سوائے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر اعتماد بھی نہ کرنا پڑے اور میں مکمل اسلام پر براہ راست صحابہؓ کی طرح عمل بھی کر لوں۔ کوئی صاحب فوراً یہ طریقہ بتائیں تا کہ میں نجات کے راستے پر آسکوں کہیں اپنی تقلید یا کسی اور امتی کا نام نہ لے دینا اور نہ اس پریشانی میں ڈالنا کہ ایک کی بجائے ہزاروں راویوں کا اعتماد حاصل کرنا پڑے۔ ۲۹ مئی ۱۹۲۸ء۔ ملخصاً

تحقیق اور تقلید:

تحقیق کہتے ہیں معرفۃ الشئ بالدلیل کو اور تقلید کہتے ہیں معرفۃ الشئ بلا دلیل کو۔ اس لیے تقلید جہالت ہے (۱) معرفت بھی ہے اور جہالت بھی۔ جس کا علم بلا دلیل ہو جیسے خدا کا علم، رسول کا علم، اس کا کیا حکم ہوگا۔ انی جاعلک للناس اماما۔ واجعلنا للمتقین اماماً میں کیا جہل اور شرک کی تعلیم دی جارہی ہے؟

تقلید جہالت:

انما شفاء العی السوال کے خلاف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہالت سے شفا فرمائیں۔ نذیر حسین وغیرہ نے کہا ہے کہ مطلق تقلید واجب کیا جاہل رہنا واجب ہے یا مباح ہے یا شرک ہے۔

نوٹ ضروری: ان کے جواب میں کسی امتی کا قول پیش کر کے مشرک نہ بنیں۔ اور نہ قیاس کر کے شیطان بننے کی کوشش کریں۔



کتابُ النّکاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ مرد ایک وقت میں جتنی عورتوں سے چاہے۔ نکاح کرسکتا ہے اس کی حد نہیں کہ چار ہی ہوں (ظفر الملاضی ص ۱۴۱ عرف الجادی ص ۱۱۱)

فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباعَ سے استدلال کرتے ہیں۔

(۲) بیٹی: غیر مقلدین کے نزدیک جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا ہے وہ شخص اس کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے اگرچہ وہ لڑکی اسی زنا سے پیدا ہوئی ہو۔ (عرف الجادی ص ۱۰۹)

(۳) قرآن پاک میں ہے: فانکحوا ماطاب لکم من النساء۔

ترجمہ: یعنی نکاح کرو جو بہتر ہو تمہارے نزدیک عورتوں میں سے۔

بہتر عورت:

وہ ہے جس کی فرج تنگ ہو جو شہوت کے مارے دانت رگڑ رہی ہو اور جو جماع کراتے وقت کروٹ سے لیٹتی ہو (لغات الحدیث پ ۶ ص ۱۵۶ الحارقہ)

(۴) محل قائم رکھنے کا نسخہ:

عورت کو زیر ناف بال اُسترے سے صاف کرنے چاہئیں۔ اُکھاڑنے سے محل ڈھیلا ہو جاتا ہے (فتاویٰ نذیریہ)

(۵) گواہ شرط نہیں اگر حدیث لانکاح الا بولی وشاھدی عدل صحیح ہوتی تو گواہ شرط ہوتے مگر یہ حدیث صحیح نہیں اس سے استدلال نہیں ہوسکتا (عرف الجادی ص ۱۰۷)

(۶) جماع کے طریقے:

اما لو جامع اجنبية بالطريق الغير المعتاد ۔(دُبرزنی) اوبالحجر اوالخشبة وهلكت فعليه ارش الجناية ولا مهر ولا عقر۔

ترجمہ: اگر کسی غیر عورت سے دبر زنی کی یا پتھر یا لکڑی سے اس سے صحبت کی اور وہ مر گئی تو اس جرم کا جرمانہ ہوگا نہ مہر دینا ہوگا نہ خون بہا۔ (نزل الابرار ج ۲ ص ۵۷) قیاس تو شیطان کا کام ہے۔ مگر یہاں جماع کے طریقے بتانے میں تو شیطان کے بھی کان کتر دیے کاش یہ بھی واضح فرما دیتے کہ وہ پتھر صاف ہو یا نوکدار، کتنا موٹا اور لمبا ہو، لوہا خاردار ہو یا دھاردار، اور لکڑی کانٹے دار ہو یا کیسی؟

(۷) استبراء از حیض:

عورت جب حیض سے پاک ہو تو دیوار کے ساتھ پیٹ لگا کر کھڑی ہو جائے اور ایک ٹانگ اس طرح اُٹھائے جیسے کتا پیشاب کرتے وقت اُٹھاتا ہے اور روئی کے گالے فرج کے اندر بھرے پھر ان کو نکالے اس طرح وہ پوری پاک ہوگی (لغات الحدیث استبراء) آجکل روئی ۲۵ روپے کلو ہے۔ جس شخص کی کفالت میں دس عورتیں ہوں وہ اڑھائی سو (۲۵۰) روپے کی تو روئی لا کر دے۔ قیامت کے قریب تو پچاس عورتیں کفالبت میں ہوں گی۔

(۸) خوشبو کا استعمال:

حائضہ حیض سے پاک ہو کر غسل کرے تب دھجی کا روئی کے ساتھ خوشبو لگا کر شرم گاہ کے اندر رکھ لے (فقہ محمدیہ ج ۱ ص ۳۲) قبر کو خوشبو لگانے والے قبر پرست، فرج کو لگانے والے فرج پرست کیوں نہیں؟ قرآن کو خوشبو لگانا بدعت اور حرام اور فرج پر عطر چھڑکنا سنت۔

(۹) نظر در باطن فرج:

ہمچنین دلیلے بر کراہت نظر در باطن فرج نیامدہ

ترجمہ: شرمگاہ کے اندر جھانکنے کے مکروہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۱۷۵)

(۱۰) ودر جواز استمتاع از فخذین وظاہر الیتین ونحوآں خود ہیچ شک وشبہ نہ باشد وسنت صحیحہ بداں وارد گشتہ۔ **ترجمہ**: رانوں میں صحبت کرنا اور دبر میں جائز ہے کوئی شک نہیں بلکہ یہ سنت سے ثابت ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۷۵)

(۱۱) وطی الازواج والاماء فی الدبر۔

ترجمہ: بیویوں اور لونڈیوں کے غیر فطری مقام کے استعمال پر انکار جائز نہیں یہ اختلافی مسئلہ ہے اس پر انکار جائز نہیں ہے (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۱۱۸)

(۱۲) امالو ادخل ذکرہ فی دبر نفسہ فلا غسل علیہ ترجمہ:۔اگر غیر مقلد نے اپنا آلہ تناسل اپنی دبر میں داخل کیا تو غسل فرض نہیں۔ (نزل الابرار من فقہ النبی المختار ج ا ص ۱۴)

(۱۳) غیر مقلدین کے نزدیک اگر کوئی شخص دبر آدمی میں وطی کرے تو غسل واجب نہیں (ہدایۃ المہدی ص ۳۴) پر صاف تصریح ہے کہ غسل کے واجب ہونے پر کوئی دلیل ہم نے نہیں دیکھی۔

(۱۴) متعہ یعنی کنجری بازی کا قطعی لائسنس:

متعہ کی اباحت قرآن پاک کی قطعی آیت سے ثابت ہے اور حرمت ظنی ہے (نزل الابرار ج ۲ ص ۳) متعہ پر انکار جائز نہیں ہے (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۱۱۸) آہ غیر مقلدوں کی حکومت میں یہی کچھ ہوگا کہ غیر مقلد عورتیں متعہ کے سائن بورڈ اٹھائے بازاروں میں گھوما کریں گی۔اور کوئی روکنے والا نہ ہوگا۔

(۱۵) زنا کا میلہ:

ہر کہ مکرہ شد بر زنا او را زنا جائز ست وحد غیر واجب وامکان اکراہ زن ظاہر ست ومرد را نیز بوجہ قوت شہوت جائز است (ترجمہ) جن کو زنا پر مجبور کیا جائے اس کو زنا کرنا جائز ہے اور کوئی حد واجب نہیں۔عورت کی مجبوری تو ظاہر ہے مرد بھی اگر کہے کہ میرا ارادہ نہ تھا مگر مجھے قوت شہوت نے مجبور کیا تو مان لیا جائے گا اگرچہ ارادہ زنا کا نہ ہو (عرف الجادی

ص ۲۰۸) دیکھو غیر مقلدین نے عورتوں کو زنا کی کیسی چھٹی دے دی۔ وہ جب بھی پکڑی جائیں گی امکان اکراہ ظاہر ہے۔ اور مرد بھی یہ کہہ کر بری ہو جائے گا کہ میرا ارادہ بالکل نہ تھا لیکن عورت نے چھیڑ چھاڑ کی۔ قوت شہوت کی وجہ سے میں بے اختیار ہو گیا۔

(۱۶) نظر بازی محارم:

وظاہر ادلہ جواز نظر ست بسوئے محارم در ما سوائے قبل ودُبر ترجمہ:۔ ظاہر دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ماں بہن بیٹی وغیرہ کی مثل دبر کے سوا پورا بدن دکھنا جائز ہے (عرف الجادی ص۵۲)

(۱۷) نظر بازی کے لیے رضاع:

یجوز ارضاع الکبیر ولو کان ذالحیۃ لتجویز النظر

ترجمہ: جائز ہے کہ عورت غیر مرد کو اپنا دودھ پلائے چھاتیوں سے اگر چہ وہ مرد ڈاڑھی والا ہو تا کہ ایک دوسرے کو دیکھنا جائز ہو جائے۔ (روضۃ الندیہ ص ۲۳۶، نزل الابرار ج ۲ ص ۷۷)

(۱۸) نظر بازی اجانب:

ویجوز للمرأۃ النظر الی الرجال الا جانب وحدیث وافعمیاوان انتما محمول انہ خاص بازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم و کذالک یجوز للرجل النظر الیٰ فرج اِمرأتہ' (ترجمہ) عورت کو جائز ہے کہ غیر مردوں کو دیکھے البتہ ازواج مطہرات کو یہ منع تھا اسی طرح مرد کو جائز ہے کہ عورت کی شرمگاہ دیکھے۔ (نزل الابرار ج ۲ ص ۷۴) آہ یہ وہابی اور وہابن زور شہوت سے کتنے اندھے اور بہرے ہو رہے ہیں نہ ان کی قرآن کی آیت پر نظر پڑتی ہے۔ قل للمومنات یغضضن من ابصارھن. نہ ان کو خدا کی پھٹکار کی آواز سُنتی ہے۔ لعن اللّٰہ الناظر والمنظور الیہ۔

(۱۹) نظر بازی سے:

وبالجملہ استنزال منی بکف یا چیزے از جمادات نزد دعائے حاجت مباح ست لاسیما چوں فاعل فاشی از وقوع در فتنہ یا معصیت کہ اقل احوالش نظر بازیست کہ دریں حین

مندوب ست بلکہ گاہے واجب گردد میکہ ترک معصیت جز بایں حرکت ممکن نشود۔ مرد کا اپنے ہاتھ سے اپنی منی نکالنا اور عورت کا کسی سخت چیز کے استعمال سے اپنی منی نکالنا بوقت ضرورت جائز ہے خاص طور پر جب نظر بازی یا کسی فتنہ یا گناہ میں مبتلاء ہونے کا خوف ہو خواہ نظر باز کا اس وقت مشت زنی باعث ثواب ہے اور اگر گناہ سے بچنا مشکل ہو تو مشت زنی واجب ہے۔ (عرف الجادی ص ۲۰۷)

(۲۰) فعل صحابہؓ:

بعض اہل علم ایں استمناء از صحابہ بز دغیبت از اہل خود کردہ اند۔

ترجمہ: بعض اہل علم نے کہا ہے کہ صحابہ بھی جب گھر سے باہر ہوتے تو مشت زنی کیا کرتے تھے (نعوذ باللہ) (عرف الجادی ص ۲۰۷)

(۲۱) فضلات موذیہ:

و در مثل ایں کار حرج نیست بلکہ ہمچو استخراج دیگر فضلات موذیہ بدن ست۔

ترجمہ:۔ دلیل یہ ہے کہ جس طرح جسم میں دوسرے فضلہ پیشاب پاخانہ نہ نکالے جائیں تو انسان کو تکلیف ہوتی ہے اس طرح منی بھی ایک فضلہ ہے اس کے نکالنے میں کوئی حرج نہیں۔ (عرف الجادی ص ۲۰۷)

(۲۲) حد یا تعزیر:

پس حکم بحد یا تعزیر مستمنی بید باعصمت مسلم وتحریم ایلاش بے وجہ ہست. ترجمہ: پس مشت زنی کرنے والے پر حد لگانا یا تعزیر بلاوجہ مسلمان کو دکھ دینا ہے۔ (عرف الجادی ص ۲۰۸)

(۲۳) فلو زنی بامراء ة تحل له امها وبنتها ۔ترجمہ: کسی عورت سے زنا کرتا رہے تو بھی اس عورت کی ماں اور بیٹی سے نکاح جائز ہے۔ (نزل الابرار ج ۲ ص ۲۱، فتاوی نذیریہ ج ۲ ص ۱۷۶، ستاریہ ج ۱ ص ۱۰۰، ج ۴ ص ۱۱۸)

(۲۴) لو زنی ابنه بامرأة تحل لا بيه وكذالك لو زنیٰ ابوه فتحل لابنه (نزل الابرار ج ۱ ص ۲۸)

اگر بیٹے نے ایک عورت سے زنا کیا تو یہ عورت باپ کے لیے حلال ہے، اسی طرح اس کے برعکس بھی حلال ہے۔

باپ اور بیٹے کی مشترک بیوی:

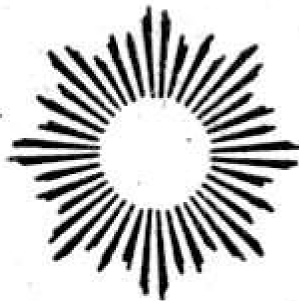
ولو جامع احد زوجة ابیه سواء کان بالغاً او غیر بالغ صغیراً اومراهقاً تحرم علی ابیه (نزل الابرار ج ۲ ص ۲۸) (اگر کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا، خواہ زنا کرنے والا بالغ ہو یا نابالغ یا قریب البلوغ، تو وہ اپنے خاوند پر حرام نہیں ہوئی۔) بہت خوب نکاح اور زنا دونوں کی گاڑی چلتی رہے۔

(۴۵) تین غیر مقلد.....ایک غیر مقلدہ:

واذا اشترک ثلاثة فی وطی امةٍ فی طهر ملکها کل واحد منهم فیه فجاء ت بولدٍ وادّعوا جمیعاً فیقرع بینهم ومن استحقه بالقرعة فعلیهِ للآ خرین ثلثا الدیة۔ (نزل الابرار ج ۲ ص ۷۵)

ترجمہ: ایک عورت (غیر مقلدہ) سے تین (غیر مقلد) باری باری صحبت کرتے رہے۔ اوران تینوں کی صحبت سے لڑکا پیدا ہوا تو لڑکے پر قرعہ اندازی ہوگی۔ جس کے نام قرعہ نکل آیا اس کو بیٹا مل جائے گا اور باقی دو کو یہ بیٹا لینے والا دو تہائی دیت دے گا۔

یہ جزئیہ کسی حدیث سے دکھاؤ۔ بہت خوب متعہ کی اولاد بانٹنے کا طریقہ بھی سکھا دیا۔



غیر مقلدین کی خانہ جنگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے لامذہب (غیر مقلد) بھی عجیب ذہنیت کے مالک ہیں۔ رات دن یہ راگ الاپتے ہیں کہ تقلید کی وجہ سے اخلافات پیدا ہوئے ہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اُن کے اختلافات بیان کرتے ہیں، اور پھر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان اختلافات سے ہی تنگ آ کر تقلید چھوڑی ہے اور بے چارے سادہ لوح عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اختلاف سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ جہاں اختلاف دیکھو۔ اُس سے جان بچاؤ اس چیز کو چھوڑ دو۔ مگر عاقل اور فہیم لوگ جانتے ہیں کہ یہ محض ایک فریب ہے۔ ہم ان لامذہبوں سے پوچھتے ہیں کہ

(۱) کیا فروعی اختلافات صحابہ میں تھے یا نہیں؟ اگر تھے جیسا کہ کتب احادیث مثل مصنف عبدالرزاق۔ مصنف ابن ابی شیبہ سے ظاہر ہے کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں مسائل میں اختلاف تھا تو کیا آپ کے اصول پر صحابہ کو چھوڑنے والے حق پر ہیں یا ماننے والے؟

(۲) نیز یہ فرمایئے کہ آپ کے مناظر اعظم شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں ''اس لئے اصحاب کے حق میں سب وشتم کرنے والے کو کافر یا مومن کہنے کے بارے میں کف لسان اور قلم کو روکتا ہوں (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۹۰) یہ مسئلہ کس حدیث صحیح، صریح غیر معارض سے ثابت ہے؟

(۳) کیا فروعی مسائل میں حدیث میں اختلاف ہے یا نہیں؟ کتب احادیث کو دیکھنے والا جانتا ہے کہ یقیناً ہے تو آپ کے اسی اصول پر تمام احادیث کا انکار کرنے والے حق پر

ہیں یا اختلافی احادیث میں سے راجح احادیث پر عمل کرنے والے حق پر ہیں۔

(۴) کیا محدثین میں احادیث کی صحت وضعف کے بیان میں اختلاف ہے یا نہیں، یقیناً ہے، ایک محدث ایک حدیث کو صحیح کہتا ہے۔ دوسرا محدث اُسے ضعیف بلکہ موضوع تک کہہ جاتا ہے۔ تو کیا آپ کے اصول پر محدثین کا انکار کر دیا جائے گا؟

(۵) کیا اسماء الرجال میں راویوں کے ثقہ یا ضعیف ہونے کے بارہ میں اختلاف ہے یا نہیں، یقیناً ہے تو کیا آپ کے اصول پر اسماء الرجال کے سارے فن کو ترک کر دینا واجب ہے؟

(۶) کیا قرآن پاک کی بہت سی آیات کی تفسیر کے بارہ میں مختلف اقوال تفاسیر میں موجود ہیں یا نہیں۔ تفاسیر کو دیکھیں یقیناً ہیں، تو کیا قرآن پاک کی ان آیات کا انکار کر دو گے جن کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

(۷) کیا قرآن پاک کی ساتوں قرأتوں میں اختلاف ہے یا نہیں ہے۔ اور یقیناً ہے تو کیا ان سب قرأتوں کا انکار کر دیا جائے گا؟

(۸) اور خدارا بتایئے کیا اس ملک میں شافعی بستے ہیں۔ مالکی آباد ہیں، حنبلی رہتے ہیں ، ہرگز نہیں اور یقیناً نہیں۔ کیا اس ملک میں کبھی حنفی ، شافعی مناظرہ ہوا، کبھی مالکی حنبلی جھگڑا کھڑا ہوا، کسی مالکی نے کوئی کتاب یا رسالہ حنفیوں کے خلاف لکھا، ہرگز نہیں تو جو اختلاف اس ملک میں سرے سے موجود ہی نہیں اس کا ذکر کر کے لوگوں کو دین سے بیزار کرنا دین کی کونسی خدمت ہے۔ تو کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہم اس اختلاف کی وجہ سے غیر مقلد ہوئے ہیں، کتنا بڑا جھوٹ ہے اگر آپ کی یہ دلیل انکار تقلید کے لیے واقعی معقول ہے تو کیا منکرین حدیث کا کہنا کہ احادیث کے اختلافات کی وجہ سے منکر حدیث بنے ہیں۔ منکرین صحابہ کا کہنا کہ صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے ہم نے صحابہ سے انکار کیا ہے اُن کی دلیل اور آپ کی دلیل میں کیا فرق ہے۔ جب کہ وہ اختلاف موجود ہے اور آپ کا بیان کردہ اختلاف سرے سے موجود ہی نہیں (اس ملک میں)۔

(۹) اگر انکار تقلید کا سبب آئمہ مجتہدین کا اختلاف ہے تو غیر مقلدین اُس ملک میں

پیدا ہونے چاہیے تھے جہاں چاروں مذاہب موجود ہیں۔ حرمین شریفین میں تقریباً بارہ سو سال سے آئمہ اربعہ کے مقلدین آباد ہیں۔ ان کے مدارس ہیں۔ ان کی مساجد ہیں۔ ہر جماعت کے مفتی صاحبان ہیں۔ مگر بارہ سو سال میں وہاں تو غیر مقلد فرقہ پیدا نہ ہوا۔ یہ لامذہب فرقہ انگریز کی حکومت میں اُس ملک میں پیدا ہوا جہاں آئمہ اربعہ کے اختلاف کا نام تک نہیں، اس سے صاف معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا یہ پروپیگنڈا سراسر جھوٹا ہے۔ کہ آئمہ اربعہ کے اختلاف کی وجہ سے ہم غیر مقلد ہوئے ہیں۔

(۱۰) پھر عجیب بات یہ ہے کہ آئمہ اربعہ کا اختلاف تو اس ملک میں سرے سے موجود نہیں، مگر اس فرقہ پر نصف صدی بھی نہیں گذری تھی کہ یہ فرقہ عقائد کے اعتبار سے مرزائیوں، نیچریوں، منکرین حدیث اور دین بیزاروں میں بَٹ گیا اور اعمال کے اعتبار سے محمدّی، غزنوی، روپڑی، ثنائی، غرباء اہل حدیث، جماعت المسلمین وغیرہ فرقوں میں بَٹ گیا، اور یہ اختلاف اسی ملک میں موجود ہے۔ ان کو چاہیے کہ ان اختلافات کو تقریروں میں بیان کر کے اپنے فرقوں کا جھوٹا ہونا بیان کریں۔

(۱) زیارت قبور:

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر خدا کی لعنت ہے۔ یہ ممانعت اُٹھ نہیں سکتی (ثنائیہ ج ۱ ص ۳۱۵، ۳۱۶) مولانا شرف الدین صاحب فرماتے ہیں عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت ہے (ثنائیہ ج ۱ ص ۳۱۶) ایک مفتی اسے لعنتی کہتا ہے دوسرا عامل بالحدیث۔

(۲) امامت:

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر جانے اس کو امام بنانا جائز نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۳۶۴) مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں محرّم عاشورہ کے دن اپنے بچوں کے لیے حلوا وغیرہ بنانا بند کرنا چاہیے یہ بدعت ہے (ثنائیہ ج ۱ ص ۳۶۷) مولانا شرف الدین صاحب فرماتے ہیں کہ اپنے بچوں پر وسعت کرنا حدیث

صحیح سے ثابت ہے انکار کی کوئی وجہ نہیں (ثنائیہ ج ۱ ص ۳۶۷)

(۴) مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ اس کے قائل تھے کہ خواب میں معراج ہوا (ثنائیہ ج ۱ ص ۳۶۵) مولانا شرف الدین صاحب فرماتے ہیں (یہ خواب) کا معراج بالکل غلط ہے کسے باشد۔ (ثنائیہ ج ۱ ص ۳۶۸)

(۵) مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں۔ جو امام تعدیل ارکان نہ کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۳۲) مولانا شرف الدین صاحب فرماتے ہیں "نہیں نہیں ہرگز ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۳۲)

(۶) مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں جس شخص نے فجر اور عصر کے فرض پڑھ لیے ہوں پھر اسے جماعت فجر کی ملے تو شامل نہ ہو (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۳۳) مولانا شرف الدین صاحب فرماتے ہیں کہ عصر اور فجر کی نماز میں بھی دوبارہ جماعت میں شریک ہو جائے (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۳۳)

(۷) مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں جس نے مغرب کی نماز پہلے پڑھ لی ہو وہ پھر جماعت میں شریک ہو تو چار رکعت کی نیت کرے۔ (ثنائیہ ج ۱ ص ۴۳۳) مولانا شرف الدین صاحب فرماتے ہیں تین رکعت کی ہی نیت کرے کیونکہ تین نفل جائز ہیں (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۳۳)

(۸) جمعہ کی اذان اوّل رائجہ بدعت ضلالت ہے، نہ سنت نبوی ہے، نہ سنت عثمانی، نہ سنت خلفاء۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۳۴)

یہ اذان سنتِ خلفاء ہے اس کو گمراہی اور ضلالت کہنا بالکل غلو ہے۔ جمہور صحابہ پر حملے کرنا اور بڑی جرأت ہے (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۳۵) (ج ۲ ص ۱۷۹)

(۹) مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں جرابوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۴۱) مولانا شرف الدین، میاں نذیر حسین فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز نہیں (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۴۲، ۴۴۳)

(۱۰) کل سفر تین میل کرنا ہو تو نماز قصر کر سکتا ہے (ثنائیہ ج ۱ ص ۴۶۴) اگر کل سفر دس میل ہو تو قصر کر سکتا ہے (ثنائیہ ج ۱ ص ۴۶۰) محدثین کے نزدیک بارہ میل سفر پر قصر کر سکتا ہے۔ (ثنائیہ ص ۴۶۳) جمہور، سلف اور محدثین کا مسلک یہ ہے کہ اڑتالیس میل پر قصر کرے اس سے کم پر نہیں (فتاویٰ ثنائیہ، ج ۱ ص ۴۶۲)

(۱۱) بے نماز کافر ہے واجب القتل ہے (ثنائیہ ص ۴۶۵) نہ کافر ہے نہ واجب القتل (ثنائیہ ج ۱ ص ۴۶۶)

(۱۲) مسجد کے محراب بنانا یہود و نصاریٰ سے مشابہت اور بدعت ہے۔ (اربعین محمدی، محمد جوناگڑھی) مسجد میں محراب بنانے جائز ہیں (ثنائیہ ج ۱ ص ۴۷۶)

(۱۳) چار رکعتوں کے درمیانی قعدہ میں بھی درود شریف پڑھنے کا حکم حدیث میں ہے۔ (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۱۶) چار رکعتوں کے درمیانی التحیات میں درود شریف پڑھنا جائز نہیں (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۱۷)

(۱۴) جو شخص حالت جنابت میں ہو اس پر غسل فرض ہو وہ قرآن پاک کی تلاوت نہیں کر سکتا (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۱۸) ایسی حالت جنابت میں قرآن پاک کی تلاوت کر سکتا ہے (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۰، ۵۲۱)

(۱۵) سر ننگے نماز جائز ہے۔ (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۳) سر ننگے نماز کو سنت سمجھنا بالکل غلط ہے، بلکہ اس کی عادت خلاف سنت اور بے وقوفی ہے (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۳)

(۱۶) تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھے بغیر مسجد میں بیٹھنا منع ہے۔ (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۳) اوقات نہی میں بھی پڑھنا جائز ہے (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۴) تحیۃ المسجد صرف مستحب ہے اوقات نہی میں نہ پڑھے۔ (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۴)

(۱۷) جو مقتدی رکوع میں آ کر شریک ہو اس کی وہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۳۲، ۵۳۳) جو شخص رکوع میں آ کر شریک ہو احادیث صحیحہ کے مطابق اس کی وہ رکعت صحیح ہے۔ اعادہ نہ کرے۔ (فتاویٰ ستاریہ ج ۱)

(۱۸) عیدین کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنّت ہے جو اس کے خلاف کرتا ہے خلاف سنت ہے (ثنائیہ ج۱ص ۵۳۵) دو خطبے عیدین کے اور اُن کے درمیان بیٹھنا خلاف سنت ہے۔ (ثنائیہ ج۱ص ۵۳۶)

(۱۹) رکوع جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرنا اس کے حکم میں سخت اختلاف ہے۔

(۱) یہ نماز کا رُکن ہے۔ (جیسے دین اسلام کے پانچ ارکان ہیں یہ بھی نماز کا رُکن ہے۔ (اثبات رفع یدین) (۲) یہ رفع یدین نماز کے واجبات میں سے ہے، جو یہ رفع یدین نہ کرے اس کی نماز باطل ہے۔ (اثبات رفع یدین) (۳) یہ رفع یدین سُنّت ہے اس کا تارک کافر ہے۔ خدا کا دشمن ہے نبی کا مخالف ہے، اُمّت محمدّیہ سے خارج اور گمراہ ہے۔ (اثبات رفع یدین) یہ رفع یدین نماز کی زینت ہے اس کا تارک اتباع سنّت سے محروم ہے، بدقسمت ہے، اور چار رکعتوں میں سو نیکیوں سے محروم ہے (اثبات رفع یدین) (۵) یہ رفع یدین اتنی اہم ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجراں کے ضدّی عیسائیوں کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا، اسی طرح نور حسین گرجاکھی نے تارکین رفع یدین کو مباہلہ کا چیلنج دیا ہے۔ (اثبات رفع یدین) (۶) مولوی ثناء اللہ صاحب نے صاحب تنویر العینین کے مسلک کو اپنا مسلک قرار دیا، اگرچہ نامکمل نقل کیا ہے کہ رفع یدین کرنا ثواب کا کام ہے لیکن اگر کوئی ساری عمر بھی نہ کرے تو اُس پر ملامت کرنا جائز نہیں (ثنائیہ ج۱ص ۱۰۱) (۷) یہ رفع یدین مستحب جیسے اس کے ترک میں ثواب نہیں مِلتا، جیسے ہر نماز کے لیے وضو کرنا مأمور بہ لیکن وضو ہونے کی صورت میں ترکِ وضو سے نماز پڑھنی جائز ہے۔ مگر (وضو پر وضو) کرنے کا ثواب نہیں۔ ٹھیک اسی طرح ترکِ رفع ترکِ ثواب ہے، ترک فعل سنت نہیں۔ فافہم (ثنائیہ ج۱ص ۶۰۸) (۸)۔ اس کو سنت یا مستحب سمجھنے کی نشانی یہ ہے کہ کبھی کیا کرے کبھی چھوڑ دیا کرے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج۱ص ۵۸۱) (۹)۔ نواب وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں۔ رفع یدین سنت ہے جیسے جوتا پہن کر مسجد میں جانا سنت ہے یا جوتے سمیت

نماز پڑھنا سنت ہے۔ جہاں فساد کا خوف ہو، لوگ ناراض ہوں ان کے سامنے نہ کرے (ملخصاً تیسیر الباری ج ا ص ۱۵۶)

(۱۰) یہی نواب وحید الزمان صاحب اُن اعمال کی فہرست بیان کرتے ہیں جن کے فاعل پر انکار کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔ وہ اعمال یہ ہیں۔ وضو میں پاؤں کا مسح کرنا۔ مُردوں کا وسیلہ لینا۔ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا۔ بیوی کی دُبر زنی کرنا۔ مُتعہ کرنا کرانا۔ دو نمازوں کا اکٹھا کر کے پڑھنا۔ شطرنج کھیلنا۔ گانا گانا۔ باجے بجانا۔ ختم دلانا۔ محفل میلاد کرنا۔ نماز میں رفع یدین کرنا۔ بلند آواز میں آمین کہنا۔ تشہد میں انگلی اُٹھانا۔ (ہدیۃ المھدی ج ا ص ۱۱۸) اب رفع یدین مُتعہ اور دُبر زنی کے برابر ہوگئی۔

(۲۰) منی پاک ہے جیسے تھوک اور رینٹ پاک ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ا ص ۳۴،۳۳) منی پیشاب پاخانہ کی طرح ناپاک ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ا ص ۴۲)

(۲۱) کافر اور مشرک کے روپیہ سے مسجد بنانا ناجائز ہے۔ ان کا روپیہ مسجد میں لگ ہی نہیں سکتا۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۳۷)

نوٹ: آجکل غیر مقلدین کی ساری بناوٹ اور آبادی ہی سعودیہ کے پیسے سے ہے۔ جو حنبلی مقلد ہیں اور مقلد مُشرک ہوتا ہے۔

کوئی غیر مسلم مسجد کو ثواب اور دین کا کام سمجھ کر حلال کمائی سے امداد کرنا چاہے تو اس کا قبول کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۴۵، ج ا ص ۵۲)

(۲۲) جس جگہ پہلے مسجد ہو اس مسجد کو گرا کر وہاں مدرسہ بلکہ بازار بنانا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۵۰) جو مکان شرعی مسجد بن جائے اس پر دکانیں یا (سوائے سجدہ گاہ کے اور کچھ بنانا جائز نہیں) (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۵۱)

(۲۳) مسجد کے لوٹے، رسّی، بالٹی، چٹائی، دری، جاجم، فرش اور اُس کی مرمّت وصفائی یا تعمیر میں عُشر اور زکوٰۃ (اوساخ الناس) کا خرچ کرنا درست نہیں، کیونکہ مسجد اور اس کی ضروریات زکوٰۃ کے مصارف منصوصہ میں داخل نہیں (ج ۲ ص ۵۴) مسجد کی مرمت تعمیر یا ضروری سامان کا

انتظام مصارف زکوۃ میں آجاتا ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۵۱، ۵۲)

(۲۴) ایک شخص نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی، وہ مسجد میں گیا تو عصر کی نماز کھڑی تھی۔ وہ ظہر کی نیت سے جماعتِ عصر میں شامل ہوگیا۔ اُس کا یہ فعل نص صریح کے معارض ہے اس لیے غلط اور مردود ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۲۷، ۱۲۸ ج ۲) وہ ظہر کی نیت کر کے جماعت میں شامل ہو جائے اور بعد میں عصر کی نماز الگ پڑھ لے یہی صورت بہتر ہے۔ (ص ۱۲۹ ج ۲)

(۲۵) جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل پڑھنے جائز ہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۳۲)

جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھنی منع ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۱۳۳)

(۲۶) مسبوق کے پیچھے نماز پڑھنی حدیث سے مسکوت عنہ ہے اور اصل مسکوت عنہ میں جواز واباحت ہے پس جواز ثابت ہوا۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۱۹۶) مسبوق کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا کسی حدیث میں ثبوت نہیں ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۲۶ ج ۲)

(۲۷) کسی بریلوی حنفی کے پیچھے نماز جائز نہیں، کیونکہ ان کے بعض عقائد واعمال شرکیہ اور کفریہ ہیں (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴۰ ج ۲) بریلویوں کی عارضی اقتدا میں نماز باجماعت ادا کر لینی چاہیے، یہ لوگ اہل اسلام سے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴۳ ج ۲)

(۲۸) عام غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے مگر ان کی آخری معتبر کتاب میں حافظ محمد گوندلوی نے لکھا ہے کہ زیر بحث عبادہ بن صامت کی حدیث ہے اور اس سے صرف ایک بار کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (خیر الکلام ص ۱۳۶) ان احادیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک بار نماز میں ضرور فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ (خیر الکلام ص ۵۳۶) یعنی ساری نماز ظہر میں صرف ایک مرتبہ فاتحہ ضروری ہے۔

(۲۹) عام طور پر لامذہب یہ کہا کرتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اُس کی نماز باطل ہے۔ چنانچہ حافظ محمد گوندلوی لکھتا ہے ہمارا تو یہ مسلک ہے کہ فاتحہ خلف

الامام کا مسئلہ فرعی اختلافی ہونے کی بنا پر اجتہادی ہے۔پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں، خواہ نماز جہری ہو یا سِرّی اپنی تحقیق پر عمل کرے۔تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی، اور ہماری تحقیق میں فاتحہ خلف الامام ہر نماز میں جہری ہو یا سِرّی فرض ہے، اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے (خیر الکلام ص ۳۳) امام احمدؒ کا قول نقل کیا ہے ۔یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ اور تابعین ہیں۔اہل حجاز میں امام مالک ہیں، اہل عراق میں امام ثوری ہیں۔اہل شام میں امام اوزاعی ہیں۔اہل مصر میں امام لیث ہیں۔ان میں سے کسی نے ایسے شخص کی نماز کو باطل نہیں کہا جس نے جہری نماز میں امام کی اقتدا کی اور قرأت نہ کی (خیر الکلام ص ۳۳) مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی احسن الکلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔پونے چار سو صفحات کی یہ کتاب بڑی دلچسپ ہے۔ساری بنیاد اس پر کھڑی کی گئی ہے کہ اہل حدیث امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے والے کو بے نماز سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے امام بخاری سے لے کر محققین علمائے اہل حدیث تک کی کسی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا (مقدمہ خیر الکلام ص ۹)

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر پندرھویں صدی عطاء اللہ حنیف تک کسی محقق نے بھی امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے والے کو بے نماز نہیں کہا، بے نماز کہنا تحقیق نہیں خلاف تحقیق ہے۔

(۳۰) عام طور پر غیر مقلدین سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ منع ہے، کیونکہ بخاری مسلم کی حدیث ابن عمرؓ میں آ گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔مگر فتاویٰ علمائے حدیث میں لکھا ہے کہ یہ رفع یدین یعنی سجدہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر کا فعل ہے کیونکہ اس کا راوی مالک بن الحویرث مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر میں داخل ہوا ہے اور اس کے بعد کوئی ایسی حدیث صریح نہیں آئی جس سے نسخ ثابت ہو، بلکہ ابن عمر کا اس فعل کو قبول کرنا بعد روایت منع رفع الیدین عند السجود اوّل دلیل

ہے کہ رفع بعد منع وارد ہوا..... بلا شبہ اس کا عامل محی السنۃ المیتۃ ہے (یعنی مردہ سنت کو زندہ کرنے والا ہے) اور مستحق اجر سو شہید کا ہے اس کی مخالفت کرنے والا اور ناراض ہونے والا غالی اور معاند حق ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۳۰۶، ۳۰۷ ج ۴)

(۳۱) پنجاب کے غیر مقلدین رکوع کے بعد قومہ میں ہاتھ چھوڑتے ہیں اور سندھ کے بعض غیر مقلدین رکوع کے بعد قومہ میں ہاتھ سینے پر باندھتے ہیں۔

خانہ جنگی:

(الف) اگر سونا کا بھی مکمل نصاب نہ ہو۔ چاندی کا بھی مکمل نصاب نہ ہو اور دونوں مل کر قیمت نصاب کے برابر بن جاتی ہو تو زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے (ابوالحسن، نذیر حسین فتاویٰ علمائے حدیث ص ۸۵، ۸۶ ج ۷)

(ب) سونے اور چاندی کو ایک جگہ ملا کر زکوٰۃ نہیں دینی ہوگی بلکہ ایسی صورت میں زکوٰۃ معاف ہوگی۔ (محمد یونس مدرس مدرسہ میاں صاحب فتاویٰ علمائے حدیث ص ۸۶، ۸۸ ج ۷)

(ج) اس بارہ میں حضور سے کچھ مروی نہیں (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۹۱)

(۲) زیور کی زکوٰۃ:

سونے چاندی کے زیور پر زکوٰۃ فرض ہے۔ کیونکہ صحیح مسلک محققین کا یہی ہے کہ زیور پر زکوٰۃ فرض ہے اس لیے حدیث کی کتابوں میں بہت سی حدیثیں ہیں (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۹۳ ج ۷) زیور مستعملہ میں زکوٰۃ فرض ہے۔ اس کا اختلاف قطعاً باطل ہے (ص ۹۶) شرف الدین، فرض ہے۔ (ص ۱۰۱ ج ۷) سعیدی، واجب نہیں (ص ۹۵ ج ۱) ثناء اللہ ص ۱۰۰ ج ۷) عبدالرؤف رحمانی ص ۳۰۲ ج ۷)

(۳) مال تجارت میں زکوٰۃ نہیں (عرف الجادی ص) زکوٰۃ فرض ہے (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۷۶ ج ۷)

(۴) عُشر بری زمینیں جن پر سرکار لگان لیتی ہے عُشر واجب ہے (عبداللہ غازی

پوری ص ۱۲۶، ۱۲۷ ج ۷) ان زمینوں پر نصف عُشر واجب ہے (ص ۱۲۴ ج ۷) روپڑی عبداللہ، ربع عشر واجب ہے، ثناء اللہ ج ۷، ص ۱۲۳، ص ۱۸۳، ص ۳۰، ج ۱، ص ۱۴۵)

(۵) علماء اور زکوٰۃ :

من جملہ فی سبیل اللہ علماء کرام پر صَرف کرنا بھی ہے اس لیے کہ ان کا بھی اس مال میں حصہ ہے۔ خواہ وہ امیر ہوں خواہ فقیر بلکہ اس راہ میں خرچ کرنا بہت ضروری ہے۔ (ص ۲۲۴ ج ۷)

اصحاب اموال کا اپنے بچوں کو ایسے لوگوں سے تعلیم دلانا جن کی وہ تنخواہ اپنے اموال کی زکوٰۃ وعشر سے دیتے ہیں درست نہیں، ایسے علماء جو دین کے کام میں مصروف ہوں معیشت کے لیے وقت نہ نکال سکیں مساکین میں شامل ہیں (ص ۲۳۹ ج ۷)

(۶) مسجد:

(الف) زکوٰۃ وعشر نہ اپنی مسجد پر خرچ کرنا جائز ہے نہ دوسری مسجد پر۔ مسجد اور اس کی ضروریات زکوٰۃ کے مصرف میں داخل نہیں۔ (ص ۱۷۸ ج ۱) اور زکوٰۃ کا مال بھی مسجد میں نہیں لگ سکتا۔ کیونکہ مصارف زکوٰۃ ایک مشہور چیز ہے۔ مساجد زکوٰۃ کے مصارف سے ہرگز نہیں۔ بعض لوگ فی سبیل اللہ کو عام جان کر زکوٰۃ کے روپوں کو مسجد میں لگانا جائز بتلاتے ہیں۔ ان کی زبردست غلطی ہے بغیر دلیل کے لڑتے ہیں، نیز یہ زکوٰۃ اوساخ الناس ہے (شرف ص ۲۲۶ ج ۷) آیت شریف للفقراء میں لام محض تملیک کے لیے ہے۔ اور مدارس ومساجد پر زکوٰۃ صَرف کرنا جائز نہیں۔ (محمد اسماعیل مدراسی ص ۲۳۳)

(ب) تعمیر مساجد میں صَرف کرنا درست ہے (ص ۲۲۱ ج ۷) زکوٰۃ کے متعلق ایک قول ملتا ہے کہ مسجد میں لگانا جائز ہے (ص ۲۸۶ ج ۷)

مدرسہ:

(الف) مال زکوٰۃ سے مدرسین کو دینا یا سامان فراہم کرنا جائز نہیں ہے ہاں مال زکوٰۃ غریب طلباء کو دینا جائز ہے۔ (ص ۲۱۳ ج ۷ نذیر حسین)

(ب) جو شخص اپنی جہالت اور نادانی کی وجہ سے لوگوں کو کہے کہ مال زکوٰۃ مدرسہ میں طلبا کو دینا یا مال زکوٰۃ سے مدرسہ بنانا حرام و ناجائز ہے۔ وہ جھوٹا اور علم دین سے بے خبر و جاہل ہے، اس کو اپنی ہٹ دھرمی و سینہ زوری سے توبہ کر کے خدائے قدوس غفور الرحیم کے دربار عالی میں دست بستہ کھڑے ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگنی واجب و ضروری ہے (ص ۲۲۲ ج ۷) مال زکوٰۃ سے مدرسین کو تنخواہ دینا یا سامان مدرسہ فراہم کرنا جائز نہیں (ص ۲۲۷ ج ۷ عبد الرحمٰن مبارک پوری)

مدرسین کی تنخواہیں اور مناظرین اور مبلّغین کا سفر کرایہ اور دیگر ضروری اخراجات جیسے لاؤڈ سپیکر کا کرایہ، اور مبلّغین کا سفر خرچ اور زائد خدمت زکوٰۃ سے ہو سکتے ہیں (ص ۲۵۰ ج ۷)

لاؤڈ سپیکر زکوٰۃ کی مد سے خرید کر وقف نہیں ہو سکتا۔ (ص ۲۵۰ ج ۷، ص ۳۲۴ ج ۷) کارخانہ، مکان، لاریاں اور آلات وغیرہ کی مالیت خواہ کتنی ہو اس پر زکوٰۃ نہیں (ص ۱۹۳ ج ۷) صدقہ فطر فرض عین ہے (ص ۱۹۹ ج ۷، ص ۲۹۳ ج ۷) لا صدقة الا عن ظهر غنى کے خلاف ہے۔

زکوٰۃ صدقۃ الفطر امام یا اس کے نائب کے حوالہ کرنا چاہیے (ص ۳۱۰ ج ۷) سردار ہی زکوٰۃ کے لینے اور اس کے بانٹنے کا مالک ہے۔ خود سردار ہی تحصیل کرے یا اپنے نائب کے ذریعے تحصیل کرا دے تو جو شخص تحصیلدار کو نہ دے اس سے جبراً لی جاوے گی (ص ۳۱۷ ج ۷) زکوٰۃ اور عید کا صدقہ دینے والا اور نکالنے والا اپنے طور پر غرباً و مساکین وغیرہ کو نہ بانٹے بلکہ واجب ہے کہ اپنے سردار یا اس کے نائب کے حوالے کر دے یا سردار نائب خود طلب کر کے اپنے طور پر تقسیم کرا دے (ص ۳۱۳ ج ۷)

سود:

سیونگ بنک کا سود لینے کا فتویٰ جماعت اہل حدیث میں سے مولوی عبد الواحد صاحب غزنوی نے دیا ہوا ہے (ص ۳۰۵ ج ۷)

عُشر کن پر:

عُشر صِرف زمیندار اور مزارع پر ہے (لوہار، ترکھان، حجام دھوبی پر بعد نصاب بھی فرض نہیں) ص ۱۳۶ ج ۷۔

لوہار ترکھان وغیرہ کے دانے نصاب کو پہنچ جائیں تو ان پر بھی عشر فرض ہے (ص ۱۳۶ ج ۷)

ہمشیرہ! صدقہ فطر و زکوٰۃ :

حقیقی ہمشرہ کو باجازت امام دے سکتا ہے۔ (ص ۲۷۹ ج ۷)

گنے میں زکوٰۃ فرض ہے (ص ۱۴۹ ج ۷)۔ گنا پونڈا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشر معاف کر دیا ہے (ص ۱۶۳ ج ۷)

امام (مولوی عبدالستار) کو زکوٰۃ وصول کرنا قطعاً ناجائز و حرام ہے (ص ۲۶۳ ج ۷)

تملیک زکوٰۃ میں لازم ہے (ص ۲۵۶ ج ۷) ضروری نہیں (ص ۲۳۴ ج ۷)

کافر مصرف زکوٰۃ غریب مساکین ہیں اس میں مؤمن کافر کی تمیز نہیں (ص ۲۷۵ ج ۷)

غیر مسلم کو فطرہ یا زکوٰۃ ہرگز نہیں دینی چاہیے اگر ان کو یہ اموال دیے گئے تو شرعاً یہ خیرات مردود ہے (ص ۲۹۱ ج ۷)

حرام دو قسم پر ہے ایک کا حصول بالرضا ہوتا ہے جیسے زنا کی اُجرت، جُوئے کا نفع وغیرہ، دوسرا بالجبر جیسے چوری، ڈاکہ وغیرہ، پہلی قسم کے متعلق بعض علما کا عقیدہ ہے کہ توبہ کے بعد حلال ہو جاتا ہے دوسری قسم کے متعلق نہیں (ص ۲۷۲ ج ۷ ثنائیہ) پہلی قسم کے متعلق بعض علماء کا عقیدہ بالکل باطل ہے قطعاً حرام ہے حِلّت کی کوئی دلیل نہیں (ص ۲۷۲ ج ۷ شرفیہ)

(۱) نماز میں آپ کے بدن سے نجاست لگ گئی آپ نے نماز نہ توڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بحالت سجدہ مکہ میں اوجھڑی ڈال دی یہ اس کا ذکر ہے تیسیر الباری (ص ۲۱۲ ج ۱) صحیح بخاری (ص ۳۷ ج ۱) پس مصلی یا نجاست بدن آثم ست و نمازش باطل نیست (ترجمہ) نمازی کے بدن کو نجاست لگی ہو تو وہ گنہگار ہے لیکن نماز باطل نہیں،

(بدور الاہلہ) کیا معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز سے گنہگار ہوئے؟

طہارتِ محمول وملبوس را شرط صحت نماز گر دانیدن کما ینبغی نیست (ترجمہ) نمازی کا لباس اور نمازی نے جو چیز اُٹھائی ہو اس کا پاک ہونا صحت نماز کے لیے شرط نہیں جیسے حنفی کہتے ہیں یہ بات درست نہیں گندے لباس اور گندگی سر پر اُٹھا لینے سے نماز بالکل صحیح ہے (بدور الاہلہ ص ۳۹) ہر کہ در جامہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح باشد (عرف الجادی ص ۲۲) اذا ألقى على ظهر المصلى قذر" اور جيفة لم تفسد عليه صلوٰته (بخاری ص ۳۷ ج ۱) نیز راجع تیسیر الباری۔

ابواب الابل والد واب والغنم ومرابضها وصَلّٰى ابو موسىٰ فى دار البريد والسرتين والبر ية الى جنبه فقال ههُنا وثَمَّ سواء (بخاری ص ۳۶) یعنی لید اور گوبر نجس نہیں ہے تو یہ مقام اور جنگل کا صاف میدان دونوں برابر ہیں تیسیرا الباری (ص ۲۰۸ ج ۱)، طہارت مکان نماز واجب ست نہ شرط صحت نماز۔ (عرف الجادی ص ۲۱)

نوٹ: عرف الجادی والا مُشت زنی کو بھی واجب کہتا ہے۔ (عرف الجادی ص ۲۰۷)

ہمارے علماء میں سے امام ابن حزم اور اصطغری کا بھی یہی قول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عورت صرف قُبل اور دُبر ہے یعنی ذکر اور خصیئے اور مقعد امام بخاری کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے۔ (تیسیر الباری ص ۲۸۳ ج ۱) باب الصلوٰۃ فی التیان (ص ۵۲) گھٹنا (ص ۵۳) وظاہر ادلہ جواز نظر ست بسوئے محرم ماعدائے قُبل ودُبر (عرف الجادی ص ۵۲) دبر کہ در نماز عورتش نمایاں شُد نمازش صحیح باشد (عرف الجادی ص ۲۲) ولمّا آنکہ نماز زن اگر چہ تنہا یا با زناں یا باشوہر یا دیگر محارم باشد بے ستر تمام عورت صحیح نیست پس غیر مسلم است (ترجمہ:) عورت اکیلی ہو یا عورتوں میں کھڑی ہو کر یا باپ بھائی بیٹے کے سامنے کھڑی ہو کر بالکل ننگی نماز پڑھ سکتی ہے حنفی جو کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوتی، ہم یہ بات نہیں مانتے۔ (بدور الاہلہ ص ۳۹)

مولوی ثناء اللہ کے نزدیک نوکر (ص ۴۳۶ ج ۱، ص ۶۱۵ ج ۱، دکان ص

۲۰۳ ج ا، فت بال ص ۶۳۱، ۶۳۲ ج ا) کے لئے نماز عصر نماز ظہر کے وقت پڑھ سکتا ہے۔

الجمع بین الصلوتین من غیر عُذرولا سفر ولا مطر جائز هذا عند اهل حدیث ترجمہ:۔اہل حدیث کے نزدیک بغیر عذر کے ایک وقت میں دو نمازیں اکٹھی پڑھ سکتا ہے۔(ہدیۃ المہدی ص ۱۰۹ ج ا) یعنی تین وقت رہ گئے۔فجر،ظہر،مغرب۔

اگر کوئی شخص نماز پڑھ لے اور اس کپڑے میں خون لگا ہوا ہو، یا منی لگی ہو، یا قبلے کے سوا کسی اور طرف نماز پڑھی ہو تیمم سے نماز پڑھی ہو پھر وقت کے اندر پانی پالے تب بھی نماز نہ لوٹائے (تیسیر الباری ص ۲۱۱ ج ا)

دل میں کس کس بات کی نیت کرے، فرض، نفل، وقت وغیرہ حدیث صحیح صریح سے ثبوت دیں نیز لفظ فرض دکھائیں؟

آیت کی تفسیر حدیث صحیح سے ثابت کریں فرض کا لفظ دکھائیں اور صریح حدیث دکھائیں کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔آیت کی تفسیر حدیث صحیح سے ثابت کریں فرضیت، فساد نماز ترک۔صرف فاتحہ فرض، نص صریح، خداج، ولو بفاتحہ الکتاب، حدیث مسیئ الصلوٰۃ، ماسوائے عورت (شرمگاہ) کے باقی سارے بدن پر محرمات (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ سے مالش کروانا جائز ہے۔بوڑھے کو بھی جوان کو بھی ضرورت شدید کے وقت محرمات کو عورت (شرمگاہ) کی طرف نظر کرنا اور مس کرانا (مالش کرانا) بھی جائز ہے جیسے طبیب کو جائز ہے (نذیریہ ص ۱۷۶ ج ۳) ضرورت کی تشریح (عرف الجادی ص ۲۰۷)

بہتر عورت وہ ہے جس کی فرج تنگ ہو یا جو پرشہوت ہو۔شہوت کے بارہ میں اپنے دانت پیس رہی ہو۔تم ایسی عورت کرو جس کی فرج تنگ ہو جو شہوت کے مارے دانت پر دانت رگڑ رہی ہو، وہ عورت جو جماع کراتے وقت کروٹ سے لیٹتی ہو (وحید اللغات الحارقہ ص ۵۶ ج ۲) عورتوں کے لیے موئے زیر ناف اکھاڑنے سے اُسترہ سے مونڈنا اچھا ہے کیونکہ اُکھاڑنے سے محل ڈھیلا ہو جاتا ہے۔(نذیریہ ص ۳۵۶ ج ۳)



غیر مقلدین کی غیر مستند نماز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) اسلام میں ایمان کے بعد سب سے بڑا مقام اور درجہ نماز کا ہے۔ تمام مسلمان فرقے نماز پڑھتے ہیں اور سب فرقوں نے اپنے طریقہ ء نماز پر نہایت مفصّل کتابیں لکھی ہیں جو اس فرقہ میں مسلّم ہیں۔ ان کے مدارس میں داخل نصاب ہیں۔

مگر ایک غیر مقلدین کا فرقہ ایسا ہے جن کی ایسی کوئی مستند مسلم داخل نصاب کتاب ہو۔ نہیں ہے۔

(۲) چونکہ ہمارے ملک کی قومی زبان اُردُو ہے۔ اس لیے ہر فرقہ نے اردو میں بھی اپنی کتابیں لکھیں تا کہ اردو دانوں کو نماز کا طریقہ اور تفصیل سکھائی جائے۔ جن میں سے اہل سنت والجماعت کے مدارس میں تعلیم الاسلام، بہشتی زیور نصابی حیثیت کی کتابیں ہیں۔

غیر مقلدین کا عربی زبان سے کوئی مذہبی رشتہ نہیں ہے:

(۳) احناف کی عربی کتب فقہ عرب وعجم کے اسلامی مدارس میں داخل نصاب ہیں۔ جن کا انکار دوپہر کے سورج کا انکار ہے، جس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ احناف کی جڑیں عرب، اور شاخیں سب پر سایہ افگن ہیں عرب وعجم کا سوادِ اعظم اس شجرہ ء طیبہ کے زیر سایہ اسلامی زندگی گذار رہا ہے۔

غیر مقلدین کے مذہب کا کوئی مسلّم متن عربی زبان میں نہیں ہے جو کسی عربی مدرسے میں داخل نصاب ہو، ان کے مسائل کی کتابیں عموماً اردو میں ہیں جس سے واضح ہے

کہ عرب سے ان کا کوئی مذہبی رشتہ نہیں ہے یہ سراپا ایک ہندوستانی فرقہ ہے جو اسی ملک میں پیدا ہوا۔ یہیں پلا اور بس۔

(۴) پاک وہند میں بھی دورِ وکٹوریہ سے قبل اس فرقہ کی نہ کوئی مسجد تھی نہ مدرسہ۔ نہ کوئی کتاب، نہ قبر، نہ کوئی اخبار، نہ رسالہ، نہ اشتہار، معلوم ہوا کہ اس کی پیدائش ہی غیر مسلم حکومت ہی کی مرہونِ منت ہے۔

(۵) اس نومولود فرقے نے سوادِ اعظم کی نماز کے بارہ میں عوام کے دلوں میں وسوسے پیدا کرنے شروع کئے ہیں اور اپنی نماز کو یہ خالص نبوی نماز کہتے ہیں، اور ان کا دعویٰ ہے کہ خدا اور رسول کی براہ راست بات کے سوا کوئی بات دین میں قابل قبول نہیں اس لئے ضرورت ہے کہ یہ جھگڑا ختم ہو اور اردو دان حضرات کے سامنے اردو نصابی کتب اور عام پڑھے جانے والی عملی نماز کا تقابل ہو جائے۔

غیر مقلدین اپنی نماز کی شرائط قرآن وحدیث سے ثابت کر کے دکھلائیں:

(۱) الفقہ علی مذاہب اربعہ میں چاروں آئمہ سب سے پہلے نماز کی مکمل شرائط عام فہم ترتیب سے یکجا بیان کرتے ہیں، ہماری نماز کی سات شرائط تعلیم الاسلام ص ۴۴ پر موجود ہیں، ہر اُرُدو دان خود پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح غیر مقلدین اپنی نماز کی شرائط سب اردو دانوں کے سامنے رکھ دیں۔ اگر وہ اپنی نماز کی شرائط قرآن وحدیث سے نہ دکھا سکیں اور ہرگز ہرگز نہ دکھا سکیں گے تو......؟

(۲) سب کو معلوم ہے کہ صحاح ستہ والے فقہ کے چاروں اماموں کے بعد ہوئے ہیں۔ ان کا فرض تھا کہ ان غلط شرائط کو حدیث سے ردّ کرتے، تو اب غیر مقلدین کا فرض ہے کہ صحاح ستہ سے وہ حدیث دکھائیں جس کی بنا پر تمام صحاح ستہ والوں نے ان شرائط کو باطل قرار دیا ہو، اور شرائط نماز لکھنے والوں کو بے دین کہا ہو۔

غیر مقلدین اپنی نماز کے ارکان مسلّمہ نصابی کتب سے دکھائیں:

(۳) سب ائمہ فقہ نے پھر نماز کے ارکان بیان فرمائے ہیں۔ ہم رکن کی تعریف، اس

کے ثبوت کا طریق ، اس کے تارک کا حکم ، اور تعداد ارکان اپنی مسلمہ نصابی کتب سے دکھائیں گے۔ (تعلیم الاسلام، ص۱۲۳ ج ۳)

(۴) **غیر مقلدین** (ا) یہ سب باتیں اپنی مسلمہ نصابی کتاب سے دکھائیں گے۔

(ب) پھر ہماری تعریف، حکم وارکان کے غلط ہونے کو حدیث صحیح صریح، غیر معارض سے ثابت کریں گے اور اپنی تعریف حکم، ارکان، ایک حدیث سے دکھائیں گے۔ یا ارکان ماننے والوں کا مشرک وبدعتی ہونا دکھائیں گے۔ اور لکھ کردیں گے کہ کسی فرض کو ماننا خواہ وہ شرط ہو یا رکن ہو اور اس پر عمل کرنا بے دینی ہے۔ اور جن احادیث میں فرائض کے حساب وغیرہ کا ذکر ہے ہم ان سب کے منکر ہیں۔

(۵) اس کے بعد احناف واجب کی تعریف اس کا طریق ثبوت، اس کے تارک کا حکم اور واجبات کی تعداد اپنی مسلمہ نصابی کتب سے دکھائیں گے۔ (تعلیم الاسلام ص ۱۲۸-۱۲۹ ج ۳)

(۶) پھر غیر مقلدین ان چاروں کی تردید حدیث سے کریں گے۔ اور قرآنؐ وحدیث سے یہ چاروں چیزیں صحیح ثابت کریں گے یا اُن کے قائلین کا بے دین ہونا قرآن وحدیث سے ثابت کریں گے۔

(۷) پھر احناف سنت مؤکدہ کی تعریف، طریق ثبوت، تارک کا حکم اور تعداد سنن اپنی نصابی کتب سے دکھائیں گے۔ (تعلیم الاسلام ص ۱۳۰ ج ۳)

(۸) ازاں بعد احناف نماز کے مستحبات، تعریف، طریق، ثبوت، فاعل وتارک کا حکم، اور تعداد اپنی مسلمہ نصابی کتاب سے دکھائیں گے۔ (تعلیم الاسلام ص ۱۳۰ ج ۳)

(۹) پھر غیر مقلدین ہماری مستحب کی تعریف، طریق ثبوت، فاعل وتارک کے حکم اور تعداد کو قرآن وحدیث سے غلط ثابت کریں گے اور مستحب کی صحیح تعریف، طریق ثبوت، اس کے فاعل وتارک کا حکم اور تعداد قرآن وحدیث اور اپنی مسلمہ نصابی کتاب سے دکھائیں گے۔

(۱۰) نماز کو مفسدات سے بچانا بھی ضروری ہے۔اس لئے احناف نماز کے مفسد کی تعریف ، حکم اور تعداد اپنی نصابی مسلّمہ کتاب سے دکھائیں گے۔(تعلیم الاسلام ص ۱٦٧ ج ۳)

(۱۱) پھر غیر مقلدین اس تعریف ، حکم اور تعداد کا غلط ہونا قرآن وحدیث سے ثابت کریں گے اور مفسد کی صحیح تعریف ، حکم اور تعداد قرآن وحدیث سے اور اپنی مسلمہ نصابی کتاب سے دکھائیں گے۔

(۱۲) پھر احناف مکروہاتِ نماز ، مکروہ کی تعریف ، طریق ثبوت ، حکم اور تعداد اپنی مسلمہ نصابی کتاب سے دکھائیں گے۔(تعلیم الاسلام ، ص ۱۷۰-۱٦۹ ، ج ۳)

(۱۳) پھر غیر مقلدین ہماری اس تعریف ، طریقِ ثبوت ، حکم اور تمام مکروہات کو قرآن وحدیث سے غلط ثابت کریں گے۔اور مکروہات کی صحیح تعریف ، صحیح طریق ثبوت ، صحیح حکم اور صحیح تعداد اپنی مسلمہ نصابی کتاب سے دکھا کر پھر قرآن وحدیث سے دکھائیں گے۔

غیر مقلدین کی نماز قرآن وحدیث سے ثابت نہیں:

(۱۴) دوران بحث قرآن وحدیث کی پابندی کرے گا۔کوئی ایسا نام استعمال نہ کرے گا جو قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو۔اصول فقہ ، اصول حدیث ، اصولِ تفسیر ، اسماء الرجال اصول جرح وتعدیل وہی پیش کرے گا جنہیں اہل فن نے صرف قرآن کی آیات واحادیث سے لکھا ہو۔

(۱۵) اگر غیر مقلد مناظر اپنا نام۔اپنی نماز کی شرائط ، ارکان ، سنن ، مستحبات ، مکروہات مفسدات اور احکام اپنی مسلّمہ نصابی کتاب اور صرف قرآن وحدیث سے ثابت کرنے سے عاجز رہا تو اسے لکھ کر دینا ہوگا کہ میں اپنی نماز کی تفصیل اپنی مسلمہ نصابی کتاب اور قرآن وحدیث سے ثابت کرنے سے عاجز رہا ہوں۔

اور اپنے دعویٰ عمل بالقرآن والحدیث میں بالکل جھوٹا ثابت ہو گیا ہوں۔اسی طرح احناف کی نماز کی شرائط ، ارکان ، سنن ، مستحبات ، مکروہات ، مفسدات ، ان کی تعریفات

واحکام کوخلافِ قرآن وحدیث ثابت کرنے سے عاجز رہا ہوں اور اس دعویٰ میں بالکل جھوٹا ثابت ہوا ہوں کہ حنفی نماز قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ جب اپنی مسلمہ نصابی کتاب سے اپنی نماز کی تفصیل بتانے سے غیر مقلدین عاجز رہیں تو ان کی عملی نماز پر بات شروع ہوگی۔ وہ ہر جواب حدیث صحیح، صریح، غیر معارض سے دیں گے۔

غیر مقلدین قرآن وحدیث سے جواب دیں:

(۱) نیت کے وقت دل میں، وقت، نماز، سنت، فرض وغیرہ کن کن امور کا ارادہ کرنا چاہیئے۔

(۲) آیت قرآن، قولہ تعالیٰ وذکر اسم ربہٖ فصلی ، کا تعلق نماز سے ہے۔ اور آیت ربك فكبر ، کا تعلق بھی نماز سے ہے یا نہیں۔

(۳) ان دونوں آیات کے مطابق کوئی اللہ اکبر کے علاوہ اللہ اجل۔ اللہ اعظم کہہ لے تو آیات کے موافق ہے یا مخالف۔

(۴) لفظ اللہ اکبر فرض ہے یا واجب یا سنت۔ یہ حکم صریح حدیث میں دکھلائیں۔

(۵) تکبیر تحریمہ، منفرد اور مقتدی ہمیشہ آہستہ آواز سے کہتے ہیں یہ کس حدیث میں ہے۔

(۶) تکبیر تحریمہ امام ہمیشہ بلند آواز سے کہتا ہے اس کی حدیث بتائیں۔

(۷) تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین احادیث سے ثابت ہے، مگر اس کا یہ حکم کہ یہ سنت مؤکدہ ہے یہ بھی حدیث سے ثابت ہے یا اجماع سے۔

(۸) ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ رُخ رکھنے کی حدیث عمیر بن عمران کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن آپ کا عمل اسی پر ہے (مجمع الزوائد، ص ۱۰۲ ج ۲)

(۹) انگلیاں کھلی اور کشادہ رکھیں (ترمذی) یہ حدیث باطل ہے (آپ کا عمل اسی پر ہے) (کتاب العلل ابن ابی حاتم، ص ۱۶۲ ج ۱)

(۱۰) مرد کندھوں تک، عورت سینے تک ہاتھ اُٹھائے (طبرانی) اس پر آپ کا عمل

کیوں نہیں، محض قیاس پر عمل ہے۔

(۱۱) حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھتے تھے۔ مسلم، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند احمد، ابوداؤد طیالسی اور ابن حبان میں ہے، ان سات کتابوں میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا لفظ اس حدیث میں نہیں ہے۔ صرف ابن خزیمہ میں ہے، جس کا راوی مؤمل بن اسماعیل ضعیف ہے، اسی منکر و مردود روایت پر آپ کا عمل ہے۔

(۱۲) فتاویٰ ثنائیہ، (ص ۵۳۴ ج ۱) اور فتاویٰ علماء حدیث (ص ۹۵ ج ۳) پر آیت قرآنی فصل لربک وانحر سے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے پر دلیل لی ہے جب کہ صحیح احادیث اور امت کا اجماع ہے کہ وانحر سے قربانی مراد ہے۔ احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے خلاف قرآن کے غلط معنیٰ کرنا گناہ ہے یا ثواب.....؟

(۱۳) اگر کہو کہ ہم دونوں معنیٰ لیتے ہیں، قربانی کرنا بھی، اور سینے پر ہاتھ باندھنا بھی، تو قربانی آپ نماز کے بعد کرتے ہیں؟ بلکہ گھر جا کر کرتے ہیں۔ اس لئے ہاتھ بھی گھر ہی جا کر باندھا کریں۔

(۱۴) فتاویٰ ثنائیہ (ص ۴۴۳ ج ۱) اور فتاویٰ علماء حدیث (ص ۹۱ ج ۳) پر لکھا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایات بخاری۔ مسلم.......میں ہیں......حالانکہ بخاری و مسلم میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔

(۱۵) مولانا نور حسین گرجاکھی نے لکھا ہے کہ حضرت وائل کی رفع یدین والی حدیث میں۔ مسلم، ابن ماجہ، دار قطنی، دارمی، ابوداؤد، جزء بخاری، مسند احمد، مشکوٰۃ میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا لفظ ہے (اثبات رفع الیدین ص ۱۹) حالانکہ ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی یہ لفظ نہیں ہے۔

(۱۶) مولوی محمد یوسف جے پوری غیر مقلد حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳ پر لکھتے ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین (صحیح ہے) ہدایہ ص ۳۵ ج ۱، شرح الوقایہ

ص ۹۳ یہ محض جھوٹ ہے۔

(۱۷) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی احادیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہیں ہدایہ ص ۳۵۰ ج ۱، یہ بھی بالکل جھوٹ ہے نمبر ۱۶ و نمبر ۱۷ کی ہدایہ اور شرح الوقایہ کے متن کی اصل عربی عبارات تحریر کریں۔

حضرات دیکھئے:۔ اہل حدیث کہلانے والے ذمہ دار علماء کس بے باکی سے قرآن، حدیث اور فقہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

(۱۸) فتاویٰ ثنائیہ ص ۴۴۴ ج ۱، پر ابن خزیمہ کی حدیث ضعیف اتار کر صحیح مسلم کی ایک سند جوڑ دی ہے جو بہت بڑا دھوکا ہے۔

(۱۹) سب انبیاءؑ کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مسند زید اور محلیٰ ابن حزم میں حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ سے ذکر ہے۔ اور آنحضرتؐ کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ کراچی ص ۳۹۰ ج ۱) اس کا سنت ہونا مسند احمد میں مذکور ہے مگر صرف احناف کی ضد سے غیر مقلدین ان احادیث پر عمل نہیں کرتے۔

(۲۰) علماء کرام کا اجماع واتفاق ہے کہ عورتیں نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھیں۔ (السعایہ ص ۱۵۶ ج ۲)

ثناء پر بحث:

(۲۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند آواز سے ثناء پڑھنا، امام بن کر (نسائی مترجم ۳۵۶ ج ۱) اور حضرت عمرؓ کا امام بن کر جہراً پڑھنا، مسلم اردو ص ۳ ج ۲ پر ہے۔ غیر مقلدین کس حدیث کی بناء پر ان پر عمل نہیں کرتے۔

(۲۲) مقتدی کا بلند آواز سے ثناء پڑھنا، نسائی مترجم ص ۳۰۰ ج ۱ پر ثابت ہے، غیر مقلدین اس کے خلاف کس حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

(۲۳) اکیلے نمازی کا ثناء آہستہ پڑھنا جیسا کہ غیر مقلدین کا عمل ہے، کس حدیث میں ہے۔

(۲۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین میں سے کسی نے بھی سبحانك اللّهم الخ کے علاوہ ثناء نہیں پڑھی، فرائض وسنن میں معلوم ہوا کہ سنت قائمہ یہی ہے مگر غیر مقلدین اس کو سنت قائمہ نہیں سمجھتے۔

(۲۵) اگر ثناء نماز میں جان بوجھ کر نہ پڑھے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ جواب صریح حدیث سے دیں۔

(۲۶) اگر بھول کر ثناء کی جگہ التحیات الخ پڑھ لیا تو سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں۔ جواب صریح حدیث سے دیں۔

(۲۷) ثناء میں جل ثناء ك کے الفاظ احادیث مشہورہ میں نہیں ہیں اس لئے فرائض میں نہ پڑھے۔ (ہدایہ ص ۲۶ ج ۱) ہاں مسند الفردوس میں ہیں۔ غیر مقلدین جنازہ میں باقی سبحانك اللهم حدیث سے ہمیں دکھادیں، جل ثناء ك وہ ہم سے دیکھ لیں۔

(۲۸) آنحضرتؐ قرأت سے قبل، اعوذ باللّٰه مِنَ الشّیطان الرّجیم، پڑھتے تھے (عبدالرزاق ص ۸۶ ج ۲) آپؐ کے بعد حضرت عمرؓ بھی یہی پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۷ ج ۱) یہی سنتِ قائمہ ہے، دوسرے صیغوں پر عمل باقی نہ رہا۔

(۲۹) تعوذ کا منفرد، امام، مقتدی کے لئے آہستہ پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں نہیں ہے۔

(۳۰) تعوذ فرض ہے یا سنت، اگر کوئی نہ پڑھے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں جواب بحوالہ حدیث دیں۔

تسمیہ پر بحث:

(۳۱) امام کا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھنا صحیح احادیث میں ہے (مسلم ص ۱۷۲ ج ۱، مسند احمد ص ۱۱۴ ج ۳) اور امام کا بلند آواز سے تسمیہ پڑھنا بدعت ہے۔ (ترمذی ص ۶۲) غیر مقلدین سنت کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

(۳۲) اکیلے نمازی کا بسم اللہ شریف آہستہ پڑھنا کس حدیث سے ثابت ہے۔

(۳۳) نسائی مترجم ص ۳۰۸ ج ۱ کی تبویب سے ظاہر ہے کہ جان بوجھ کر بھی نماز میں بسم اللہ نہ پڑھے تو نماز درست ہے۔

قرأت فاتحہ پر بحث:

(۳۴) اکیلا نمازی ہر نماز میں سورۃ فاتحہ اور سورت آہستہ پڑھتا ہے اس کی دلیل کونسی حدیث ہے۔

(۳۵) قرآن میں ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن (المزمل) جس طرح پانی کا ہر قطرہ پانی ہے۔ اسی طرح قرآن کی ہر ایک آیت قرآن ہے۔
اس آیت سے ثابت ہوا کہ مطلق قرأت فرض ہے لیکن غیر مقلدین اس حکم قرآنی کو نہیں مانتے۔ تو کیوں......؟

(۳۶) کیا خاص سورۃ فاتحہ کا فرض ہونا کسی صریح آیت قرآنی سے ثابت ہے۔

(۳۷) حضورؐ نے فرمایا جس نماز میں فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے۔ (مسلم ص ۱۶۹ ج ۱) لیکن غیر مقلدین حضورؐ کے خلاف اس نماز کو باطل کہتے ہیں۔

(۳۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں منادی کروائی جس میں ولو بفاتحۃ الکتاب ہے۔ (ابوداؤد، کتاب القرأۃ) جو فرضیتِ فاتحہ کی نفی ہے۔ لیکن غیر مقلدین اس منادی کو نہیں مانتے۔

(۳۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی تاکید نماز میں سورۃ فاتحہ کی فرمائی اتنی ہی کچھ زائد قرآن پڑھنے کی فرمائی، حکم بھی دیا۔ (ابوداؤد ص ۱۱۸ ج ۳ و ابن حبان ص ۲۱۱ ج ۳) نماز کی نفی بھی فرمائی، فما زاد ابوداؤد ص ۱۱۸ ج او حاکم ص ۲۳۹ ج ۱، فصاعدا مسلم ص ۱۶۹ ج ۱، نسائی ص ۱۴۵ ج ۱، وسورۃ ترمذی ص ۶۱، ابن ماجہ ص ۶۰، اس لئے احناف جس طرح فاتحہ کو واجب کہتے ہیں اسی طرح فما زاد کو واجب کہتے ہیں۔ غیر مقلدین نے اس کے وجوب کا انکار کر کے کئی احادیث سے بغاوت کر رکھی ہے۔

(۴۰) امام احمدؒ نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے نہیں سنا جو یہ کہتا

ہو کہ جب امام جہر سے قرأت کرتا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قرأت نہ کرے تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ فرمایا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور یہ آپؐ کے صحابہ اور تابعین ہیں، اور یہ امام مالکؒ ہیں اہل حجاز میں، امام ثوری ہیں اہل عراق میں، یہ امام اوزعی ہیں اہل شام میں، اور یہ امام لیث ہیں اہل مصر، ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کا امام قرأت کرے اور مقتدی قرأت نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے (مغنی ابن قدامہ ص ۶۰۲ ج ۱)

لیکن پوری امت کے خلاف غیر مقلدین نے احناف کی نماز کو باطل قرار دینا شروع کیا۔ اس پر چیلنج بازیاں شروع کر دیں، سینکڑوں اشتہار و رسالے لکھے۔ اس کے جواب میں محدّث اعظم پاکستان حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب مدّ ظلہٗ نے احسن الکلام لکھی جس کے بعد غیر مقلدین کے ذمہ دار علماء نے ہتھیار ڈال دیئے، چنانچہ حافظ محمد گوندلوی اور مولانا ارشاد الحق اثری نے صاف لکھا۔ امام بخاریؒ سے لے کر دورِ قریب کے محققین علماء اہل حدیث تک کسی کی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے وہ بے نماز ہے (توضیح الکلام ص ۹۹ ج ۱)

امام بخاریؒ سے لے کر تمام محققین علماء اہل حدیث میں سے کسی نے نہیں کہا کہ جو فاتحہ نہ پڑھے وہ بے نماز ہے۔ (توضیح الکلام ص ۵۱۷ ج ۱)

ص ۴۳ پر ایسے لوگوں کو غیر ذمہ دار لوگ قرار دیا ہے..... اگرچہ ایک دو ذمّہ دار علماء نے یہ لکھا ہے، مگر ان کے عوام سو فیصد اور علماء خدا سے زیادہ اپنے عوام سے ڈرتے ہیں۔ ۹۹۹ فی ہزار اسی غیر ذمہ داری پر قائم ہیں۔

قرأتِ قرآن کی بحث:

(۴۱) ان کے غیر ذمہ دار عوام وعلماء کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن پاک کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے ایک سو تیرہ سورتیں امام کے پیچھے پڑھنا حرام ہے صرف ایک سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا فرض ہے۔ جو نہ پڑھے اس کی نماز باطل اور بے کار ہے۔

ہمارا چیلنج ہے کہ پورے قرآن پاک میں ایک بھی آیت موجود نہیں ہے جس میں ان کا یہ دعویٰ موجود ہو۔ قرآن ان کا ساتھ نہیں دیتا۔ لیکن ان کے غیر ذمہ دار حضرات ہی نہیں بلکہ ذمہ دار حضرات بھی اس غیر ذمہ دارانہ دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے قرآن پاک کی ایک نہیں پوری پانچ آیات کو تختہ ستم بنا رہے ہیں۔ فاقرؤا ما تیسر من القرآن الخ یہ سورۃ المزمل کی آیت ہے جو تہجد کے بارہ میں نازل ہوئی (صحیح مسلم، ابوداؤد)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اکیلے شخص کو جب نماز کا طریقہ سکھایا تو فرمایا ثم اقرأبما تیسر معك من القرآن (بخاری ومسلم)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو یہ نہیں مانتے۔

(۴۲) یہ کسی حدیث سے اس آیت کا شان نزول یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ اس آیت سے پہلے مقتدی فاتحہ نہیں پڑھتے تھے، باقی سورتیں پڑھتے تھے۔ اس آیت نے مقتدی پر فاتحہ فرض اور باقی ایک سو تیرہ سورتیں حرام کر دیں۔

(۴۳) دوسری آیت ولقد اٰتینٰك سبعاً من المثانی والقرآن العظیم پیش کرتے ہیں اس کے نہ ترجمہ میں ان کا دعویٰ مندرجہ نمبر ۴۱ درج ہے۔ اور نہ ہی شان نزول کسی حدیث سے مثل نمبر ۴۲ ثابت۔

(۴۴) تیسری آیت وان لیس لِلا نسان اِلا ما سعیٰ (النجم پ ۲۷) ہر انسان کو اس کی کوشش ہی کام آئے گی۔ نہ تو اس آیت کا ترجمہ کے لحاظ سے امام ومقتدی کی قرأت سے تعلق، اور اس میں مثل نمبر ۴۱ دعویٰ مذکور نہ ہی مثل نمبر ۴۲ اس کا یہ شان نزول ہے۔

(۴۵) قرآن کی ۱۱۳ سورتیں آپ بھی امام کے پیچھے نہیں پڑھتے، امام کا سُترہ اور خطیب کا خطبہ بھی سب کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہاں آپ کو یہ آیت یاد کیوں نہیں آتی۔

(۴۶) چوتھی آیت واذکر ربك فی نفسك الخ پیش کرتے ہیں اس کا نہ تو ترجمہ ان کے دعویٰ مثل نمبر ۴۱ کو ثابت کرتا ہے، نہ مثل نمبر ۴۲ اس کا شان نزول یہ مسئلہ ہے۔

(۴۷) اور ذکر کیا صرف سورۃ فاتحہ ہے باقی ۱۱۳ سورتیں ذکر نہیں وہ آپ امام

کے پیچھے نہیں پڑھتے۔ یہ چار آیات تو مولوی ارشادالحق اثری اور اس کے استاد حافظ محمد گوندلوی نے پیش کی ہیں۔

(۴۸) پانچویں آیت ان کے امیرِ جماعت مولوی محمد اسماعیل سلفی نے پیش کی ہے۔ومن اعرض عن ذکری فان له معیشۃً ضنکاً ونحشرہٗ یوم القیامۃ اعمیٰ (طٰہٰ) اس کا بھی مسئلہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں نہ اس میں مثل نمبر۴۱ دعویٰ مذکور، اور نہ مثل نمبر۴۲ شان نزول، اور ایک سو تیرہ سورتوں سے سلفی صاحب بھی بقول ان کے ساری عمر منہ پھیرتے رہے، اب قبر میں سزا بھگت رہے ہوں گے۔

(۴۹) چھٹی آیت مولوی محمد صادق سرگودھوی نے پیش کی ہے۔لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ (بنی اسرائیل) کسی کا بوجھ دوسرا نہ اُٹھائے گا۔اس کا بھی مسئلہ کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں، نہ مثل نمبر۴۱ اس میں دعویٰ مذکور نہ مثل نمبر۴۲ اس کا یہ شان نزول۔ نہ اس کا جواب کہ ۱۱۳ سورتوں، خطبے، اور سترے کا بوجھ امام کیوں اُٹھالیتا ہے۔حضرات گرامی! یہ قرآن پاک کی گت بنائی جاتی ہے جو مسئلہ قرآن میں نہ ہو اسے قرآن پاک کے ذمہ لگانا کتنا بڑا گناہ ہے اور یہ گناہ اس فرقہ کے ذمہ دار علماء کا اوڑھنا بچھونا بن گیا ہے۔

(۵۰) ہاں قرآن پاک کی آیت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلّکم تُرحمون یعنی جب (نماز باجماعت میں امام سے) قرآن پڑھا جائے تو (اے مقتدیو) تم توجہ کرو اور خاموش رہو، تا کہ تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں۔امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے (مغنی ابن قدامہ ص ۶۰۵ ج ۱۔وفتاویٰ ابن تیمیہ ص ۴۱۲ ج ۲)

(۵۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز باجماعت کا طریقہ سکھایا تو فرمایا؟ واذا قرأ فانصتوا یہ حدیث حضرت ابوموسیٰ (مسلم ص ۱۷۴ ج ۱۔ مسند احمد ص ۴۱۵ ج ۱) حضرت ابوہریرۃؓ (ابن ماجہ ص ۶۱) حضرت انسؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن اسلم، اور حضرت زہری سے مروی ہے اور یہ

شان نزول حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓعبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن مغفلؓ اور بہت سے تابعین سے مروی ہے۔

الحمدللہ قرآن پاک کا سایہ ہمارے سر پر ہے۔ غیر مقلدین محض ضد کی بنا پر قرآنی حکم کا انکار کر رہے ہیں۔

(۵۲) جس طرح قرآن پاک سے غیر مقلدین کا یہ مسئلہ ثابت نہیں اسی طرح خیر القرون میں لکھی گئی کتب حدیث مؤطا امام مالکؒ، کتاب الآثار امام محمد، کتاب الآثار ابی یوسف، کتاب الحجۃ علیٰ اہل المدینہ، مسند امام اعظمؒ کسی کتاب سے ایک حدیث بھی اپنے دعویٰ مثل نمبر ۱۴ پیش نہیں کر سکتے۔

(۵۳) اسی طرح کتب حدیث مابعد خیر القرون میں سے صحیحین میں بھی ان کے دعویٰ پر کوئی صحیح صریح دلیل نہیں۔

(۵۴) سنن سے ایک حدیث عبادہؓ کی واقعہ فجر والی پیش کرتے ہیں۔ مگر وہ صحیح نہیں۔ اس میں محمد بن اسحاق کی تضعیف وتدلیس اور اصحاب مکحول سے مخالفت کی وجہ سے شذوذ ونکارت۔ مکحول کی تدلیس وارسال نافع بن محمود کی جہالت دستارت سب عیب موجود ہیں۔

(۵۵) احناف کے نزدیک وہ قرآن کے خلاف اور اجماع کے خلاف ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔ اور سنت مشہورہ قراء الامام لہ قراء کے خلاف ہے۔

الغرض جب تک غیر مقلدین اس کو صحیح متفق علیہ اور آیت واذا قری ء القرآن الخ کے بعد ثابت نہ کریں اس وقت تک ان کا کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا، اور یہ دونوں باتیں وہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے۔

(۵۶) اس ضعیف ومنکر حدیث میں بھی صرف جہری نماز کا ذکر ہے، جن گیارہ رکعتوں میں امام آہستہ قرآن پڑھتا ہے ان میں بھی مقتدی امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز باطل اور بے کار ہے۔ یہ کسی ضعیف حدیث میں بھی صراحۃً نہیں آیا۔

کافروں کی آیت:

(۵۷) غیر مقلدین سے جب کہا جاتا ہے کہ آپ آیت واذا قری القرآن الخ کو کیوں نہیں مانتے۔ تو فوراً کہتے ہیں کہ یہ آیت کافروں کے لئے نازل ہوئی ہے۔ ہمارے لئے نہیں۔ جب کہا جاتا ہے کہ یہ بات کسی حدیث سے ثابت کردو، تو گالیاں بکنے لگتے ہیں۔

حدیث منازعت پر بحث:

(۵۸) غیر مقلدوں کے علامۃ العصر ناصر الدین البانی نے حدیث عبادۃؓ واقعہ فجر والی کو اپنی کتاب صفۃ صلوٰۃ النبی میں منسوخ قرار دیا ہے۔ اور حدیث منازعت کو اس کا ناسخ قرار دیا ہے۔ یہ حدیث منازعت حضرت ابو ہریرۃؓ، حضرت عبداللہ ابن بحینہؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ غیر مقلدین محض ضد اور نفسانیت سے اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور کوئی بات نہیں ہے۔

(۵۹) حدیث منازعت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرأت خلف الامام کرنے والے پر حضورؐ ناراض ہوئے، اسے ڈانٹا۔ مگر غیر مقلدین کو حضور کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں۔

قرأت خلف الامام کی بحث:

(۶۰) حدیث منازعت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جہری نمازوں میں تمام صحابہ وتابعین امام کے پیچھے قرأت چھوڑ گئے تھے۔ غیر مقلدین اس اجماع کو بھی نہیں مانتے۔

(۶۱) جس طرح ایک اذان پورے محلّہ کے لئے کافی ہوتی ہے، ایک اقامت پوری جماعت کے لئے کافی ہوتی ہے۔ امام کا سترہ سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہوتا ہے خطیب کا خطبہ سب حاضرین جمعہ کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اسی طرح حدیث کفایت سے ثابت ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے قرأت ہوتی ہے۔ یہ حدیث حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت ابو درداءؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ

بن عباسؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت نواس بن سمعان اور حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے۔ مگر غیر مقلدین محض تعصب سے اس کا انکار کرتے ہیں۔

(۶۲) اور جب کہا جاتا ہے کہ آپ اتنی احادیث کے مقابلہ میں ایک ہی صحیح حدیث پیش کریں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے قرأت ہرگز نہیں، وہ حدیث ان کے بعد کی ہو تو بھی پیش نہیں کر سکتے۔

(۶۳) آج کل کے غیر مقلدین قرآن اور صحاح ستہ کی صحیح احادیث اور اجماع اُمت کے خلاف کتاب القرأت بیہقی ص ۵۶ کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب خلف الامام ۔لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کی سند کا مدار زہری پر ہے۔ اور وہ عن سے روایت کر رہا ہے۔ مدلّس کے عنعنہ کو غیر مقلدین ضعیف کہتے ہیں۔ پھر یہی زہری اسی کتاب القرأۃ میں روایت کرتے ہیں کہ صحابہ آیت واذا قرئ القرآن الخ کے نزول سے پہلے امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے اسی آیت نے آ کر روک دیا۔ تو خود زہری نے اس کا منسوخ ہونا بتا دیا۔ زہری سے چودہ شاگرد حدیث لاصلوٰۃ الخ کے راوی ہیں۔ مگر یونس کے علاوہ کسی کی روایت میں خلف الامام کا لفظ نہیں ہے۔ اور یونس کے بھی تین شاگرد ہیں۔ ان میں سے دو یہ لفظ بیان نہیں کرتے۔ صرف عثمان بن عمر کی روایت میں ہے۔ اور عثمان بن عمر کے بھی دو شاگرد ہیں۔ حسن بن مکرم یہ لفظ بیان نہیں کرتے۔ دوسرا شاگرد محمد بن یحییٰ الصفار ہے، ساری اُمت کے خلاف یہی یہ لفظ (خلف الامام) روایت کرتا ہے۔ مولوی ارشاد الحق اثری نے اپنی تیرہ سو سے زائد صفحات کی کتاب کا پیٹ گالیوں سے تو بھرا ہے مگر محمد بن یحییٰ الصفار کی توثیق اسماء الرجال کی کسی مستند کتاب سے ثابت نہیں کر سکے، نہ قیامت تک ثابت کر سکیں گے۔

افسوس! اس بے ثبوت روایت کو بہانہ بنا کر قرآن کا انکار کیا جا رہا ہے۔ احادیث صحیحہ سے فرار ہے۔ اجماع اُمت سے بیزار ہیں اور تمام احناف کو بے نماز کہتے ہیں۔

(۶۴) پھر اسی کتاب القرأۃ بیہقی ص ۱۳۶ پر حضرت جابرؓ ص ۱۷۱ پر حضرت ابو ہریرۃؓ

ص ۱۷۳ بیہقی پر حضرت ابن عباسؓ سے احادیث مروی ہیں کہ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے، مگر امام کے پیچھے نہ پڑھے۔ان کے بعدوالی احادیث کا محض حیلے، بہانوں سے انکار ہے۔

(۶۵) مولوی ارشادالحق اثری نے اب ایک نئی حدیث تلاش کی ہے تا کہ قرآن کے مقابلہ کے لئے ہتھیار ہی مل جائے ، پھر غیر مقلدین حدیث زندہ باد کے نعروں سے قرآن پاک کو اپنی مسجد سے نکال کر بس کریں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ قرآن پاک، احادیث مشہورہ اور اجماعِ اُمت کے مقابلہ کے لئے کم ازکم متواتر حدیث چاہیئے ۔مگر یہ خبر واحد صحیح بھی نہیں ، نہ اس میں ان کا پورا دعویٰ مذکور ہے۔ نہ تو یہ ہے کہ امام کے پیچھے ۱۱۳ سورتیں پڑھنا حرام ہیں نہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ فرض ہے، جو نہ پڑھے اس کی نماز باطل اور بیکار ہے۔

(۶۶) الغرض! نہ دعویٰ کی صراحت ہے، نہ ہی یہ حدیث صحیح ہے۔مکحول کی تدلیس ،سعید بن عبدالعزیز کا اختلاط ،عتبہ سے بخاری، مسلم ،ترمذی ،ابوداؤد ،نسائی کا روایت نہ لینا اس کے علاوہ حویت بن احمد کی توثیق بطریق محدثین مستند کتب اسماء الرجال سے ثابت کرنے سے اثری صاحب اور ان کی ساری جماعت عاجز ہے۔اثری صاحب گالیوں کے دو ہزار صفحات اور لکھ سکتے ہیں،اور اذا خاصم فجر پر رات دن عمل کر رہے ہیں مگر اس کی توثیق ثابت نہیں کر سکتے۔

ناظرین کرام! دیکھئے قرآن وحدیث کے نعرہ کے ساتھ کس طرح قرآن، احادیث اور اجماع سے بغاوت ہے۔

(۶۷) ہم نے پیر بدیع الدین آف جھنڈا ، حافظ عبدالقادر روپڑی، پروفیسر عبداللہ بہاولپوری کو مناظروں میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کی آخری باجماعت نماز جو صدیق اکبرؓ کے پیچھے پڑھی تھی اس میں ثابت کر دیں کہ حضورؐ نے پہلی رکعت میں صدیق کے پیچھے فاتحہ پڑھی تھی اور دوسری رکعت میں صدیق اکبرؓ نے مقتدی بن کر فاتحہ پڑھی تھی ،مگر وہ ہرگز ہرگز ثابت نہ کر سکے۔

(۶۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہو چکی

تھی۔ نمازیں پڑھی جاتی تھیں۔ حضورؐ نے معراج کی رات انبیا علیہم السلام کی امامت فرمائی کیا آپ کسی حدیث سے ثابت کر سکتے ہیں کہ حضورؐ نے پہلے ان کو فاتحہ یاد کرائی تھی، پھر ان سب نے آپؐ کے پیچھے فاتحہ پڑھی تھی، ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔!

(۶۹) جب غیر مقلدین کو یہ یقین ہو گیا کہ ہم آیت واذا قرئ القرآن الخ کے بعد کی ایک بھی صحیح صریح حدیث پیش کرنے سے عاجز ہیں تو انہوں نے وسوسے ڈالنے کا کام شروع کر دیا۔ واذا قرئ القرآن کو رد کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ قرآن میں نہیں ہے۔ ہم سورۃ فاتحہ قرآن میں دکھاتے ہیں کہ فاتحہ قرآن میں ہے۔ وہ ایک قرآن بھی ایسا نہیں دکھا سکتے جس میں فاتحہ نہ ہو۔ ہم بخاری کی حدیث سے ثابت کرتے ہیں کہ فاتحہ قرآن ہے وہ ایک حدیث ایسی نہیں دکھا سکتے جس میں حضورؐ نے فرمایا ہو کہ فاتحہ قرآن نہیں۔ ہاں حدیث ہو یا نہ ہو ضدؔ میں پکے ہیں۔

(۷۰) احادیث صحیحہ کو ردّ کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ حضورؐ نے قرأت سے منع فرمایا ہے فاتحہ قرأت نہیں، میں نے روپڑی صاحب کے سامنے سات احادیث پیش کیں کہ فاتحہ قرأت نہیں بعد والی سورت ہی قرأت ہے، مگر وہ آج تک ایک بھی ایسی حدیث پیش نہیں کر سکے ہاں ضدؔ پر بدستور قائم ہیں۔

(۷۱) قرآن و حدیث میں مقتدی کو انصات کا حکم ہے روپڑی صاحب نے کہا آہستہ زبان اور ہونٹوں سے پڑھا جائے تو یہ انصات کے خلاف نہیں۔ ہم نے بخاری، مسلم سے دکھایا کہ حضرت ابن عباسؓ سے ثابت ہے کہ زبان کی حرکت یا ہونٹ کا ہلنا انصات کے خلاف ہے مگر روپڑی صاحب اپنی ضد پر قائم رہے۔ صرف نعرے لگے، مسلک اہل حدیث زندہ باد۔

(۷۲) حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ رکوع میں ملنے والے مقتدی کی رکعت پوری شمار ہونے پر اُمت کا اتفاق ہے۔ (بحوالہ امام الکلام) مولوی ارشاد الحق اثری بھی مانتے ہیں کہ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت ہو جائے گی۔ (توضیح الکلام ص ۱۴۲ ج ۱)

مگر غیر مقلدین پوری اُمت کے خلاف اس ضد پر ہیں کہ وہ رکعت نہیں ہوتی۔ کسی مناظرہ میں وہ ایک بھی صحیح صریح حدیث پیش نہیں کر سکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع میں ملنے والے کو رکعت دہرانے کا حکم دیا ہو۔

فتاویٰ ستاریہ میں مولوی عبدالستار، امام جماعت غرباء اہل حدیث نے احادیث اور اجماع اُمت سے ثابت کیا ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت ہو جاتی ہے۔ مگر غیر مقلدین ان سب احادیث اور اجماع کے منکر ہیں۔

تحقیق مسئلہ آمین:

(۷۳) غیر مقلدین جب اکیلے نماز پڑھتے ہیں تو آمین ہمیشہ آہستہ کہتے ہیں، وہ ایک صحیح صریح حدیث پیش کریں کہ اکیلے نمازی کے لئے آمین آہستہ کہنا سنت ہے۔

(۷۴) غیر مقلدین مقتدی امام کے پیچھے ہمیشہ گیارہ رکعت میں آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں۔

(۷۵) چھ جہری رکعتوں میں اگر مقتدی رہ جائے اور جماعت کے بعد پوری کرے ان میں بھی وہ مقتدی ہمیشہ آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں۔

(۷۶) جس جہری رکعت میں مقتدی سورۃ فاتحہ کے آخر میں ملا ابھی اس نے الحمد للہ رب العلمین پڑھا پھر امام کے ساتھ بلند آواز سے آمین کہتا ہے پھر باقی فاتحہ پڑھتا ہے۔ یہ دوران فاتحہ آمین کہنا کس حدیث سے ثابت ہے۔

(۷۷) آپؐ نے کبھی مقتدیوں کو حکم نہیں دیا کہ میرے پیچھے ہمیشہ چھ رکعت میں اُونچی آواز سے آمین کہا کرو، اور گیارہ رکعت میں آہستہ آواز سے۔

(۷۸) نہ آپؐ نے کبھی مقتدی بن کر ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی اونچی آواز سے آمین کہی۔

(۷۹) کسی صحیح صریح حدیث سے ثابت نہیں کہ پورے ۲۳ سالہ دورِ نبوت میں آپؐ کے پیچھے کسی ایک صحابی نے ایک نماز کی ایک ہی رکعت میں اونچی آواز سے آمین کہی ہو۔ جو گونج

والی حدیث ابن ماجہ کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں۔ وہ ضعیف بھی ہے۔ چنانچہ خود مولوی عبدالرؤف حاشیہ صلوٰۃ الرسول پر لکھتا ہے'' یہ سند ضعیف ہے'' کیونکہ بشر بن رافع ضعیف ہے، اور ابو عبداللہ مجہول ہے (ص ۲۳۹)

(۸۰) ضعیف ہونے کے باوجود قرآن پاک کے بھی خلاف ہے کیونکہ قرآن پاک میں ہے کہ حضورؐ کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو ورنہ تمہارے اعمال باطل کر دیئے جائیں گے۔ اور اس حدیث میں ہے کہ آپؐ کی آواز پہلی صف کا صرف قریبی آدمی سنتا تھا۔ مگر مقتدی صحابہ کی آواز آپؐ کے مقابلہ میں اتنی بلند ہوتی تھی کہ مسجد گونج جاتی تھی۔ اور معاذ اللہ صحابہ کی نمازیں باطل ہو جاتی تھیں۔

(۸۱) ضعیف، اور خلاف قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ یہ اجماع صحابہؓ و تابعین کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اسی حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ کا فرمان ہے ترک الناس التامین، سب لوگوں نے آمین (بالجہر) چھوڑ دی تھی اور یہ ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں لوگ صحابہ و تابعین ہی تھے۔

(۸۲) ضعیف، خلاف قرآن، خلاف اجماع ہونے کے ساتھ ساتھ عقل کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ گونج گنبد دار عمارت میں پیدا ہوتی ہے، اور آپؐ کے زمانہ میں مسجد کچی تھی۔ کھجور کے تنے کھڑے کر کے اور کھجور کے پتے ڈالے ہوئے تھے اس میں گونج پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔

دیکھئے غیر مقلدین کس طرح خلافِ قرآن، خلافِ حدیث، خلافِ اجماع، خلاف عقل اور ضعیف روایات کے سہارے ملک بھر میں فتنہ پھیلاتے ہیں ان کا سرمایہ یہی کھوٹی پونجی ہے۔

(۸۳) ان کا امام گیارہ رکعت میں ہمیشہ آہستہ آواز سے آمین کہتا ہے۔ اس کی حدیث لائیں۔

(۸۴) ان کا امام صرف چھ رکعت میں ہمیشہ بلند آواز سے آمین کہتا ہے۔ یہ

صراحت کسی حدیث میں نہیں ہے۔

(۸۵) پورے ذخیرۂ حدیث میں ایک حدیث بھی نہیں کہ خلفاء راشدین میں سے کسی ایک خلیفہ راشد نے کبھی امام یا مقتدی بن کر اُونچی آمین کہی ہو۔

(۸۶) کسی ایک حدیث سے ثابت نہیں کہ خلفاء راشدین کے ہزاروں مقتدیوں میں سے کسی ایک نے تیس سال میں صرف ایک دن ایک نماز کی ایک رکعت میں اونچی آمین کہی ہو۔

(۸۷) حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث ابو داؤد سے جو پیش کرتے ہیں نہ صحیح ہے، کیونکہ اس میں سفیان مدلّس، علاء بن صالح شیعہ، محمد بن کثیر ضعیف ہے، نہ دوام میں صریح ہے۔

(۸۸) ام الحصین والی حدیث کی سند میں نضر بن شمیل متعصب، ہارون الاعور شیعہ غالی، اسماعیل بن مسلم مکّی ضعیف، ابو اسحاق مختلط، ابن ام الحصین مجہول ہے۔ ایسی حدیث ان کا سرمایہ ہے۔

(۸۹) قرآن پاک کی سورۃ یونس میں حضرت موسیٰ کی دعاء کے بعد اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قد اجیبت دعوتکما۔ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی، تمام مفسّرین کا اجماع ہے کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ دوسرے دعا گو حضرت ہارونؑ تھے اور ان کی دعا آمین تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آمین کو دعا فرمایا۔ اور صحیح بخاری ص ۱۰۷، ج ۱ پر ہے، قال عطاء آمین دعا۔ لیکن غیر مقلدین نے خدا تعالیٰ کی بات اور اجماع مفسرین کا انکار کر دیا ہے، اور آمین کو دعا نہیں مانتے۔

(۹۰) اور دعا کا قانون قرآن پاک میں یوں آیا ہے؟ ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃً......دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ آواز سے (اعراف)

اذ نادیٰ ربہ' نداءً خفیاً......زکریاؑ نے اپنے رب سے دعا مانگی آہستہ آہستہ (مریم)

حدیث پاک میں قانون یہ ہے کہ آہستہ آواز سے دعا کرنا بلند آواز سے ستّر

دعاؤں کے برابر ہے۔ اخرجہ ابوالشیخ عن انسؓ مرفوعاً بسند صحیح، (فتح القدیر)

بس دو اور دو چار کی طرح ثابت ہوگیا کہ آمین دعا ہے، اور دعا میں اصل اخفاء ہے اسی لئے امام ہو یا منفرد، یا مقتدی آمین آہستہ کہتا ہے۔

(۹۱) غیر مقلدین سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث سے ثابت کریں کہ آمین دعا نہیں اور دعا میں اصل جہر ہے۔

(۹۲) حضرت وائل بن حجرؓ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاالضآلین کے بعد آمین آہستہ آواز سے کہی۔ (مسند احمد ص ۳۱۶ ج ۴۔ حاکم ص ۲۳۲ ج ۲) قال الحاکم علیٰ شرطھا واقرہ الذھبی

(۹۳) حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی آہستہ آمین کہا کرتے تھے۔ (طحاوی، طبرانی)

(۹۴) قیاس بھی یہی کہتا ہے کہ آمین قرآن میں نہیں ہے۔ اس لئے قرآن کو اونچی آواز سے پڑھا جائے اور آمین کو آہستہ آواز میں پڑھا جائے تا کہ کسی کو قرآن میں ہونے کا شبہ نہ ہو۔

(۹۵) پاک وہند میں اسلام پر تیرہ صدیاں گذر رہی ہیں، مگر بارہ سو سال میں یہاں سب لوگ قرآن، حدیث، تعامل خلفاء راشدین وصحابہ کے موافق آہستہ آمین کہا کرتے تھے، نہ بارہ سو سال میں اس کے خلاف کوئی رسالہ لکھا گیا، نہ مناظرہ کا چیلنج دیا گیا۔ بارہ سو سال کے بعد کسی محدّث، عالم، صوفی نے نہیں بلکہ فاخر الہ آبادی نے سب سے پہلے اس ملک میں آمین بالجہر کی۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد مؤرخ امام خان نوشہروی لکھتے ہیں۔ مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی نے پہلی دفعہ جامع دہلی میں آمین بالجہر کہہ کر تقلید کی بکارت زائل کی۔ (نقوش ابوالوفا ص ۳۴)

دیکھئے! قرآن، حدیث اور خلفاء راشدین کے مسلک کو کس طرح تقلید کی بکارت کہہ کر قرآن وسنّت سے بغاوت، اور اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے۔ یہ مولانا فاخر کون تھے؟

ان کے بارہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں۔

نہ مذہب سے ہوئے واقف نہ دین حق کو پہچانا
پہن کر جبہ و شملہ لگے کہلانے مولانا

(فتاویٰ ثنائیہ ص ۱۰۳ ج ۱)

دوسری مرتبہ بلند آواز سے آمین ۔ گورنمنٹ برطانیہ کے ملازم ، حافظ محمد یوسف نے کی۔ (نقوش ابوالوفا ص ۴۲)

یہ بعد میں مرزائی ہو گیا۔ اشاعۃ السنۃ ص ۱۱۴ ج ۲۱ پر ہے کہ امرتسر میں سب سے پہلے عمل بالحدیث شروع کرنے والے حافظ محمد یوسف صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر مرزا غلام احمد قادیانی کے حامی مؤید بن گئے۔

اسی طرح دور برطانیہ میں اس مسئلہ کو مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کا ذریعہ بنایا گیا۔ غیر مقلد پاک و ہند میں ایک مسجد ایسی بتائیں جس میں دور انگریز سے پہلے بلند آواز سے آمین کہی جاتی ہو۔

(۹۶) قرآن پاک کے قانون ، حدیث صحیح ، سنت خلفاء راشدین ، اور تعامل صحابہؓ کے خلاف اونچی آمین کی جو ضعیف حدیث غیر مقلدین پیش کرتے ہیں اس کے بارے میں خود حضرت وائل بن حجرؓ وضاحت فرماتے ہیں۔ ما اراہ الا لیعلّمنا ۔ (کتاب الکنیٰ والاسماء ص ۱۹۶ ج ۱) کہ یہ صرف نماز سکھانے کے لئے اونچی کہی گئی تھی۔ چنانچہ ہمارے مدارس میں بھی جب بچوں کو نماز سکھائی جاتی ہے تو ساری نماز ایک بچہ بلند آواز سے کہلاتا جاتا ہے۔ اور پیچھے لڑکے بھی کہتے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس ضعیف حدیث پر بھی ہمارا عمل موجود ہے۔ ہمیں کسی آیت یا حدیث کی مخالفت کا خطرہ نہیں۔

(۹۷) غیر مقلد مستری نور حسین نے لکھا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہمیشہ آمین بالجہر کہا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی یہی کہا کرتے تھے کہ آمین بلند آواز سے کہا کرو۔ (بخاری ص ۱۰۸ ج ۱، رسالہ آمین بالجہر ص ۱۸)

یہ صحیح بخاری شریف پر صاف جھوٹ ہے۔ بخاری میں جہر کا لفظ ہرگز نہیں۔

(۹۸) حکیم صادق سیالکوٹی ایک حدیث لکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قدر یہود آمین (اونچی) سے چڑتے ہیں اتنا کسی اور آواز سے نہیں چڑتے، بس تم بہت آمین کہنا۔ (ابن ماجہ) اگر کوئی اونچی آمین کہے تو رسول کریمؐ کی اس سنت پاک سے ہرگز نہ چڑنا، اور نہ نفرت کرنا کیونکہ آمین اونچی سے یہودیوں کو چڑتھی اور وہ نفرت کرتے تھے۔ اور ہمیں یہود کی مخالفت کرنی چاہیئے۔ (صلوۃ الرسول ص ۲۴۲)

دیکھو! کس طرح ساری امت کو یہودی بنا دیا۔ حالانکہ اوّلاً یہ تو حدیث ہی صحیح نہیں۔ خود مولوی عبدالرؤف غیر مقلد حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ یہ سند ضعیف ہے کیونکہ طلحہ بن عمرو کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ (ص ۲۴۱)

پھر اس ضعیف حدیث میں بھی اونچی (جہر) کا لفظ ہرگز موجود نہیں ہے۔ اونچی کا لفظ ملانا حضورؐ پر سفید جھوٹ ہے۔

(۹۹) آپ غیر مقلدین کے مرد، عورتیں جب اکیلے نماز پڑھیں، اور نماز ظہر، عصر میں امام ومقتدی بلندی آواز سے آمین نہیں کہتے، کیا یہود سے کوئی ساز باز کی ہوئی ہے۔

(۱۰۰) چونکہ آمین بالجہر کی حدیث صحیح نہیں، عوام کے سامنے ایک عجیب فراڈ کیا۔

غیر مقلدین کا عجیب فراڈ:

کہ حضرت ابوہریرہؓ کی ایک حدیث آمین بالجہر کے بارہ میں لکھ کر حافظ عبداللہ روپڑی نے لکھا کہ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند اچھی ہے اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے، (اہل حدیث کے مسائل امتیازی ص ۷۹)

حالانکہ نہ ان تینوں کتابوں میں یہ حدیث ہے، نہ ہی ان لوگوں نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۱۰۱) مولوی یوسف جے پوری حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴ پر لکھتے ہیں: احادیث آمین بالجہر کے اثبات میں ہدایہ ص ۳۶۵ ج ۱، شرح وقایہ ص ۹۷، حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے بدا

یہ اور شرح وقایہ کی اصل عربی عبارات پیش کریں۔

(۱۰۲) مولوی یوسف ہی حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴ پر لکھتے ہیں کہ ابن ہمام نے آہستہ آمین والی حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (ہدایہ ص ۳۶۳ ج ۱) کیا عجیب جھوٹ ہے، ہدایہ چھٹی صدی کی کتاب ہے اور ابن ہمام نویں صدی کے بزرگ ہیں۔ وہ تین سو سال پہلے کی کتاب میں یہ کیسے لکھ گئے۔

(۱۰۳) حکیم محمد صادق صاحب لکھتے ہیں۔ اس روز سے لے کر آج تک مسجد نبوی آمین کی آواز سے گونج رہی ہے۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۲۴۰) یہ بالکل جھوٹ ہے، خلافتِ راشدہ، خلافت اموی، عباسی، خوارزمی، سلجوقی، ترکی میں وہاں آہستہ آمین صدیوں تک رہی ہے۔

سجدۂ سہو:

(۱۰۴) اگر امام بھول کر فجر مغرب، عشاء کی رکعتوں میں آہستہ قرأت کرے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں۔

(۱۰۵) اگر امام بھول کر سرّی نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کرے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں۔

(۱۰۶) اگر سورۃ فاتحہ پڑھ کر سورت پڑھنا بھول گیا، رکوع کر لیا، تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں۔

(۱۰۷) ایک شخص نے بھول کر پہلے قُلْ هُوَاللّٰه الخ پڑھ لی، پھر فاتحہ، اس پر سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں۔

(۱۰۸) جہر اور سرّ کی جامع مانع تعریف کیا ہے۔ سب کا جواب حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیں، اور ہو سکے تو براہ کرم گالیوں سے پرہیز کریں۔

بحث ماضی استمراری:

(۱۰۹) آنحضرتؐ ظہر میں واللیل اذا یغشیٰ الخ پڑھا کرتے تھے، کان یقرأ ماضی استمراری۔ (مسلم شریف ص ۱۵۴ ج ۱)

(۱۱۰) آنحضرت ؐ فجر میں ق والقرآن المجید پڑھا کرتے تھے۔ کان یقرأ ماضی استمراری حضور ؐ فجر کی سنتوں میں سورۃ الکافرون والاخلاص پڑھتے تھے۔ کان یقرأ ماضی استمراری ص۲ حضور ؐ فجر کی سنتوں میں قولوا اٰمنّا باللّٰہ پڑھا کرتے تھے، کان یقرأ ماضی استمراری ص۳۔ کیا یہی سورتیں ان نمازوں میں مقرر ہیں یا اور بھی پڑھ سکتا ہے کیا ماضی استمراری دوام کے لئے آیا کرتی ہے۔

(۱۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور ؐ کو بے شمار دفعہ مغرب کی سنتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھتے سنا۔ (ترمذی)

کیا ان رکعتوں میں جہراً پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ آپ جو مغرب کی سنتوں میں آہستہ قرأت کرتے ہیں اس کی صریح حدیث پیش فرمائیں؟

(۱۱۲) آنحضرت ؐ کھڑے ہو کر پیشاب فرماتے۔ (بخاری ص۳۵ ج۱)

حائضہ بیوی کی گود میں سہارا لگا کر قرآن پڑھا کرتے (ماضی استمراری بخاری ص ۴۴ ج۱)

حائضہ بیوی سے مباشرت فرمایا کرتے، ماضی استمراری (بخاری ص۴۴ ج۱)

آپؐ روزہ میں بیوی سے بوس و کنار فرمایا کرتے تھے، کانَ یقبّل۔ (بخاری ص۲۵۸ ج۱)

آپؐ نماز سے پہلے بیوی کا بوسہ لیا کرتے تھے (مشکوٰۃ، کان یقبل، کان یرقد وھو جنب"۔ (بخاری شریف ص۴۲ ج۱)

یہ افعال رسول ؐ ماضی استمراری سے ثابت ہیں ان کے منع یا منسوخ ہونے کی کوئی حدیث پیش کریں، ورنہ ان پر سنّت مؤکدہ کی طرح عمل کریں، اور ان کے تارکین کو سنّت کے تارک کہہ کر چیلنج بازیاں شروع کریں۔

(۱۱۳) ماضی استمراری کی اصل وضع ایک دفعہ کے فعل کے لئے ہے (نووی ص ۲۵۴ ج۱) مجمع البحار ص۲۳۵ ج۳، مسک الختام ص۵۶۷ ج۱)

اس سے مواظبت بطور نص ثابت نہیں ہوتی، ہاں قرائن اجتہادیہ سے کہیں مجتہد دوام مراد لیتا ہے۔ کہیں دوام مراد نہیں لیتا۔ احناف کے ہاں سب قرائن سے بڑا قرینہ تعامل خلفاء راشدین، یا تعامل خیر القرون بلانکیر ہے۔ اگر فعل رسولؐ ماضی استمراری سے بھی ثابت ہوا ان کے بعد اگر تعامل جاری ہوا تو وہ قرینہ عمل پر مواظبت کا ہوگا، اور اگر تعامل جاری نہ رہا تو وہ قرینہ ترک پر مواظبت کا ہوگا، جیسا کہ مندرجہ بالا افعال نمبر ۱۱۲ میں گزرا۔

(۱۱۴) رکوع کی تکبیر منفرد اور مقتدی آہستہ کہیں، اور امام بلند آواز سے، اس کی صریح حدیث پیش کریں۔

(۱۱۵) پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنے کا حکم موجود (طبرانی عن ابن عباسؓ) منع کہیں نہیں فعل احادیث تواتر قدر مشترک کے درجہ میں موجود ہیں جن کے معارض کوئی ضعیف حدیث بھی نہیں، اور امت کا اجماع تعامل بلانکیر موجود ان تین باتوں کو مدنظر رکھ کر ساری امت اسے سنت کہتی ہے۔

(۱۱۶) چار رکعت نماز میں بائیس تکبیریں ہوتی ہیں۔ (بخاری ص ۱۱۰ ج ۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے۔ روایت عمیر بن حبیب، حدیث ابن عباسؓ، (ابن ماجہ ص ۶۲) حدیث جابر بن عبداللہ، مسند احمد حدیث ابن عمرؓ مشکل الآثار طحاوی۔ حدیث ابو ہریرہؓ کتاب العلل، دار قطنی۔ ان پانچوں احادیث میں ماضی استمراری ہے، مگر شیعہ ان پر عامل ہیں اور غیر مقلد باغی ہیں۔

احادیث کی بغاوت:

(۱۱۷) سجدوں کے وقت رفع یدین کرنا آنحضرتؐ سے

(۱) حضرت مالک بن الحویرث (نسائی)

(۲) حضرت وائل ابن حجرؓ۔ (ابوداؤد، دار قطنی، موطا امام محمد)

(۳) حضرت انسؓ (ابو یعلی بسند صحیح)

(۴) ابن عمرؓ، طبرانی بسند صحیح۔

(۵) ابو ہریرہ، ابن ماجہ۔ ابن عباسؓ، ابوداؤد۔ یہ چھ اور پچھلی پانچ گیارہ احادیث سے سجدہ کے وقت رفع یدین ثابت ہے۔ اس کے منسوخ ہونے کی کوئی دلیل غیر مقلدین کے پاس نہیں ہے۔ ترک کی حدیث ایک ابن عمرؓ کی ہے۔ جو خود متعارض ہے۔ غیر مقلدین ایک متعارض حدیث کی بنا پر گیارہ احادیث پر عمل سے باغی ہیں۔

غیر مقلدین کا سفید جھوٹ......جھوٹ کی بھر مار:

(۱۱۸) کہ تمام صحابہؓ بلا استثناء ساری عمر رفع یدین کرتے رہے، جو محض جھوٹ ہے۔

(۱۱۹) کبھی کہتے ہیں کہ ہر رفع یدین پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ دیا ہے۔ یہ بھی جھوٹ ہے۔

(۱۲۰) حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو دار العلم کوفہ میں آباد ہوئے۔ ان کی رفع یدین کی حدیث تو سناتے ہیں۔ مگر یہ بالکل نہیں بتاتے کہ حضرت علیؓ خود رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے (طحاوی، موطا محمد، ابن ابی شیبہ، بیہقی)

اور نہ ہی یہ بتاتے ہیں کہ اصحاب علیؓ (جن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی) میں سے ایک بھی رفع یدین نہ کرتا تھا۔ (ابن ابی شیبہ) اور یہ بھی نہیں بتاتے تھے کہ اہل کوفہ کا عمل قدیماً وحدیثاً ترک رفع یدین پر ہی رہا ہے۔ (التعلیق الممجد ص۹۱ ج ۳) اور امام مروزیؒ فرماتے ہیں۔ ''لا نعلم مصراً من امصار ترکوا باجماعھم رفع الیدین عندالخفض والرفع إلاأھل الکوفۃ۔ (التعلیق الممجد ص۹۱) یعنی اہل کوفہ میں تو ہمیشہ عمل ترک رفع یدین پر رہا، ایک مثال بھی رفع یدین کی نہیں ملتی۔ نہ اہل کوفہ صحابہ سے نہ تابعین سے نہ تبع تابعین سے۔ ہاں دوسرے شہروں میں ترک رفع یدین پر اجماع نہ تھا، کبھی کبھار کوئی کر ہی بیٹھتا تھا اگرچہ اس پر فوراً اعتراض ہو جاتا۔

غیر مقلّدین کی خیانت ومنافقت:

سنن ابی داؤد کے حوالہ سے حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث اثبات رفع یدین کی نقل کی۔ حالانکہ ان کی صحیح حدیث بخاری ص۱۱۰ ج۱۔ صحیح مسلم ص۱۶۸ ج۱۔ جامع ترمذی

ص ۶۴ پر موجود ہے جس میں رفع یدین کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہاں رفع یدین کا ذکر کرنے والا راوی یحیٰی بن ایوب ہے جو ضعیف ہے (میزان)

اس لئے حفاظ کے خلاف اس کی یہ حدیث منکر ہے۔ اس منکر حدیث کو تو ذکر کیا مگر اس میں بھی ساری عمر رفع یدین کا ذکر نہیں۔ ہاں اس کے بعد ابو داؤد میں ہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت جابر بن سمرةؓ کی ترک رفع یدین کی احادیث تھیں جن کو نقل ہی نہیں کیا۔ خیانت اہل حدیث کی نشانی نہیں بلکہ منافق کی علامت ہے۔ اور پھر سنن نسائی سے حضرت وائلؓ کی ضعیف حدیث رفع یدین کی نقل کر دی جس میں رفع یدین کے باقی رہنے کا کوئی ذکر نہیں۔ ہاں اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین کی حدیث کو چھوڑ دیا۔ یہ ایسا ہی دھوکا ہے جیسے کوئی عیسائی بیت المقدس والی حدیث نقل کر دے اور بیت اللہ والی کا نام نہ لے۔

اور ایک جھوٹ غیر مقلدین یہ بھی بولتے ہیں کہ! ایک لاکھ چوتالیس ہزار صحابہ رفع یدین کرتے تھے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ نہ جزء رفع یدین میں یہ تعداد مذکور ہے نہ ہی وہ رسالہ قابل اعتماد ہے۔ یہ بات حضرت وائلؓ کی دوسری آمد کے ضمن میں ہے جب کہ ابوداؤد میں دوسری آمد کے وقت صرف تکبیر تحریمہ کی رفع یدین کا ذکر ہے۔

رفع یدین کے نسخ کی بحث:

غیر مقلدین نے بعض علماء کے نامکمل حوالے نقل کر کے آخر میں ملا علی قاری حنفی کا نعرۂ حق کا عنوان لکھ کر موضوعات کبیر کے حوالہ سے کہ رفع یدین نہ کرنے کی سب حدیثیں باطل ہیں۔ اپنے خیال میں میدان فتح کر لیا ہے لیکن یہ اتنا بڑا فریب ہے جس کی مثال کسی کافر کی کتاب میں بھی نہیں ملی۔ ملا علی قاری نے اس قول کی پرزور تردید فرمائی ہے اور پوری چوبیس سطروں میں ترک رفع یدین کی احادیث ذکر کی ہیں۔ بلکہ رفع یدین کو منسوخ ثابت کیا ہے۔

یہ جھوٹی روایات پڑھ سن کر ان کی فطرت ہی ایسی جھوٹ پسند ہوگئی ہے کہ اب وہ

سچ کو برداشت ہی نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ خانہ خدا میں بیٹھ کر ترک رفع یدین کی (اور دیگر) تمام صحیح احادیث کا پوری جرأت سے انکار کرتے ہیں۔ اور منکرین حدیث سے بڑھ کر ان احادیث کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

(۱۲۱) مولوی محمد یوسف جے پوری حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴ پر لکھتے ہیں۔ تصدیق احادیث رفع یدین قبل رکوع وبعد رکوع۔ (ہدایہ ص ۳۸۴ ج ۱۔ شرح وقایہ ص ۱۰۲) یہ دونوں حوالے محض جھوٹ ہیں۔

(۱۲۲) فماز الت صحیح الاسناد ہے۔ ص ۳۸۶ ج ۱۔ صاف جھوٹ۔ اصل عربی عبارت پیش کرو۔

(۱۲۳) رفع یدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک رفع کے قوی ہیں۔ (ہدایہ ص ۳۸۹ ج ۱) جھوٹ۔

(۱۲۴) رفع یدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے۔ (شرح وقایہ ص ۱۰۲) (ہدایہ ص ۳۸۶ ج ۱) بالکل جھوٹ ہے۔

(۱۲۵) حق یہ ہے کہ آنحضرتؐ سے رفع یدین صحیح ثابت ہے (ہدایہ ص ۳۸۶ ج ۱) بالکل جھوٹ ہے۔

(۱۲۶) جو رفع یدین کرے اس سے مناقشہ حلال نہیں۔ (ہدایہ ص ۳۸۹ ج ۱) بالکل جھوٹ ہے۔

نوٹ: مندرجہ بالا سوالات میں سے سوال نمبر ۱۲۱، ۱۲۶ میں جو حوالے دیئے گئے ہیں وہ ہدایہ اور شرح وقایہ کے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں عربی میں ہیں ان کے متن کی اصل عربی پیش کریں جس کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے؟ تو ہم فی عبارت ایک سو روپیہ انعام دیں گے۔

حضرات گرامی! ایک ہی مسئلہ میں اتنے جھوٹ اور فریب آپ کسی اور فرقہ میں نہیں دکھا سکتے۔

افسوس: افسوس ہے کہ یہ سب کچھ قرآن وحدیث کے نام پر ہو رہا ہے۔ ہمارے جو

دوست ان کے جھوٹے پروپیگنڈے سے متأثر ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ فرقہ قرآن وحدیث کا خادم ہے وہ ان کے جھوٹ اور فریب پر غور وفکر کریں، جو قرآن وحدیث کے نام پر ہو رہا ہے ۱۲ محمد امین عفی عنہ

(۱۲۷) رکوع سے پہلے ایک تکبیر ہے یا دو۔ اگر غیر مقلد دو تکبیریں کہیں، ایک رفع یدین کے ساتھ، دوسری رکوع کے ساتھ، تو یہ حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ حدیث بخاری میں چار رکعت کی بائیس تکبیریں مذکور ہیں۔

(۱۲۸) اگر ایک تکبیر ہے تو وہ صرف رکوع کی ہے یکبر عن کل خفض ورفع، اسی لئے اس کو تکبیر انتقال کہتے ہیں تو رفع یدین بغیر تکبیر کے رہ گئی۔ بغیر ذکر کے ہاتھ اُٹھانا کوئی عبادت نہیں۔

(۱۲۹) رکوع کا ذکر ایک مرتبہ کہنا جائز ہے یا نہیں، کیونکہ بخاری ومسلم میں تعداد کا کوئی ذکر نہیں۔

(۱۳۰) کم از کم تین مرتبہ کہنے کی حدیث ضعیف ہے۔ عون کا ابن مسعودؓ سے سماع نہیں اور اسحاق بن یزید مجہول ہے۔

(۱۳۱) دس مرتبہ پڑھنے کی روایت نسائی میں ہے وہ بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ اس میں وہیب بن مانوس مستور ہے۔

(۱۳۲) آپؐ نے حکم صرف سبحان ربی العظیم کا دیا ہے۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

(۱۳۳) اگر کوئی رکوع میں کوئی ذکر بھی نہ کرے تو نماز جائز ہے (نسائی مترجم ص ۳۵۰ ج ۱)

(۱۳۴) اگر کوئی بھول کر رکوع میں سجدہ کی تسبیح پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نماز باطل ہوگی۔

(۱۳۵) نسائی مترجم ص ۳۴۹ ج ۱۔ ابوداؤد مترجم ص ۳۴۰ ج ۱ پر رکوع کا ذکر بلند آواز سے پڑھنا آیا ہے۔ اس پر آپ کا عمل کیوں نہیں۔

(۱۳۶) آپ جو ہمیشہ رکوع کے اذکار آہستہ پڑھتے ہیں اس کی صریح حدیث کہاں ہے۔

(۱۳۷) رکوع میں قرآن پڑھنا منع ہے کسی نے بھول کر کوئی آیت پڑھ لی تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نماز باطل ہوگی۔

(۱۳۸) نسائی شریف میں رکوع کے چھ قسم کے اذکار ہیں۔ کیا آپؐ نے سب پر مواظبت فرمائی یا کسی ایک پر بھی مواظبت نہیں فرمائی۔ ہمیں کیا حکم دیا۔

(۱۳۹) حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے رکوع کی چوتھی دعا بحوالہ بخاری و مسلم ذکر کی ہے۔ حالانکہ وہ نہ بخاری میں ہے۔ نہ ہی مسلم میں۔ اگر ہے تو پیش کریں؟

(۱۴۰) رکوع سے اُٹھتے وقت امام ذکر بلند آواز سے، مقتدی و منفرد آہستہ کہیں، اس فرق کی کیا دلیل ہے۔ پیش کریں۔

(۱۴۱) بعض غیر مقلدین قومہ میں ہاتھ باندھتے ہیں، اور بعض چھوڑ دیتے ہیں دونوں کس حدیث پر عامل ہیں۔

(۱۴۲) مقتدی کا قومہ کی دعا بلند آواز سے پڑھنا نسائی شریف میں موجود ہے، غیر مقلدین کا عمل اس کے خلاف ہے۔

(۱۴۳) قومہ کے اذکار فرض ہیں یا واجب یا سنّت، صریح حکم حدیث میں دکھائیں۔

(۱۴۴) سجدوں کی تکبیرات تسبیحات امام بلند آواز سے کہتا ہے، مقتدی، منفرد آہستہ کہتے ہیں یہ فرق کس حدیث میں ہے۔

(۱۴۵) سجدہ کی تسبیحات کتنی مرتبہ پڑھنی چاہئیں، اس کی کوئی صحیح حدیث بتائیں۔

(۱۴۶) نسائی مترجم ص ۳۷۷ ج ۱ پر ہے کہ سجدہ میں کوئی ذکر بھی نہ کرے تو جائز ہے۔ اس پر غیر مقلدین کا عمل نہیں۔

(۱۴۷) حکیم صادق صاحب نے سجدوں سے درجات کی بلندی کے عنوان کے

تحت ایک حدیث لکھی ہے۔ علیك بكثرة السجود الخ۔ حالانکہ یہ الفاظ حدیثِ رسول نہیں۔ صادق صاحب نے اپنی طرف سے ملا دیئے ہیں۔

(۱۴۸) سجدوں کے درمیان ہاتھ باندھے یا کھلے رکھے تو کہاں رکھے۔ صاف صریح حدیث پیش کریں۔

(۱۴۹) مسند احمد ص ۳۱۷ ج ۴ پر گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے مگر ساتھ ہی اشارہ سبابہ بین السجدتین ہے۔ جس پر آپ کا عمل نہیں۔

(۱۵۰) بین السجدتین جو ذکر آپ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں، اس کے آہستہ پڑھنے کی کون سی حدیث ہے۔

(۱۵۱) یہ ذکر بین السجدتین فرض ہے، واجب ہے، یا سنت۔ اگر کوئی نہ پڑھے تو نماز اس کی ناقص ہوگئی، یا باطل۔

(۱۵۲) امام بیہقی ص ۲۲۲ ج ۲، اور فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۴۸ ج ۳ پر احادیث اور ائمہ اربعہ سے ثابت کیا ہے کہ عورت اور مرد کی نماز میں فرق ہے۔ غیر مقلدین ان احادیث اور اجماع کے خلاف محض قیاس سے کہتے ہیں کہ مرد عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں۔

(۱۵۳) رکوع وسجدہ کے اذکار عربی میں کہنا ضروری ہیں اگر کوئی اور زبان میں کہے تو پھر اس کی نماز ناقص ہوگی یا باطل۔

(۱۵۴) ایک شخص ایک سجدہ کے بعد بھول کر کھڑا ہوگیا، دوسری رکعت کے رکوع میں یاد آیا، اب وہ نماز کس طرح پوری کرے۔

غیر مقلّدین باغی سنّت ہیں:

فتاویٰ علماء حدیث ص ۳۰۶ ج ۴ پر لکھا ہے کہ سجدوں کے وقت رفع یدین کرنے کی حدیث بلاشک صحیح ہے، یہ حضورؐ کی آخری عمر کا فعل ہے۔ بلاشبہ اس کا عامل مردہ سنّت کو زندہ کرنے والا، اور مستحق اجر سو شہید کا ہے۔ غیر مقلدین اس سنّت سے باغی ہیں۔

(۱۵۵) وتر کے قومہ میں دعا کی طرح ہاتھ اُٹھا کر قنوت پڑھنا، اور منہ پر ہاتھ پھیر کر سجدہ کرنا کس حدیث میں ہے۔

جلسۂ استراحت اختراع غیر مقلدین ہے:

(۱۵۶) کیا کسی صحیح صریح حدیث میں ہے کہ جلسۂ استراحت سنت مؤکدہ ہے؟

(۱۵۷) کیا جلسۂ استراحت میں کوئی ذکر بھی مسنون ہے؟ اقم الصلوٰۃ لذکری کے خلاف ہے یا نہیں۔

(۱۵۸) کیا جلسہ استراحت کے بعد تکبیر کہہ کر اُٹھنا بھی کسی حدیث سے ثابت ہے؟ جب ثابت ہی نہیں تو یہ سنت یا مستحب نہ ہوا، کیونکہ یہ خفض واقع میں تکبیر ہے (بخاری شریف) اور تکبیرات کی تعداد بائیس ہے۔

(۱۵۹) حضورؐ نے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑا ہونے کا حکم دیا، (بخاری ص۹۸۶ ج۱)

حضرت ابو مالک اشعریؓ نے اپنی ساری قوم کو جب حضورؐ کی نماز کا طریقہ سکھایا اس نے پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین سکھائی اور نہ ہی جلسۂ استراحت سکھایا۔ (مسند احمد ص۳۴۳ ج۵)

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضورؐ کے صحابہ جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔

حضرت نعمان بن ابی عیاش فرماتے ہیں، میں نے بہت سے صحابہؓ کی زیارت کی، ان میں سے کوئی بھی جلسۂ استراجت نہیں کرتا تھا۔ عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ، ابن عمیرؒ، ابراہیم نخعیؒ، کوئی بھی جلسۂ استراحت نہ کرتے تھے، (مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۹۴ ج۱)

ایوب سختیانی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بوڑھے عمرو بن سلمہ کے علاوہ کسی کو جلسۂ استراحت کرتے نہیں دیکھا۔ (بخاری ص۱۱۳ ج۱)

امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ، امام محمدؒ، امام اوزاعیؒ، اور ثوریؒ بھی

جلسۂ استراحت کے قائل نہ تھے (تمہید، کتاب الحجہ، ص ۳۱۷ ج ۱)

امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ سنّت یہی ہے کہ جلسۂ استراحت نہ کرے سیدھا کھڑا ہو، ہاں بڑھاپے وغیرہ کے عذر سے کوئی سیدھا نہ اُٹھ سکے تو وہ باعث عذر جلسۂ استراحت کر کے اُٹھے (کتاب الحجہ ص ۳۱۵ ج ۱)

ناصر البانی غیر مقلد جس کا ذکر فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۷۶ ج ۳ پر ہے، وہ بھی فرماتے ہیں کہ جلسۂ استراحت مشروع نہیں، صرف حاجت کے لئے ہے۔ (ارداء الغلیل ص ۸۳ ج ۲)

(۱۶۰) مولوی یوسف نے حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۵ پر جو لکھا ہے کہ جلسۂ استراحت نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے (شرح وقایہ ص ۱۰۱) یہ بالکل جھوٹ ہے۔ شرح وقایہ کے متن کی اصل عبارت پیش کرو اور ایک صد روپیہ انعام لو۔؟

(۱۶۱) شیخ ناصر البانی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ ہر رکعت تعوذ سے شروع کرو۔ (صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۱۳۷) یہ آنحضرتؐ کی کس حدیث سے ثابت ہے۔

(۱۶۲) دو رکعت کے بعد قعدہ فرض ہے، واجب ہے یا سنّت، اگر بھول کر آدمی کھڑا ہو جائے تو سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا کیا؟

درمیانی اور آخری قعدہ پر غور کرو:

(۱۶۳) وتر کی نماز میں جو غیر مقلدین یہ تشہد نہیں بیٹھتے، وہ فرض کے تارک ہیں یا سنّت کے یا واجب کے۔؟

(۱۶۴) حکیم صادق نے جو حدیث وتر کے بارہ میں لا یقعد والی لکھی ہے، اس میں سیبان ضعیف ہے، ابان منفرد ہے، قتادہ مدلّس ہے۔ اور مستدرک کے اکثر نسخوں میں یہ روایت سرے سے موجود ہی نہیں، اس لئے مولوی عبدالرؤف غیر مقلد کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ اس روایت کا ان الفاظ سے مروی ہونا محل نظر ہے۔ (حاشیہ صلوٰۃ الرسول ص ۳۹۱) امام بیہقی نے بھی اس کو خطا قرار دیا ہے۔ ص ۲۸ ج ۳۔ البانی بھی شاذ کہتے ہیں۔ (ارداء الغلیل)

(۱۶۵) ایک شخص نے بھول کر درمیانی قعدہ میں تشہد کی بجائے الحمد شریف پڑھ لی اور تیسری رکعت میں کھڑے ہو کر یاد آیا اب موافق حدیث وہ نماز کس طرح پوری کرے۔

(۱۶۶) درمیانی قعدہ میں تشہد فرض ہے یا سنت، اور کہاں تک پڑھے۔ شیخ البانی کہتے ہیں کہ درود بھی پڑھے۔ اور عبداللہ روپڑی کہتے ہیں کہ درود نہ پڑھے، کس کا مسئلہ حدیث کے موافق ہے۔ کس پر عمل کیا جائے۔

(۱۶۷) آخری قعدہ فرض ہے یا واجب یا سنت، اگر کوئی آخری قعدہ چھوڑ کر پانچویں رکعت میں کھڑا ہو جائے تو اب وہ کیا کرے۔

(۱۶۸) آخری قعدہ کر کے تشہد پڑھ کر بھول کر پانچویں رکعت میں کھڑا ہو گیا. اب وہ نماز کس طرح پوری کرے۔

(۱۶۹) آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت۔

(۱۷۰) نسائی شریف مترجم ص ۴۲۴ ج ا پر تقریری حدیث میں تشہد بلند آواز سے پڑھنا ثابت ہے، آپ کا اس پر عمل نہیں؟

(۱۷۱) اگر آخری قعدہ میں بھول کر تشہد کی جگہ فاتحہ پڑھ کر سلام پھیر دیا، اب کیا کرے۔

(۱۷۲) آخری قعدہ میں درود شریف پڑھنا فرض ہے، یا واجب یا سنت۔

درود ابراہیمی پر بحث:

(۱۷۳) کیا صحاح ستہ کی کسی صحیح حدیث میں صراحت ہے کہ نماز میں درود ابراہیمی ہی خاص ہے۔ نسائی مترجم ص ۴۲۴ ج ا کی تقریری حدیث سے درود کا جہراً پڑھنا ثابت ہے۔ آپ کا اس پر عمل کیوں نہیں؟

(۱۷۴) آپ کا امام، مقتدی، منفرد، سب نماز میں درود آہستہ پڑھتے ہیں۔ اس کی صریح حدیث پیش فرمائیں۔

(۱۷۵) اگر کوئی شخص درود پڑھے بغیر سلام پھیر دے، تو اب نماز دوبارہ پڑھے، یا کیا؟

(۱۷۶) کوئی شخص درود ابراہیمی کی بجائے کوئی اور ماثور درود پڑھ لے، تو نماز پر

کیا اثر پڑے گا۔

(۱۷۷) درود کے بعد دعا مانگنا فرض ہے یا واجب یا سنت۔ صریح حکم حدیث سے دکھائیں۔

(۱۷۸) یہ دعا عربی زبان میں ضروری ہے۔ یا غیر ماثور دعا بھی مانگ سکتا ہے ،حدیث سے جواب دیں۔

(۱۷۹) نسائی مترجم ص ۴۲۴ ج ا کی تقریری حدیث سے اس دعا کا بلند آواز سے مانگنا ثابت ہے۔ جس کو آپ نے چھوڑ رکھا ہے۔

(۱۸۰) اگر کوئی شخص یہ دعا ہاتھ اُٹھا کر مانگے تو کس حدیث سے اس کو منع کیا جائے یا کس سے ثابت کیا جائے۔

سلام پر بحث:

(۱۸۱) نماز کے آخر میں دونوں طرف سلام پھیرنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت۔

(۱۸۲) امام، مقتدی اور منفرد سلام کے وقت دل میں کیا نیت کریں۔

(۱۸۳) امام بلند آواز سے مقتدی و منفرد آہستہ آواز سے سلام پھیریں۔ یہ صراحت کس حدیث میں ہے۔

(۱۸۴) فتاویٰ علماء حدیث ص ۲۱۴ ج ۳ پر ہے۔ نماز فرض وسنت کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کر سکتے ہیں اس پر قولی، فعلی اور اثری بہت سی دلیلیں ہیں اور عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں۔ آج کل غیر مقلدین ان قولی، فعلی دلیلوں سے باغی ہو کر دعا کا صاف انکار کر گئے ہیں۔

(۱۸۵) کسی غیر عورت سے بوس و کنار کر کے نماز پڑھ لے سب کچھ معاف ہو جاتا ہے۔ (بخاری شریف ص ۷۵ ج ا) کیا آپ اپنی صاحبزادیوں کو اس پر عمل کرنے، کروانے کی اجازت دیتے ہیں۔

(۱۸۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عورت سامنے سے گزرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (مسلم ص ۱۹۷ ج ا) مگر حضرت عائشہ صدیقہؓ آپؐ کے سامنے لیٹی ہوتیں

آپ سجدہ میں جاتے وقت اس کے پاؤں بھی دباتے۔(مسلم ص ۱۹۸ ج ۱)

(۱۸۷) آپؐ نے فرمایا حائضہ عورت سامنے ہو تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (ابوداؤد ص ۲۸۳ مترجم ج ۱) حضرت عائشہؓ حالت حیض میں سامنے لیٹتی (ابوداؤد ص ۲۸۴، ج ۱) حضرت میمونہ حیض میں پہلو میں..... (بخاری ص ۴۷ ج ۱، مسلم ص ۱۹۸، ج ۱)

(۱۸۸) عورتیں نماز میں امام کی شرمگاہ کو دیکھتی رہیں تو ان کی نماز نہیں ٹوٹتی۔(بخاری ص ۲۹۰، ج ۲) اگر مرد، عورت کی شرمگاہ دیکھ لے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں۔

(۱۸۹) حضورؐ نماز میں بیوی کے پاؤں کو ہاتھ لگا لیتے، آپ نماز پڑھتے تو بیوی آپ کی پنڈلیوں کو ہاتھ لگا لیتی اور نماز نہ ٹوٹتی۔ اگر نمازی عورت کے کسی اور حصے کو ہاتھ لگا لے تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں۔

(۱۹۰) آپؐ نماز سے پہلے بیوی کا بوسہ لیتے، اس سے وضو نہ ٹوٹتا، اگر مرد نماز پڑھتی عورت کا بوسہ لے لے تو عورت کی نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں۔ جواب حدیث صریح سے دیں۔

(۱۹۱) اگر اس کے برعکس مرد نماز پڑھ رہا تھا عورت نے بوسہ لیا تو مرد کی نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں۔

(۱۹۲) نمازی کی نظر اپنی شرم گاہ پر پڑ گئی تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں۔

(۱۹۳) ماں نماز پڑھ رہی تھی، بچے نے گود میں پیشاب کر دیا نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں۔

(۱۹۴) ماں نماز پڑھ رہی تھی، بچے نے دودھ چوسنا شروع کر دیا نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں۔

(۱۹۵) آنحضرتؐ نے فرمایا کہ گدھا سامنے سے گزرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (مسلم ص ۱۹۷، ج ۱) لیکن آپؐ نے خود نماز پڑھائی تو سب کے سامنے گدھی چر رہی تھی۔

(مسلم ص ۱۹۶، ج ا، ابوداوٗد، نسائی) بلکہ آپؐ نے گدھے پر نماز ادا فرمائی۔ یہ قول و فعل کا تضاد کیوں ہے۔

(۱۹۶) آپؐ نے فرمایا کہ کُتا سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (مسلم ص ۱۹۷، ج ا) لیکن آپؐ نماز پڑھاتے رہے اور کُتیا سامنے کھیلتی رہی، اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرم گاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔

(۱۹۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت نماز میں اونٹنی کا بچہ دان ڈالدیا گیا۔ اس پر باب یوں باندھتے ہیں۔ جب نمازی کی پیٹھ پر پلیدی یا مردار (نماز میں) ڈال دیا جائے تو نماز نہیں بگڑے گی۔ اور عبداللہ بن عمرؓ جب نماز کے اندر اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تو اس کپڑے کو اُتار کر ڈال دیتے، اور نماز پڑھے جاتے۔ اور سعید ابن المسیبؒ اور عامر شعبیؒ نے کہا کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ لے، اور اس کے کپڑے میں خون لگا ہو یا منی لگی ہو تب بھی نماز نہ لوٹائے (بخاری مترجم ص ۱۹۶ ج ا، باب نمبر ۱۶۷)

(۱۹۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی حضرت امامہؓ کو اُٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے (بخاری و مسلم)۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ وحید الزّمان لکھتے ہیں امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ لڑکے یا لڑکی یا کسی اور پاک جانور کا فرض یا نفل نماز میں اُٹھانا درست ہے، اور امام و مقتدی اور منفرد سب کے لئے جائز ہے اور مالکیہ نے اس کا جواز نفل نماز سے خاص کیا ہے لیکن یہ لغو ہے، کیونکہ خود حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ امام تھے اور امامہؓ کو اُٹھائے ہوئے تھے۔

بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ بعض نے کہا کہ ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا۔ مگر یہ سب باتیں باطل اور مردود ہیں اور حدیث سے اس امر کا جواز ثابت ہے کہ قواعد شرعیہ کے یہ امر خلاف نہیں کیونکہ آدمی پاک ہے اور بچے کے بدن اور کپڑے کو پاک سمجھنا چاہیئے جب تک نجاست پر کوئی دلیل نہ ہو۔ (حاشیہ صحیح مسلم ص ۱۱۷، و ۱۱۸، ج ۲)

(۱۹۹) آپ کے مذہب میں کتا اور خنزیر پاک ہیں (عرف الجادی ص ۱۰) پھر ان

کو اُٹھا کر نماز پڑھنا کس حدیث کے خلاف ہے۔

(۲۰۰) آپ کے مذہب میں تو نمازی جس چیز کو اُٹھائے اس کا پاک ہونا بھی ضروری نہیں (بدور الاہلہ) آپ کے نزدیک تو کتا اور خنزیر پیشاب پاخانے میں لت پت ہو تب جب بھی نماز ہو جائے گی۔

(۲۰۱) ماں نماز پڑھ رہی تھی، بچے نے اوڑھنی کھینچ لی، تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں۔

(۲۰۲) حدیث کی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت معاذ ؓ اور حضرت عمرؓ نماز میں جوئیں مارا کرتے تھے (ص ۳۶۷ و ۳۶۸، ج ۲)

(۲۰۳) حدیث کی کتاب میں ہے کہ ابراہیم، قتادہ، حکم، عطاء نے فرمایا کہ کوئی سرے سے تکبیر تحریمہ ہی نہ کہے تو نماز جائز ہے۔ (عبد الرزاق ص ۲۷ و ۳۷، ج ۲)

(۲۰۴) حدیث کی کتاب میں ہے کہ عطاء نے کہا۔ اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرَّجیم نہ پڑھے تو بھی نماز جائز ہے (عبد الرزاق ص ۸۷، ج ۲)

امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اکیلا آدمی بھی سورۃ الفاتحہ نہ پڑھے تو نماز نہ دہرائے ص ۹۵، ج ۲)

(۲۰۵) حضرت عمرؓ نے مغرب کی پہلی رکعت میں فاتحہ نہ پڑھی اور سجدۂ سہو کر لیا۔ (ص ۱۲۳، ج ۲) حضرت معمر، قتادہ اور حضرت حماد فرماتے ہیں کوئی تشہد نہ پڑھے تو نماز درست ہے (ص ۲۰۵، ج ۲) حضرت ابو برزہ اسلمی خچر کو ہاتھ میں پکڑ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ (ص ۲۶۲، ج ۲)

(۲۰۶) نمازی لاٹھی سے جانور کو بھگا دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (ص ۲۶۲، ج ۲)

(۲۰۷) نمازی نماز میں کنکریاں جمع کر کے یا لکیریں لگا کر گنتی کرتا رہا تو کوئی مضائقہ نہیں (ص ۳۲۹، ج ۲) حضرت سعید بن جبیرؒ نفل نماز میں پانی وغیرہ پی لیا کرتے تھے۔ حضرت طاؤس بھی جائز کہتے تھے۔ (ص ۳۳۳، ج ۲)

(۲۰۸) حرام زادہ نماز میں امام بن سکتا ہے۔ (ص ۳۹۶ و ۳۹۷، ج ۲)

(۲۰۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد نبویؐ کچی تھی یا پکی۔

(۲۱۰) آپؐ نے مسجد نبوی کا نام مسجد قدس رکھا تھا، یا مسجد مبارک، یا مسجد اہل حدیث۔

(۲۱۱) علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں حضرت علیؓ مسجد میں محراب دیکھتے تو اس کو توڑ ڈالتے، مسجد میں محراب بنانا خلاف سنت ہے۔ اب اکثر لوگوں نے اس کو اختیار کر لیا ہے الا ماشاء اللہ ایک جماعت اہل حدیث نے چند مسجدیں مطابق سنت کے بنائی ہیں جن میں نہ محراب ہے نہ منبر۔ (لغات الحدیث ص ۴۴، کتاب الحاء)

(۲۱۲) احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد کا فرش کچا تھا، پیشانی پر مٹی لگ جاتی تھی۔ کیا مسجد کا پکا فرش بنانا حدیث میں صراحۃً آیا ہے۔

(۲۱۳) کیا آنحضرتؐ نے مسجد میں کائی کی صفیں اور ان پر قالین بچھوائے تھے۔

(۲۱۴) آنحضرتؐ نے مسجد کے کتنے مینار بنوائے تھے، ان کی بلندی کتنی تھی۔

(۲۱۵) آنحضرتؐ نے مسجد کے ساتھ کتنے استنجاء خانے اور کتنے غسل خانے بنوائے تھے۔

(۲۱۶) آنحضرتؐ نے وضو کی جگہ مسجد میں کس طرف بنوائی تھی۔

(۲۱۷) آپؐ نے مسجد میں کس قسم کا پنکھا لگوایا تھا۔

(۲۱۸) آپؐ نے فرمایا ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہے، مسجد میں گھنٹی والے کلاک لگانے کا حدیث میں کیا حکم ہے۔

(۲۱۹) آنحضرتؐ ایک مُدّ پانی سے وضو کیا کرتے تھے اس سے زیادہ پانی خرچ کرنا اسراف ہے یا نہیں۔ ذرا سوچ سمجھ کر بتلائیں۔

(۲۲۰) آپؐ ایک صاع پانی سے غسل فرماتے تھے۔ غسل میں اس سے زیادہ پانی خرچ کرنا اسراف ہے یا نہیں۔

(۲۲۱) مُدّ اور صاع کی مقدار ہمارے وزن کے موافق حدیث سے کتنی ثابت ہے۔

(۲۲۲) قرآن وحدیث سے عام مکان اور مسجد میں ما بہ الامتیاز کیا کیا چیزیں

ثابت ہیں۔

(۲۲۳) آپؐ کے زمانے میں کتنی روشنی ہوتی تھی، اس سے زائد روشنی اسراف ہے یا نہیں۔

(۲۲۴) آپؐ کے زمانہ میں حبشیوں نے جنگلی کھیل کھیلا تھا۔ اب آپ کی مسجد میں یہ سنت زندہ ہے یا مردہ۔

(۲۲۵) آپ نے جوتا دونوں پاؤں کے درمیان رکھنے کا حکم دیا تھا۔ جو لوگ مسجد سے باہر جوتے اُتارتے ہیں، یا آگے رکھتے ہیں، وہ اس حدیث کے مخالف ہیں یا نہیں۔

(۲۲۶) کیا جس طرح حدیث میں من رغب عن سنّتی فلیس منّی آیا ہے اسی طرح کسی حدیث میں من رغب عن حدیثی فلیس منّی بھی آیا ہے۔

(۲۲۷) جس طرح حدیث میں من احب سنّتی فقد احبّنی آیا ہے۔ کیا کسی حدیث میں من احب حدیثی فقد أحَبّنی بھی آیا ہے۔

(۲۲۸) کیا جس طرح حدیث میں علیکم بسنّتی آیا ہے۔ کسی حدیث میں علیکم بحدیثی بھی آیا ہے۔

(۲۲۹) جس طرح سنّت پر عمل کرنے کا ثواب سو شہید کے برابر حدیث میں آیا ہے کیا کسی حدیث میں حدیث پر عمل کرنے کا ثواب بھی آیا ہے۔

(۲۳۰) جس طرح حدیث میں سنّت اور حدیث کا الگ الگ ہونا آیا ہے کیا کسی حدیث میں حدیث اور سنّت کا ایک ہونا بھی آیا ہے۔

(۲۳۱) جس طرح صحیح مسلم ص۱۰، ج۱ پر حدیث کا نام لے کر گمراہ کرنے والوں پر فتنہ ڈالنے والوں کو کذاب و دجّال کہا ہے، کیا کسی حدیث میں سنّت کے عاملین کو بھی ایسا کہا گیا ہے۔

(۲۳۲) غنیۃ الطّالبین میں ایک حدیث میں شیطان کے بچے کا نام حدیث میں آیا ہے۔

(۲۳۳) حدیث میں اجماع کے منکر کو گمراہ و دوزخی کہا گیا ہے کیا کسی حدیث

میں اجماع کے ماننے والوں کو بھی دوزخی اور گمراہ کہا گیا ہے۔

(۲۳۴) جس طرح قرآن وحدیث میں فقہ کی تعریف ہے، کیا کسی آیت یا حدیث میں فقہ کی مذمّت ہے۔

(۲۳۵) منکرین حدیث بہت سے سوالات کرتے ہیں کہ معاذ اللہ احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کے قول وفعل میں تضاد تھا۔ اس تضاد کو اپنے قیاس سے نہیں احادیث سے رفع فرمائیں تاکہ لوگ حدیث سے بدظن نہ ہوں۔ آپؐ کا حکم تھا کہ رفع حاجت کے وقت نہ قبلہ کی طرف پشت کرو نہ منہ مگر آپ خود قبلہ رو ہو کر قضائے حاجت فرماتے تھے۔

(۲۳۶) آپؐ کا حکم تھا کہ تین سے کم پتھروں سے استنجاء نہ کرو مگر خود دو پتھروں سے کیا۔

(۲۳۷) آپؐ لوگوں کو بیوی کے غسل کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے مگر خود اپنی بیوی کے بچے ہوئے پانی سے غسل فرمالیتے تھے۔

(۲۳۸) آپؐ بار بار فرماتے تھے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے مگر خود گوشت کھا کر وضو نہیں کرتے تھے۔

(۲۳۹) آپؐ کا حکم تو یہ تھا کہ جنبی شخص وضو کر کے سوئے، مگر خود پانی کو چھوئے بغیر سو جایا کرتے تھے۔

(۲۴۰) آپؐ صبح کی نماز روشنی میں پڑھنے کا حکم دیتے تھے، مگر خود اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

(۲۴۱) آپؐ عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے، مگر خود نماز پڑھتے تھے۔

(۲۴۲) آپؐ لوگوں کو نماز میں اِدھر اُدھر توجہ کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، اور خود گوشۂ چشم سے دائیں بائیں دیکھا کرتے تھے۔

(۲۴۳) آپؐ جنازہ کے ساتھ سوار ہو کر جانے سے منع فرمایا کرتے تھے، مگر خود گھوڑے پر سوار ہو کر جاتے تھے۔

(۲۴۴) آپؐ فرمایا کرتے تھے جو روزہ کی حالت میں سینگی لگوائے اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر خود روزہ میں سینگی لگوائی۔ یہ سوالات ترمذی میں موجود ہیں، ان کے جوابات آپ صحیح صریح احادیث کے حوالہ سے پیش کریں۔

(۲۴۵) آنخضرتؐ نے جس طرح اپنے صحابہ کو اہل قرآن فرمایا۔ (ترمذی، ابن ماجہ) کیا کسی صحیح حدیث میں صحابہؓ کو اہل حدیث فرمایا تھا۔

(۲۴۶) مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی عنایت اللہ اثری مرزائیوں کے پیچھے نماز کو جائز بھی کہتے تھے اور پڑھ بھی لیتے تھے، یہ کس حدیث پر عمل تھا۔ (فیصلہ مکہ الجرا البلیغ)

(۲۴۷) آنخضرتؐ نے بنو قریظہ کے راستے میں عصر پڑھنے والوں میں دونوں میں سے کسی کے اجتہاد کو غلط نہ فرمایا نہ کسی پر اعتراض کیا، غیر مقلدین کس حدیث کی بنا پر مجتہدین کو شیطان کہتے ہیں۔

(۲۴۸) آنخضرتؐ کی حدیث کے مطابق مجتہد کو ہر حال میں اجر ملتا ہے، ثواب پر دو، خطاء پر ایک، پھر مجتہدین کو گالیاں دینا کس حدیث پر عمل ہے۔

(۲۴۹) مولوی محمد یوسف غیر مقلد حقیقۃ الفقہ میں فرماتے ہیں گردن کا مسح بدعت ہے اور اس کی حدیث موضوع ہے۔ (ہدایہ، ص ۱۸، و ۱۹۳، ج ۱)

حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے کیونکہ ہدایہ شریف میں یہ ہرگز نہیں ہے۔

(۲۵۰) دیگر ص ۱۹۴ پر لکھتے ہیں کہ عمامہ پر مسح جائز ہے۔ (ہدایہ ص ۱۰، ج ۱)

حالانکہ ہدایہ کی اصل عبارت (عربی) یہ ہے لا یجوز المسح علی العمامۃ پگڑی پر مسح جائز نہیں ہے۔

(۲۵۱) دیگر ص ۲۰۰ پر لکھتے ہیں کہ تیمم ایک ضرب کی احادیث صحیحین میں بطریق کثیرہ ہیں اور صحیح ہیں۔ (ہدایہ ص ۱۴۲، ج ۱۔ شرح وقایہ ص ۵۷) اور ص ۲۰۱ پر لکھتے ہیں کہ تیمم میں دو ضرب کی احادیث ضعیف اور موقوف ہیں۔ (ہدایہ ص ۱۴۲، ج ۱۔ شرح وقایہ ص ۵۶) یہ چاروں جھوٹ ہیں۔ ہدایہ میں تو لکھا ہے کہ تیمم دو ضرب سے ہے۔ ایک چہرے کے لئے اور دوسری دونوں بازوؤں کے لئے۔ یہی آنخضورؐ کا فرمان مبارک ہے۔

پھر ص۲۱۴ پر لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دوام غلس میں تھا۔ (ہدایہ ص۲۹۲، ج۱) حالانکہ اصل عربی عبارت یہ ہے۔ ویستحب الاسفار بالفجر لقوله علیه السّلام اسفروا بالفجر فانه اعظم للا جر۔ اور مستحب ہے روشنی میں فجر کی نماز پڑھنا کیونکہ حضورؐ کا حکم یہی ہے کہ فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھو اس کا ثواب بہت ہے۔

نیز لکھتے ہیں ترجیع حدیث سے ثابت ہے۔ (ہدایہ ص۲۹۲، ج۱) حالانکہ ہدایہ میں اس کے برعکس (یوں) ہے، لا ترجیع فیه لنا انه لا ترجیع فی المشاهیر، یعنی اذان میں ترجیع نہیں، کیونکہ احادیث مشہورہ میں ترجیع ثابت نہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ اقامت ایک ایک بار ہے (شرح وقایہ) حالانکہ اصل کتاب میں ہے کہ اقامت اذان کے مثل ہے، کیونکہ فرشتے نے اذان اور اقامت ایک جیسی ہی سکھائی تھی۔ اسی کتاب حقیقۃ الفقہ (جو پوری دنیا کے جھوٹوں سے بھری ہوئی ہے) میں یہ جھوٹ بھی درج ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے:

(۲۵۲) سجدۂ سہو، دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد کرے (ہدایہ ص۵۸۴، ج۱۔ شرح وقایہ ص۱۳۹)

(۲۵۳) سجدۂ سہو میں ایک سلام پھیرنے والا بدعتی ہے (ہدایہ ص۵۸۵، ج۱) یہ سب جھوٹ ہیں۔ آپ خود یہ کتابیں اُٹھا کر دیکھیں تو آپ کو حیرت ہوگی کہ ان کتابوں میں ان کے برعکس لکھا ہے۔ غلط باتوں کو ان مستند کتابوں سے منسوب کر کے عوام کو بدھو بناتے ہیں۔

نیز لکھتے ہیں کہ تراویح بیس رکعت کی حدیث ضعیف ہے۔ (ہدایہ ص۵۶۳، ج۱۔ شرح وقایہ ص۱۳۳)

(۲۵۴) تراویح آٹھ رکعت کی حدیث صحیح ہے (شرح وقایہ ص۱۳۳)

(۲۵۵) تراویح مع وتر حدیث سے گیارہ ثابت ہیں۔ (ہدایہ ص۵۶۳، ج۱۔ شرح وقایہ ص۱۳۳)

(۲۵۶) تراویح آٹھ رکعت سنت ہیں، اور بیس رکعت مستحب ہیں۔ (شرح وقایہ ص۱۳۴) یہ چاروں نمبر محض جھوٹ ہیں، وہاں صرف بیس رکعت تراویح کا ذکر ہے۔ ان

چاروں عبارات کی اصل عربی متن کتاب میں دکھادیں تو یکصد روپیہ فی عبارت انعام لیں۔

(۲۵۷) مزید لکھتا ہے کہ صبح کے فرض کے بعد سنتیں پڑھ سکتا ہے۔

(ہدایہ ص ۵۴۲، ج۱۔ شرح وقایہ ص ۸۴)

دونوں کتابوں پر جھوٹ ہے، ان کی عربی عبارت، متن سے دکھانے والے کو میں دوصد روپیہ انعام دوں گا۔ ہے کوئی مرد مجاہد جو ہمارے اس چیلنج کو قبول کر کے انعام حاصل کرے، آگے مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ صبح کی سنت پڑھنے کے بعد داہنی کروٹ لیٹے۔ (ہدایہ شریف ص ۵۴۱، ج۱)

بالکل جھوٹ ہے۔ ہدایہ شریف کے متن میں اصلی عربی عبارت دکھانے والوں کو یک صد روپیہ انعام دیا جائے گا۔

ہم عوام غیر مقلدین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے نام نہاد علماء وعلامہ حضرات کو مجبور کریں کہ وہ ہمارے اس چیلنج کو قبول کریں تا کہ اُمتِ مسلمہ کی صحیح رہنمائی ہو سکے، والسلام!



غیر مقلدین کی کتابیں

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس لامذہب فرقہ کی دنیا میں نہ کوئی اصول کی کتاب ہے، نہ فروع کی مدوّن کتاب جس پر سب غیر مقلدین کا اتفاق ہو۔ یہ لوگ مقلدین کو ابوجہل جیسے مشرک، یہود ونصاریٰ جیسے کافر بھی کہتے اور اُن کے اصول کی کتابوں سے استدلال بھی کرتے ہیں۔ یہ لوگ مذاہب اربعہ کو شیطانی راستے، ان کی فقہ کو خنزیر اور مردار سے بھی بدتر کہتے رہتے ہیں اور اپنے دستر خوان کی رونق بھی اسی خنزیر و مردار سے قائم کرتے ہیں۔ اپنے عوام کالانعام کے سامنے قرآن وحدیث کا نام لے کر ان کو دھوکا دیتے ہیں اگرچہ لامذہب عوام اس جواب پر پھولے نہیں سماتے مگر ہم جب ان سے ان کے اصول وفروع کا سوال کرتے ہیں کہ آیت قرآنی اور ایسی حدیث صحیح، غیر معارض سے یہ مسائل ثابت کرو جس کی صحت میں کلام نہ ہو۔ تو حال یہ ہوتا ہے۔

؎ میاں تم تو کہتے تھے کہ ہم سپر چیریں گے

کونہ تک زور کیا تب بھی نہ ٹوٹا پاپڑ

قرآن وحدیث کا نام سب لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کے بڑے بھائی متنبّی قادیانی بھی قرآن وحدیث کی گردان کرتے تھے۔

عوام کو کہتے ہیں کہ صحاح ستہ ہماری کتابیں ہیں۔ ہم جب پوچھتے ہیں کہ اس دعویٰ کی دلیل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ چھ حضرات آئمہ اربعہ کی تقلید کو شرک وبدعت اور

چا روں اماموں کی فقہ کو مردار اور خنزیر کہتے تھے۔ فقہ کو کوک شاستر کہتے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ دلیل نہیں بلکہ ایک دوسرا غلط دعویٰ ہے۔ یہ چھ (۶) ائمہ، ائمہ اربعہ کے بعد ہوئے ہیں ان کی کتابوں سے تقلید کے شرک وحرام ہونے کا باب نکال کر دکھا دو اور آئمہ اربعہ کی فقہ کے خنزیر ومردار کے مثل ہونے کا باب دکھا دو تا کہ پتہ چلے کہ ان کے اقرار سے مقلدین ائمہ اربعہ کا مشرک، بدعتی، دوزخی، ابدی جہنمی ہونا ثابت ہے اور مستند تاریخی شہادتوں سے بھی یہ ثابت کریں کیونکہ اسلام میں ثبوت کے لئے اقرار شہادت ہی معتبر ہے۔

ہاں اگر آپ کا دعویٰ درست ہے کہ ہماری کتابیں وہ ہیں جو ان بزرگوں نے لکھی ہوں جو تقلید کے منکر ہوں تو ہم نواب صدیق حسن، وحید الزمان، نورالحسن، امام خاں نوشہروی، نذیر حسین دہلوی، ثناء اللہ امرتسری، داؤد غزنوی محی الدین لاہوری وغیرہ کا غیر مقلد ہونا۔ بلکہ غلام احمد پرویز، اسلم جیراجپوری سرسید چکڑالوی، غلام احمد قادیانی کا غیر مقلد ہونا اقرار یا بینہ سے ثابت کر دیتے ہیں تو ان سب کی کتابیں تو یقیناً آپ کی ہوئیں۔ اور کتب احادیث کے بارہ میں آپ ثابت نہیں کر سکتے کہ ان کے مؤلف ایسے ہوں۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ہم اہل حدیث ہیں اس لئے ہر حدیث کی کتاب ہماری ہے تو کیا پہلے قرآن آپ اہل قرآن کو دے کر دستبردار ہو جائیں گے۔ پھر موطا امام محمد، طحاوی زجاجۃ المصابیح وغیرہ حدیث کی کتابیں بھی آپ کی ہوئیں ان سے انکار کرنے والا منکر حدیث ہوا نہ کہ اہل حدیث۔

بہر حال آپ اپنی کتابوں کی وہ فہرست دیں جن کا معتبر ہونا قرآن پاک اور احادیث صحیحہ میں نام بنام صراحۃً مذکور ہو اور جو عہد نبوت اور عہد خلافت راشدہ سے آج تک داخل نصاب رہی ہوں۔

لامذہب لوگ رات دن مقلدین کو کتاب وسنت کا مخالف بھی کہتے ہیں مگر ان کی کتابوں کے سوا چارہ بھی نہیں۔ فتح الباری، نووی سے سرقہ شدہ مسائل کو کتاب وسنت کے مسائل کہتے ہیں۔ ادھر صدیق حسن، نذیر حسین، وحید الزمان وغیرہ کی تمام کتابوں کو کتاب وسنت کے مخالف قرار دے کر مردود قرار دے دیا ہے گویا ائمہ مجتہدین کو تو مصداق

اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ کا مصداق قرار دیا تھا۔ اپنے تمام علماء کو مصداق ضلوا فاضلوا کا بنا دیا۔ مرزائی، منکرین حدیث اور ان لامذہبوں نے اپنے مذہب کی تمام کتابوں کو غلط باطل اور مصداق یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ کا قرار دیا ہے۔ صدیق حسن یہ کہتا ہے کہ یہ سب نبی معصوم کے مسائل ہیں۔ لامذہب کہتے ہیں بالکل جھوٹ یہ سب صدیق حسن کے اپنے گھڑے ہوئے مسائل ہیں۔ اور ان مسائل کو نبی معصوم کے مسائل کہنے والے سب من کذب علی معتمدا (الحدیث) کے مصداق ہیں۔

ایک اور زبردست فریب:

چونکہ ان کے مولوی پہلے حنفی تھے پھر انگریز سے جاگیریں اور وظائف لے کر لامذہب بن گئے اب ان کی کتاب کا حوالہ دیں تو فوراً عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ یہ کتابیں ان کی وہ ہیں جو حنفی ہوتے وقت لکھی تھیں حالانکہ کتابوں میں حنفی فقہ کے مسائل نہیں بلکہ ان کی تردید ہوتی ہے۔

نے فروعت محکم آمد نے اصول
شرمت بادا ز خدا و از رسول

الغرض غیر مقلدین کا کوئی مذہب نہ مکمل نہ مرتب نہ قابلِ تبلیغ، جتنے غیر مقلد اتنے ہی ان کے اجتہادات اتنے ہی مذاہب۔ مگر مکمل مسلک ایک کے پاس بھی نہیں یہ اپنے جس مولوی کا نام بھی لیں۔ آپ ان سے یہ پوچھیں کہ اس مولوی اور اسکی لکھی ہوئی کتابوں پر آپ سب کا اعتماد ہے۔ ہے تو وہ مکمل جماعتی تصدیق لاؤ۔ اگر اس مولوی اور اس کی کتابوں پر خود تمھیں اعتماد نہیں ہے تو دوسروں کو دعوت کیوں دے رہے ہو۔ جب تم لوگوں نے اپنے جاہل عوام بلکہ چکڑالوی، جیراپوری، لاجپوری، جے پوری، روپڑی کو حق دے دیا ہے کہ وہ براہ راست استنباط کریں تو ائمہ مجتہدین سے یہ حق کیوں چھینا جا رہا ہے اگر آپ کہیں کہ وہ استنباط کریں مگر کسی کو دعوت نہ دیں تو غیر مقلدوں کو تقریر تحریر بلکہ تعلیم وتدریس کا حق بھی نہ رہا۔ ان جاہل لامذہبوں کو دوسروں کے اذہان پر ڈاکہ ڈالنے کا کیا حق

ہے خصوصاً جب وہ مصداق ضلوا فاضلوا کا ہیں اہل حدیث زمانہ کی اتباع سنت کی تو یہ حقیقت ہے کہ ان کی نماز کا امام قادیانی، بابی، بہائی، رافضی، پکے منافق و مرتد بھی ہو سکتے ہیں۔ (چاند پوری العدل ص ۳ ۲۵ فروری ۲۹ء) کسی بات کا اناپ شناپ غلط سلط جواب لکھنا بے بنیاد عادی اور جھوٹ در جھوٹ بولتے جانا مرزا صاحب کا کمال تھا یا پھر مولانا ثناء اللہ کی ہمت ہے۔ ان کے بعد تبرائیوں میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا۔

افسوس کہ دنیا میں مرزائیوں، رافضیوں تک کی اصولی امتیازی کتابیں موجود ہیں جن میں ان کے خاص امتیازی مسائل مذکور ہیں اور ان کی جماعت ان کتابوں پر اعتماد کرتی ہے لیکن غیر مقلدین ایک بھی ایسی اصولی کتاب پیش نہیں کر سکے۔

فتویٰ:۔ایک مسلمان شیر فروش کی دکان پر ایک گاہک دودھ لینے گیا خریدار نے بچہ اٹھایا ہوا تھا اس نے پیشاب کر دیا جس کے چند قطرے دودھ میں پڑے دودھ کا رنگ، بُو، مزا کچھ نہیں بدلا اس دودھ کا کیا حکم ہے۔ امام مالک کے نزدیک پاک ہے۔

(اخبار اہل حدیث ۱۳ ار مضان ۱۳۳۷ھ)

ائمہ اربعہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جو تبرائی غیر مقلد ائمہ اربعہ کو مخرب دین۔ دین کے ٹکڑے کرنے والے اور برا خیال کرے اس کا کیا حکم ہے جو شخص ائمہ اربعہ کے مقلدین کو اہل سنت والجماعت سے خارج، مُشرک، ناری جہنمی یہود و نصاریٰ کی مثل کہے۔ اس تبرائی غیر مقلد کا کیا حکم ہے۔

(۱) قرآن شریف کی کیا تعریف ہے نص صریح قطعی الدلالت جواب میں پیش کیجئے علمائے اصول کا قول پیش نہ فرمائیں ورنہ بقول آپ کے آپ کو مشرک بننا پڑے گا۔

(۲) احکام شرعیہ کتنے ہیں ہر ایک کی تعریف کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے منکر یا تارک کا کیا حکم ہے اس کے لئے بھی نص صریح مطلوب ہے۔ فقہاء یا محدثین کی تقلید کا دوپٹہ گلے میں نہ ڈالنا۔

(۳) دلائل شرعیہ کتنے ہیں ہر ایک کی تعریف (قرآن، حدیث صحیح، اجماع۔ اجتہاد) اور اس کے منکر اور تارک کا حکم نص صریح قطعی الدلالت سے بیان فرمائیں۔

(۴) دلالت کی منطقی اقسام، مطابقی، التزامی تضمنی یا دلالت کی اصولی تقسیم، عبارت اشارت، اقتضاء، دلالت یا بیان کی اقسام، تغییر، تبدیل، تفسیر تقریر ضرورت وغیرہ کے قائل ہوں تو ہر ایک کی تعریف اور حکم نص تصریح سے بیان کریں اور اگر نہ مانتے ہوں تو جو لوگ ایسی دلالتوں کے قائل ہیں قرآن وحدیث میں ان کا کیا حکم ہے۔

(۵) تقلید کا کوئی فرد جائز بھی ہے یا نہیں اگر ایجاب جزئی ہے تو کس نص سے اور سلب کی ہے تو کس نص سے۔

(۶) ثبوت شئی بقاء شی کو مستلزم ہے یا نہیں اگر ہے تو کونسی نص صریح قطعی الدلالت ہے اگر نہیں تو رفع یدین کے دوام اور سنیت کی کونسی نص صریح ہے۔

(۷) جن مسائل کا ثبوت بالتصریح قرآن وحدیث میں نہیں ملتا ان کے ثابت کرنے کے لیے کیا طریقہ ہے۔

(۸) قیاس کرنے کے لئے کسی مجتہد کا ہونا ضروری ہے یا ہر مولوی غیر مولوی غیر مقلد قیاس کرسکتا ہے۔

(۹) اگر قیاس کرنے کے لئے مجتہد یا کم از کم مولوی کی ضرورت ہے تو اس مجتہد یا مولوی کی شرائط کتاب وسنت سے لکھیں۔

(۱۰) استنباط واجتہاد کے لئے قرآن وحدیث میں کچھ قواعد واصول بھی ہیں یا نہیں ہیں تو کیا کسی کتاب میں درج ہیں۔

قیاس:

ابن عبدالبر جامع بیان العلم وفضلہ باب اثبات المقائسۃ فی الفقہ میں فرماتے ہیں۔ قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ فجزاء مثل ما قتل من النعم ھذا تمثیل الشئی بعد لہ مثلہ وشبھہ ونظیرہ وھو نفس القیاس عند الفقھاء۔ وطی حلال کا قیاس وطی حرام پر بخاری باب اذا اعرض بنفی الولد۔ روزہ کا ٹوٹنا اور کلی حج اور فرض۔

سوال:۔ ایک حدیث صحیح، صریح غیر معارض مرفوع ایسی پیش کریں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم موجود ہو کہ نماز وتر کی دعائے قنوت میں ہاتھ اُٹھا کر دعائے قنوت پڑھنا

اور پھر منہ پر ہاتھ پھیر کر سجدے میں جانا سنت ہے لیکن فاتحہ کی دعا، بین السجدتین کی دُعا درود کے بعد والی دعا میں ہاتھ اُٹھا کر دعا پڑھنا اور پھر ہاتھ منہ پر پھیرنا منع اور حرام ہے۔

ہم مسلمان جب دھرم بھکشو، راجپال، سوامی دیانند، مرزا کادیانی کی گالیوں سے نہیں ڈرے تو محمد جوناگڑھی جیسے شاتم سے کب ڈرنے لگے۔ پہلے وہ خود اپنا عقیدہ بیان کریں کہ امام اعظمؒ کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔

غیر مقلدین نے اس وقت امت میں فتنہ ڈالا جب شدھی تحریک زوروں پر تھی۔ دوسری طرف کادیانی مجاہدین کا خاکہ اُڑا رہا تھا تیسری طرف نیچری معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء کا مذاق اڑا رہے تھے۔ چکڑالوی انکار حدیث کی تحریک چلا رہے تھے۔ الغرض کفر وارتداد کی آندھی زوروں پر تھی اور مسلمان سلطنت سے محروم ہو چکے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کی مساجد میں انتشار وافتراق کی جہنم گرم کر کے غیر مقلد امت محمدیہ میں فتنہ وفساد برپا کر رہے تھے۔

قرآن وحدیث چودہ سو سال سے ہے۔ صحابہؓ نے بھی پڑھا۔ ائمہ مجتہدین، مفسرین نے بھی، رازی، غزالی، مجدد الف ثانی نے بھی مگر یہ راز کہ قرآن میں اجرائے نبوت اور وفات مسیح کے عقیدے مذکور ہیں مرزا پر منکشف ہوئے اس طرح ائمہ مجتہدین کی تقلید کفر، شرک اور حرام ہے یہ راز ثناء اللہ پر منکشف ہوئے، ہر غیر مقلد رازی اور غزالی ابو حنیفہ سے قرآن کو زیادہ سمجھتا ہے۔

مذاہب اربعہ غیر مقلدین کے نزدیک بنص حدیث شیطانی مذاہب ہیں (بحوالہ ابن ماجہ) ائمہ اربعہ اول من قاس ابلیس کے مصداق ہیں اور احبار ورہبان والی آیات کے مصداق ہیں اور مقلدین یہود ونصاریٰ کی طرح مشرک ابوجہل کی طرح کافر ہیں خصوصاً حنفیہ مرجیہ ہیں بنص حدیث اسلام میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ شاید ان چار لکیروں سے نیچری، مرزائی، چکڑالوی غیر مقلد مراد ہوں۔

☆......☆......☆......☆

غیر مقلدین اپنے اکابر کی نظر میں

غیر مقلدین اپنے امام مجدد نواب صدیق حسن خانصاحب کی نظر میں (م ۱۳۲۰ھ)

نواب صدیق حسن خانصاحب غیر مقلدین کے نزدیک بہت بڑے محقق و مدقق بلکہ مجتہد سمجھے جاتے ہیں۔ غیر مقلدین ان کو عظیم و جلیل شخصیت اور مایہ ناز ہستی قرار دیتے ہیں، ان کی شخصیت پر فخر کرنا اور ان کے کارناموں کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرنا اس فرقہ کے مؤلفین کا دستور و معمول ہے حتی کہ غیر مقلدین کے مشہور عالم مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب عون المعبود ان کو اپنے دور کا مجدد قرار دیتے ہیں۔ (مقدمۃ الحطہ ص ۱۰)

ان کے علمی اور مالی تعاون سے غیر مقلدیت کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا، چنانچہ مشہور منکرِ حدیث حافظ اسلم صاحب جیراجپوری (جنہوں نے غیر مقلد گھرانہ میں جنم لیا، جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں میرے والد صاحب خالص اہلحدیث (غیر مقلد) تھے، نیز لکھتے ہیں۔ ہمارا گھر مقامی اور بیرونی علماء اہلحدیث کا مرجع تھا (نوادرات ص ۳۴۴۔۳۷۱) اسلم صاحب پھر غیر مقلدیت سے ترقی کر کے منکرین حدیث کے امام بنے اور ساری زندگی انکارِ حدیث کی تبلیغ میں ساعی اور کوشاں رہے اور اس کی اشاعت کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے) نواب صاحب کی غیر مقلدیت کی اشاعت کے سلسلہ میں خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

نواب صدیق حسن خانصاحب نے بھوپال سے اس تحریک (تحریک غیر مقلدین) کی مالی اور علمی امداد کی جس سے اس کو عظیم الشان تقویت حاصل ہوئی۔ (نوادرات ص ۳۴۲)

ہندوستان کے ہر حصہ سے غیر مقلد علماء کی نواب صاحب کے دربار میں آمدورفت رہتی، نیز وہ غیر مقلد علماء جو تصنیف و تالیف اور بحث و مباحثہ کے ذریعہ علماء احناف کا مقابلہ کیا کرتے نواب صاحب کی طرف سے ان کی تحسین اور حوصلہ افزائی کی جاتی، نہ صرف حوصلہ افزائی کی جاتی بلکہ ان کی مالی امداد میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا جاتا۔

چنانچہ حافظ جیراجپوری (غیر مقلدین کے گھر کے بھیدی) لکھتے ہیں۔

نواب صاحب کی ذات اور نواب شاہ جہان کی علمی قدردانی کی بدولت بھوپال اس زمانہ کے علماء وفضلا کا مرکز تھا، نیز اقطاع ہند میں جو علماء مقلدین اور کتاب وسنت کی اشاعت کرتے تھے ان میں اکثر بھوپال سے رابطہ رکھتے تھے اور بعض کو امداد بھی ملتی تھی اسی وجہ سے ہندوستان کے ہر حصہ سے اس جماعت کے اہل علم کی وہاں آمدورفت رہتی تھی۔ (نوادرات ص ۳۴۳)

نواب صاحب کے اس مختصر تعارف کے بعد اب احقر غیر مقلدین کے بارہ میں نواب صاحب کے خیالات عالیہ اور فرمودات غالیہ پیش کرتا ہے۔

نواب صاحب نے اپنی جماعت میں جو نقائص و خسائس دیکھے انہیں بلاکم وکاست پوری دیانت داری اور صاف گوئی سے قلم و قرطاس کے حوالہ کردیا ہے۔

نواب صاحب کے خیالات عالیہ اور فرمودات غالیہ ملاحظہ ہوں۔

نواب صاحب کے خیالات و فرمودات غیر مقلدین کے بارہ میں

نواب صاحب اپنی مشہور تالیف ''الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ'' میں غیر مقلدین کی ناپسندیدہ حرکات اور طریق کار کا محاسبہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

---

(۱) غیر مقلدین کی پیدائش کا زمانہ نواب صدیق حسن خان صاحب کا دور حکومت ہے

فقد نبتت فی هذا الزمان فرقة ذات سمعة ورياء تدعى لانفسها علم الحديث والقرآن والعمل بهما مع العلاة فی كل شان مع انها ليست فی شیء من اهل العلم والعمل والعرفان فان لجهلها عن العلوم الألية لابلمنها لطالب الحديث فی تكميل هذا الشان وبعدها من الفنون العالية التی لا مندوحة لسالک طريق السنة عنها فضلا عن كمالات اخریٰ. (الحطه ۱۵۳)

(شائع کردہ اسلامی اکادمی لاہور)

اس زمانہ میں ایک ریاکار اور شہرت پسند فرقہ نے جنم ﴿۱﴾ لیا ہے جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لئے قرآن وحدیث کے علم اور ان پر عامل ہونے کا دعویدار ہے حالانکہ علم وعمل اور عرفان سے اس فرقہ کو دور کا واسطہ اور تعلق بھی نہیں اس لئے کہ یہ گروہ علوم آلیہ سے جاہل ہے جن کی واقفیت طالب حدیث کے لئے نہایت ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ فرقہ علوم عالیہ سے بھی جاہل ہے کہ طریق سنت پر چلنے کے لئے جن کے بغیر چارہ کار نہیں، جب یہ لوگ علوم آلیہ ﴿۱﴾ اور علوم عالیہ سے جاہل ہیں تو دوسرے علوم اور کمالات سے یہ کیسے اور کیونکر متصف ہو سکتے ہیں۔

نواب صاحب چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں۔

ولذلک تراهم يقتصرون منها على النقل ولا يصرفون العناية الیٰ فهم السنة ويظنون ان ذلک يكفيهم وهيهات بل المقصود من الحديث فهمه وتدبر معانيه دون الاقتصار على مبانيه.

(الحطه ص ۵۳)

اسی لئے ان لوگوں کو دیکھو گے کہ یہ حضرات محض الفاظ حدیث کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں اور حدیث شریف کے فہم اور اس کے معانی ومفاہیم میں غور وخوض کی طرف متوجہ اور ملتفت نہیں ہوتے اور اس زعم فاسد اور ظن باطل میں مبتلا ہیں کہ محض الفاظ کا نقل کر لینا ہی ان کی نجات اور سرخروئی کے لئے کافی اور وافی ہے حالانکہ یہ خیال باطل حقیقت سے کوسوں دور ہے کیونکہ حدیث سے مقصود حدیث کا سمجھنا اور اس کے معانی ومفاہیم میں تدبر وتفکر کرنا ہے نہ کہ صرف الفاظ حدیث کی نقل پر اکتفا کرنا۔

﴿۱﴾ وہ علوم جو قرآن وسنت سیکھنے کیلئے ذریعہ اور آلہ ہیں جیسے صرف، نحو اور لغت وغیرہ

کچھ سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

ولا یعرفون من فقه السنة فی المعاملات شینا قلیلاً ولا یقدرون علی استخراج مسئلة واستنباط حکم علی اسلوب السنن واهلیها وهم اکتفوا عن العمل بالدعاوی اللسانیة وعن اتباع السنة بالتسویلات الشیطانیة ثم اعتقدوها عین الدین فقد اختبرت ایاهم مراراً فما وجدت احدًا یرغب فی طریق الصالحین او لیسیر سیرة المؤمنین بل وجدت جملتهم منهمکین فی الدنیا الدنیة مستغرقین فی زخارفها الردیة جامعین للجاه والمال طامعین فیه من دون مبالاة الحلال والحرام خلاة الاذهان عن حلاوة الاسلام قسلة القلب بالنسبة الی المسلمین.	اور یہ لوگ معاملات کے بارے میں حدیث کی سمجھ اور سوجھ بوجھ سے بالکل عاری اور بے بہرہ ہیں، سنن اور اصحابِ سنن کے اسلوب اور طریق پر کسی ایک مسئلہ کے استخراج اور کسی ایک حکم کے استنباط پر بھی قادر نہیں ہیں اور یہ لوگ حدیث پر عمل کرنے کی بجائے زبانی جمع خرچ پر اور سنت کے اتباع کی جگہ شیطانی تسویلات پر اکتفا کرتے ہیں اور اس کو عین دین تصور کرتے ہیں۔ میں نے انہیں بار ہا آزمایا پس میں نے ان میں سے کسی کو سلف صالحین اور مومنین کے طریق کار اور سیرت کو اپناتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ میں نے سب (غیر مقلدوں) کو کمینی دنیا میں منہمک اور اس کے ردی ساز وسامان میں مستغرق پایا نیز مرتبہ وجاہ اور مال ومنال کے جمع کرنیوالے، اور حلال وحرام کی تمیز کے بغیر اس کی طلب میں سرگرداں پایا۔ نیز اسلام کی حلاوت، مٹھاس اور شیرینی سے خالی الذہن اور عام مسلمانوں کی نسبت بہت سنگدل پایا۔ (الحطہ ص ۱۵۱)
آگے لکھتے ہیں:	
وکیف یفلح قوم یخالف	وہ جماعت کامیابی اور فوز وفلاح سے کیسے

قولهم فعلهم وفعلهم قولهم يقولون عن خير البرية وهم شر البرية. (الحطہ ص ۱۵۴)	ہمکنار ہو سکتی ہے، جس کا قول اس کے فعل کے اور اس کا فعل اس کے قول کے مخالف و منافی ہے، جو سرور کائنات ﷺ کے اقوال و احادیث تو نقل کرتے ہیں (لیکن ان پر عمل نہ کرنے کی بناء پر) یہ لوگ ساری کائنات میں بدتر اور شریر ہیں۔

اس کے بعد نواب صاحب غیر مقلدین کے حسب حال دو شعر نقل کرتے ہیں جن کا ماحصل اور لب لباب یہ ہے کہ غیر مقلدین کی مثال اس عیار و مکار اور ریاکار عابد و زاہد کی سی ہے جو زہد و تقدس کا مظاہرہ کرنے میں بڑا ہوشیار اور شاطر تھا، جہنم اور اس کے احوال کو بیان کیا کرتا۔ سونے چاندی کے ظروف میں کھانے پینے کو مکروہ جانتا لیکن موقع ملنے پر چاندی کے ظرف چرانے میں بھی کوئی باک اور خوف محسوس نہ کرتا۔ یہ مثال بیان کرنے کے بعد نواب صاحب تحریر کرتے ہیں۔

فياللّٰه للعجب من ان يسمون انفسهم الموحدين المخلصين وغيرهم بالمشركين المبتدعين وهم اشد الناس تعصباً وغلوا فی الدين. (ص ۱۵۴)	یہ امر انتہائی تعجب و حیرت کا باعث ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص موحد گردانتے اور اپنے سوا مسلمانوں کے سب مکاتب فکر کو مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ لوگ سب سے زیادہ غالی اور متشدد ہیں۔

کچھ سطروں کے بعد تحریر کرتے ہیں۔

والمقصود ان هولاء القوم رؤيتهم قذاء العيون وشجى الحلوق وكرب النفوس وحمى الارواح وغم الصدور و مرض القلوب ان انصفتهم لم تقبل طبيعتهم الانصاف	مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں (غیر مقلدوں) کا دیکھنا آنکھوں کی چبھن، حلقوں کی (گلوں) گھٹن، جانوں کے کرب اور دکھ، روحوں کے بخار، سینوں کے غم اور دلوں کی بیماری کا باعث اور سبب ہے، اگر تم ان سے انصاف کی بات کرو تو ان کی طبیعتیں انصاف قبول کرنے سے انکار

......قد انتکست قلوبهم وعمیٰ علیهم مطلوبهم.
(ص ۱۵۵)

کریں گی۔ ان کے دل اوندھے ٹیڑھے اور کج ہو چکے ہیں اور ان کا مقصد ان کی آنکھوں سے مخفی اور اوجھل ہو چکا ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں

فما هذا دین ان هذا الا فتنة فی الارض و فساد کبیر.
(ص ۱۵۵)

ان کا یہ طرز عمل اور طریق کار دین اسلام کے تقاضوں کے یکسر منافی ہے اور یہ لوگ زمین میں فساد کبیر اور فتنہ عظیم ہے۔

ولو کان لهولاء اخلاص فی القول والعمل وحرص علی العلم النافع عندمجیٔ الاجل وخیفه من الحی القیوم وحیاء من النبی المعصوم لزهدوا فی اوساخ الاموال ولاستنکفوا عن التنری مبزی الصلحاء لصید الجهال ولا یرضوا بالعاجل عن الاجل فلا یأکلوا مال المسلم بالباطل ولا یکتفوا من علم الحدیث علیٰ رسمه ومن العمل بالکتاب علیٰ اسمه

اگر یہ لوگ قول و عمل میں مخلص ہوتے اور موت کے بعد نفع دینے والے علم پر حریص ہوتے اور انہیں خدائے حی و قیوم کا خوف دامن گیر ہوتا اور نبی معصوم ﷺ کی شرم و حیا ہوتی تو یہ لوگوں کے مالوں کی میل کچیل میں رغبت نہ کرتے اور جاہلوں کے شکار کے لئے صلحاء کا روپ نہ دھارتے اور عقبیٰ کے بجائے دنیائے دنی پر راضی نہ ہوتے اور مسلمانوں کا مال باطل طریقوں سے نہ کھاتے اور حدیث پر عمل کرنے کے بجائے محض اس کے نشان پر اور کتاب اللہ پر عمل کے بجائے محض اس کے نام پر اکتفا نہ کرتے۔

....

ولا یصحبوا اهل الدنیا لیلاً و نهارًا ولا یروا غیره تعالیٰ للمهام مداراً.
(ص ۱۵۵)

اور رات دن دنیا داروں کی صحبت اختیار نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ماسویٰ کو اپنے اہم امور میں ملجا اور مدار نہ بناتے۔

پھر کچھ سطروں بعد لکھتے ہیں

لا ومقلب القلوب وعلام الغیوب ان المومن الذی یخاف مقامه بین یدی اللّٰه تعالیٰ لا یجترئ ابدًا مثل ذلک الاجتراء ولا یرضی سرمدًا من نفسه المنصفة سبرة هولاء وقانا اللّٰه تعالیٰ و جمیع المسلمین عن زیغ هؤلاء الطلبة للدنیا فی سرادق الدین و حفظنا و سائر المتقین عن المداهنة والنفاق والوقاحة وصحبة الجاهلین.

(ص۱۵۶)

دلوں کو پھیرنے والے اور غیبوں کو جاننے والے خدائے بزرگ و برتر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے سے خائف ہے وہ ان لوگوں جیسی جرات نہیں کرسکتا اور اس کا منصف نفس ان لوگوں کی سیرت سے کبھی بھی راضی نہیں ہوسکتا ، اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو ان لوگوں کی گمراہی اور کجی سے بچائے جو دین کے پردے میں دنیا کے طالب ہیں اور حق تعالیٰ ہمیں اور سب اہل تقویٰ کو مداہنت (سہل انگاری) نفاق ، بے شرمی و بے حیائی اور جاہلوں کی صحبت سے بچاوے۔ (آمین)

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ نواب صاحب کے قلم برق رقم نے کس صفائی اور سچائی سے اپنی جماعت کی تاریخ پیدائش بیان کی اور اس کی خامیوں اور نقائص کی نشاندہی کی ہے، حقیقتیں اور صداقتیں کس طرح ان کی نوک قلم سے سطح قرطاس پر بکھرتی اور نکھرتی چلی گئی ہیں۔

نواب صاحب کے مقالہ کے مذکورہ اقتباسات سے درج ذیل حقائق اور نتائج آشکارا ہوئے۔

۱...... یہ فرقہ ایک نوخیز اور نومولود فرقہ ہے، اس کی تاریخ پیدائش نواب صاحب کا زمانہ یعنی تیرھویں صدی ہے، اس فرقہ نے نواب صاحب کے زمانہ میں جنم لیا۔

۲...... یہ لوگ قرآن وحدیث کے علوم سے یکسر ناواقف اور بالکل بے بہرہ ہیں۔

۳...... یہ لوگ حدیث کے ظاہری الفاظ کو طوطے کی طرح رٹ لیتے ہیں لیکن احادیث کے معانی و مفاہیم اور حقائق و دقائق کے سمجھنے کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے۔

۴...... یہ لوگ سلف صالحین کے طریقہ سے منحرف اور دنیائے دوں، مرتبہ و جاہ اور مال و منال کی طلب میں حلال و حرام کی تمیز کے بغیر سرگرداں ہیں۔

۵...... ان کی طبیعتیں انصاف قبول کرنے کی صلاحیت سے یکسر محروم اور ان کے قلوب خلوص وللّٰہیت سے بالکل خالی ہیں۔

۶...... یہ لوگ خدائے تعالیٰ کے خوف، آخرت کی مسؤلیت کے احساس اور نبی معصوم ﷺ کی شرم وحیاء سے عاری اور بے نصیب ہیں۔

۷...... علماء کا روپ دھار کر جاہلوں کے مالوں کو لوٹنا اور ان کی عزتوں سے کھیلنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔

۸...... کتاب وسنت کی تعلیمات وہدایات سے اعراض اور غیر اللہ کو اپنا ملجاو ماوئی بنانا ان کا امتیازی نشان ہے۔

۹...... یہ لوگ علوم عالیہ وآلیہ سے جاہل اور ناواقف ہیں۔

۱۰...... یہ لوگ بڑے ریاکار اور شہرت پسند ہیں۔

۱۱...... یہ لوگ آخرت کے بجائے دنیائے دوں کے حظوظ و لذائذ پر قانع ہیں۔

غیر مقلدین، مشہور غیر مقلد عالم مولوی محمد شاہجہانپوری کی نظر میں

مولوی محمد شاہ جہانپوری غیر مقلدوں کے بڑے عالم اور محقق ہیں۔ ان کی معروف کتاب ''الارشاد الی سبیل الرشاد'' غیر مقلدوں کے نزدیک بڑی معرکۃ الآراء اور معیاری کتاب ہے اور یہ حضرات اس کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہیں۔

مولوی صاحب موصوف اس کتاب میں لکھتے ہیں۔

'' کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں، پچھلے زمانہ میں شاذ ونادر اس خیال کے

لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے، اپنے آپ کو تو وہ اہلحدیث یا محمدیؒ یا موحد کہتے ہیں مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لا مذہب لیا جاتا ہے۔'' (الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۱۳)

دیکھئے مولوی محمد صاحب شاہجہانپوری نے کس وضاحت اور صراحت سے اس حقیقت کا اعتراف واقرار کیا ہے کہ غیر مقلدوں کا مذہب ایک نامانوس مذہب و مسلک ہے، اس مذہب سے لوگ بالکل ناآشنا، ناواقف اور غیر متعارف تھے، اس مذہب کا نام ابھی تھوڑے دنوں سے سننے میں آیا ہے۔

اگر یہ فرقہ نوخیز اور نومولود نہ ہوتا بلکہ قدیم سے چلا آرہا ہوتا تو لازماً لوگ اس کے نام سے آشنا ہوتے، اس کی خدمات سے واقف ہوتے، اس کے خیالات وحالات سے مانوس ہوتے، اس کے نظریات وآراء سے روشناس ہوتے۔ لیکن لوگوں کا اس فرقہ سے بالکل ناآشنا اور ناواقف ہونا اس کے نوخیز اور نومولود ہونے پر قطعی دلالت کرتا ہے۔

غیر مقلدین اپنے گھر کے بھیدی اور محرم راز اسلم جیراجپوری کی نظر میں

مشہور منکر حدیث حافظ اسلم جیراجپوری جو غیر مقلدین کے گھر کے بھیدی اور محرم راز ہیں اس لئے کہ یہ صاحب پہلے غیر مقلد تھے جیسا کہ اسلم صاحب اپنے خاندانی پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والد صاحب اگرچہ خالص اہلحدیث تھے۔ مگر ان میں تعصب مطلق نہ تھا۔

(نوادرات ص ۳۷۱ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام رابسن روڈ کراچی)

نیز لکھتے ہیں:۔

ہمارا گھر مقامی اور بیرونی علماء اہلحدیث کا مرجع تھا۔ (نوادرات ص ۳۴۴) غیر مقلد علماء کی ان کے گھر بکثرت آمد ورفت کا یہ تلخ ثمرہ برآمد ہوا کہ اسلم صاحب اسلام ہی کو سلام کر بیٹھے اور اپنے قلم کی توانائیاں اور جولانیاں الحاد وارتداد اور لادینیت اور

زندقہ پھیلانے اور انکار حدیث پر جھوٹے دلائل وضع کرنے اور تراشنے میں صرف کرتے رہے۔

ناظرین کرام! اب آپ غیر مقلدین کے محرم راز اور واقفِ اسرار جناب اسلم صاحب کی تحقیق انیق ملاحظہ فرمائیں۔ اسلم صاحب لکھتے ہیں۔

پہلے اس جماعت نے اپنا کوئی خاص نام نہیں رکھا تھا۔ مولانا شہید کے بعد جب مخالفوں نے ان کو بدنام کرنے کے لئے وہابی کہنا شروع کیا تو وہ اپنے آپ کو محمدی کہنے لگے پھر اس کو چھوڑ کر اہلحدیث کا لقب اختیار کیا جو آج تک چلا آتا ہے۔

(نوادرات ص ۳۴۳)

اسلم صاحب (جو گھر کے بھیدی ہیں) کی تحقیق بلکہ شہادت سے بھی یہ حقیقت پوری طرح واضح اور بے نقاب ہوگئی ہے کہ یہ جماعت نوخیز اور نومولود ہے، جس طرح نومولود بچے کی پیدائش کے بعد اس کا نام رکھا جاتا ہے (بعض علاقوں میں رواج ہے کہ وہ چھ سات دن بعد بچے کا نام رکھتے ہیں) اسی طرح یہ جماعت چونکہ نومولود تھی اس لئے اس کا نام بھی نہیں رکھا گیا تھا، جب اس کی پیدائش اور ولادت پر کچھ وقت گزر گیا تو پہلے اس کا نام محمدی رکھا گیا لیکن ان لوگوں کو یہ نام پسند نہ آیا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف نسبت ان کو ذرہ بھر نہ بھائی تو یہ فرقہ اس نام کو چھوڑ کر اہلحدیث کے لقب سے ملقب ہوا اور باقاعدہ انگریز سے اس نام کی الاٹمنٹ کرائی۔

غیرمقلدین محدث اعظم شہیر فی الآفاق مولاناشاہ محمد اسحٰق صاحب دھلوی

(متوفی رجب ۱۲۶۳ھ ۱۸۴۶ء) جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی (متوفی ۷ شوال بروز شنبہ ۱۲۳۹ھ) **کی نظر میں**

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے تمام غیر مقلد سوانح نگار، مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلویؒ کو میاں صاحب کا استاد خاص قرار دیتے ہیں، بطور نمونہ احقر ایک

حوالہ پیش کرتا ہے۔ الحیات والممات کا مصنف لکھتا ہے۔

میاں صاحب نے صحاح ستہ، تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی، کنز العمال، جامع صغیر للسیوطی شاہ اسحٰق دہلویؒ سے پڑھیں۔ یہ کتابیں پڑھنے کے بعد میاں صاحب تیرہ برس کی مدت مدید تک شب و روز مولانا موصوف کی بابرکت صحبت سے برابر مستفیض ہوتے رہے۔ (الحیات بعد الممات ص ۴۳)

غیر مقلدین کے نزدیک محدث کبیر حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب دہلویؒ چونکہ میاں صاحب کے خاص الخاص استاذ ہیں اس لئے حضرت شاہ صاحب کی رائے گرامی غیر مقلدین کے بارہ میں بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے)

ائمہ اربعہ کے اتباع سے انکار کرنے والا گمراہ ہے

شہیر فی الآفاق حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

کسے کہ حقیقت مذاہب اربعہ نداند و انکار اتباع ایشاں کند آں کس ضال است۔ (تنبیہ الضالین ص ۳۶)	جو شخص ائمہ اربعہ کے مذاہب کو برحق نہ جانے اور ان کے اتباع سے انکاری ہو وہ شخص ضال یعنی گمراہ ہے۔

میاں صاحب کے استاد اور خسر مولانا عبدالخالق صاحب شاہ صاحب کے اس فتوٰی کی تشریح میں رقمطراز ہیں۔

یعنی بعض صورتوں میں وہ کافر ہے اور مبتدع خبیث اور بعض صورتوں میں فاسق، اور لفظ ضال عام ہے کافر اور مبتدع اور فاسق کے لئے چنانچہ قرآن شریف میں تینوں قسموں پر ضال کا اطلاق کیا گیا ہے۔ (تنبیہ الضالین ص ۳۷)

جو شخص ائمہ اربعہ کی تقلید کو بدعت کہے اس کی فرضی اور نفلی نماز مقبول نہیں

(حضرت شاہ اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:)

''مأتہ مسائل'' حضرت مولانا شاہ اسحٰق صاحبؒ دہلوی کی ایک مشہور اور محققانہ علمی کتاب ہے۔جس میں حضرت شاہ صاحبؒ نے تیموری خاندان کے بعض شاہزادگان و صاحبزادگان کے سوالات کے علمی اور تحقیقی جوابات زیب قرطاس فرمائے ہیں۔

مأتہ مسائل کا باسٹھواں سوال ائمہ اربعہ کے مقلدین کو بدعتی کہنے کے بارہ میں ہے۔حضرت شاہ صاحب نے اس سوال کا جو جواب دیا ہے وہ اس قابل ہے کہ غیر مقلدین اس کو آویزہ گوش بنائیں۔

ذیل میں احقر یہ سوال و جواب نقل کرتا ہے۔

سوال شصت و دوم (باسٹھواں سوال)

مقلد ایشاں را بدعتی گویند یا نہ؟	ائمہ اربعہ کے مقلدین کو بدعتی کہنا جائز ہے یا نہیں
جواب	**جواب**
ہرگز مقلد ایشاں را ہرگز بدعتی نخواہند گفت زیرا کہ تقلید ایشاں را تقلید حدیث شریف است بس متبع حدیث را بدعتی گفتن ضلال و موجب نکال است	ائمہ اربعہ کے مقلدین کو ہرگز ہرگز بدعتی نہیں کہنا چاہیے اس لئے کہ ان کی تقلید حدیث شریف کی تقلید ہے پس متبع سنت کو بدعتی کہنا ضلال (گمراہی) اور باعث وبال ہے (مائۃ مسائل ص ۹۳)

اس کے بعد تریسٹھواں سوال یہ ہے کہ

سوال شصت و سوم

بر تقدیر بدعتی گفتن نماز و نفل ایشاں مقبول شد یا نہ؟	ائمہ اربعہ کی تقلید کو بدعت کہنے کی صورت میں غیر مقلدوں کی نماز اور نوافل مقبول ہیں یا مردود۔

جواب

برتقدیر بدعتی گفتن زائل شد مقلدین کو بدعتی کہنے کی صورت میں ان کی
پس آنچہ برآں مرتب بودہ آں نماز اور نوافل ضائع ہو کر بکھرے ہوئے
ہم مثل ہباءً منثورًا گردید۔ ذرات کی شکل اختیار کر گئے یعنی ان کی نماز
اور نوافل بالکل بیکار اور باطل ہو گئے، ان پر
کوئی ثواب مرتب نہیں ہوگا۔ (مائۃ مسائل ص ۹۳)

غیر مقلدین، مفتی ھند مولانا مفتی صدر الدین صاحب دہلوی استادِ خاص نواب صدیق حسن خانصاحب کی نظر میں

مولانا مفتی صدر الدین صاحب دہلوی جناب نواب صدیق حسن خانصاحب کے خاص الخاص استاد ہیں۔

چنانچہ نواب صاحب کی مشہور کتاب ''الحطہ'' کا مقدمہ نگار ''وشیوخہ'' (نواب صاحب کے اساتذہ) کا عنوان قائم کر کے لکھتا ہے۔

منهم الشيخ الامام محمد صدر الدين خان مفتي بلدة دهلي' من تلامذة الشيخ الكامل مولانا المرحوم الشيخ عبدالعزيز واخيه رفيع الدين

نواب صاحب کے اساتذہ میں سے ایک شیخ امام مولانا صدر الدین خان صاحب ہیں بلدۂ دہلی کے مفتی جو کہ شیخ کامل مولانا الشاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اور ان کے بھائی شاہ رفیع الدین صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں۔ مقدمۃ الحطہ ص ۱۰

ناظرین کرام! اب ذیل میں نواب صاحب کے استاد خاص مفتی صدر الدین خان صاحب کی رائے گرامی ملاحظہ فرمادیں۔ فرماتے ہیں۔

کسیکہ مذہب یکے از ائمہ اربعہ اختیار کند آں متبع است سنت رسول اللہ ﷺ وشخصے عامی بلکہ عالم را نیز کہ بمرتبہ اجتہاد نرسیدہ باشد تقلید یکے از مجتہدانِ امت واجب است وبالفعل مذاہب اربعہ از مجتہدین امت مشہور و متواتر و مقبول و مدون ومنقول است پس تقلید یکی را از یں چہار ائمہ اختیار باید کرد ومنکران حقیقت مذاہب اربعہ وبدعت گویندان تقلید ضال و مضل اندوھم اضلوا کثیراً وضلوا عن سواء السبیل	جو شخص کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب میں سے کسی مذہب کو اختیار کرتا ہے وہ سنت رسول اللہ ﷺ کا متبع اور پیروکار ہے، عام آدمی بلکہ اس عالم کے لئے بھی جو مرتبہ اجتہاد پر فائز نہ ہوا ہو، امت کے مجتہدوں میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرنا واجب اور ضروری ہے، مجتہدین امت کے چار مذاہب بالفعل (فی الحال) مشہور و متواتر اور مدون و منقول ہیں۔ پس ان چار اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید اختیار کرنی چاہیے ، مذاہب اربعہ کی حقانیت کے منکر اور تقلید کو بدعت کہنے والے خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنیوالے ہیں۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور خود بھی راہ راست سے بھٹک گئے ہیں۔
(تنبیہ الضالین ص ۴۵)	

غیر مقلدین اپنے شیخ الکل شمس العلماء میاں نذیر حسین دھلویؒ کے استاذ اور خسر مولانا عبدالخالق صاحب (التوفی ۱۲۶۱ھ) کی نظر میں

مولانا عبدالخالق صاحب میاں صاحب کے بڑے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، میاں صاحب نے ان سے کافی علمی استفادہ کیا ہے "تراجم علماء اہلحدیث ہندؒ" اور "الحیات بعد الممات" کے مؤلفوں کے مطابق میاں صاحب نے مولانا موصوف سے کافیہ، قطبی، مختصر المعانی، شرح وقایہ، نور الانوار اور حسامی پڑھی ہیں۔

(الحیات بعد الممات ص ۳۷، وتراجم علماء اہلحدیث ہند ص ۱۳۶ ج ۱)

ان کتب کے علاوہ میاں صاحب نے مولانا عبدالخالق صاحب سے انتہائی کتب درسیہ بھی پڑھی ہیں چنانچہ نتائج التقلید کا مصنف لکھتا ہے۔

ابتدائی کتب درسیہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب ہندوستان کے پایہ تخت دہلی پہنچے اور مولانا عبدالخالق صاحب شاگرد رشید مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی اور حضرت شاہ اسحٰق صاحب دہلوی نور اللہ مرقدھما کی خدمت میں حاضر ہوکر انتہائی کتب درسیہ شروع کیں۔ (نتائج التقلید ص ۱۳)

میاں صاحب دورہ کے اسباق میں سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم شریف پہلے مولانا عبدالخالق صاحب سے پڑھتے پھر دوسرے دن یہی اسباق حضرت شاہ اسحٰق صاحب سے پڑھتے۔ چنانچہ مؤلف مذکور لکھتا ہے۔

"کتاب وسنت کی تعلیم حاصل کرنے کا طریقہ بھی خداوند کریم نے آپ کو عجیب اور نرالا القاء فرمایا، وہ یوں کہ ایک دن پہلے عصر وشام کے درمیان وہی سبق بخاری ومسلم حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سے پڑھتے اور دوسرے دن وہی سبق اپنے وقت کے مشہور امام ومحدث حضرت مولانا شاہ اسحٰق صاحب سے پڑھتے۔ (نتائج التقلید ص ۱۳)

مولانا عبدالخالق صاحب نہ صرف میاں صاحب کے استاذ ہیں بلکہ خسر بھی ہیں چنانچہ مولوی فضل حسین صاحب بہاری لکھتے ہیں۔

عنفوان شباب میں آپ دہلی پہنچے، مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ و اراکین دہلی سے تھے کے مکان پر ٹھہرے، پانچ برس تک تحصیل علم میں مصروف رہے اور تقریباً چھ برس کے بعد مولانا ممدوح نے اپنی صاحبزادی سے آپ کی شادی کردی۔ (الحیاۃ بعد المماۃ ص ۲۲۸ مکتبہ شعیب حدیث منزل کراچی نمبر ۱)

میاں صاحب کے استاد اور خسر ہونے کی بناء پر مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت غیر مقلدین کے بارہ میں نہایت وقیع اور زبردست ہے۔

مولانا عبدالخالق صاحب نے جب اپنی دختر نیک اختر کی شادی میاں صاحب

سے کی اس وقت میاں صاحب کی وہابیت اور غیر مقلدیت ظاہر و باہر نہیں ہوئی تھی بلکہ تقیہ کے دبیز پردوں میں مستور و محجوب تھی۔ ورنہ مولانا میاں صاحب سے اپنی لڑکی کی شادی ہرگز ہرگز نہ کرتے کیونکہ مولانا عبدالخالق صاحب غیر مقلدوں کے بہت سخت خلاف تھے جیسا کہ مولانا کی مشہور ''غیر مقلدیت شکن'' کتاب ''تنبیہ الضالین'' کے درج ذیل اقتباسات سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہوگی۔

اس فرقہ نواحداث کا بانی عبدالحق بنارسی ہے

مولوی عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلدوں کے بارہ میں رقمطراز ہیں۔

(۱)...... سوبانی مبانی اس فرقہ نواحداث (غیر مقلدین) کا عبدالحق ہے جو چند دنوں سے بنارس میں رہتا ہے اور حضرت امیر المؤمنین (سید احمد شہید) رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی ہی حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا اور علماء حرمین معظمین نے اس کے قتل کا فتویٰ لکھا مگر کسی طرح بھاگ کر وہاں سے بچ نکلا۔ (تنبیہ الضالین ص۱۳)

(۲)...... اگر حضرت امیر المؤمنین (سید احمد شہیدؒ) اس زمانہ میں ہوتے تو ان نئے مذہب والے مفسد گمراہوں غیر مقلدوں کا وہی حال کرتے جو ان کے پیشوا عبدالحق کا کیا تھا یعنی مردود کہتے اور نکلوا دیتے۔ اور بھلا جو انمرد اور دیندار ہیں تو جہاں مسلمانوں کی ریاست اور حکومت ہے جیسا کہ مکہ، مدینہ، روم، شام، بلخ اور بخارا وہاں تو ایسی باتیں ظاہر کریں، دیکھیں تو کیا ہوتا ہے۔ سوائے لات، جوتی اور قتل و قید کے اور کچھ ان کے نصیب نہ ہوگا۔ اور نئے مذہب والوں (غیر مقلدوں) میں اکثر ایسے بداصل اور رذیل النفس بہرے ہیں کہ نہ علم ہے نہ فضل۔ (تنبیہ الضالین ص۹)

(۳)...... یہ لوگ (غیر مقلدین) جاہلوں سے اپنے تئیں مولانا اور محدث اور محی السنۃ اور قامع البدعت کے خطاب کی شہرت دیتے ہیں۔ اے بھائی مسلمانو! یہ زمانہ فساد کا ہے اور یہ لوگ آخری زمانہ کے نائب دجال ہیں یعنی باطل کو حق میں ملانے والے۔ (تنبیہ الضالین ص۷)۔

(۴)......اب اے بھائیو! ان کی چکنی چکنی باتوں پر نہ بھولیو اور ان کے وعظ و نصیحت پر نہ دھوکہ کھائیو! یہ لوگ (غیر مقلدین) رہزن ہیں، نان کھائیں گے ایمان کھودیں گے (چھینیں گے) ان سے مقدور بھر الگ ہی رہو اور خوب بچ کر نکلو اور ایسے لوگوں کے ذلیل کرنے اور نکال دینے میں مطابق حکم خدا اور رسول کے بڑا ثواب ہے کیونکہ یہ لوگ بڑے فسادی ہیں اور مکار۔ (تنبیہ الضالین ص ۱۲)

(۵)...... یہ نئے مذہب والے (غیر مقلد حضرات) کسی مذہب کو نہیں مانتے، اجماع کے مخالف ہیں، ان کو محمدی خالص جاننا عین ضلالت ہے، ہاں ویسے محمدی ہونگے جیسے عبداللہ بن سبا اور حجاج بن یوسف ثقفی، (تنبیہ الضالین ص ۳۹)

(۶)...... یہ لوگ اپنے آپ کو محمدی اور دوسرے مذاہب والوں کو ناقص محمدی اور بدعتی کہتے ہیں۔ (تنبیہ الضالین ص ۳۲)

(۷)......لوگوں سے کہتے ہیں کہ ہم محمدی ہیں اور حقیقت میں محمدیوں کے خلاف ہیں (تنبیہ الضالین ص ۱۳)

(۸)......فرقہ گمراہ کہ جو منکر تقلید ائمہ اربعہ کے ہیں اور نیا طریقہ انہوں نے اختیار کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم محمدی ہیں۔

(۹)......اور یہ فرقہ غیر مقلدین چاروں مذاہب کے حق ہونے پر انکار رکھتا ہے اور علماء کے اجماع کو خلاف جانتا ہے اور چاروں اماموں کی تقلید کو بدعت کہتا ہے۔

(تنبیہ الضالین ص ۳۳)

(۱۰)......اور ان کا مذہب اکثر باتوں میں روافض سے ملتا ہے جیسا روافض پہلے رفع یدین اور آمین بالجہر اور قرأۃ خلف الامام کے مسئلے امام شافعیؒ کی دلیلوں سے ثابت اور ترجیح دیکر عوام کو خصوصاً حنفی مذہب والے کو شبہ میں ڈالتے ہیں پھر جب یہ بات خوب اپنے معتقدوں کے ذہن نشین کر چکے تب آگے اور مسئلوں میں متشکی اور متردد بناتے ہیں۔ (تنبیہ الضالین ص ۵)

(۱۱)......بعضے کم علم لوگوں نے حضرت کی خبر شہادت کے بعد اپنی ناموری اور جاہلوں

میں عزت بڑھانے کواور دین کے پردہ میں دنیا کمانے کواور ایک گروہ اپنا علیحدہ مقرر کر لینے کواس دین محمدی میں رخنہ ڈالنا شروع کیا۔ سو اے مسلمانو! یہ زمانہ فساد کا ہے اور یہ لوگ آخری زمانہ کے نائب دجال ہیں یعنی باطل کو حق میں ملانے والے، ایسے لوگ اس زمانہ میں بہت ظاہر ہوں گے یا یہ اصلاً روافض شیعہ مذہب میں سنیوں میں چھپے ہوئے دین میں فساد ڈالتے ہیں اور آہستہ آہستہ لوگوں کو بے دین کرتے ہیں، ایسوں ہی کے حق میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے تیرھویں سپارے کے نویں رکوع میں فرمایا ہے۔ والذین ینقضون عهد الله من بعد الخ ویفسدون فی الارض اولئک......ولهم سوء الدار (ص ۷)

(۱۲)......اب لازم ہے بھائیو کہ تم لوگ خوب ہوشیار رہو اور تحقیق جانو اور یقین کرو کہ یہ طریقہ لامذہب والوں کا ہے خلاف حکم خدا اور رسول اور علمائے سلف کے صرف اپنی نمود اور بزرگی اور بڑائی جتانے کو ہے اور اس طریقہ سے تمام علماء اور خلفاء حضرت امیر المؤمنین کے ناراض ہیں اور ہرگز یہ طریقہ حضرت موصوف کا نہ تھا۔ جو کوئی یہ دعویٰ کرے اور لوگوں سے کہے اس کو محض جھوٹے اور کاذب جانو۔ (تنبیہ الضالین ص ۸ تا ۹)

غیر مقلدین، مولوی قاضی عبدالاحد صاحب خانپوری (مشہور غیر مقلد عالم) کی نظر میں

ناظرین باتمکین! اب آپ اس نومولود و نوخیز فرقے کے ایک دوسرے بڑے اور مشہور محقق عالم مولانا قاضی عبدالاحد صاحب خانپوری کے خیالات و احساسات اور افکار و تأثرات ملاحظہ فرمائیں۔

جناب قاضی صاحب موصوف نے اپنی جماعت کے اوصاف و کمالات پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے اور اس کے نقائص و خسائس، کمزوریوں اور خامیوں، ضلالتوں اور جہالتوں کی خوب خوب نشاندہی کی ہے۔

قاضی صاحب موصوف اپنی معروف کتاب کتاب التوحید والسنۃ فی رد اہل الالحاد والبدعۃ الملقب باظہار کفر ثناء اللہ بجمیع اصول آمنت باللہ کے ص ۲۶۲ میں لکھتے ہیں۔

پس اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاء الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ وروافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفرونفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ و زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف، یہ جاہل بدعتی اہلحدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع کے (اِلیٰ اَنْ قَالَ) مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علی اور حسنینؓ کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں اور پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلا دیں کچھ پرواہ نہیں۔ اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب الہحدیثوں میں کوئی ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے مثل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جن کی امامت فی الفقہ اجماع کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر، بداعتقادی اور الحاد اور زندیقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چیں بجبیں بھی نہیں ہوتے اگرچہ علماء اور فقہاء اہلسنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے۔

سبحان اللہ ماأشبہ اللیلۃ بالبارحۃ اور سراس کا یہ ہے کہ وہ مذہب وعقائد اہلسنت والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف ومستکبر ہوگئے ہیں۔ فافہم وتدبر (خیر التنقید ص ۷)

جناب قاضی صاحب نے نہایت صاف گوئی، راست بازی اور حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اپنی جماعت کی حقیقت پسندی سے تقدس کا نقاب اتار کر اس کو اس کے اصلی خدوخال اور رنگ وروپ میں پیش کیا ہے۔

قاضی صاحب نے مذکورہ عبارت میں اپنے فرقہ کی درج ذیل خصوصیات بیان کی ہیں۔

۱...... اس زمانہ کے غیر مقلد الہحدیث ہونے کا دعوی کرنے میں بالکل جھوٹے، سوفیصدی کاذب اور سولہ آنے دروغگو ہیں۔

۲...... یہ لوگ اہل بدعت کے طریق کار پر گامزن اور عمل پیرا ہیں۔

۳...... یہ سلف صالحین (صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین فخام، ائمہ مجتہدین ذوالمجد والاحتشام رضی اللہ عنھم) کے مخالف دشمن اور ان سے بیزار ومتنفر ہیں۔

۴...... یہ لوگ حقیقت ما جاء بہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشادات عالیہ، آپ ﷺ کے فرمودات طیبات، آپ ﷺ کی تعلیمات و ہدایات اور آپ کے ﷺ اقوال واحادیث کے معانی و مفاہیم ان کے اسرار و رموز اور ان کے حقائق و دقائق اور نکات سے بے بہرہ، بے حظ اور جاہل و غافل ہیں۔

۵...... یہ لوگ روافض (شیعوں) کے خلیفہ، جانشین اور وارث ہیں۔

۶...... یہ شیعوں کی طرح کفر و نفاق کا باب (دروازہ) ہیں۔

۷...... یہ الحاد و زندقہ، لادینیت اور ارتداد کا مدخل (باب) ہیں۔

۸...... یہ لوگ علم دین سے ناواقف، ناآشنا اور جاہل ہیں۔

۹...... یہ لوگ شیعوں کی طرح سلف صالحین (صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ) کو گالیاں دینے ان پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرنے اور ان کی توہین، بے عزتی اور ہتک کرنے میں ذرہ بھر خوف، ڈر اور جھجک محسوس نہیں کرتے۔

۱۰...... یہ لوگ فروعی مسائل کی آڑ میں کفر و نفاق، بداعتقادی ولادینیت اور انتشار و خلفشار پھیلا رہے ہیں اور اتحاد و اتفاق کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر رہے ہیں۔

۱۱...... یہ لوگ ضد، ہٹ دھرمی، مکابرہ، مجادلہ، اور عناد میں انتہاء کو پہنچے ہوئے ہیں، اہلسنت کے علماء اور فقہاً، خواہ ہزار دفعہ ان کو سمجھائیں، لاکھ دفعہ ان کو ضد چھوڑنے کی تلقین کریں، کروڑ مرتبہ ان کو راہ راست کی نشاندہی کریں۔ مگر یہ ضدی اور ہٹ دھرم لوگ ہرگز ہرگز ان کی صحیح اور درست بات پر کان دھرنے کے لئے آمادہ نہ ہونگے، جو مسلک انہوں نے اپنالیا ہے اس کے خلاف علماء اہل سنت والجماعت خواہ کتنے ہی قوی اور وزنی دلائل و براہین پیش کریں خواہ قرآن کریم کی آیات کریمہ اور احادیث صحیحہ کیوں نہ ہوں آپ ان سے اس بات کی قطعاً امید نہ رکھیں کہ یہ اہلسنت والجماعت کے پیش کردہ دلائل کو قابل التفات اور لائق اعتبار سمجھیں گے۔ بلکہ شور و غل مچا کر غلط توجیہات اور بیہودہ تاویلات کریں گے۔

۱۲...... جس طرح روافض (اہل تشیع) حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسن و حسین

رضی اللہ عنہما کی مبالغہ اور غلو کے ساتھ تعریف کر کے سمجھتے ہیں کہ اب ہمیں کھلی چھٹی ہے جو چاہیں کریں پھر وہ جس قدر الحاد و دہریت اور لادینیت وارتداد پھیلادیں کچھ پرواہ نہیں کرتے۔

اسی طرح روافض کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اگر کوئی شخص سلف صالحین بالخصوص سیدنا امام اعظم، فقیہ اکبر رئیس المجتہدین جن کی امامت فی الفقہ اجماع سے ثابت ہے کی توہین و تنقیص کر کے اور ایک آدھ دفعہ رفع یدین اور آمین بالجہر کر کے جس قدر بداعتقادی ولادینیت اور الحاد وارتداد پھیلائے اس سے یہ ذرہ بھر چیں بجبیں نہیں ہوتے۔

۱۳...... یہ لوگ روافض کی اقتداء واتباع کی بناء پر مذہب اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں۔

غیر مقلدین اپنے مشہور عالم مولوی محمد حسین بٹالوی (ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ) کی نظر میں

بٹالوی صاحب فرقہ غیر مقلدین کے مشہور عالم بلکہ اس کے اہم ستون شمار کئے جاتے ہیں، ان کی کوششوں سے انگریز سرکار کے دفاتر اور کاغذات سے لفظ وہابی منسوخ ہو کر اس جماعت کے لئے اہلحدیث کا نام الاٹ ہوا۔ چنانچہ مولوی عبدالمجید خادم سوہدروی، بٹالوی صاحب کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے ''اشاعۃ السنۃ'' کے ذریعہ اہلحدیث کی بہت خدمت کی، لفظ وہابی آپ ہی کی کوششوں سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہلحدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔ (سیرت ثنائی ص ۳۷۲)

جناب بٹالوی صاحب کفر وارتداد اور فسق و فجور کے اسباب و محرکات اور علل و عوامل پر روشنی ڈالتے ہوئے اور غیر مقلدیت کے تلخ نتائج وثمرات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے

ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر وارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے، گروہ اہلحدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں، اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوئے جاتے ہیں'' (بحوالہ خیر التنقید)

بٹالوی صاحب کی مذکورہ بالا عبارت سے درج ذیل حقیقتیں آشکارا ہوئیں۔

(۱)...... بے علمی یا کم علمی کے ساتھ ترک تقلید کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ غیر مقلد بالآخر اسلام کو ہی سلام کر بیٹھتا ہے۔

(۲)...... کفر وارتداد اور الحاد ولادینیت کے گو اور بھی اسباب ہیں لیکن سب سے بڑا سبب تقلید کا چھوڑنا ہے۔

(۳)...... قبیلہ غیر مقلدین کے افراد ترکِ تقلید کے نتیجہ میں آزاد اور خود مختار ہو جاتے ہیں، قرآن وسنت کو چھوڑ کر من مانے اجتہادات کرتے اور اپنے لئے سہولتیں تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

غیر مقلدین مولانا داؤد غزنوی
(متوفی ۱۶ دسمبر ۱۹۶۳ء) کی نظر میں

مولانا داؤد غزنوی غیر مقلد علماء میں علمی اور سیاسی لحاظ سے اہم مقام کے حامل تھے۔ اس کے دوش بدوش وہ معتدل اور متوازن طبیعت کے مالک بھی تھے، تعصب اور تشدد سے دور تھے، غیر مقلد حضرات کے تعصب سے وہ سخت شاکی اور نالاں تھے اور وقتاً فوقتاً وہ غیر مقلد حضرات کو بڑی دلسوزی سے ان کے غیر معقول رویہ اور نازیبا طرز عمل پر سرزنش فرمایا کرتے اور اس کے بھیانک نتائج اور روح فرسا عواقب سے آگاہ فرماتے رہتے مگر غیر مقلد حضرات نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ کسی معقول بات پر کان نہیں دھریں گے، انہوں نے نواب صدیق حسن خان صاحب اور بٹالوی صاحب اور قاضی عبدالاحد صاحب خانپوری جیسے اپنے اکابر واسلاف کی تنبیہات کو درخور اعتنا نہیں سمجھا تو

یہ حضرات مولانا غزنوی کی بات کیسے اور کیونکر مانتے ، یہ لوگ تا حال اپنی سابقہ ناپسندیدہ روش کو اپنائے ہوئے ہیں۔

خیراب آپ مولانا داؤد غزنویؒ کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمایئے۔

غیرمقلد حضرات ائمه اربعه کی توهین کرنے اور ان کے اقوال کا تذکره حقارت کے ساته کرنے میں کوئی باك محسوس نهیں کرتے (مولانا غزنویؒ)

اس سلسلہ میں مولانا (داؤد غزنوی) نے سامعین (جو اکثر و بیشتر اہلحدیث تھے) کو سخت الفاظ میں تنبیہ کی کہ دوسرے لوگوں کی یہ شکایت کہ اہلحدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں بلاوجہ نہیں، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کر جاتے ہیں۔ یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ (مولانا داؤد غزنویؒ ص ۸۸۔۸۷)

جماعت اهلحدیث کو حضرت امام ابوحنیفهؒ کی روحانی بددعا لے کر بیٹه گئی هے

مولانا داؤد غزنویؒ جو مولانا موصوف کی سوانح حیات ہے اس میں مولانا محمد اسحاق بھٹی کا ایک مقالہ درج ہے جس میں انہوں نے مولانا غزنوی کے بارہ میں اپنے تاثرات و احساسات کا اظہار فرمایا ہے، اس مقالہ میں وہ ائمہ کرام کا احترام کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

ائمہ کرام کا ان کے دل میں انتہائی احترام تھا، حضرت امام ابوحنیفہؒ کا اسم گرامی بے حد عزت سے لیتے ،ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہلحدیث کی تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ بڑے دردناک لہجہ میں فرمایا۔

مولوی اسحاق! جماعت اہلحدیث کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی روحانی بددعا لے کر

بیٹھ گئی ہے، ہر شخص ابوحنیفہؒ، ابوحنیفہؒ کہہ رہا ہے۔ کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کہہ دیتا ہے۔ پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ، اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے، جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یکجہتی کیوں کر پیدا ہو سکتی ہے۔ **یاغربة العلم انمااشکو بثی و حُزنی الیٰ اللّٰہ**۔ (مولانا داؤد غزنوی ص ۱۳۶) (مرتبہ مولانا سید ابوبکر غزنوی)

غیر مقلدین، مولوی عبدالعزیز صاحب سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اھلحدیث کی نظر میں

مولوی صاحب موصوف اپنی کتاب ''فیصلہ مکہ'' کے ص ۲ پر'' اہلحدیث میں مداہنت'' کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

''اہلحدیث جو اپنے ایمانیات وعقائد کی پختگی میں ضرب المثل تھے ایسے ہی...... طرح کے رنگ بدلنے والے علماء کی وجہ سے متزلزل ہو گئے اور صفات الٰہی اور دوسرے ایسے ہی مسائل میں معتزلہ اور متکلمین وغیرہ کے مسلک سے اختلاف و ناپسندیدگی کی وہ شان جو کبھی ان میں پائی جاتی تھی وہ دن بدن کم ہوتی گئی اور جوں ہی کہ معتزلہ اور متکلمین کی شریعت کو دوبارہ زندہ کرنے والے حضرات ہم میں پیدا ہو گئے اور ان کی حوصلہ افزائی کی گئی جماعت میں مذہبی احساس دن بدن کم ہونے لگا، توحید و اتباع سنت کے لئے وہ جوش، وہ ولولہ اور وہ شدت وصلابت جو کبھی ہمارے لئے مایہ ناز تھی دن بدن رخصت ہونے لگی، جس کا نتیجہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ آج جماعت اہلحدیث ایک جسم بلا روح رہ گئی بلکہ جسم کہتے ہوئے بھی قلم رکتا ہے، آج ہم میں تفرق وتشتت کی یہ حالت ہے کہ شاید ہی کسی جماعت میں اس قدر اختلاف وافتراق ہو، مذہبی احساسات وعقائد کی پختگی کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آتا اور اسی مذہبی احساس کی کمی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک جماعت کو جو سلف صالحین صحابہ کرامؓ اور محدثینؒ عظام کے مسلک ومشرب کی سختی کے ساتھ پابند وعامل تھی اور اس مسلک کو زندہ ومحفوظ رکھنے کے لئے پوری شدت وصلابت کا ثبوت دے رہی تھی۔ ضدی، ہٹ دھرم اور مصلحت ناشناس کہنے لگے۔ (فیصلہ مکہ ص ۲،۳)

"جماعت غرباء اهلحدیث"

دوسرے غیرمقلدوں کی نظر میں

جماعت غرباء اہلحدیث غیر مقلدوں کی ایک ذیلی شاخ ہے، اس جماعت کی تاسیس میں کیا عوامل کا فرما تھے، کس مقصد کے تحت اس کی بنیاد رکھی گئی اور اس کے بانی مولانا عبدالوہاب صاحب کن خیالات و افکار کے حامل تھے، اس بارے میں احقر کچھ اپنی طرف سے کہنا مناسب نہیں سمجھتا۔ بلکہ اس جماعت کے ایک اہم فرد مولوی محمد مبارک لیکچرار نبی باغ کالج کراچی تلمیذ خاص مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی کے خیالات عالیہ جماعت غرباء اہلحدیث کے بارہ میں پیش کرتا ہے۔ گھر کا بھیدی ہونے کی حیثیت سے مولوی محمد مبارک کی شہادت نہایت اہمیت رکھتی ہے۔

ناظرین کرام! یہ اہم شہادت ملاحظہ فرما کر مذکورہ جماعت کی حقیقت و اصلیت اس کی اصلی شکل میں دیکھیں۔

جمات اهلحدیث کی تاسیس کے مقاصد

مولوی محمد مبارک صاحب لکھتے ہیں:۔

''جماعت غرباء اہلحدیث'' کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے مقصد کے لئے رکھی گئی ہے۔ کتنا مبارک مقصد ہے، صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد بریلویؒ کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا جس کا اظہار اس طرح کیا گیا کہ ۱۹۱۱ء میں مولوی عبدالوہاب ملتانی صاحب نے امام ہونے کا دعویٰ کیا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ جو میری بیعت نہیں کرے گا وہ جہالت کی موت مرے گا۔

(علماء احناف اور تحریک مجاہدین ص ۴۸)

مؤلف مذکور اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہیں مولوی عبدالوہاب صاحب ملتانی نے ۱۹۱۱ء میں اپنی امامت کا دعوی کیا جس کے مقاصد درج

ذیل تھے۔

۱...... تحریک مجاہدین کو نقصان پہنچانا جس سے انگریز خوش ہو۔

۲...... جماعت میں انتشار

۳...... خود کو نمایاں حیثیت سے پیش کرنا۔

مولوی محمد مبارک صاحب، جماعت غرباء اہلحدیث کی تاسیس کے مقاصد بیان کرنے کے بعد مولانا عبدالوہاب ملتانی کی لیاقت و قابلیت اور ذہانت و فطانت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مولانا عبدالوهاب ملتانی بالکل صِفر تھے (مولوی محمد مبارک صاحب)

کیونکہ یہ شیخ الکل کے دوسرے تلامذہ کے مقابلہ میں بالکل صِفر تھے، مثلاً مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی نے مجاہدین کی قیادت اندرون ملک اس وقت سنبھالی جب کہ اہلحدیث ہندوستان میں گرفتار ہو رہے تھے"۔

اس کے بعد مؤلف مذکور شیخ الکل کے بعض شاگردوں کے کارنامے اور صلاحیتیں بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"مولانا عبدالوہاب ملتانی میں یہ صلاحیتیں مفقود تھیں لہذا امامت کا دعویٰ کیا جس سے تینوں مقاصد پورے ہو گئے لیکن رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو بالکل نظر انداز کر دیا ملاحظہ ہو۔

اذا بویع الخلیفتین فاقتلوا الآخر منهما. (احمد و مسلم) جب دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو بعد کے خلیفہ کو قتل کردو۔ (احمد و مسلم)

جماعت غرباء اهلحدیث پوری جماعت مع امام کے واجب القتل هے

(مولانا محمد مبارک کراچوی، مؤلف علماء احناف اور تحریک مجاہدین ص ۵۲-۵۳)

مولوی صاحب موصوف حدیث مذکور نقل کر کے لکھتے ہیں۔

اس بناء پر جماعت غرباء اہلحدیث باغی جماعت ہے جس کا جماعت اہلحدیث سے کوئی تعلق نہیں بلکہ پوری جماعت مع امام کے واجب القتل ہے، افسوس سید احمد شہید کی تحریک کامیاب ہوجاتی (اس کی کامیابی پر اظہار افسوس کیوں) تو ضرور جماعت غرباء اہلحدیث کو مع امام کے قتل کیا جاتا جس طرح سیدنا امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا تھا۔

جس طرح مسیلمہ کذاب کی حمایت کرنے والے مجرم تھے، اسی طرح وہ علماء جو جماعت غرباء اہلحدیث کے جلسوں کو رونق بخشتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں۔

(علماء احناف اور تحریک مجاہدین ص ۵۲،۵۳)

غیرمقلدین، مشہور مصنف و محقق مولانا عبدالحی لکھنوی کی نظر میں

مولانا عبدالحی لکھنویؒ سے غیر مقلدین بڑی عقیدت رکھتے ہیں، فروعی مسائل پر بحث کرتے ہوئے غیر مقلد حضرات مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ کی کتب کے اقتباسات (سیاق وسباق سے کاٹ کر، خیانت کر کے) بڑی کثرت سے پیش کیا کرتے ہیں اور مولانا موصوف کو بہت بڑا محقق و مدقق جانتے ہیں، اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ غیر مقلدین کے بارہ میں مولانا لکھنویؒ کی رائے گرامی بھی بیان کردی جائے تاکہ ناظرین کرام مولانا موصوف کے خیالات عالیہ غیر مقلدین کے بارہ میں ملاحظہ فرما کر ان کے اصلی خدوخال کا مشاہدہ فرمادیں۔

مولانا موصوف نیچریوں کے عقائد کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اخوانھم الا صاغر المشھورین بغیر المقلدین سموا انفسھم باھل الحدیث وشتان مابینھم وبین اھل الحدیث.

(آلاثار المرفوعہ ص ۲۴۸)

ان نیچریوں کے چھوٹے بھائی جو غیرمقلدین کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے اپنا نام اہلحدیث رکھ چھوڑا ہے حالانکہ ان میں اور اصلی اہل حدیث (محدثین) میں بہت بڑا فرق ہے۔(زمین وآسمان کا)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مولانا لکھنویؒ غیر مقلدین کو کس نظر سے دیکھتے تھے اور ان کی نظر میں ان کی کیا حیثیت تھی۔

غیر مقلدوں کے مشہور عالم اور مناظر مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری خاندان غزنویہ، مولوی ابراھیم سیالکوٹی اور مولوی شمس الحق عظیم آبادی کی نظر میں

یہ حضرات مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر ''تفسیر القرآن بکلام الرحمان'' کے بارہ میں اپنی آراء کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی تفسیر میں چالیس غلطیاں کی ہیں۔ بعض جگہ احادیث اور بعض جگہ صحابہ کرامؓ اور تمام محدثین کے خلاف تفسیر کی ہے، اور متکلمین معتزلہ، جہمیہ وغیرہ فرق ضالہ کا اتباع کیا ہے، مذکورہ مقامات بلاشبہ ایسے ہیں کہ فرق ضالہ کے خیالات کو تائید پہنچا سکتے ہیں اور اہل سنت اہل حدیث کے مخالف اس سے خوش ہوں اور عندالمقابلہ اس تفسیر سے تمسک کریں اس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب اہل حدیث سے خارج ہیں۔ (فیصلہ مکہ ص ۶۔۷)

مولوی شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں

میرے نزدیک جیسا کہ اس وقت ہم نے سمجھا ہے، اقتداء فرق ضالہ مثل مرزا قادیانی واتباع مرزا و روافض وغیرہم من اہل البدعۃ والہواء ہرگز جائز نہیں ہے اور اقتداء کو جائز کہنا درمیان جماعت اہلحدیث کے تفرقہ ڈالنا اور فساد کی جڑ بونا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ...... ہم کو اس مسئلہ امامت واقتداء میں جس کو مولوی ثناء اللہ صاحب نے شائع کیا ہے اور قادیانی اقتداء کو جائز کہہ دیا ہے اور قبل اس کے چند مسائل منکرہ شائع کئے ہیں تو اب آئندہ اندیشہ اس کا ہے کہ نہ معلوم اب کیا مسائل اس میں شائع ہوں، اب اس کو پرچہ اہلحدیث کہنا خطا

ہے بسبب اشاعت مسئلہ امامت واقتداء کے فتنہ عظیم پھیل گیا ہے۔ (فیصلہ مکہ ص ۷)

غیر مقلدین کے امام و مناظر مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب حافظ عبداللہ صاحب روپڑی کی نظر میں

ایک بزرگ کی طبیعت بہت دنوں سے علیل تھی اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری ان کی بیمار پرسی کے لئے آئے اور اس کے بعد ایک اور حافظ صاحب (یعنی حافظ عبداللہ روپڑی) تشریف لائے اس حافظ (عبداللہ روپڑی) نے اس بزرگ کو یہ کہا کہ تم نے مولوی ثناء اللہ کو کیوں آنے دیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ان سے تمہاری خاصی دوستی ہے، بزرگ کو ان صاحب (یعنی عبداللہ روپڑی) نے یہ بھی کہا کہ تم مولوی ثناء اللہ سے دوستی نہ رکھو کیونکہ وہ بے دین آدمی ہے اور ان صاحب نے اس بزرگ سے یہ بھی کہا کہ تم خود اپنے ہاتھ سے لکھ دو کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری مشرک و بے دین ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۲۱۱)

غیر مقلدین کے رہنما مولوی حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا ابوسعید محمد شرف دین ناظم مدرسہ سعیدیہ پل بنگش دھلی کی نظر میں

حافظ (عبداللہ روپڑی) صاحب کا مولوی ثناء اللہ امرتسری کو مشرک و بے دین کہنا و بتانا...... حسد یا لاعلمی پر مبنی ہے...... آگے چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں کہ ان صاحبان (یعنی روپڑی خاندان) کے پاس سوا کفر کے ٹیکسال کے اور کیا رکھا ہے مگر کفر بھی مسلموں موحدوں کے لئے ڈھالتے ہیں، یہ سب حسد، لاعلمی یا خود غرضی ہے اور کچھ نہیں...... اہل حدیث حضرات کو ان حافظ (عبداللہ روپڑی) صاحب کی طرف بالکل توجہ نہیں کرنی چاہیے، اس لئے کہ وہ بالکل راہ راست سے منحرف ہو کر ایسے فتوے دیتے ہیں۔............ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۲۱۲،۲۱۱)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو مشرک و بے دین کہنے والے (مولانا حافظ عبداللہ روپڑی وغیرہ) کافر ہوگئے

مشہور غیر مقلد عالم مولانا الٰہی بخش مدرس مدرسہ دار الہدیٰ محلہ کشن گنج دہلی

کا فتویٰ

مولانا ثناء اللہ صاحب...... کو بے دین و مشرک کہنا بعید از عقل و نقل ہے اور کوتاہ نظری پر مبنی ہے، مولانا ثناء اللہ پکے موحد ہیں، اللہ تعالیٰ ہم مسلمین کو پھوٹ کی وبا سے محفوظ رکھے۔ جو ذرہ ذرہ بات پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ اور فتوی لگانے سے خود کافر ہو جاتے ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ص ۱۳۱ ۲)

غیر مقلدین اپنے مشہور عالم اور بہت بڑے مفسر ومترجم علامہ وحید الزمان کی نظر میں

غیر مقلدین کا گروہ جو اپنے تئیں اہلحدیث کہلاتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین اور صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں، حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے۔

(وحید اللغات مادہ ''شعب'' بحوالہ حیات وحید الزمان ص ۱۰۲)

علامہ صاحب اسی کتاب کے ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل شہید نور اللہ مرقدہ ہم کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے، جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا بس اس کے پیچھے پڑ گئے، برا بھلا کہنے لگے، بھائیو! ذرا تو انصاف اور غور کرو، جب تم نے ابوحنیفہ اور شافعی کی تقلید چھوڑ دی تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے۔ (وحید اللغات مادۃ ''شر'' بحوالہ حیات وحید الزمان ص ۱۰۲)

اسی کتاب کے ایک اور مقام پر علامہ وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارا گروہ اہلحدیث ماشاء اللہ ایسا گروہ ہے کہ ایک دفعہ میں سخت مشکل میں پھنس گیا۔ یہاں تک کہ زوال عزت و جان کا خوف ہوگیا تھا مگر طائفہ اہلحدیث میں سے کسی نے ایک خط بھی ہمدردی کا نہیں لکھا۔ (وحید اللغات مادہ ''لہو'' بحوالہ حیات وحید الزمان ص ۴۱)

غیر مقلدین، مشہور غیر مقلد مؤرخ، ادیب اور عالم مولانا مسعود عالم ندوی کی نظر میں

جماعت اہل حدیث کے سرکردہ مولوی محمد حسین بٹالوی (۱۳۵۶ھ،۱۲۸۸ھ) نے سرکار انگریز کی اطاعت کو واجب قرار دیا اور حد یہ کہ بعض مشہور حنفی علماء کو سرکار سے بغاوت کے طعنے دیئے۔ ان بے چارے (محمد حسین بٹالوی) کو یہ ہوش نہیں رہا کہ وہ اپنے کو سرکار کی زد سے بچانے کی فکر میں کیا کر رہے ہیں اور اپنے ماننے والوں کو کس پستی کی طرف لے جا رہے ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان ہی جیسے بعض علماء اہلحدیث کی روش کا یہ نتیجہ ہوا کہ موجودہ جماعت اہل حدیث کا عام رجحان فروعی مسئلوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ موجودہ جماعت اہل حدیث آمین و رفع یدین اور اس قسم کے دو چار فروعی مسئلوں پر قانع ہو کر رہ گئی ہے بلکہ اس کی حیثیتِ جماعت سے زیادہ ''فرقہ'' کی ہو گئی ہے، اہل حدیث سے تخرب اور گروہ بندی کی بو آتی ہے۔

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۹ تا ۳۱)

''مطبوعہ مکتبہ ملیہ اردو بازار راولپنڈی''

یہ تھے کچھ فرمودات اکابر غیرِ مقلدین کے غیرِ مقلدین کے بارے میں

(والسلام)

☆……☆……☆……☆

انگریز اور اہل حدیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستان میں فرقہ غیر مقلدین کا ظہور

سارے عالم اسلام میں غیر مقلدین کا فرقہ با قاعدہ جماعتی رنگ میں نہ کبھی پہلے تھا اور نہ ہی اب موجود ہے۔ صرف ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں یہ فرقہ کہیں کہیں پایا جاتا ہے لیکن ہندوستان میں بھی انگریز کی حکمرانی سے قبل اس گروہ کا کہیں بھی نام ونشان تک نہ تھا۔

ہندوستان میں اس فرقہ کا ظہور و وجود، انگریز کی نظر کرم اور چشم التفات کا رہین منت ہے، ہندوستان میں جب انگریز نے اپنے منحوس قدم جمائے تو اس نے مسلمانوں میں انتشار و خلفشار، اختلاف وافتراق اور تشتت ولامرکزیت پیدا کرنے کے لئے ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے شاطرانہ اصول کے تحت یہاں کے باشندگان کو مذہبی آزادی دی۔ جس کے پردے میں مذہبی آزاد خیالی اور ذہنی آوارگی کو پروان چڑھانے میں اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لایا کیونکہ وہ ابلیس سیاست تھا، بنابریں وہ بخوبی جانتا تھا کہ مذہبی آزاد خیالی ہی تمام فتنوں کا منبع ، مصدر اور سر چشمہ ہے، اس مذہبی آزادی کے نتیجہ میں فرقہ غیر مقلدین ظہور پذیر ہوا۔ پھر اس فرقہ کے بطن فتنہ پرور سے فتنہ نیچریت، فتنہ انکار حدیث، فتنہ مرزائیت اور فتنہ اباحیت وتجدد پسندی نے جنم لیا۔ (اس کی تفصیل احقر کے

ایک دوسرے رسالہ ترک تقلید کے بھیانک نتائج میں ملاحظہ فرمادیں)

مذہبی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جو مذہب چاہے، اختیار کرے، اپنی سمجھ اور فہم کے مطابق، قرآن وحدیث کا جو مطلب چاہے بیان کرے، قرآن وحدیث کے الفاظ کو غلط معانی پہنائے، ان کے مفاہیم کو مسخ کرے اور ان کے مضامین کا حلیہ بگاڑے اس کو کوئی پوچھنے والا نہ ہو چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب اس بارے میں انگریز سرکار کے حضور خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''کتب تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو امن وآسائش وآزادگی اس حکومت انگریزی میں تمام خلق کو نصیب ہوئی کسی حکومت میں بھی نہ تھی (یعنی انگریز سے قبل عالم اسلام کے سلاطین مثلاً سلجوقی، عثمانی سلاطین، وغیرہم کے ادوار حکومت اس امن و آسائش اور آزادگی مذہب سے خالی تھے) اور وجہ اس کی سوائے اس کے کچھ نہیں سمجھی گئی کہ گورنمنٹ نے آزادی کامل ہر مذہب والے کو دی (ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۶)۔

دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

اور یہ لوگ (غیر مقلدین) اپنے دین میں وہی آزادگی برتتے ہیں، جس کا اشتہار بار بار انگریز سرکار سے جاری ہوا (ترجمان وہابیہ صفحہ ۲۲)

ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ: اور (مقلدین) چاہتے ہیں کہ وہی تعصب مذہبی وتقلید شخصی اور ضد وجہالت آبائی جو ان میں چلی آتی ہے قائم رہے اور جو آسائش رعایا ہند کو بوجہ آزادگی مذہب گورنمنٹ نے عطاء کی وہ اٹھ جائے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۱۱۰)

گویا کہ غیر مقلدین انگریز کی عطا کردہ آزادی مذہب کے نتیجہ میں پیدا ہوئے اور انگریز کے اغراض ومقاصد اور خواہشات کی تکمیل کے لئے آگے بڑھے، اور باطل کے مختلف محاذوں سے شجر اسلام پر خشت باری اور قلعہ اسلام پر گولہ باری کے لئے انہوں نے برضاء ورغبت اپنی خدمات پیش کیں اور انگریز کے حضور حاضر ہو کر کہا کہ ہم فدویان آنجناب کے اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لئے اپنی جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہ کریں گے، صرف جناب کے اشارہ ابرو کی ضرورت ہے۔

چنانچہ انگریز کے اشارہ سے یہ لوگ باطل کے تین محاذوں پر ڈٹ گئے اور انگریز کی خواہشات کی تکمیل میں ہر امکانی سعی بروئے کار لائے، ان تین محاذوں کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱)...... تقلید کی برکت سے جو جھوٹے فرقے اور باطل گروہ زیر زمین دفن ہو گئے تھے، ان میں ایک فرقہ اہم معتزلہ کا تھا، یہ فرقہ قرآن وحدیث کی تحریف میں سب سے نمایاں تھا، انگریز نے ہندوستان میں اپنے اقتدار کو استحکام بخشنے اور مسلمانوں میں خلفشار پیدا کرنے کے لئے اس فرقہ کے احیاء کی ضرورت محسوس کی، اس مقصد کی تکمیل کے لئے احناف میں تو اس کو کوئی موزوں آدمی نہ ملا تو اس کی عقابی نگاہوں نے غیر مقلدین میں سے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا جو اس کام کے لئے نہایت موزوں ومناسب تھا وہ آدمی کون تھا؟

سر سید بانی علی گڑھ کالج، سر سید نے کہا کہ حضور یہ فدوی بڑا خوش بخت ہے کہ جناب والا کی نظر انتخاب اس حقیر پرتقصیر پر پڑی ہے۔ چنانچہ سر سید نے نیچریت کے نام سے ایک فرقہ کی بنیاد رکھی، جس نے فرقہ معتزلہ کی تحریفات کو نئے انداز، نئے اسلوب اور نئے عنوان سے خوشنما اور دلکش الفاظ میں امت کے معدے میں اتارنے کی سعی نامشکور کی اور اس سلسلہ میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے کی بناء پر "سر" کے خطاب سے نوازے گئے۔

(۲)...... قرآن کریم کے صحیح مفہوم کو متعین کرنے کے لئے احادیث سے بڑی مدد ملتی ہے بلکہ احادیث کے بغیر قرآن کریم کا سمجھنا ناممکن ہے، انگریز اس کا متمنی تھا کہ ہندوستان میں کوئی ایسا فرقہ وجود میں آئے جو احادیث کے بغیر قرآن کریم کو سمجھنے کا دعویدار ہو اور احادیث کی ضرورت واہمیت سے انکاری ہو اور اس سلسلہ میں نہایت لگن، محنت اور کوشش و کاوش سے خدمات سرانجام دے، اہل سنت والجماعت سے تو اس کو کوئی ایسا فرد نہ مل سکا جو اس کی توقعات پر پورا اترتا اور اس کے اغراض ومقاصد کی تکمیل میں کوشاں اور ساعی ہوتا۔ اس مقصد کے لئے بھی غیر مقلدین نے اس کو چند نہایت موزوں افراد فراہم کیے،

یہ تھے لاہور کی چینیانوالی مسجد کے خطیب عبداللہ چکڑالوی (عبداللہ چکڑالوی پہلے غیر مقلد تھا' موج کوثر ص ۵۲) احمد دین بگوی، اسلم جیراجپوری (اسلم جیراجپوری بھی ابتداء غیر مقلد تھا، نوادرات ص ۳۷۱) نیاز فتحپوری (نیاز فتحپوری بھی پہلے غیر مقلد تھا) اور ان کے اتباع واذناب یہ اشخاص انگریز کی آرزؤں، خواہشوں اور تمناؤں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نہایت تیزی سے آگے بڑھے، اور فرقہ انکار حدیث کی بنیاد رکھی اور انکار حدیث پر جھوٹے دلائل تراشنے اور غلط براہین وضع کرنے میں انہوں نے اپنی عمریں کھپادیں اور بہت سے سادہ لوح افراد کو صراط مستقیم سے بھٹکانے میں کامیاب ہو گئے۔

(۳)......اس کے بعد انگریز اس کا خواہاں اور متمنی تھا کہ پیر پرستوں کے علاقہ پنجاب سے کوئی نبی کھڑا کیا جاوے، جو لوگوں کو اپنے دام نبوت میں پھنسا کر گمراہ کرے اور امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرے اور اس کا شیرازہ منتشر کر کے ان کو باہم دست وگریباں کرے۔

اگرچہ پنجاب میں بے شمار گدیاں تھیں اور ان میں بعض خامیاں بھی تھیں، لیکن تقلید کی نکیل اور مہار انگریز کے راستہ میں سد سکندری بن کر حائل تھی، اس گندے مقصد اور غلیظ کام کے لئے بھی انگریز کو موزوں آدمی ملا تو غیر مقلدیت کی گندی کان سے، یہ شخص تھا مرزا غلام احمد قادیانی (مرزا غلام احمد قادیانی بھی ابتداءً غیر مقلد تھا (مجدد اعظم جلد ۲ ص ۱۳۴۲) جس نے ایک نئے فرقہ کی بنیاد رکھ کر امت مسلمہ کی کمر میں خنجر پیوست کیا۔

(۴)......مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ پورا عالم اور کامل العقل نہیں تھا، اس میں علمی اور عقلی خامیاں تھیں، اس کو سہارا دینے کے لئے کسی پختہ کار عالم اور ہوشیار و شاطر اور گھاگ قسم کے سیاستدان کی ضرورت تھی، اس کو سہارا دینے کے لئے بھی انگریز نے ادھر ادھر نظر دوڑائی اور ملک کی تمام جماعتوں کا بنظر غائر جائزہ لیا، مگر کسی جماعت میں اس کو کوئی موزوں آدمی نظر نہ آیا، مرزا صاحب کو سہارا دینے کے لئے بھی انگریز نے غیر مقلدیت کے بطن سے ایک نہایت مناسب شخص کا سراغ لگالیا۔

یہ تھا بھیرہ کا مشہور غیر مقلد عالم حکیم نور الدین بھیروی (حکیم نور الدین بھیروی بھی پہلے غیر مقلد تھا، تاریخ احمدیت جلد ۴ ص ۶۹ تا ۷۰) جو مرزا صاحب کی تائید کے لئے انگریز کے اشارہ سے آگے بڑھا اور اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے مرزا صاحب کا دست و بازو بنا، احمدی جماعت کی ترقی و استحکام کے لئے پالیسیاں وضع کرنے میں اس کا عیار ذہن کارفرما تھا، اب ہم غیر مقلدین کے اکابر علماء اور اعاظم فضلاء کی عبارات کے اقتباسات سے یہ حقیقت واضح اور الم نشرح کریں گے کہ سارے ہندوستان میں انگریز کے تسلط سے قبل غیر مقلدوں کا نام و نشان تک نہ تھا، اور یہاں سرکاری سطح پر حنفی مسلک رائج و نافذ تھا، ہندوستان کے ملوک و سلاطین، امراء، وزراء، علماء، وفقہاء، فصحاء، وبلغاء، محدثین ومفسرین، مدققین و محققین سب کے سب حنفی مسلک سے متعلق تھے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہم غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن خان صاحب کی رائے پیش کرتے ہیں۔

نواب صاحب لکھتے ہیں:

''خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے، چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس وقت سے آج تک (انگریز کی آمد تک) یہ لوگ مذہب حنفی پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل اور قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ جمع کیا اور اس میں شاہ عبدالرحیم صاحب والد بزرگوار شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی بھی شریک تھے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۲۰)

اسی کتاب میں نواب صاحب دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''ہندوستان کے مسلمان ہمیشہ سے مذہب شیعی یا حنفی رکھتے ہیں۔ (ترجمان وہابیہ ص)

نواب صاحب کی مذکورہ عبارات سے ثابت ہوا کہ ہندوستان میں اسلام کے ظہور سے لیکر انگریزی حکومت کے تسلط و تغلب تک یہاں کے اکثر باشندے مذہب حنفی کے

پیروکار اور اس پر عامل وکاربند تھے اور کچھ لوگ شیعی مسلک کے حامل اور اس پر عامل تھے ۔ ان دو مسالک کے سوا کسی تیسرے فرقہ کا ہندوستان میں نشان تک نہ تھا۔ اگر غیر مقلدین بھی یہاں شروع سے موجود ہوتے تو نواب صاحب یقیناً اور لازماً ان کا تذکرہ بھی کرتے۔

نواب صاحب نے قطعی طور پر ہندوستان میں اس فرقہ کے قدیماً پائے جانے کی صریح الفاظ میں نفی کر دی ہے۔ اس لئے اب اس بارہ میں کسی چوں وچرا کی گنجائش نہیں۔

اس کی تائید غیر مقلدین کے مشہور عالم مولوی محمد شاہجہانپوری سے

مولانا موصوف غیر مقلدین کے مایہ ناز اور مشہور عالم ومحقق ہیں۔ یہ اپنی مشہور کتاب ''الارشاد الی سبیل الرشاد'' میں ہندوستان میں اپنے فرقہ کے نومولود ونوخیز ہونے پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

'' کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں''۔ پچھلے زمانہ میں شاذ ونادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں، مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں، مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔ (الارشاد الی سبیل الرشاد، ص ۱۳)

مولانا موصوف کی اس تحریر سے بھی معلوم ہوا کہ اگر یہ فرقہ ہندوستان میں قدیم سے چلا آرہا ہوتا تو لازماً لوگ اس کے افکار ونظریات اور اس کے خیالات وحالات سے واقف ہوتے اور اس فرقہ کے لوگ اہالیانِ ہند کے لئے ناما نوس وناآشنا نہ ہوتے۔

اس کی تائید مزید غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل شمس العلماء مولوی نذیر حسین دہلوی کے استاد اور خسر مولانا عبدالخالق صاحب کے قلم سے

مولانا موصوف اپنی مشہور کتاب ''تنبیہ الضالین'' میں اس فرقہ کے نواحداث

(نو پیدا) ہونے پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سو بانی مبانی اس فرقہ نو احداث (غیر مقلدین) کا عبدالحق بنارسی ہے۔ جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے اور حضرت امیر المؤمنین (سید احمد شہیدؒ) نے ایسی ہی حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا اور علماء حرمین شریفین نے اس کے قتل کا فتویٰ لکھا مگر کسی طرح وہاں سے بچ نکلا۔

غیر مقلدین کا نومولود ہونا ایک اور انداز سے

یہ ایک تاریخی اور مسلمہ حقیقت ہے کہ جو چیز، جو جماعت اور جو قوم قدیم سے موجود ہوتی ہے اس کی قدامت کے کچھ آثار ہوتے ہیں اس کے قدیم ہونے کی کچھ علامات اور نشانات ہوتے ہیں جو اس کی قدامت پر دلالت کرتے ہیں اور اس کے نومولود ہونے کی نفی کرتے ہیں۔

اس کلیہ اور ضابطہ کی روشنی میں جب ہم غیر مقلدین کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو آفتاب نیمروز کی طرح یہ حقیقت آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے کہ یہ فرقہ نوخیز ہے۔

توسنئے

غیر مقلد حضرات اگر شروع سے برصغیر پاک و ہند میں موجود ہوتے تو ان کے آثار قدیمہ پائے جاتے، ان کا بسایا ہوا کوئی شہر ہوتا، ان کی تعمیر کردہ کوئی مسجد، کوئی سرائے اور کوئی عمارت ہوتی مثلاً لاہور اس ملک کا قدیم شہر ہے، یہاں چونکہ احناف شروع سے چلے آ رہے ہیں اس لئے اس تاریخی شہر میں ان کے آثار قدیمہ پائے جاتے ہیں۔

یہاں سید الاولیاء حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس ہے، یہاں شاہی مسجد ہے، یہاں مسجد وزیر خاں صاحب ہے اور دیگر آثار قدیمہ ہیں۔

لیکن اس کے برعکس سارے ہندوستان میں غیر مقلدین کی سب سے پہلی مسجد چینیاں والی مسجد ہے جو انگریزی دور کی یادگار ہے۔

یہ وہی مسجد ہے جس کا خطیب مشہور منکر حدیث عبداللہ چکڑالوی تھا، جو پہلے غیر مقلد

تھا اسلاف کو گالیاں دیا کرتا بالخصوص امام اعظمؒ کی شان میں بہت گستاخیاں کیا کرتا تھا ،جس کی اس پر یہ پھٹکار پڑی کہ قہر الہیٰ کی بجلی اس کے خرمن ایمان پر گری اور اس کو جلا کر خاکستر کر دیا اور منکر حدیث ہو کر مرا۔ سچ فرمایا ہے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **من عادیٰ لی ولیاً فقد اذنته بالحرب** یعنی جو شخص میرے ولی سے عداوت کرے گا اس سے میں اعلان جنگ کرتا ہوں ، پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے ولی کو برا کہے گا جیسا کہ ان لوگوں کا وطیرہ اور طرۂ امتیاز ہے، ایسے ہی مرے گا۔

اور سنئے

امرتسر میں مولانا عبدالجبار غزنوی سے پہلے، بھوپال میں نواب صدیق حسن خان صاحب سے قبل دہلی میں مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی سے پیشتر، بنارس میں عبدالحق بنارسی سے قبل اور سیالکوٹ میں مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی سے پہلے غیر مقلدیت کا سراغ نہیں ملتا۔

کیا ہے کوئی مائی کا لعل جو ان شہروں میں مذکورہ حضرات سے پیشتر کسی غیر مقلد کا وجود ثابت کر سکے۔

ایک اور طرز سے

جس طرح غیر مقلد حضرات ہندوستان میں انگریز کی آمد سے قبل اپنے کسی مدرسہ، کسی مسجد، کسی سرائے اور کسی عمارت کی نشاندہی نہیں کر سکتے ، اسی طرح یہ حضرات انگریز کے دور سے قبل اپنی کسی تصنیف ، کسی کتاب حتی کہ کسی رسالہ کی نشاندہی بھی نہیں کر سکتے (اگر چہ اب اس چیلنج کا سامنا کرنے کے لئے چھ سات سو سال پرانی تاریخ لکھنے کی سازش کر رہے ہیں) ہمارا ان کو کھلا اور انعامی چیلنج ہے کہ یہ لوگ کسی ایک کتاب، کسی ایک تفسیر اور کسی ایک شرح حدیث کی نشاندہی کر دیں جو کسی ایسے شخص نے لکھی ہو جو مقلدین کو مشرک قرار دیتا ہو اور ائمہ مجتہدین کو اپنے سب وشتم کا ہدف بناتا ہو **ھل من مبارز**۔

حتی کہ یہ لوگ آج تک اپنا نصابی قاعدہ بھی مرتب نہیں کر سکے۔ ان کا نصابی قاعدہ ''بلوغ المرام'' ہے جو ایک شافعی محدث علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی تصنیف لطیف

ہے، ان کے مدارس میں جو نصاب زیر تعلیم ہے وہ احناف کا مرتب کردہ ہے، غیر مقلدین اپنے مدارس میں مقلدین کا مرتب کردہ نصاب تعلیم پڑھتے پڑھاتے ہیں اور مقلدین کی لکھی ہوئی شروح اور حواشی کا مطالعہ کر کے اسباق پڑھانے کی تیاری کرتے ہیں لیکن ان کی طوطا چشمی کا یہ عالم ہے کہ یہ اپنے درسوں میں انہیں مقلد علماء کو اپنی ظالمانہ گالیوں اور گستاخانہ جسارتوں کا ہدف بناتے ہیں۔ فیا للعجب ولضیعة الادب۔

غیر مقلدین اور انگریز کی خدمات

بفضلہٖ تعالیٰ دلائل و براہین کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح الم نشرح اور بے نقاب ہو چکی ہے کہ فرقہ غیر مقلدین کا وجود انگریز کی چشم التفات کا رہین منت ہے، انگریز کے دور حکومت سے قبل اس فرقہ کا ہندوستان بھر میں کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔

اب ہم غیر مقلدوں کے اکابر و اسلاف اور بانیوں کی انگریز سرکار کی خدمات کا تفصیلی تذکرہ کریں گے۔ تاکہ ان پر انگریز کی نظر التفات کی وجہ واضح ہو جائے۔

سب سے پہلے ہم غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل شمس العلماء مولانا نذیر حسین صاحب کی خدمات پر روشنی ڈالیں گے۔ مولانا کے کارنامے بیان کرنے سے بیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا موصوف کا اجمالی تعارف پیش کر دیا جائے۔

مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کا اجمالی تعارف

مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم اور پیشوا ہیں، غیر مقلد حضرات ان کو مجدد اعظم، شیخ الکل فی الکل، شمس العلماء اور آیت من آیات اللہ کے عظیم القابات سے یاد کرتے ہیں اور ان کو اپنی جماعت کے بانیوں میں شمار کرتے ہیں، غرضیکہ یہ ان کی بڑی مایہ ناز اور قابل فخر ہستی ہیں۔ غیر مقلدیت کے فروغ اور اشاعت میں ان کی خدمات کو بڑا دخل ہے، ان کی زندگی کے پورے ۷۵ سال سلف صالحین پر تنقید کرنے اور ان کے عظیم فقہی و علمی کارناموں میں کیڑے نکالنے اور ان کو اپنے خود ساختہ الزامات کا ہدف بنانے میں صرف ہوئے، میاں صاحب قصبہ سورج گڑھ، ضلع مونگیر صوبہ بہار میں ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء میں متولد ہوئے اور ایک سو

سال کی عمر پا کر ۱۳۲۰ھ میں وفات پا گئے ، مولانا عبداللہ روپڑی نے ان کو آیت من آیات اللہ ، امام زمان، شیخ العرب والعجم کے القاب سے یاد کیا ہے۔ (نتائج التقلید ص ۱۱)

جنگ آزادی ۱۸۵۷ھ میں نہ صرف یہ کہ میاں صاحب نے قطعاً کوئی حصہ نہیں لیا بلکہ اس کو غدر اور ہلڑ سے تعبیر کر کے مجاہدین کرام اور غازیان عظام کے جذبات کو پامال اور مجروح کیا، اس دور کے مشاہیر واکابر اور جید علماء کرام نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ تیار کیا، میاں صاحب نے اس پر دستخط کرنے سے بھی انکار کر دیا۔

پھر عین حالت جنگ میں مجاہدین سے غداری کا ارتکاب کرتے ہوئے ایک زخمی میم کو گھر اٹھوا لائے ، اس کا علاج معالجہ کر کے اس کو انگریز کے سپرد کر کے اس سے اپنی وفاداری کے سرٹیفکیٹ حاصل کئے۔

تفصیلات:

میاں صاحب کے ان کارناموں کی تفصیلات بیان کرنے سے قبل احقر مناسب سمجھتا ہے کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے پس منظر پر اجمالی روشنی ڈال دی جائے۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا پس منظر

مجاہد کبیر بطل جلیل شیخ الاسلام امام راشد حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ اپنی مشہور محققانہ اور مؤرخانہ تصنیف منیف ''نقش حیات'' میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

جہاں تک احوال و واقعات خبر دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک تو انگریز اپنی کامیابیوں اور بڑھتی ہوئی قوت کے نشہ میں چور اور بدمست ہو گئے تھے کہ نہ کسی عہد نامہ کا خیال رہا تھا نہ کسی نواب یا بادشاہ کو خیال میں لاتے تھے۔

تمام ہندوستانیوں کو خواہ ہندو ہوں یا مسلمان انتہائی ذلت کی نظر سے دیکھتے تھے اور بات بات پر تحقیر و توہین سے بھرے ہوئے کلمات اور اعمال استعمال کرتے تھے جیسا کہ وارن ہسٹنگز کا مقالہ ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ ''انگریز ہندوستان میں آ کر ایک

نیا انسان بن جاتا ہے، جن جرائم کو وہ انگلستان میں خیال میں بھی نہ لاسکتا تھا ان کے کرنے کے لئے یہاں صرف انگیز یز ہونا کافی سمجھا جاتا ہے۔

الغرض جس قدر بھی زمانہ آگے بڑھتا جاتا تھا انگریزی عہد تسکنیاں اور نئے مظالم طرح طرح کے روپ میں ظاہر ہوتے جاتے تھے۔

دوسرے ہندوستانیوں کی ہر قسم کی زندگی روز بروز ایسی ہلاکتوں اور مصیبتوں کے گڑھوں میں گرتی جاتی تھی کہ جس کا لوگوں کو وہم فہم وگمان بھی نہ تھا، گدی نشینوں کو طرح طرح کے میلوں سے برطرف اور محروم کردیا جاتا تھا۔

معمولی معمولی حیلوں بلکہ غلط اور جھوٹے پراپیگنڈوں سے جن کے یورپین لوگ عموماً اور انگریز قوم عادی ہیں والیان ریاست پر حملہ یا ان کی معزولی عمل میں آتی رہتی تھی وغیرہ وغیرہ، حسب قول مشہور "تنگ آمد بجنگ آمد" مجبور ہو کر آزادی کے لئے کوشش کرنا ضروری سمجھا گیا نیز وہ لوگ جو سید صاحب کی تحریک میں داخل ہو کر سرحد پہنچے تھے اور وہاں کی لڑائیوں اور جہادی کاروائیوں میں شریک رہے تھے اور بالاکوٹ میں سید احمد کے شہید ہو جانے کے بعد اپنے اوطان کو واپس آئے تھے اور وہ لوگ جو کہ حضرت سید احمد صاحب کے مرید اور ان کی تحریک میں کسی درجہ میں بھی شریک تھے ان لوگوں کے قلوب ہمیشہ آزادی کی تڑپ سے بے چین رہتے تھے۔

اس لئے تمام ہندوستان نے عموماً اور مسلمانوں نے خصوصاً اس انقلاب ۱۸۵۷ء کو ضروری سمجھا۔ (نقش حیات صفحہ ۴۴۹ ج ۲)

ان حالات کے پیش نظر اس دور کے دور اندیش، بیدار مغز اور جذبہ جہاد سے سرشار علماء کرام نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ تیار کیا جس پر اس دور کے مشاہیر علماء کرام نے دستخط کئے، اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی مسلمانوں کے جذبات میں ایک طوفان برپا ہو گیا اور ان کے ایمانی احساسات کی آگ بھڑک اٹھی۔

مگر افسوس صد افسوس کہ اس دور کے بعض عافیت کوش، وقت شناس اور خودغرض علماء نے اس فتویٰ پر دستخط نہ کئے، ان دنیادار اور مصلحت پرست علماء میں سرفہرست

غیر مقلدین کے امام مولانا نذیر حسین دہلوی کا نام نامی ہے۔

میاں صاحب کی مجاہدین ۱۸۵۷ء سے غداری اور گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ وفاداری

میاں صاحب کا سوانح نگار فضل حسین بہاری، میاں صاحب کی سوانح الحیات بعد المماۃ میں ''گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ وفاداری'' کا عنوان قائم کر کے لکھتا ہے۔

''یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ میاں صاحب گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں جب دہلی کے بعض مقتدر اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریز پر جہاد کا فتویٰ دیا تو میاں صاحب نے اس پر دستخط کئے نہ مہر لگائی''۔

وہ خود فرماتے تھے کہ میاں وہ ''ہلڑ'' تھا بہادر شاہی نہ تھی، وہ بے چارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا...... بہادر شاہ کو بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں مگر وہ باغیوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے، کرتے تو کیا کرتے (الحیات بعد المماۃ ص ۱۲۵)

اپنوں کی غداری سے انگریز کا دھلی پر قابض ھو کر قیامت برپا کرنا

جب اپنوں (مرزا الٰہی بخش، مرزا مغل شہزادہ، اور فتویٰ فروش و عافیت کوش علماء) کی غداری سے ۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریز دہلی پر قابض ہوگئے تو انہوں نے انتہائی سفاکی اور بے دردی سے مسلمانوں کے قتل عام کا سلسلہ شروع کیا، مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے، ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے، وحشت و بربریت کے ریکارڈ قائم کئے گئے جن کے سامنے چنگیز خان اور ہلاکو خان کے مظالم کی داستانیں اور ہٹلر و مسولینی کے تشدد کی کہانیاں ماند پڑ گئیں۔

انگریزوں کے ظلم و ستم کی ہلکی سی جھلک ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔ اسپنر وال لکھتا ہے ''وحشی نادر شاہ نے بھی وہ لوٹ نہیں مچائی تھی جو فتح دہلی کے بعد انگریزی حکومت نے جائز رکھی، شارع عام پھانسی گھر بنائے گئے اور پانچ پانچ چھ چھ آدمیوں کو

روزانہ سزائے موت دی جاتی تھی'' وال پول کا بیان ہے۔

''تین ہزار آدمیوں کو پھانسی دی گئی، جن میں سے انتیس شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے''۔

مؤلف تبصرہ التواریخ لکھتا ہے کہ:۔

''ستائیس ہزار مسلمان قتل کیے گئے اور سات دن تک برابر قتل عام جاری رہا''۔ (شاندار ماضی ص ٦٩)

امام راشد حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز انگریز کے بے پناہ مظالم کی تصویر پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

''خصوصیت سے مسلمانوں کے ساتھ جو ذلت آمیز اور جگر خراش برتاؤ کیا گیا وہ بیان سے باہر ہے''۔

زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سلوا کر گرم تیل کے کڑھاؤں میں ڈلوانا، سکھ رجمنٹ سے علی رؤس الاشہاد اغلام کروانا، فتحپوری کی مسجد سے قلعہ کے دروازہ تک درختوں کی شاخوں پر مسلمانوں کی لاشوں کا لٹکانا، مساجد کی بے حرمتی خصوصاً شاہ جہاں جامع مسجد دہلی کے حجروں میں گھوڑوں کا باندھنا، عبادت کی جگہ دفاتر قائم کرنا اور حوض میں وضو کے پانی کی جگہ گھوڑوں کی لید ڈالنا، منصف مزاج انگریز بھی اس کی مذمت کیے بغیر نہ رہ سکے، تفصیل کے لئے دیکھئے انقلاب ۱۸۵۷ء کو تصویر کا دوسرا رخ ترجمہ شیخ حسام الدین (از کتاب مسٹر ایڈورڈ ٹامسن مسمی بہ تصویر کا دوسرا رخ)۔ (نقش حیات ص ۴۵۷)

اپنوں کی غداری اور ضمیر فروشی سے مسلمانوں کو ان روح فرسا مظالم سے دوچار ہونا پڑا، اگر اپنے غداری نہ کرتے تو مسلمانوں کو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔ ان کی عورتوں کی عصمتیں نہ لٹتیں ان کی مساجد کی بے حرمتی نہ ہوتی۔ ان کی لاشوں کو درختوں کی شاخوں پر نہ لٹکایا جاتا، ان کو سور کی کھالوں میں سلوا کر گرم تیل کے کڑھاؤں میں نہ ڈلوایا جاتا، ان سے سکھ رجمنٹ سے سب کے سامنے اغلام بازی نہ کروائی جاتی۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں غیر مقلدین کا کردار

جب مسلمان انگریز سے آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے، اپنی جان مال اور تن من دھن کی قربانیاں دے رہے تھے، ان حالات میں میاں نذیر حسین صاحب دہلوی سے یہ تو نہ ہو سکا کہ کسی بیمار کی تیمارداری کرتے، یا کسی زخمی مجاہد کی مرہم پٹی کرتے یا مجاہدین کا اخلاقی اور مالی تعاون کرتے اس کے بجائے میاں صاحب جنگ آزادی کے دوران یہ گھناؤنا کردار ادا کرتے ہیں کہ انگریز کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لئے اور اپنے ذاتی مفاد کی خاطر رات کی تاریکی میں سناٹے میں ایک زخمی انگریز خاتون کو اٹھوا کر اپنے گھر لے جاتے ہیں، اس کا علاج معالجہ کرتے ہیں، ساڑھے چار ماہ تک اس کو اپنے گھر میں چھپائے رکھتے ہیں، جب وہ انگریز خاتون تندرست اور صحت یاب ہو جاتی ہے تو اس کو انگریزی کیمپ میں پہنچا کر مبلغ ایک ہزار تین صد روپیہ نقد اور وفاداری کا سرٹیفکیٹ حاصل کرتے ہیں۔

اس واقعہ کی تفصیل موصوف کے سوانح نگار مشہور غیر مقلد عالم مولوی فضل حسین بہاری کی زبانی سنئے۔ موصوف لکھتے ہیں:۔

عین حالت غدر میں (جہاد حریت کو غدر سے تعبیر کیا جا رہا ہے فوا اسفا!) جبکہ ایک ایک بچہ انگریزوں کا دشمن ہو رہا تھا (سوائے غیر مقلدوں کے) مسز لیسنس ایک زخمی میم کو میاں صاحب رات کے وقت اٹھوا کر اپنے گھر لے گئے، پناہ دی، علاج کیا، کھانا دیتے رہے، اس وقت اگر ظالم باغیوں کو ذرا بھی خبر ہو جاتی تو آپ کے قتل اور خانماں بربادی میں مطلق دیر نہ لگتی۔ (الحیات بعد الممات ص ۱۲۷)

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی اس بارہ میں رقمطراز ہیں:۔

غدر ۱۸۵۷ء میں کسی اہل حدیث نے گورنمنٹ کی مخالفت نہیں کی (کیوں کرتے اس کے وفادار اور جان نثار جو تھے) بلکہ پیشوایان اہل حدیث نے عین اس طوفان بے تمیزی میں ایک زخمی یورپین لیڈی کی جان بچائی اور عرصہ کئی مہینے تک اس کا علاج معالجہ

کر کے تندرست ہونے کے بعد سرکاری کیمپ میں پہنچادی"۔

(اشاعت السنۃ صفحہ ۲۶ شمارہ ۹ جلد ۸)

مولوی فضل حسین بہاری لکھتے ہیں:۔

"ڈاکٹر حافظ مولوی نذیر احمد صاحب (جو کہ میاں صاحب کے قریبی رشتہ دار ہیں) فرماتے تھے کہ زمانہ غدر میں مسز لیسنس زخمی میم کو جس وقت میاں (نذیر حسین صاحب) نے نیم جان دیکھا تو (زار و قطار) روئے اور اپنے مکان میں اٹھا لائے، اپنی اہلیہ اور عورتوں کو ان کی خدمت کیلئے نہایت تاکید کی...... اس وقت اگر باغیوں (مسلمانوں) کو ذرا بھی خبر لگ جاتی تو آپ کی بلکہ سارے خاندان کی جان بھی جاتی اور خانماں بربادی میں بھی کچھ دیر نہ لگتی...... امن قائم ہونے کے بعد میم کو انگریزی کیمپ میں پہنچایا، جس کے نتیجہ میں آپ کو اور آپ کے متوسلین کو گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے امن و امان کی چھٹی ملی چنانچہ انگریزوں کے تسلط کے بعد جب سارا شہر غارت کیا جانے لگا تو صرف آپ کا محلہ آپ کی (انگریزی خدمات) کی بدولت محفوظ رہا"۔

(الحیات بعد الممات ص ۲۷۶۔۲۷۵ سوانح میاں نذیر حسین صاحب دہلوی)

ناظرین کرام!

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ ایک زخمی نیم جان میم کو دیکھ کر تو میاں صاحب کے دل میں ہمدردی، خیر خواہی اور غم خواری کا دریا موجزن ہوتا ہے، میاں صاحب کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہنے لگتا ہے اور میاں صاحب اس زخمی میم کو اٹھوا کر گھر لے جاتے ہیں، اس کا علاج معالجہ کرتے ہیں اور اس پر خصوصی نوازشات کی بارش برساتے ہیں ،اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمایئے۔

میاں صاحب کے سامنے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں، وحشت و بربریت کے ریکارڈ قائم کئے جاتے ہیں، عورتوں کی عصمتیں لوٹی جاتی ہیں، ان کے پستان کاٹے جا رہے ہیں ، بوڑھوں اور بچوں کو ٹھوکروں سے پامال کیا جاتا ہے

مسلمانوں کی لاشیں درختوں کی شاخوں سے لٹکائی جارہی ہیں اور میاں صاحب کئی دن تک نیم جان عورتوں، زخمی مردوں اور کٹے پھٹے اعضاء والے بچوں کو دیکھتے ہیں لیکن ان کی آنکھوں سے ایک آنسو تک نہیں ٹپکتا، مسلمان عورتوں کے گھاؤ دیکھ کر ان کا دل ذرہ بھر نہیں پگھلتا، بچوں اور بوڑھوں کو ناگفتہ بہ حالت میں دیکھ کر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

ایک انگریز خاتون کے لئے تو میاں صاحب کے دل میں ہمدردی کے چشمے پھوٹنے لگتے ہیں اور خیر خواہی اور غم خواری کے سوتے بہنے لگتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لئے یہ چشمے خشک اور یہ سوتے بند ہو جاتے ہیں اور آنکھوں سے ایک آنسو بہانے کی توفیق نہیں ہوتی، آخر کیوں؟ کس لئے؟ کس بناء پر؟

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیت

میاں صاحب کو انگریز سرکار نے اپنی وفاداری کے سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دینے اور مجاہدین ۱۸۵۷ء سے غداری کے صلہ میں اپنی وفاداری اور خوشنودی کے سرٹیفکیٹ عطا کئے اور تیرہ صد روپیہ نقد انعام دیا اور شمس العلماء کے خطاب سے سرفراز کیا، اب احقر ذیل میں خوشنودی کے سرٹیفکیٹ کے تراجم پیش کرتا ہے۔(ترجمہ سرٹیفکیٹ وفاداری و خوشنودی از جناب جی ڈبلیو جی وائر فیلڈ صاحب بہادر قائم مقام کمشنر سابق دہلی، سو مولوی نذیر حسین اور اس کے پسر مولوی شریف حسین صاحب نے مع دیگر مرحوم خاندان کے مسٹر لیسنس کی میم کی غدر میں جان بچائی تھی، اس وقت میں یہ اس کو اپنے گھر لے گئے تھے جس وقت وہ زخمی پڑی تھیں، اپنے مکان میں ساڑھے تین مہینے تک رکھا آخر سرکاری کیمپ میں پہنچایا......ان کو دو سو روپیہ ایک مرتبہ اور چار صد روپیہ ایک مرتبہ انعام ملا اور سات صد روپیہ بوجہ گرنے مکانات کے ملا، پس یہ خاندان قابل لحاظ و مہربانی کے ہے"۔

(دستخط ڈبلیو جی وائر فیلڈ قائم مقام کمشنر رسالہ اشاعت السنہ ص ۲۹۳ شمارہ ۱۰ جلد ۸ الحیات بعد المماۃ ص ۱۳۳۔۱۳۲)

(ترجمہ) سرٹیفکیٹ وفاداری از جے ڈی ٹریملٹ بنگال سروس کمشنر دہلی کا سپر نٹنڈنٹ۔

''مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں جنہوں نے مشکل اور نازک وقتوں میں اپنی وفاداری اور نمک حلالی گورنمنٹ برطانیہ پر ثابت کی ہے۔ اب وہ اپنے فرض زیارت کعبہ کے ادا کرنے کو جاتے ہیں۔

امید کرتا ہوں کہ جس کسی افسر برٹش گورنمنٹ کی وہ مدد چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا کیونکہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔ دستخط جی ڈی ٹریملٹ بنگال سروس کمشنر دہلی ۱۰ اگست ۱۸۸۳ء اشاعت السنہ صفحہ ۲۹۴ شمارہ ۱۰، ج ۸، الحیاۃ بعد الممات صفحہ ۱۴۰ مطبوعہ کراچی۔

میاں صاحب کا انگریزی خدمات کے صلہ میں شمس العلماء کے خطاب سے سرفراز ہونا

میاں صاحب کے سوانح نگار مولوی فضل حسین بہاری لکھتے ہیں ''چنانچہ جب شمس العلماء کا خطاب گورنمنٹ انگلشیہ سے (نمک حلالی اور وفاداری اور مسلمانوں سے غداری کے صلہ میں آپ کو ملا اور اس کا تذکرہ کوئی آپ کے سامنے کرتا تو فرماتے کہ:

میاں! خطاب سے کیا ہوتا ہے...... دنیاوی خطاب سلاطین سے ملا کرتا ہے یہ گویا ان کی خوشنودی کا اظہار ہے۔ مجھے تو کوئی نذیر کہے تو کیا اور شمس العلماء کہے تو کیا میں نہایت خوش ہوں۔ (الحیات بعد المماۃ صفحہ ۴)

اس سے ثابت ہوا کہ انگریز سرکار نے اپنی خوشنودی کے اظہار کی بناء پر میاں صاحب کو شمس العلماء کے خطاب سے نوازا تھا، اور میاں صاحب اس خطاب سے بہت مسرور اور خوش تھے اور اسکو اپنے لئے موجب فخر اور باعث سعادت تصور کرتے تھے۔

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے زمانہ میں عام غیر مقلدین کا گھناؤنا کردار

دلائل و براہین کی روشنی میں یہ حقیقت واضح اور آشکارا ہو چکی ہے کہ غیر مقلدین نے انگریز کے تسلط کے بعد ہند میں جنم لیا۔ انگریزی حکومت کے زیر سایہ پروان

چڑھے، اس کے ظل عاطفت میں نشونما پائی انگریز کے اشارہ سے غیر مقلدین مسلمانوں میں اختلاف وافتراق کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کرنے میں کوشاں ہوئے اور اس سلسلہ میں ہر ممکن مساعی بروئے کار لائے، معمولی فروعی مسائل کو اچھال کر مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کرنے میں اہم کردار ادا کیا بالخصوص میاں صاحب کے زمانہ میں غیر مقلدین مقلدین کے خلاف جو اشتہار بازی کرتے اس میں نہایت عامیانہ، سوقیانہ اور بازاری زبان استعمال کی جاتی، انہوں نے فقہی اختلافات کو کفر و اسلام کا معرکہ بنادیا، غیر مقلدین کا احناف سے بغض وعناد اس درجہ بڑھ گیا کہ اس نے اخلاقی اور انسانی حدود کو بھی پامال اور مجروح کر دیا۔

حضرت مولانا سید عبدالحئی صاحب سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے آج سے تقریباً ۷۵ سال پیشتر دہلی اور اس کے اطراف کا سفر کیا تھا، اپنے سفر نامہ میں انہوں نے ایک نہایت عبرت ناک بلکہ شرمناک واقعہ تحریر کیا ہے جس کو پڑھ کر غیر مقلدین کے اخلاقی زوال، ذہنی انتشار، روحانی خلفشار، مذہبی دیوالیہ پن، شعور کے فقدان اور شرم و حیا کے انعدام کی دردناک تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔

غیر مقلدین کے دلوں میں احناف کے خلاف تعصب کا جوزہر بھرا ہوا تھا اور بھرا ہوا ہے اس واقعہ سے اس کی بخوبی عکاسی ہوتی ہے، یہ واقعہ مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے، لکھتے ہیں:۔

''یہ واقعہ مولوی عبدالعلی صاحب نے بیان کیا کہ سبزی منڈی یہاں سے بہت قریب ہے، اس محلہ میں ایک مولوی صاحب آ کر رہا کرتے تھے وہ غیر مقلد تھے، میاں صاحب (مولانا سید نذیر حسین) کے مدرسین رہتے تھے وہاں کرایہ کا ایک مکان تھا، اس میں ایک بیوی صاحبہ بھی تھیں، اس محلے میں ایک کبیر سن (بوڑھے) میاں جی رہتے تھے وہ پابند اوقات تھے، محلہ کے لوگ ان کی تعظیم کرتے تھے۔ ایک دن ایک بڑھیا نے ان سے آ کر کہا کہ مولوی صاحب کی بیوی نے آپ کو بلایا ہے، ذری کی ذری سن جایئے۔ میاں جی صاحب گئے، پردہ کے پاس بیوی صاحبہ نے آ کر کہا کہ آپ باخدا آدمی

ہیں۔ مجھ کو للہ اس ظالم کے پنجہ سے چھڑا دیجئے۔ انہوں نے کہا خیر ہے؟ اس نے کہا خیر کہاں، شر ہے۔

"یہ میرا پیر ہے، میں اس کی مرید، میرے خاوند موجود ہے دھوکہ سے مجھ کو نکال لایا ہے، میاں جی صاحب کو سن کر نہایت ہی تعجب ہوا اور واقعی تعجب کی بات ہے میں نے یہاں تک جب قصہ سنا تو مجھ کو عجب حیرت ہوئی۔

مولوی صاحب فرمانے لگے کہ میاں جی نے اس کی تسلی و تشفی کی، اس کے بعد چلے آئے لیکن موقعہ کے منتظر رہے۔

ایک دن مولوی صاحب نے خلوت میں کہا کہ مجھ کو تنہائی میں آپ سے ایک راز کہنا ہے۔ بشرطیکہ وہ کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے۔ آپ تک رہے، انہوں نے کہا فرمایئے۔

میاں جی صاحب نے کہا کہ میں بھی آپ کا ہم مذہب ہوں مگر حضرت کیا کیجئے اس محلّہ کے لوگ ایسے سخت ہیں، آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ آدمی مار ڈالتے ہیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔

اگر میں اظہار کروں تو خدا جانے میری کیا حالت ہو، مولوی صاحب نے کہا خیر یہ بہت مناسب ہے، آپ اپنا مطلب کہیے، انہوں نے کہا اصل یہ ہے کہ اس محلّہ میں ایک عورت سے مجھ کو کمال درجہ الفت ہے لیکن اس کا خاوند موجود ہے، میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی تدبیر ہو کہ وہ میرے قابو آجائے اور شریعت میں بھی جائز ہو۔

انہوں نے کہا یہ کوئی دشوار امر نہیں۔

یہ لوگ یعنی حنفی المذہب مستحل الدم ہیں (ان کا خون بہانا جائز ہے) ان کا مال مالِ غنیمت ہے۔ ان کی بیویاں ہمارے واسطے جائز ہیں۔ آپ قابو میں لا سکتے ہو تو شوق سے لایئے۔

انہوں نے کہا بس مجھ کو یہی چاہیے تھا اور وہاں سے چلے آئے، دوسرے وقت محلّہ کے عمائد سے یہ قصہ بیان کیا اور یہ شرط کر لی کہ ان کو جان سے نہ ماریں۔

ان لوگوں نے اس عورت کے خاوند کو بلا بھیجا۔ جب مولوی صاحب نماز کے

واسطے آگے بڑھے تو ایک شخص نے نہایت درشتی کے ساتھ ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور نہایت ہی مرمت کی اور خاوند اپنی جورو کو لے کر چلا گیا۔

(دہلی اور اس کے اطراف ص۵۹ تا ۶۰)

کوئی حد ہے؟ احناف سے بغض وعناد کی، اتنا تعصب وتشدد خدا کی پناہ، احناف کو مستحل الدم اور ان کی بیویوں کو اپنے لئے حلال قرار دینے والے میاں صاحب کے خصوصی شاگرد تھے، اس زمانہ میں غیر مقلدین نے مسجدوں کو تکفیر وتفسیق کا اکھاڑہ بنا دیا۔ مقلدین پر گالیوں کی بوچھاڑ کی جاتی۔ ان کو سب وشتم کا ہدف بنایا جاتا۔ آئمہ مجتہدین کو برے القاب سے یاد کیا جاتا۔

غیر مقلدین رات کے وقت مقلدین کی مسجدوں میں غلاظتیں اور گوشت کے سڑے ہوئے ٹکڑے اور دوسری ناپاک اشیاء پھینک جاتے اور اس کو اسلام کی خدمت ظاہر کرتے جو درحقیقت اسلام کی نہیں انگریز کی خدمت تھی۔

مولانا عبدالحیٰ صاحب مرحوم اسی سفرنامہ میں دہلی کی جامع مسجد میں ایک غیر مقلد مولوی صاحب کی بدزبانی اور دریدہ دہنی کا حال بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد جامع مسجد نماز کے واسطے گیا نماز کے بعد جابجا وعظ ہونے لگا''۔

منبر پر مولوی محمد اکبر وعظ کہتے ہیں، یہ بزرگ حنفیوں کا خوب خاکہ اڑاتے ہیں، دل کھول کر تبرا کرتے ہیں اور اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہدایہ پڑھانے سے توبہ کی ہے۔

فرماتے تھے کہ آج کوئی ہے جس نے ہدایہ پڑھانے سے توبہ کر کے کلام مجید کی تعلیم شروع کی ہو۔

سب جہنم میں جائیں گے اور ہر ہر بات پر اپنی بڑائی بیان کرتے ہیں، ہر آیت کو دہلی اور اپنے اوپر اتارتے ہیں۔

اہل دہلی کو ظالمین ومشرکین سے ملاتے ہیں،

(دہلی اور اس کے اطراف ص۶۸ تا ۶۹)

نواب صدیق حسن خان صاحب کے کارنامے

نواب صدیق حسن خان صاحب فرقہ غیر مقلدین کے بہت بڑے پیشوا اور امام ہیں، غیر مقلدین میں ان کو مرکزی اور بنیادی شخصیت قرار دیا جاتا ہے، غیر مقلدین ان کو امام السنہ خاتم المحدثین اور مجدد ہند کے لقب سے ملقب کرتے ہیں بعض لحاظ سے ان کو ''شیخ الکل فی الکل'' پر بھی فوقیت اور برتری حاصل ہے، نواب صاحب ۱۴ اکتوبر بروز یکشنبہ ۱۸۳۲ء کو بانس بریلی میں پیدا ہوئے اور ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۸۹۰ء کو فوت ہوئے۔ (مآثر صدیقی جلد ۳ ص ۲۰۰)

نواب صاحب اور انگریز:

نواب صاحب نے انگریز کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلے، مجاہدین ۱۸۵۷ء کی طرف گالیوں کی توپ کا دھانہ موڑ دیا، ان پر لعن طعن کی بوچھاڑ کی، ان کو ظالم، غاصب، فتنہ پرور، شریر، مفسد، نادان، عہد شکن، جاہل، اتباع اسلام سے منحرف، گناہ کبیرہ کے مرتکب، بلکہ ایمان سے دور اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق قرار دیا۔

مجاہدین ۱۸۵۷ء کے بارہ میں نواب صاحب کے خیالات و افکار تفصیلات نقل کرنے سے پیشتر انگریزی حکومت کے بارے میں نواب صاحب کی رائے عالیہ پیش کی جاتی ہے۔

انگریز کی اطاعت غیر مقلدین کے نزدیک سب واجبوں سے بڑا واجب ہے

نواب صاحب لکھتے ہیں:

''اور حاکموں کی اطاعت اور رئیسوں کا انقیاد ان کی ملت میں (غیر مقلدوں کے مذہب میں) سب واجبوں سے بڑا واجب ہے''۔ (ترجمان وہابیہ ص ۲۹)

ناظرین با تمکین!

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ نواب صاحب کیا لاجواب بات فرما گئے ہیں کہ ظالم، کافر اور

دین اسلام کے سب سے بڑے دشمن انگریز کی حکومت کی اطاعت سب فرائض سے بڑھ کر واجب اور ضروری ہے، گویا توحید و رسالت اور معاد وغیرہ کے اقرار اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ فرائض سے بھی بڑھ کر یہ فرض ہے کہ انگریزی حکومت کی اطاعت کی جائے تو جو لوگ انگریز کی اطاعت کو فرض نہیں گردانتے وہ سب سے بڑے فرض کے منکر اور سب سے بڑے واجب سے انکاری ہونے کی وجہ سے دائرہ ایمان سے خارج ہیں۔ (فوااسفیٰ)

انگریز کے خلاف جہاد کرنا سخت نادانی اور حماقت ہے:

نواب صاحب لکھتے ہیں:

''پس فکر کرنا ان لوگوں کا جو اپنے حکم مذہبی سے جاہل ہیں اس امر میں کہ حکومت برٹش مٹ جائے اور یہ امن وامان جو آج حاصل ہے فساد کے پردہ میں جہاد کا نام لے کر اٹھا دیا جائے سخت نادانی اور بے وقوفی کی بات ہے''۔ (ترجمان وہابیہ ص ۷)

سرکار انگریز کی مخالفت قطعاً ناجائز ہے

اور ہندوستان کا دارالاسلام ہونا ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے

نواب صاحب رقمطراز ہیں:

''اور کسی شخص کو حیثیت موجودہ پر ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں شک نہیں کرنا چاہیے''۔ (ترجمان وہابیہ ص ۴۸)

کوئی فرقہ انگریز کی خیر خواہی اور وفاداری میں غیر مقلدوں سے بڑھ کر نہیں

کوئی فرقہ ہماری تحقیق میں زیادہ تر خیر خواہ اور طالب امن وامان و آسائش رعایا کا اور قدر شناس اس بندوبست گورنمنٹ کا اس گروہ (غیر مقلدین) سے نہیں ہے۔

(ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۴۱)

۱۸۵۷ء میں جس وقت مقلدین احناف آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے، اور انگریز مسلمانوں کو اپنے ظلم وستم، جور و جفا اور تشدد و بربریت کا تختہ مشق بنائے ہوئے تھے۔ ان

دنوں نواب صاحب کی فوجیں ۴ سال تک انگریز کی چھاؤنی میں انگریزی افواج کے دوش بدوش مسلمانوں کے مقابلہ میں ڈٹی رہیں اور نواب صاحب نے اپنی اس وفاداری کے صلہ میں انگریز سے کافی روپیہ اور جائیداد حاصل کی، چنانچہ نواب صاحب لکھتے ہیں۔

''حالانکہ جو خیر خواہی ریاست بھوپال وغیرہ نے اس زمانہ میں کی ہے، وہ گورنمنٹ برطانیہ پر ظاہر ہے۔ ساگر وجھانسی تک سرکار انگریزی کو مدد غلہ وفوج وغیرہ سے دی، جس کے عوض میں سرکار نے پرگنہ ''بیرسیہ'' جمع ایک لاکھ روپیہ عنایت فرمایا۔

چار برس ہوئے جب اشتہار جنگ کابل اجنٹی سے بھوپال میں آیا۔ اسی دن سے نواب شاہ جہان بیگم صاحبہ والی ریاست نے طرح طرح کے عمدہ بندوبست کئے۔ اشتہار عام جاری کیا کہ کوئی مسافر ترکی، عربی (جس پر انگریز کی مخالفت کا ذرہ بھی شبہ ہو) شہر میں ٹھہرنے نہ پائے چنانچہ اب تک یہی حکم جاری ہے (حد ہوگئی انگریز پرستی کی) اور اس کی تعمیل ہوتی ہے سرکار گورنمنٹ میں خط لکھا کہ فوج کنجنٹ اور فوج بھوپال واسطے مدد (انگریز کے مسلمانوں کے خلاف) حاضر ہے اور ریاست سپاہ و مال سے واسطے مدد دہی (انگریز کے) موجود ہے، مدت تک فوج بھوپال اس چار سال میں اندر نوکری گورنمنٹ کی چھاؤنی سیور میں عرض کنجنٹ کے بجالائی اور خاص میں نے اور بیگم صاحبہ نے واسطے جنگ کابل کے چندہ دیا۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۱۴۔۱۱۳)

غیر مقلدین اور مجاہدین ۱۸۵۷ء:

ذیل میں احقر نواب صاحب کی مشہور کتاب ترجمان وہابیہ سے مجاہدین ۱۸۵۷ء کے بارے میں نواب صاحب کے خیالات پیش کرتا ہے جن سے ناظرین بخوبی جان سکیں گے کہ نواب صاحب مجاہدین ۱۸۵۷ء کے بارہ میں کیا نظریات رکھتے تھے، ان کے دل میں مجاہدین کے خلاف بغض وعناد کی آگ کس قدر شعلہ زن تھی اور یہ مجاہدین حریت سے کس درجہ بیزار اور نفور اور انگریز کی محبت کے نشہ میں کس قدر مست اور چور تھے اور یہ سب کچھ انگریز کی خوشنودی اور دنیاوی مفادات ومراعات کے حصول کے لئے تھا مگر شومیٔ قسمت کہ اتنے پاپڑ بیلنے کے باوجود نواب صاحب کی نوابی پھر بھی محفوظ نہ رہ سکی۔

نواب صاحب کی نظر پر قہر میں مجاہدین ۱۸۵۷ء ایمان سے دور عہد شکن بے وفا اور شیوہ ایمان سے دور تھے

غدر کے وقت جب لشکر سرکار انگلشیہ کا باغی ہوا اور ظلم وتعدی جوان سے بنا سب کچھ کیا اس وقت رؤسا ہند جن کو اپنے عہد وقرار کا خیال تھا وہ اپنے اقرار پر برقرار رہے اور عہد شکن اور بیوفائی سے برسر کنار (رہے) اور جس نے ان کے خلاف کیا وہ صرف حاکموں کے نزدیک ہی برا نہیں ٹھہرا بلکہ شیوہ ایمان اور طریقہ ایمان سے دور اور عہد شکن اور بیوفا اپنے دین میں بھی اور مرتکب بڑے گناہ کا سمجھا گیا۔غرض دونوں جہان کے نقصان میں گرفتار ہوا۔ (ترجمان وہابیہ ص ۵۴)

مجاہدین جنگ آزادی نادان ظالم اور غاصب تھے خلوص نیت ویا کی طینت سے عاری تھے، اتباع اسلام سے منحرف اور انصاف واجبی سے روگرداں تھے

''چنانچہ غدر میں جو چند لوگ ناداں عوام فتنہ وفساد پر آمادہ ہو کر جہاد کا جھوٹ موٹ نام لینے لگے اور عورتوں اور بچوں کو ظلم وتعدی سے مارنے لگے اور لوٹ مار پر ہاتھ دراز کیا اور اموال رعایا اور پرایا پر غصباً قابض ومتصرف ہوئے انہوں نے خطائے فاحش کی اور قصور ظاہر۔

ہم نہیں جانتے کہ ان میں سے کسی جماعت اور لشکر میں خلوص نیت اور انصاف واجبی اور تبعیت مذہب اسلام ہو''۔

(ترجمان وہابیہ ص ۲۴)

۱۸۵۷ء کا جہاد شرعی جہاد نہ تھا:

جولڑائیاں غدر میں واقع ہوئیں وہ ہرگز شرعی جہاد نہ تھیں اور کیونکر وہ شرعی جہاد ہوسکتا ہے کہ جو امن وامان خلائق کا اور راحت ورفاہ مخلوق کا حکومت انگلشیہ سے زمین ہند پر قائم تھا اس میں بڑا خلل واقع ہوگیا۔یہاں تک کہ بوجہ بے اعتباری رعایا نوکری کا

ملنا محال ہوگیا اور جان و مال وآبرو کا بچانا محال ہو گیا۔ (ترجمان وہابیہ ص ۳۴)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

''یہ بغاوت جو ہندوستان میں بزمانہ غدر ہوئی اس کا نام جہاد رکھنا ان لوگوں کا کام ہے جو اصل دین سے آگاہ نہیں اور ملک میں فساد ڈالنا اور امن وامان اٹھانا چاہتے ہیں''۔ (ترجمان وہابیہ ص ۱۰۷)

مجاہدین جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سب کے سب مقلدانِ مذہب حنفی تھے:

نواب صاحب لکھتے ہیں کہ:

''کسی نے نہ سنا ہوگا کہ آج تک کوئی موحد، متبع سنت، حدیث وقرآن پر چلنے والا بیوفائی اور اقرار توڑنے کا مرتکب ہوا ہو۔ یا فتنہ انگیزی اور بغاوت پر آمادہ ہوا ہو اور جتنے لوگوں نے غدر میں شر وفساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے نہ متبعان سنت نبوی (غیر مقلد) (ترجمان وہابیہ ص ۲۵)

نواب صاحب کی مذکورہ تحریر سے جہاں مجاہدین ۱۸۵۷ء کے بارے میں نواب صاحب کے خیالات ونظریات معلوم ہوئے وہاں یہ حقیقت بھی پوری طرح کھل کر سامنے آگئی کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں کسی غیر مقلد نے قطعاً کوئی حصہ نہیں لیا، ان میں سے کسی کی نکسیر تک نہیں پھوٹی، ان میں سے کسی کے پاؤں میں کانٹا تک نہیں چبھا۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ احناف کثر اللہ سوادھم ہی تھے جنہوں نے اپنی عظیم سابقہ روایات اور قابل فخر کردار کے پیش نظر انگریز جیسے ظالم و جابر اور مکار وعیار حکمران سے نجات حاصل کرنے کے لئے جرأت وبہادری کے حیرت انگیز، تعجب خیز اور محیر العقول کارنامے انجام دیئے، انگریز کے ظالمانہ پنجہ سے رستگاری کے لئے بے خطر جنگ کی آگ میں کود پڑے اور پروانہ وار اپنی جانیں نچھاور کیں اور تاریخ کے اوراق پر شجاعت وتہور کی ایسی درخشندہ وتابندہ داستانیں رقم کیں جو تا قیامت جگمگاتی رہیں گی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ چوری کھانے والے مجنوں ہیں۔خون دینے والے نہیں یہ شرف ان کی قسمت میں کہاں

اسرار محبت را ہر دل نبود قابل در نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

غیر مقلدین اور مجاہدین ہزارہ:

نواب صاحب نے جس طرح انگریز کی خوشنودی حاصل کرنے ،اس کا حق نمک ادا کرنے اور اس سے مراعات کے حصول کی غرض سے مجاہدین ۱۸۵۷ء پر سب وشتم کی بوچھاڑ کی، ان کو ظالم، غاصب فتنہ پرداز، عہد شکن ، جاہل اور ایمان سے دور اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق قرار دیا ہے وہاں مجاہدین بالاکوٹ کو بھی نہیں بخشا،انگریز کی وفاداری اور نمک حلالی نے نواب صاحب کو مجبور کیا کہ وہ مجاہدین ہزارہ کو بھی اپنے ظلم وستم کا ہدف بنائیں۔ان کو فسادی،شریر وغیرہ قرار دیں اور لوگوں کو ان سے متنفر اور بیزار کرنے کے لئے ان پر خود ساختہ الزامات اور جھوٹے بہتانات عائد کریں۔

مجاہدین بالاکوٹ کون تھے:

مجاہدین ہزارہ جو حضرت الامام السید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ کی زیر قیادت اعلاء کلمۃ اللہ،قرآن وحدیث کی تبلیغ واشاعت سنن، کے احیاء، بدعات کے استیصال، جاہلانہ رسوم کے مٹانے ،مسلمانوں کو سکھوں کے بے پناہ مظالم اور ان کی لوٹ مار سے نجات دلانے اور کمزوروں کی امداد واعانت کے سلسلہ میں سربکف میدان میں اترے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے سلسلہ میں ایسی عظیم الشان اور فقید المثال خدمات انجام دیں جو تاریخ اسلام کے اوراق پر آفتاب نصف النہار کی طرح درخشاں وتاباں ہیں۔

یہ کون لوگ تھے؟ بدعات ومحدثات سے دور،شرک سے کنارہ کش اور نفور، جذبہ جہاد سے سرشار، متقی وعبادت گزار، باعمل وباکردار، مخلص وجاں سپار، سرفروش وپاکباز پرجوش ،فداکار سراپا للّٰہیت اور دیانت دار افراد کا ایک ایسا کارواں جو صحابہ کرام سے بچھڑا ہوا قافلہ معلوم ہوتا تھا ،حضرت سید احمد شہید کی زیر قیادت اس مخلص وپاکباز اور

باعمل اور باکردار جماعت نے اپنے اوطان کو خیر باد کہا، اہل وعیال کو چھوڑا۔ گھر سے بے گھر ہوئے، سفر جہاد کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے اور میدان جہاد کے روح فرسا مصائب اور جانگداز تکالیف کو کشادہ جبینی سے سہتے ہوئے اسلام کی آن پر قربان ہو گئے۔

مجاہدین بالاکوٹ کی ان عظیم الشان، گرانقدر اور لافانی ملی، مذہبی وقومی خدمات کی وجہ سے ان کو ہر ذی شعور مسلمان نے خراج عقیدت پیش کیا ہے، ہر ذی فہم اور دردمند مسلمان کے قلب میں ان کے لئے جذبات محبت کا دریا موجزن ہے۔

لیکن اس کے برعکس ان پاکباز ومتقی نفوس کے بارے میں غیر مقلدین کے خیالات وجذبات ملاحظہ فرما کر بحر حیرت میں غوطہ زن ہوں۔

مجاہدین بالاکوٹ شریر اور فسادی تھے

نواب صاحب ترجمان وہابیہ میں لکھتے ہیں:

''گورنمنٹ ہند کے دیگر فریق اسلام نے یہ دل نشین کر دیا ہے کہ فرقہ موحدین ہند (غیر مقلدین) مثل وہابیان ملک ہزارہ ایک بدخواہ فرقہ ہے اور نیز یہ لوگ ویسے ہی دشمن وفسادی ملک گورنمنٹ برٹش ہند کے ہیں جیسے کہ دیگر شریر اقوام سرحدی بمقابلہ حکومت ہند شرارت سوچا کرتے ہیں۔ (ترجمان وہابیہ ص ۶۱)

مجاہدین بالاکوٹ سے نفرت تقاضائے ایمانی ہے:

اسی کتاب میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''چنانچہ لیفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر موصوف نے اس درخواست کو منظور کیا اور پھر ایک اشتہار اس مضمون کا دیا گیا کہ موحدین ہند (غیر مقلدین) پر شبہ بدخواہی گورنمنٹ ہند عامۃً نہ ہو خصوصاً جو لوگ کہ وہابیان ملک ہزارہ سے نفرت رکھتے ہوں اور گورنمنٹ ہند کے خیر خواہ ہوں ایسے موحدین مخاطب بہ وہابی نہ ہوں۔

(ترجمان وہابیہ ص ۶۲)

ناظرین کرام! نواب صاحب کے کارنامے ملاحظہ فرمانے کے بعد اب آپ غیر مقلدین کے ایک بہت بڑے عالم اور وکیل اعظم مولانا بٹالوی کی انگریز سرکار کی خدمات کی تفصیلات پڑھ کر محو حیرت ہوں۔

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی

بٹالوی صاحب قبیلہ غیر مقلدین کی ایک نہایت نمایاں، اہم اور عظیم شخصیت ہیں، انہوں نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ کے ذریعہ غیر مقلدین اور انگریز کی بے حد خدمت کی، انگریز کی وفاداری اور نمک حلالی میں نواب صاحب اور میاں صاحب سے بھی ایک گونا سبقت لے گئے بلکہ بٹالوی صاحب انگریز کی خوشنودی حاصل کرنے میں مرزا غلام احمد قادیانی سے بھی بڑھ گئے جو انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا، درج ذیل سطور سے یہ حقیقت بخوبی آشکارا ہوگی۔

غیر مقلدین اور منسوخی جہاد:

مشہور محقق ومؤرخ جناب پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری اپنی محققانہ تاریخی کتاب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے ص ۶۴ پر رقم طراز ہیں۔

’’مولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکار برطانیہ کی وفاداری میں جہاد کی منسوخی پر ایک مستقل رسالہ ’’الاقتصاد فی مسائل الجہاد‘‘ لکھا۔ انگریزی اور عربی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے، یہ رسالہ سر چارلس ایچی سن اور سر جیمس لائل گورنران پنجاب کے نام معنون کیا گیا، مولوی محمد حسین نے اپنی جماعت کے علماء سے رائے لینے کے بعد ۱۲۹۶ھ میں یہ رسالہ اشاعت السنہ کی جلد دوم شمارہ گیارہ میں بطور ضمیمہ شائع کیا۔ پھر مزید مشورہ و تحقیق کے بعد ۱۳۰۶ھ میں باضابطہ کتابی صورت میں شائع ہوا۔

جہاد کی منسوخی پر رسالہ لکھنے کی تفصیل بٹالوی صاحب کی زبانی:

جناب بٹالوی صاحب نے اس داستان کو بڑی تفصیل سے مزے لے لے کر بیان کیا ہے، بٹالوی صاحب اپنے اس کارنامہ پر فخر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اس قوم (غیر مقلدین) کا وکیل سرکار رسالہ اشاعۃ السنہ عرصہ سات سال سے اپنے متعدد پرچوں میں گورنمنٹ کی خیر خواہی کے مضامین شائع کر رہا ہے، جن میں اصول مذہب اسلام سے وہ ثابت کرتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ سے مسلمانان ہند کو لڑنا اور اس کے مخالفوں کو مدد دینا جائز نہیں۔

ان مضامین ہفت سالہ کی فہرست جرنل انجمن پنجاب نمبرا جلد ۵ مطبوعہ ۲۵ دسمبر ۱۸۸۵ء میں شائع ہوئی ہے اور ان مضامین پر گورنمنٹ پنجاب کا اعزاز نامہ متضمن شکریہ بھی ایڈیٹر کے نام صادر ہو چکا ہے۔

اس قوم اہلحدیث کے خادم (محمد حسین بٹالوی) نے اس مضمون میں کہ ''برٹش گورنمنٹ سے کسی مسلمان ہند کو جہاد جائز نہیں'' (چہ جائے کہ فساد) ایک خاص ''رسالہ الاقتصاد فی المسائل الجہاد'' تالیف کیا ہے جس کو ایک یورپ کے جینٹل مین فاضل جی۔ ڈبلیو ڈاکٹر لیزر بہادر بانی مبانی یونیورسٹی پنجاب اور پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور انگریزی میں ترجمہ کر رہے ہیں۔ (اشاعت السنہ ص ۲۶۱ شمارہ ۹ جلد ۸)

بٹالوی صاحب کا اپنے اس رسالہ کو مرزا غلام احمد کے رسالہ (دربارۂ منسوخی جہاد) پر ترجیح دینا

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگرچہ اس مضمون منسوخی جہاد کے رسائل گونمنٹ اور ملک کے اور خیر خواہوں (مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ) نے بھی لکھے ہیں۔ لیکن جو ایک خصوصیت اس رسالہ میں ہے وہ آج تک کسی تالیف میں نہیں پائی جاتی۔

تنسیخ جہاد اور نواب صاحب کی تائید:

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحب ، بٹالوی صاحب کے اس رسالہ کی پرزور تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''چنانچہ ۱۸۷۵ء میں مولوی محمد حسین سرگروہ موحدین لاہور (غیر مقلدین کے

لیڈر اور سردار) نے بجواب سوال مسئلہ اور اس فتوئی کے کہ آیا بمقابلہ گورنمنٹ ہند مسلمانان ہند کو جہاد کرنا اور اپنی مذہبی تقلید میں ہتھیار اٹھانا چاہیے یا نہیں، یہ جواب دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ جہاد جنگ مذہبی بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا بمقابلہ اس حاکم کے کہ جس نے آزادی مذہبی دے رکھی ہے از روئے شریعت اسلام عموماً خلاف وممنوع ہے۔

اور وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اس بادشاہ کے جس نے آزادی مذہب دی ہے ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں کل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں۔ (ترجمان وہابیہ ص ۱۲۰)

''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' تمام غیر مقلدین کی متفقہ اور مصدّقہ کتاب ہے

چنانچہ بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر چہ اس مضمون منسوخی جہاد کے رسائل گورنمنٹ اور ملک کے اور خیر خواہوں (مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ) نے بھی لکھے ہیں لیکن جو ایک خصوصیت اس رسالہ میں ہے وہ آج تک کی کسی تالیف میں پائی نہیں جاتی وہ یہ ہے کہ یہ رسالہ صرف مؤلف کا خیال نہیں رہا اس گروہ کے عوام وخواص نے اس کو پسند کیا اور اس سے آراء کا توافق ظاہر کیا۔

اس توافق رائے کو حاصل کرنے کے لئے مؤلف (محمد حسین بٹالوی) نے عظیم آباد سے پٹنہ تک ایک سفر کیا تھا، جس میں لوگوں کو یہ رسالہ سنا کر اتفاق حاصل کیا اور جہاں خود نہیں پہنچا وہاں اس رسالہ کی متعدد کاپیاں ارسال کر کے توافق حاصل کیا اور ۱۸۷۹ء میں بذریعہ ضمیمہ اشاعۃ السنہ اس رسالہ کے اصل اصول مسائل کو مشتہر کر کے لوگوں کو اس پر متفق کیا۔ (اشاعۃ السنہ ص ۲۶۱،۲۶۲ شمارہ ۹ جلد ۸)

نواب صاحب اس کی تائید وتشریح میں رقمطراز ہیں

''پھر مولوی محمد حسین نے اپنے اس دعویٰ اور جواب کی تصدیق میں کل علماء ملک پنجاب واطراف ہند کے پاس اپنے فتوئی جوابی کو بھیج دیا اور اچھی طرح سے مشتہر کیا اور

کل علماء ہند و ملک پنجاب سے اس بات کی تصدیق میں اقرار مہری اور دستخطی کرالیا کہ عموماً مسلمانان ہند کو ہتھیار اٹھانا اور جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کرنا خلاف مسئلہ سنت وایمان موحدین ہے۔

اور نیز کل علماء ملک پنجاب و ہند نے تائید قول مولوی محمد حسین کو اس فتویٰ میں بہت سچا اور پکا کہا ہے اور سب نے اپنی اپنی رضائے اسلامی وایمانی سے اس فتویٰ کو قبول کیا ہے اور جانا اور مانا ہے کہ:

''بمقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ موحدین (غیر مقلدین) کو ہتھیار اٹھانا خلاف ایمان و اسلام ہے'' (ترجمان وہابیہ ص ۱۲۱)

چند قابل غور نکات:

(۱)...... بٹالوی صاحب، نواب صاحب اور ان کے ہم عصر تمام اکابر و اصاغر علماء غیر مقلدین نے اسلام کے ایک اہم ترین بنیادی اور اساسی فریضہ (جس کی فرضیت قرآن کریم کے قطعی نصوص اور صحیح صریح مرفوع اور غیر مجروح احادیث سے ثابت ہے) کو محض انگریز کی خوشنودی اور رضاء کے لئے اور اپنے دنیاوی اغراض و مقاصد اور سیاسی مفاد و مراعات حاصل کرنے کے لئے اور انگریز سرکار سے اپنی وفاداری کے سٹرفکیٹ کے حصول کی غرض سے منسوخ قرار دیا حالانکہ قرآن کریم کے صریح اور شریعت مقدسہ کے کسی واضح حکم کو منسوخ کرنے بلکہ اس میں ادنیٰ ترمیم کا حق بھی کسی شخص کو حاصل نہیں خواہ وہ کتنے بڑے منصب اور مرتبہ پر فائز ہو۔

شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ غیر مقلدین کے اکابر نے محض انگریز کو خوش کرنے اور اپنے دنیاوی مقاصد کی تحصیل کی غرض سے شریعت مقدسہ کے ایک اہم فریضہ کو منسوخ قرار دینے کی ناپاک جسارت کی۔

(۲)...... بٹالوی صاحب نے اپنے اس فتویٰ کو خوب مشتہر کیا اور پنجاب اور اطراف ہند کے غیر مقلد علماء کے پاس تائید و تصویب اور تصدیق کے لئے بھیجا، اس فرقہ کے سب

علماء نے بجائے اس کے کہ بٹالوی صاحب کو لعن طعن کرتے اور ان کے اس فعل شنیع پر ان کو ملامت کرتے اور ان کی اس بیجا جسارت اور مذموم حرکت پر تین حرف بھیجتے اس کے برعکس انہوں نے نہایت بے شرمی اور ڈھٹائی سے اس ناپاک فتویٰ کی تائید میں اس پر دستخط کئے، اس پر اپنی مہریں چسپاں کیں اور ان کو اس فتویٰ میں سچا پکا اور صادق وصائب قرار دیا اور انگریز کے خلاف جہاد میں حصہ لینے والوں کو ایمان واسلام سے خارج بتایا۔

(۳)...... گویا یہ فتویٰ بٹالوی صاحب کی انفرادی رائے نہیں بلکہ اس دور کے ہندوستان کے تمام غیر مقلد علماء کی اجتماعی سوچ کا نتیجہ ہے اور یہ رسالہ من حیث الجماعت اس فرقہ کے نظریات وافکار اور عقائد وخیالات کا آئینہ دار ہے۔

اب ناظرین کرام غیر مقلدین کے ایک اور بڑے عالم کے کردار کی ہلکی سی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

مولوی عبدالوہاب ملتانی کا انگریز کے اشارہ پر امامت کا دعویٰ کرنا

مولوی عبدالوہاب صاحب ملتانی امام جماعت غرباء اہلحدیث غیر مقلدین کے ممتاز عالم دین ہیں، سید نذیر حسین صاحب دہلوی کے شاگردوں میں ممتاز مقام رکھتے ہیں انہوں نے ۱۹۱۱ء میں امامت کا دعوی کیا، اس کے اغراض ومقاصد کیا تھے اس ادعاء میں کونسا بھید مضمر اور کونسا راز پنہاں تھا، غیر مقلدین کے مشہور عالم مولوی محمد مبارک استاد اسلامیات بنی باغ ضیاء الدین میموریل گورنمنٹ کالج کراچی (شاگرد رشید مولوی عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی) اس راز سے نقاب سرکاتے ہیں، مولانا موصوف مولانا عبدالوہاب صاحب ملتانی کی امامت کے دعویٰ کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

امامت کے دعویٰ کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے۔

۱...... تحریک مجاہدین کو نقصان پہنچاؤ جس سے انگریز خوش ہو۔

۲...... جماعت میں انتشار۔

۳...... خود کو نمایاں حیثیت سے پیش کرنا۔

کیونکہ شیخ الکل کے دوسرے تلامذہ کے مقابلے میں بالکل صفر تھے اور دوسرے تلامذہ میں جو صلاحیتیں پائی جاتی تھیں ان سے یہ عاری تھے۔ لہذا امامت کا دعویٰ کیا (علماء احناف اور تحریک مجاہدین ملخصاً ص ۵۲،۵۱)

این خانہ ہمہ آفتاب است

مسلمانوں میں انتشار و خلفشار، افتراق واختلاف اور تشتت ولامرکزیت پیدا کرکے ان کی قوتوں کو مضمحل کرنا، ان کو آپس میں لڑا کر انگریز کی حکومت کو مستحکم ومضبوط کرنا چونکہ فرقہ غیر مقلدین کا بنیادی مقصد تھا اس لئے اس مقصد کی تکمیل کے لئے ان کے اکابر نے ایک دوسرے سے گوئے سبقت لے جانے کی کوشش کی، عبدالوہاب ملتانی کا ادعائے امامت بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

غیر مقلدین کی انگریز سے وفاداری وخیر خواہی اور اسلامی حکومت پر ترجیح کی ایک قوی اور روشن دلیل

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

"اس گروہ اہل حدیث کے خیر خواہ و وفادار رعایا برٹش گورنمنٹ ہونے پر ایک بڑی روشن اور قوی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کے زیر حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے زیر سایہ رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں اور اس امر کو اپنے قومی وکیل اشاعت السنہ کے ذریعہ سے (جس کے نمبر ۱۰ جلد ۶ میں اس امر کا بیان ہوا ہے اور وہ نمبر ہر ایک لوکل گورنمنٹ اور گورنمنٹ آف انڈیا میں پہنچ چکا ہے) گورنمنٹ پر بخوبی ظاہر اور مدلل کر چکے ہیں جو آج تک کسی اسلامی فرقہ رعایا گورنمنٹ نے ظاہر نہیں کیا اور نہ آئندہ کسی سے اس کے ظاہر ہونے کی امید ہوسکتی ہے"۔

(اشاعت السنہ ص ۲۶۲ شمارہ ۹ جلد ۸)

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے غیر مقلدانہ ذہنیت کہ ایک کافر ومشرک ظالم وجابر اور فاسق وفاجر حکومت کو اسلامی حکومتوں پر ترجیح دی جارہی ہے، ہر وہ شخص

جس کے دل میں ایمانی احساسات کا معمولی سا حصہ بھی ہو وہ قطعاً غیر مسلم اور کافر و ظالم حکومت کو مسلمان حکومتوں پر ترجیح دینے کی سوچ بھی نہیں سکتا لیکن غیر مقلدین کی جسارت ملاحظہ فرمائیے کہ انگریز کی چاپلوسی اور خوشامد کرتے ہوئے کن پستیوں میں جاگرے ہیں، ذہن کی کجی اور ایمان کی کمزوری کی اس سے بڑھ کر کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے؟

مسلمانوں کی تاریخ کے تمام ادوار شاہد عدل ہیں کہ مسلمانوں نے کافر و مشرک اور ظالم و جابر حکومتوں سے گلوخلاصی کے لئے اور ان کے پنجہ استبداد سے رہائی حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ عظیم قربانیاں دی ہیں، ان سے جہاد کئے ہیں، ان کی حکومتوں کے زیر سایہ رہنے کو کبھی بھی اسلامی حکومتوں پر ترجیح نہیں دی سوائے منافقوں اور غداروں کے کہ ان کی ہمیشہ سے یہی خواہش رہی کہ مسلمان حکومتیں مٹ جائیں اور ان کی بجائے غیر مسلم ظالم حکومتوں کا مسلمانوں پر تسلط ہو۔

ناظرین کرام! آپ خود ہی فرمائیں کہ غیر مقلدین آپکو کس صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔

غیر مقلدین کے لئے اہل حدیث کے نام کی الاٹمنٹ کی تفصیلات بٹالوی صاحب کی زبانی

مولوی محمد حسین صاحب نے جو غیر مقلدین کے وکیل اعظم تھے، لفظ وہابی کی منسوخی اور اہلحدیث کے نام کی الاٹمنٹ کے لئے انگریز بہادر کے حضور ایک درخواست پیش کی، جس میں انگریز سرکار کے لئے غیر مقلدین کی من حیث الجماعت وفاداری، خیر خواہی اور نمک حلالی کے سلسلہ میں اپنی جماعت کی نمایاں خدمات کا ذکر کیا اور متعدد نازک مواقع میں اپنی بہی خواہی کی نشاندہی کی اور اس درخواست کے آخر میں التجا کی کہ لفظ وہابی (جو باغی اور نمک حرام کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے) کو منسوخ کر کے ہمارے فرقہ کے لئے اہلحدیث کا نام الاٹ کیا جاوے۔ ذیل میں اس درخواست کا اردو

ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ ناظرین کرام! اس کے مضمرات کا بغور مطالعہ ملاحظہ فرماویں۔

ترجمہ درخواست برائے الاٹمنٹ نام اہلحدیث ومنسوخی لفظ وہابی

اشاعۃ السنہ النس لاہور

از جانب ابوسعید محمد حسین لاہوری، ایڈیٹر اشاعۃ السنہ ووکیل اہل حدیث ہند

بخدمت جناب سیکرٹری گورنمنٹ

میں آپ کی خدمت میں بطور ذیل پیش کرنے کی اجازت اور معافی کا خواستگار ہوں ،۱۸۸٦ء میں میں نے ایک مضمون اپنے ماہواری رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کیا تھا جس میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ لفظ وہابی جس کو عموماً باغی ونمک حرام کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، لہذا اس لفظ کا استعمال مسلمانان ہندوستان کے اس گروہ کے حق میں جو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور وہ ہمیشہ سے سرکار انگریز کے نمک حلال وخیر خواہ رہے ہیں، اور یہ بات (سرکار کی وفاداری ونمک حلالی) بارہا ثابت ہو چکی ہے اور سرکاری خط وکتابت میں تسلیم کی جاچکی ہے، مناسب نہیں (خط کشیدہ جملے خاص طور پر قابل غور ہیں۔)

بناء بریں اس فرقہ کے لوگ اپنے حق میں اس لفظ کے استعمال پر سخت اعتراض کرتے ہیں اور کمال ادب وانکساری کے ساتھ گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ (ہماری وفاداری، جانثاری اور نمک حلالی کے پیش نظر) سرکاری طور پر اس لفظ وہابی کو منسوخ کر کے اس لفظ کے استعمال سے ممانعت کا حکم نافذ کرے، اور ان کو اہل حدیث کے نام سے مخاطب کیا جاوے، اس مضمون کی ایک کاپی بذریعہ عرضداشت میں (محمد حسین بٹالوی) نے پنجاب گورنمنٹ میں پیش کی اور اس میں یہ درخواست کی کہ گورنمنٹ اس مضمون کی طرف توجہ فرمادے، اور گورنمنٹ ہند کو بھی اس پر متوجہ فرماوے اور اس فرقہ کے حق میں استعمال لفظ وہابی سرکاری خط وکتابت میں موقوف کیا جاوے اور اہل حدیث کے نام سے مخاطب کیا جاوے۔ اس درخواست کی تائید کے لئے اور اس امر کی درخواست کیسے مسترد کرسکتا تھا تو اس نے نہایت خوشی اور مسرت

سے اپنے چہیتوں کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا، چنانچہ اس بارے میں غیر مقلدین کے مشہور عالم مولوی عبدالمجید سوہدروی لکھتے ہیں:

''مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعت السنہ کے ذریعہ اہلحدیث کی بہت خدمت کی، لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہلحدیث کے نام سے موسوم کیا گیا، (سیرت ثنائی ص ۳۷۲)

غیر مقلدین کی انگریزی خدمات کے عوض اہلحدیث نام کی الاٹمنٹ:

مزدور جب نہایت محنت و مشقت کوشش و کاوش اور لگن و دل جمعی سے اپنے کارِ مفوضہ کو انجام دے چکتا ہے اور اس بارے میں وہ کسی قسم کی سستی و غفلت اور تکاسل کا روادار نہیں ہوتا تو شام کے وقت اس کا مالک جہاں اپنے حسن انتخاب پر مسرور ہوتا ہے وہاں وہ مزدور کی درخواست پر مزدوری کے علاوہ اسے مزید انعام واکرام سے بھی نوازتا ہے، علی ہذا القیاس جب غیر مقلدین نے اپنے آقا اور سرپرست انگریز بہادر کی طرف سے تفویض کئے گئے فرائض کو نہایت محنت و جانفشانی اور عرقریزی و جانکاہی سے انجام دیا اور مسلمانوں میں اختلاف وافتراق کا بیج بونے اور انتشار و خلفشار کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کرنے میں انگریز سرکار کی توقعات سے بڑھ کر حسن کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور انگریز کی وفاداری، جانثاری، خیرخواہی اور نمک حلالی اوران سے متعدد نازک مواقع میں ظاہر ہوئی تو انہوں نے انگریز سرکار سے اپنے لئے اہلحدیث نام کی الاٹمنٹ کی درخواست کی۔

انگریز بہادر اپنے وفاداروں جانثاروں اور بہی خواہوں کی تصدیق کے لئے کہ یہ درخواست کل ممبران اہل حدیث پنجاب و ہندوستان کی طرف سے ہے (پنجاب و ہندوستان کے تمام غیر مقلد علماء یہ درخواست پیش کرنے میں برابر کے شریک ہیں) اور ایڈیٹر اشاعت السنہ ان سب کی طرف سے وکیل ہے، میں (محمد حسین بٹالوی) نے چند قطعات محضر نامہ گورنمنٹ پنجاب میں پیش کئے جن پر فرقہ اہل حدیث تمام صوبہ جات ہندوستان کے دستخط ثبت ہیں اور ان میں اس درخواست کی بڑے زور سے تائید پائی جاتی ہے۔

چنانچہ آنریبل سر چارلس ایچی سن صاحب بہادر جو اس وقت پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر تھے، گورنمنٹ ہند کو اس درخواست کی طرف توجہ دلا کر اس درخواست کو باجازت گورنمنٹ ہند منظور فرمایا جائے اور اس استعمال لفظ وہابی کی مخالفت اور اجراء نام اہل حدیث کا حکم پنجاب میں نافذ فرمایا جائے۔

میں ہوں آپ کا نہایت ہی فرمانبردار خادم

ابوسعید محمد حسین

ایڈیٹر ''اشاعۃ السنۃ'' (اشاعۃ السنہ ص ۲۴ تا ۲۶ شمارہ ۲ جلد نمبر ۱۱)

☆......☆......☆......☆......☆

برٹش گورنمنٹ کی طرف سے بٹالوی صاحب کو اہلحدیث کے نام کی الاٹمنٹ کی اطلاع

مولوی بٹالوی صاحب نے جماعت اہلحدیث کے وکیل اعظم ہونے کی حیثیت سے حکومت ہند اور مختلف صوبہ جات کے گورنروں کو لفظ وہابی کی منسوخی اور اہلحدیث نام کی الاٹمنٹ کی جو درخواست دی تھی کہ ان کی جماعت کو آئندہ وہابی کے بجائے اہل حدیث کے نام سے پکارا جائے اور سرکاری کاغذات اور خطوط و مراسلات میں وہابی کے بجائے اہلحدیث لکھا جائے، انگریز سرکار کی طرف سے ان کی سابقہ عظیم الشان خدمات اور جلیل القدر کارناموں کے پیش نظر اس درخواست کو گورنمنٹ برطانیہ نے باقاعدہ منظور کر کے لفظ وہابی کی منسوخی اور اہل حدیث نام کی الاٹمنٹ کی باضابطہ تحریری اطلاع بٹالوی صاحب کو دی، سب سے پہلے حکومت پنجاب نے اس درخواست کو منظور کیا۔

لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے بذریعہ سیکرٹری حکومت پنجاب مسٹر ڈبلیو، ایم، ینگ صاحب بہادر نے بذریعہ چٹھی نمبری ۱۷۵۸ مجریہ ۳ دسمبر ۱۸۸۶ء اس کی منظوری کی اطلاع بٹالوی صاحب کو دی، اسی طرح گورنمنٹ سی پی کی طرف سے ۱۴ جولائی ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری ۴۰۷، گورنمنٹ یوپی کی طرف سے ۲۰ جولائی ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری

۳۸۶ گورنمنٹ بمبئی کی طرف سے ۱۴ اگست ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری ۷۳۲، گورنمنٹ مدراس کی طرف سے ۱۵ اگست ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری ۱۲۷، گورنمنٹ بنگال کی طرف سے ۴ مارچ ۱۸۹۰ء بذریعہ خط نمبری ۱۵۶۔ اس درخواست کی منظوری کی اطلاعات مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو فراہم کی گئیں (اشاعۃ السنہ شمارہ ۲ جلد ۱۱ صفحہ ۳۲ تا صفحہ ۳۹، جنگ آزادی از جناب پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری صفحہ ۶۶)

غیر مقلدین کے اکابر اور بانیوں کا ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی پر سپاسنامہ پیش کرنا

ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی پر، ملکہ کے حضور، غیر مقلدین کے اکابر نے ایک سپاسنامہ پیش کیا، اس میں غیر مقلدین کے سربراہوں اور بزرگوں نے جس گھٹیا انداز میں اپنے جذباتِ عقیدت کا اظہار کیا، خوشامد اور چاپلوسی کے لئے جو گھناؤنا طریق اپنایا، کاسہ لیسی اور تملق کا جو ریکارڈ قائم کیا اس سے ہر باضمیر شخص کی آنکھیں فرطِ ندامت سے جھک جاتی ہیں لیکن افسوس صد افسوس کہ غیر مقلد حضرات اپنے اکابر کے اس گھٹیا کردار پر نادم و شرمسار ہونے کے بجائے فخر کرتے اور اتراتے ہیں، اس کی تفصیل آپ بٹالوی صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

جشن جوبلی ملکہ وکٹوریہ

اس دعوت کے مقام (مولوی الٰہی بخش کی کوٹھی) کے عین دروازے کے سامنے رات کے وقت ملاحظہ روشنی کے لئے نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر کا گزر کرنا مقرر تھا، اس جگہ اہلحدیث نے ایک بلند اور وسیع دروازہ بنایا، جس پر سنہرے حروف میں ایک طرف انگریزی میں کلمات دعائیہ مرقوم تھے۔ دوسری طرف لاجوردی رنگ سے یہ بیت اردو تحریر تھا: دل سے ہے یہ دعائے اہلحدیث...... جشن جوبلی مبارک ہو۔

(رسالہ اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۰۴ شمارہ ۷ جلد ۹)

اس موقعہ پر بذریعہ ڈیپوٹیشن اہل حدیث کا مندرجہ ذیل ایڈریس ملکہ وکٹوریہ کو پیش ہوا۔

☆.................☆.................☆

ملکہ وکٹوریہ کے حضور نذرانہ عقیدت بصورت سپاسنامہ

ایڈریس منجانب گروہ مسلمانان اہلحدیث برموقعہ جشن جوبلی ملکہ وکٹوریہ

بحضور فیض گنجور کوئن وکٹوریہ گریٹ وقیصرۂ ہند بارک اللہ فی سلطنتھا

(۱)......ہم ممبران گروہ اہل حدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمت عالی میں جشن جوبلی کی دلی مسرت سے مبارک باد عرض کرتے ہیں۔

(۲)......برٹش رعایائے ہند میں سے کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں مبارک تقریب کی مسرت جوش زن نہ ہوگی اور اس کے بال بال سے صدائے مبارک باد نہ اٹھتی ہوگی مگر خاص کر فرقہ اہل اسلام جس کو سلطنت کی اطاعت اور فرمان روائے وقت کی عقیدت اس کا مقدس مذہب سکھاتا اور اس کو ایک فرض مذہبی قرار دیتا ہے، اس اظہار مسرت اور ادائے مبارک باد میں دیگر مذاہب کی رعایا سے پیش قدم ہے، علی الخصوص گروہ اہلحدیث من جملہ اہل اسلام اس اظہار مسرت وعقیدت اور دعاء برکت میں چند قدم اور بھی سبقت رکھتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ جن برکتوں اور نعمتوں کی وجہ سے یہ ملک تاج برطانیہ کا حلقہ بگوش ہو رہا ہے ازاں جملہ ایک بے بہا نعمت مذہبی آزادی سے یہ گروہ ایک خصوصیت کے ساتھ اپنا نصیبہ اٹھا رہا ہے۔

(۳)......وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص اس سلطنت میں حاصل ہے، بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یہ یقین ہوسکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام واستحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارک باد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔

ہم بڑے جوش سے دعا مانگتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ حضور والا کی حکومت کو اور بڑھائے اور تا دیر حضور والا کا نگہبان رہے تا کہ حضور والا کی رعایا کے تمام لوگ حضور کی

وسیع حکومت میں امن اور تہذیب کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔

(رسالہ اشاعت السنہ صفحہ ۲۰۶۔۲۰۵ (حاشیہ) شمارہ ۷ جلد ۹ مطبوعہ وکٹوریہ پریس لاہور)

لیفٹیننٹ گورنر پنجاب سر چارلس آتچیسن کو وطن روانگی کے وقت جماعت اہلحدیث کی طرف سے جو ایڈریس پیش کیا گیا

ایڈریس

منجانب فرقہ اہل حدیث وممبران وغیرہ

بحضور سر چالس ایچی سن بہادر کے سی، ایس، آئی، سی، آئی، ای، ایل، ایل، ڈی

گورنر پنجاب

(۱)...... ہم ممبران فرقہ اہل حدیث وغیرہ حضور والا کی عالی خدمت میں اس موقعہ پر (جبکہ جناب والا اس صوبہ سے رخصت ہو رہے) کمال ادب واخلاص کے ساتھ حضور والا کے خسروانہ احسانات ومربیانہ عنایات کا شکریہ ادا کرنے اور حضور کی مفارقت (جدائی) پر (تہہ) دل سے افسوس ظاہر کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔

(۲)...... حضور والا کے شاہانہ عنایات ومربیانہ توجہات ابتداء رونق افروزی ہندوستان سے عہد گورنری تک اس ملک ہندوستان پر اس کثرت وتواتر سے مبذول رہی ہیں کہ اگر ان کو متواتر باران رحمت یا موجزن دریائے موہبت کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

(۳)...... ملک پنجاب پر حضور والا کا یہ احسان تمام آئندہ نسلوں تک یاد رہے گا کہ حضور نے یونیورسٹی کا وہ علمی پودہ جو مبارک ہاتھوں سے لگایا تھا۔ ایسا سرسبز وشاداب کیا کہ آج اس کے فوائد سے تمام اہل پنجاب مستفید ومستفیض ہو رہے ہیں اور آئندہ ان کو فائدہ پہنچنے کی اور بہت زیادہ امیدیں ہیں۔

(۴)...... حضور والا نے پنجاب میں معزز جوڈیشنل عہدوں پر دیسیوں (مقامی لوگوں) کو مامور فرمایا، جن کے حصول کی سہولت اس سے پہلے اس صوبہ میں کبھی دیسیوں کو حاصل نہ ہوتی تھی۔

(۵)...... پنجاب میں لوکل سیف گورنمنٹ کا اجراء بھی حضور کی معاونت و مشاورت سے ہوا ہے۔

(۶)...... پنجاب میں چیفز کالج کے قیام و استحکام کا قرعہ بھی حضور ہی کے نام نامی پر روز ازل میں ڈالا گیا تھا۔

(۷)...... پنجاب میں علمی فری لائبریری کو حضور نے قائم کیا، جس کے فیض سے غریب نادار بھی (جو مال نہیں خرچ کر سکتے) ویسے ہی کامیاب ہوئے ہیں جیسے کہ امیر مالدار

(۸)...... حضور نے دیسیوں کو اپنی بارگاہ میں اس فیاضی سے دخل دیا کہ وضیع و شریف سب کو فیض یاب ہونے اور اپنی عرض حاجات کرنے کا یکساں موقع ملتا رہا۔

(۹)...... یہ وہ برکات خسروانہ و عنایات شاہانہ حضور ہیں جن سے اس ملک کے تمام باشندے فیض یاب ہو رہے ہیں اور خاص کر اہل اسلام پر حضور نے یہ شاہانہ احسان کیا کہ ان کی نازک اور ضعیف حالت پر رحم فرمایا اور ان کو ترقی کے دور میں اپنی ہمعصر اقوام سے بہت پیچھے رہی ہوئی دیکھ کر ہمسری اقران کا سامان بہم پہنچایا یعنی غریب مسلمان طالب علموں کے لئے اٹھاون وظائف کا حکم اس صوبہ پنجاب میں نافذ کیا ہے، یہ احسان اہل اسلام پر ایسا ہوا ہے۔ جو حضور کے کارناموں میں ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی پر یادگار رہے گا۔

(۱۰)...... یہ احسان حضور بھی کچھ کم لائق ذکر و قابل فخر نہیں ہے بلکہ اس ایڈریس میں خصوصیت کے ساتھ واجب الذکر ہے جو حضور نے مسلمانوں کے ایک گروہ اہلحدیث پر مبذول فرمایا ہے کہ ان کی نسبت ایک ایسے دل آزار "لفظ وہابی" کے استعمال کو جس سے ان کی وفاداری و جانثاری میں (جو نازک وقتوں میں ظاہر ہو چکی اور گورنمنٹ کے نزدیک مسلم ہے) ناواقفوں کو شبہ ہوتا تھا، بمشاورت و استعانت گورنمنٹ ہند مسدود فرمایا اور سرکاری کاغذات میں اس کے استعمال سے مخالفت کا (اور اہل حدیث نام کے اجراء کا) حکم فرمایا۔

(۱۱)...... ہم اہل اسلام عموماً اور فرقہ اہل حدیث خصوصاً حضور کے ان احسانات مربیانہ و

عنایات خسروانہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے اپنے پرحسرت دل سے افسوس کرتے ہیں کہ ہم بہت جلد حضور کے آئندہ مربیانہ عنایات سے محروم ہونے والے ہیں۔

(۱۲)......ہم باشندگان پنجاب خصوصاً اہل اسلام علی الخصوص اہل حدیث کو جس قدر حضور کی مفارقت کا افسوس ہے، اس کے پورے اور سچے طور پر اظہار کے لئے ہم نے کافی لفظ نہیں پائے۔ لہذا بجائے افسوس کے کہ ہم اس ایڈریس کے خاتمہ میں ان کلمات دعائیہ کی عرض پر اکتفا کرتے ہیں کہ خداوند عالم حضور فیض گنجور کو صحت وسلامتی کے ساتھ وطن مالوف پہنچائے اور پھر بہت جلد حضور کو عہدہ گورنر جنرل پر ماموروممتاز فرما کر ہندوستان میں لاوے اور ہماری آنکھوں کو حضور کے دیدار فیض آثار سے منور کرے۔ آمین ثم آمین۔

☆......☆......☆......☆......☆

بوطن رفتنت مبارک باد۔ بسلامت روی باز آئی

یہ ایڈریس بذریعہ ڈیپوٹیشن ہزآنر لیفٹیننٹ گورنر کے حضور ۲۴ مارچ ۱۸۸۷ء کو پیش ہوا

(اشاعۃ السنہ ص ۲۵۳ تا ۲۵۶ شمارہ نمبر ۸ جلد نمبر ۹)

لارڈ ڈفرن کو اہلحدیث نے جو ایڈریس پیش کیا

نقل ایڈریس

سپاسنامہ اہلحدیث پنجاب و ہندوستان و دیگر ارکان وغیرہ بحضور ہنر ایکسیلنسی دی رائٹ آنریبل سر فریڈرک ٹمپل ہملٹن ٹمپل وڈ مارکوئیس آف ڈفرن ارل آف آوہ کے۔بی۔جی۔ایم۔ایس۔آئی۔جی۔سی۔بی۔جی۔سی۔ایم۔جی۔پی۔سی۔ڈی۔او۔ایل وائسرائے اینڈ گورنر جنرل آف انڈیا۔

حضور والہ!

ہم فرقہ اہلحدیث اور پنجاب وہندوستان کے دوسرے اسلامی فرقوں کے ارکان میں سے چند افراد اپنی طرف سے اصالتاً اور اپنے تمام ہم مسلک وہم مشرب افراد کی طرف سے وکالتہً جناب والا کی ذات ستودہ صفامت کی مفارقت پر اظہار افسوس کی نیت

سے حاضر ہوئے ہیں اور کمال عجز وانکسار کے ساتھ جو جانثار خیز اندیشوں کا شیوہ ہے عرض مدعا کی اجازت کے خواستگار ہیں۔

(۱)...... آنجناب کی کرم گستر اور عدل پرور شخصیت کے عہد سعادت مہد کے احسانات و برکات جو کہ عظیم البرکت باران رحمت کی طرح سب لوگوں اور ان دیار کی اطاعت شعار اقوام پر برسے ہیں (جیسے مملکت میں امن وامان کا قیام اور سلطنت میں وسعت واستحکام اور پبلک سروس کمیشن کا تقرر اور لیڈی ڈفرن فنڈ کی تجویز اور ان جیسے دیگر امور) ہندوستان کے مسلمانوں نے دوسری اقوام کی طرح ان سے حظ وافر اور حصہ کامل حاصل کیا ہے اور حضور پرنور کی خصوصی نوازشیں اس طرح ظہور میں آئی ہیں کہ ان سے نفع اٹھانے میں اہل اسلام عموماً اور اہلحدیث خصوصاً دوسروں سے گوئے سبقت لے گئے ہیں اور اس بارہ میں قسم کی خصوصیت پیدا کی ہے۔

(۲)...... ایک بڑا انعام اور عظیم احسان جس کے ساتھ آنجناب نے تمام اہل اسلام کو مخصوص کیا ہے، یہ ہے کہ جناب والا خطاب نے انجمن اسلامیہ عمومیہ کلکتہ کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے یہ فرمان نافذ فرمایا ہے کہ مملکت ہندوستان کے تمام صوبوں میں سے ہر صوبہ کی سالانہ رپورٹ کے سلسلہ میں ایک کالم اہل اسلام کے حالات اور تعلیمی کوائف کے لئے مخصوص کیا جائے۔

(۳)...... ایک بڑا اکرم اور عظیم احسان جو خاص طور پر فرقہ اہلحدیث پر مبذول ہوا ہے یہ ہے کہ ان کے حق میں لفظ وہابی کا استعمال (جو ان کی دلآزاری کا باعث تھا، جس سے ان کی جانثاری اور وفاداری جو نازک اوقات میں ظاہر ہو چکی تھی اور جو گورنمنٹ کے نزدیک مسلم ہے ناواقفوں کے لئے مشکوک ہوتی تھی) سرکاری دفاتر سے منسوخ ومسدود فرمادیا گیا ہے، جس سے بے خبروں کی بدگمانیاں مٹ گئی ہیں، جناب والا کے اس فرمان واجب الاذعان کو ہندوستان کے مختلف صوبہ جات کے گورنروں نے واجب العمل قرار دیتے ہوئے اس گروہ (غیر مقلدین) کے حق میں اس دلخراش لفظ کا استعمال موقوف فرمادیا ہے اور ان کو اہلحدیث کے خطاب سے مخاطب اور معزز فرمایا ہے اور اس کے

مطابق احکام نافذ کئے ہیں۔

(۵)...... آنجناب کے ان احسانات عامہ وخاصہ کے پیش نظر جو اہل اسلام پر عموماً اور اہلحدیث پر خصوصاً مبذول ہوئے ہیں ہم ہزار زبان کے ساتھ ان احسانات کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور آن جناب کی ذات والا صفات جو کہ مظہر جود و احسان ہے کی مفارقت پر جو کہ قبل از وقت (مقررہ میعاد سے پیشتر) وقوع پذیر ہو رہی ہے حسرت کے آنسو بہاتے ہوئے اپنے اندرونی غم واندوہ اور قلبی رنج وملال کو اس تمنا کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ کاش آپ کا سایہ جو ہما کا ہم پایہ ہے مقررہ میعاد تک ہم (غیر مقلدوں) کے سروں پر سایہ افگن رہتا اور کاش کہ آپ کی حکومت کی مدت دوگنی ہو جاتی تاکہ آپ سے مزید فوائد ومنافع اور احسانات وانعامات ہمارے حصہ میں آتے اور ہم آپ کے مزید احسان مند اور ممنون ہوتے۔

(۶)...... حضور پرنور کی ناگزیر مفارقت (جدائی) پر یہ ہجر کے ستائے ہوئے اور غم کے مارے ہوئے (غیر مقلدین) صبر وشکیبائی کے دامن پر ہاتھ مارتے ہیں اور اس دعائے خیر کے ساتھ اپنے آپ کو تسلی وتسکین دیتے ہیں کہ خداوند عالم جناب کی ذات بابرکت کو بخیر وعافیت وطن مالوف پہنچائے۔

(۷)...... نیز اس جگہ روز افزوں ترقی واقبال پر فائز ہو کر اہل اسلام کے لئے بہبود اور نفع کا سرچشمہ بنیں اور برطانیہ کے تاج وتخت کو (جس کی نیابت سے جناب والا بہرہ مند ہیں) ترقی واستحکام عطا فرما کر ملک کے لئے امن وبرکت اور اہل اسلام کے لئے حمایت وحفاظت کا ذریعہ ثابت ہوں۔

ہم ہیں حضور کے وفادار وجانثار حضور کی رعایا۔

مولوی سید نذیر حسین دہلوی (شیخ الکل فی الکل شمس العلماء وآیۃ من آیات اللہ)

ابو سعید محمد حسین بٹالوی وکیل اہلحدیث ہند۔

مولوی احمد اللہ واعظ میونسپل کمشنر امرتسر۔

مولوی قطب الدین پیشوائے اہلحدیث روپڑ۔

مولوی حافظ عبداللہ غازی پوری۔ مولوی محمد سعید بنارس۔

مولوی محمد ابراہیم آرہ۔ مولوی سید نظام الدین پیشوائے اہلحدیث مدراس۔

(اشاعت السنہ صفحہ ۴۰۔۴۴ شمارہ نمبر ۲ جلد ۱۱)

غیر مقلدین کے اکابر و اسلاف اور اس فرقہ کے ممتاز اور جید علماء کرام، بلکہ ان کے مجددین کی طرف سے ملکہ وکٹوریہ، سر چارلس آچیسن اور لارڈ ڈفرن کے حضور جو سپاسنامے اور ایڈریس پیش کئے گئے وہ ناظرین کرام کی نظروں سے گزر چکے ہیں، ان سپاسناموں میں غیر مقلدین کے مجددوں اور اس طائفہ کے اسلاف واعاظم نے شرم وحیا کی جس طرح مٹی پلید کی ہے، غیرت دینی کا جس طرح قتل عام کیا ہے، اسلامی حمیت کو جس طرح کند چھری سے ذبح کیا ہے، دنیاوی اغراض و مقاصد اور جماعتی فوائد و منافع اور مراعات کے حصول کے لئے اپنے علم وفضل اور وقار کو جس طرح مجروح کیا ہے وہ اسلامی تقاضوں کی پامالی کا ایک جانگداز منظر ہے، دیکھئے کس عیاری اور کس فنکاری سے انگریز کی خوشامد اور چاپلوسی کی گئی ہے، واقعی غیر مقلدین کے اکابر واسلاف اس فن میں اتارو تھے۔ اس بارہ میں ان کی ذہانت و فطانت اور حذاقت و مہارت کی داد نہ دینا یقیناً ظلم کے قبیل سے ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند دیں میل او اندر دلش انداختند

ظالم وکافر اور فاسق وفاجر حکومت کی مدح وثناء اور تعریف وتوصیف میں حد سے بڑھ جانا اور غلو کرنا، اس کی ترقی واستحکام اور بقاء کے لئے دل کی گہرائیوں میں ڈوب ڈوب کر دعائیں کرنا، اس کی مفارقت پر اندرونی درد وکرب، باطنی غم واندوہ اور قلبی رنج وملال کے ہاتھوں مجبور ہو کر اشک حسرت کی ندیاں بہانا ایمانی جذبوں کی جانکنی کا ایک روح فرسا نظارہ ہے، انگریز کے فراق کے صدمہ سے نڈھال ہو کر اشک حسرت بہانے والے، انگریز کی سلطنت کی ترقی واستحکام اور اس کی بلند اقبالی کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں کرنے والے اور اس کے ظل عاطفت اور سایہ شفقت کو اسلامی حکومت پر ترجیح دینے والے یہ حضرات کون تھے؟ یہ تھے غیر مقلدین کے ائمہ کرام اور ان کے عظیم و

جلیل اکابر اسلاف جن کی شخصیتوں پر غیر مقلدین بڑا فخر کرتے اور اتراتے ہیں اور جن کو غیر مقلدین علم وفضل کا کوہ ہمالیہ، تقویٰ و تدین اور خلوص وللّٰہیت کا پیکر مجسم قرار دیتے ہیں اور جن کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ فرقہ غیر مقلدین میں ان حضرات کے بعد ان کے علم وفضل اور مرتبہ ومقام کے حامل افراد واشخاص پھر نہیں پیدا ہوئے، جب غیر مقلدین کے مجددین کرام اور ائمہ عظام کے علم وعمل اور کردار اخلاق کا یہ عالم ہے تو ان کے اصاغر کے کردار واخلاق کا کیا حال ہوگا۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

غیر مقلدین کے مجموعی کردار وعمل کی جھلکیاں پیش کرنے کے بعد احقر بٹالوی صاحب کے کردار وعمل کی مزید ایک دو خصوصیات ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے۔

بٹالوی صاحب کا انگریز سرکار کی خدمت کے صلہ میں جاگیر سے سرفراز ہونا

میاں نذیر حسین دہلوی انگریز سرکار کی خدمات کے صلہ میں شمس العلماء کے خطاب سے نوازے گئے اور نواب صدیق حسن خان صاحب کو انگریز نے انکی وفاداری کے عوض پرگنہ ''بیریسیہ'' عطا کیا اور جماعت اہلحدیث ہند کے وکیل اعظم بٹالوی صاحب کو ان کی جانثاری اور نمک حلالی کی بناء پر جاگیر عطا کی گئی۔

چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں۔

''معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضہ میں (جہاد کی منسوخی پر رسالہ لکھنے کے عوض) سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر ملی تھی اور رسالہ کا پہلا حصہ پیش نظر ہے پوری کتاب تحریف وتدلیس کا عجیب وغریب نمونہ ہے۔ (پہلی اسلامی تحریک ص ۲۹)

ایک دوسرے غیر مقلد عالم مولوی عبدالمجید سوہدری لکھتے ہیں ''مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعت السنہ کے ذریعہ اہلحدیث کی بہت خدمت کی اور لفظ وہابی آپ ہی کی کوششوں سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہلحدیث کے

نام سے موسوم کیا گیا، آپ نے حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر بھی پائی''
(سیرت ثنائی ص ۳۷۲ از مولوی عبدالمجید سوہدری)

بٹالوی صاحب اور مرزا غلام احمد قادیانی:

بٹالوی صاحب کو مرزا صاحب کے ساتھ بہت سی وجوہ سے مماثلت ومشابہت حاصل ہے، مرزا صاحب بھی گورداس پور کے رہنے والے تھے۔ بٹالوی صاحب بھی اسی ضلع کے باسی تھے، پھر یہ دونوں ہم ضلع ہونے کے ساتھ ساتھ ہم تحصیل بھی تھے، اس پر مستزاد کو دونوں ہم مکتب اور ہم استاد بھی تھے۔ مدت تک ہم مکتب رہے اور مدتوں ان کے درمیان خط و کتابت اور ملاقات و مراسلات کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ بٹالوی صاحب لکھتے ہیں۔

''مولف براہین احمدیہ'' کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین میں سے ایسے کم واقف نکلیں گے۔ مؤلف ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی وشرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب تھے۔ اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط و کتابت وملاقات ومراسلات برابر جاری وساری ہے۔
(اشاعت السنہ جلد ۷ بحوالہ مجدد اعظم ص ۲۱ تا ۲۲ ج۔۱)

دونوں کے حالات وخیالات اور افکار ونظریات میں کافی حد تک اشتراک تھا، دونوں کے مضامین ومقالات پڑھنے سے یوں لگتا ہے جیسے دونوں کی ذہنی ساخت اور دماغی بناوٹ ایک جیسی ہو اسی لئے یہ دونوں ایک دوسرے کے بے حد مداح اور معتقد تھے بالخصوص بٹالوی صاحب، مرزا صاحب کے ابتداء میں بہت ہی زیادہ معتقد تھے۔

چنانچہ بٹالوی صاحب براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اس کا مؤلف (مرزا غلام احمد قادیانی) اسلام کی مالی و جانی وقلمی ولسانی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے''۔
(مجدد اعظم ص ۲۲ ج۔۱)

دیکھئے بٹالوی صاحب نے کس طرح مرزا صاحب کو بانس پر چڑھایا اور سلف صالحین سے بڑھایا ہے اور بٹالوی صاحب مرزا صاحب کے اس قدر معتقد تھے کہ ان کے جوتے سیدھے کرنا اور ان کو اپنے ہاتھ سے وضو کرانا عین سعادت تصور کرتے تھے۔ چنانچہ مجدد اعظم کا مؤلف لکھتا ہے:۔

''خود مولوی محمد حسین بٹالوی باوجود اس قدر بڑا عالم اور محدث ہونے کے اس قدر آپ (مرزا قادیانی) کی عزت واحترام کرتا تھا کہ آپ کا جوتا اٹھا کر آپ کے سامنے سیدھا کر کے رکھ دیتا تھا اور اپنے ہاتھ سے آپ کو وضو کرانا اپنی سعادت سمجھتا تھا''۔ (مجدد اعظم ص ۲۲)

دو بچھڑے ہوئے دوستوں کا ملاپ:

مرزا صاحب اور بٹالوی صاحب ہم ضلع ہم تحصیل ہم مکتب اور ہم استاد تھے، ذہناً و دماغاً ایک دوسرے سے قریب تھے، دور طالب علمی میں ایک دوسرے کے جانثار اور فداکار تھے، طبائع میں کافی مناسبت تھی، خصوصیات میں کافی حد تک اشتراک تھا، متوسطات کی تعلیم کے بعد مرزا صاحب سیالکوٹ میں ملازم ہو گئے اور بٹالوی صاحب علوم دینیہ کی تکمیل کے لئے شیخ الکل فی الکل شمس العلماء مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے، علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد لاہور چلے آئے اور چینیاں والی مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دینے لگے اسی دوران ایک مرتبہ بٹالہ گئے تو مرزا صاحب نے بٹالہ آکر اپنے رفیق قدیم اور حبیب صمیم سے ملاقات کی، مدت کے بچھڑے ہوئے اور فراق کے صدمات کے ستائے ہوئے دو دوست ہم آغوش ہوئے۔ گلے شکوے ہوئے اور آپس میں ان عاشقانہ فقرات کا تبادلہ ہوا۔

مرزا صاحب: مدت سے آپ کی ملاقات کا اشتیاق تھا، جب سنا کہ آپ بٹالہ آتے ہیں تو جی چاہتا تھا کہ پر لگا کر جاؤں اور آپ سے ملوں۔

بٹالوی صاحب: میری آنکھیں بھی ہر وقت آپ کو ڈھونڈ رہی تھیں اور دل ملاقات کے لئے بے قرار تھا۔

اس کے بعد مشورے ہوتے ہیں اور آئندہ کے لئے پروگرام سوچ جارہے ہیں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میری خواہش ہے کہ قادیاں چھوڑ کر کسی شہر میں قیام کروں۔

بٹالوی صاحب جواب میں کہتے ہیں کہ میری رائے میں بھی یہی قرین مصلحت ہے، جب اور جہاں کا قصد ہو مجھے اطلاع دینا۔

مرزا صاحب کا چینیانوالی مسجد میں قیام:

کچھ عرصہ بعد مرزا صاحب لاہور کا قصد کرتے ہیں، مرزا صاحب کے پرانے دوست ساتھی اور ہم سبق بٹالوی صاحب چینیاں والی مسجد کے خطیب ہیں، مرزا صاحب ان سے ملتے ہیں اور انہی کے پاس مسجد چینیاں والی میں اقامت اختیار کرتے ہیں، دونوں مل کر ایک پروگرام بناتے ہیں جس سے مقصد مرزا صاحب کی تشہیر ہے۔

چنانچہ بٹالوی صاحب کی صلاح اور صوابدید کے بموجب مرزا جی نے اپنے مشاغل سے دست بردار ہو کر اپنے مستقبل کے متعلق جو سلسلہ عمل تجویز کیا اس کی پہلی کڑی غیر مسلموں سے الجھ کر شہرت و نمود کی دنیا میں قدم رکھنا تھا۔

بٹالوی صاحب کا مرزا صاحب کو بام عروج پر پہنچانا:

اب مرزا صاحب کا لاہور میں قیام ہے اور مولانا بٹالوی ان کے مشیر خاص بلکہ مرید بالاختصاص ہیں (نورالدین بھیروی والا کردار ادا کر رہے ہیں)۔

شب و روز مرزا صاحب کی لیاقت و قابلیت اور بزرگی کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ، بابو عبدالحق اکاؤنٹنٹ، حافظ محمد یوسف اور لاہور کے تمام دوسرے اہلحدیث (غیر مقلد) اکابر و معززین، معاونین کے زمرہ میں ہیں، مشورے ہوتے ہیں طرح طرح کی تدبیریں جن سے مرزا صاحب آسمان شہرت پر آفتاب بن کر چمکیں زیر غور ہیں، چند روز بعد آریوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی گئی ہے اور کبھی عیسائیوں کے مقابلہ میں ''ہل من مبارز'' کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔

لاہور میں ہر طرف مرزا غلام احمد کا چرچا ہے، کہیں مناظرہ کا تذکرہ، کہیں حمایت

اسلام کا اظہار، کہیں زہد وتقویٰ کا افسانہ، غرض ہر جگہ مرزا صاحب ہی کا ذکر خیر ہے، بٹالوی صاحب اور دوسرے غیر مقلد معززین جہاں جاتے ہیں ان کی مدح وتوصیف کے پھول برساتے ہیں۔ (رئیس قادیان ص ۳۹)

بٹالوی صاحب نے مرزا صاحب میں نہ جانے کیا اوصاف وکمالات دیکھے کہ ان کے اس قدر شیفتہ وفریفتہ، مجنون ومفتون اور دیوانے وپروانے بنے کہ ان کی جوتیاں سیدھی کرنا اپنے لئے باعث سعادت اور موجب افتخار تصور کرتے اور دن رات، شب و روز ان کے فضائل ومناقب کے گیت گاتے، ان کی قابلیت ولیاقت کے نغمے الاپتے، ان کی ذہانت وفطانت کی قصیدہ خوانی کرتے، ان کی عبادت وریاضت کے افسانے گھڑتے اور پھیلاتے، ان کے زہد وتقویٰ کی خود ساختہ کہانیاں نشر کرتے اور ان پر اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کرتے، ان کی مدح وثنا میں زمزمہ سرا رہتے۔

حالانکہ مرزا صاحب کی تعلیم ادھوری رہ گئی تھی، انہیں کسی بھی فن میں کامل دستگاہ حاصل نہ تھی خصوصا علم تفسیر وحدیث اور علم فقہ وکلام میں بہت تھوڑا درک تھا، دوسرے انہوں نے جتنا کچھ پڑھا وہ بھی بالاہتمام کسی مستند اسلامی درسگاہ میں نہ پڑھا تھا، اس لئے مرزا صاحب صحیح اسلامی تعلیمات سے محروم اور مذہبی معلومات سے بے بہرہ تھے۔

نیم ملا ہونے کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب مخبوط الحواس اور مجذوب صفت بھی تھے جیسا کہ ان کی زندگی کے بعض واقعات (کھانڈ کے بجائے نمک کا پھانکنا، جیبوں میں گڑ کی بجائے استنجے کے ڈھیلے بھر لینا، راکھ کے ساتھ روٹی کھانا وغیرہ وغیرہ) اس پر شاہد عدل ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ مرزا صاحب بحث ومباحثہ کے مرد میدان نہیں تھے، خیالی گھوڑے تو وہ بہت دوڑا لیتے تھے، لیکن تقریری مناظرہ میں بہت جلد دم توڑ دیتے تھے وہ کسی مناظرہ سے فاتحانہ باہر نہیں نکلے، پھر بحث ومباحثہ سے مرزا صاحب کی حقیقی غرض نام ونمود اور شہرت طلبی تھی، اس لئے آریوں کی ہر شرط ومطالبہ کو بطائف الحیل ٹال جاتے اور اپنی طرف سے ایسی ناقابل قبول شرطیں پیش کر دیتے تھے کہ مناظرہ کی نوبت ہی نہ آتی تھی۔

بٹالوی صاحب، مرزا صاحب کے بچپن کے ساتھی اور ہم درس تھے، اس لئے وہ

مرزا صاحب کے حالات وخیالات، افکار ونظریات، سیرت وکردار، ذہانت وفطانت، لیاقت وقابلیت اور مناظرانہ استعداد اور علم وعقل کی خامیوں سے بخوبی واقف تھے، مرزا صاحب کی لیاقت وقابلیت، حالات وخیالات اور ان کی علمی وعقلی خامیوں سے پوری طرح واقف ہونے کے باوجود اور خود کامل الاستعداد وسیع النظر عالم اور غیر مقلدین کے وکیل اعظم ہونے کے باوصف، بٹالوی صاحب کو مرزا صاحب کی جوتیوں میں نہ جانے کیا ملتا تھا، ان کی مدح وثنا سے نہ معلوم ان کو کیا حاصل ہوتا تھا کہ رات دن ان کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہتے۔

جس طرح ان لوگوں کی پست فطرتی اور بیمار ذہنیت قابل صد تعجب ہے جنہوں نے ایسے ماؤف الدماغ اور مخبوط الحواس شخص کو اپنا مجدد اور نبی مانا اسی طرح بٹالوی صاحب کی ذہانت وفطانت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے، جنہوں نے ایسے فاتر العقل اور مجذوب صفت شخص کو مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں اور آریوں سے مناظرے اور مباحثے کے لئے چنا اور منتخب کیا اور مسلمانوں کے مناظر اعظم کی حیثیت سے اس کی تشہیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، زبان ودہان اور قلم وبیان کو ان کی تعریف کے لئے وقف کر دیا، ان کی علمیت ولیاقت اور ریاضت وعبادت کا ڈھول اس قدر پیٹا کہ بہت سے مسلمان مرزا صاحب کے دام تزویز میں پھنس گئے، مرزا صاحب کی عقیدت کے دریا میں غوطہ زن ہو کر ان کو نبی ماننے گئے اور ساری عمر ارتداد کے خارزاروں میں بھٹکتے رہے اور اسی حالت میں جہنم واصل ہوئے، بٹالوی صاحب نے ایک دفعہ اپنے احباب کے سامنے عالم برافروختگی میں کہا کہ میں نے ہی اس شخص کو بلند کیا تھا اور اب میں ہی گراؤں گا۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۹)

اس میں شک نہیں کہ بٹالوی صاحب کے پروپیگنڈہ نے ہی مرزا صاحب کو آسمان شہرت پر بٹھایا تھا لیکن (بقول مولانا دلاوری) مولانا بٹالوی کی یہ توقع بے جا تھی کہ وہ اس کو سرنگوں بھی کر سکیں گے کیونکہ جن لوگوں کے مرزائی ہو جانے سے مرزا صاحب کو

دنیاوی وجاہت حاصل ہوئی وہ مولوی صاحب ہی کی زبانِ قلم سے مرزا صاحب کی تعریف سن کر مرزا صاحب کے حلقہ بگوش ہوئے تھے اور قاعدہ کی بات ہے کہ مرید پیر سے انتہا درجہ کی شیفتگی اور حسن اعتقاد رکھتا ہے پس یہ موہوم امر تھا کہ مرزائی ہو جانے کے بعد یہ لوگ قادیانی کے دام تزویز سے نکل جاتے۔ (رئیس قادیان ص ۳۱)

ایک اہم خصوصیت میں اشتراک:

مرزا صاحب اور بٹالوی صاحب میں دوسرے بہت سے مشترکہ اوصاف و خصوصیات کے علاوہ ایک بڑی اور اہم مشترکہ خصوصیت یہ تھی کہ دونوں نے انگریز کی وفاداری، نمک حلالی اور جانثاری کے سلسلہ میں فقید المثال اور عدیم النظیر خدمات انجام دیں اور اس بارے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی بھرپور کوشش کی، اس سلسلہ میں بٹالوی صاحب اپنے اعتراف و اقرار کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی سے گوئے سبقت لے گئے۔

مرزا صاحب نے سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت، اس کی اطاعت و وفاداری اور ممانعت جہاد پر جو لٹریچر لکھا، اس کی تفصیل مرزا صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

(۱)...... بعض احمق اور ناداں سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ سوال کرنا ان کی نہایت حماقت ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین واجب اور فرض ہے اس سے جہاد کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ (شہادت القرآن ص ۳)

(۲)...... ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں جہاد قطعاً حرام ہے، میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔

(ضمیمہ رسالہ جہاد ص ۱۴/۷)

(۳)...... میں سولہ برس سے برابر اپنی تالیفات میں زور دے رہا ہوں کہ مسلمانان ہند

پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض اور جہاد حرام ہے۔ (تبلیغ رسالت ص ۱۹۷ ج ۳)

(۴)...... آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا، اب اس کے بعد جو دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔ (تبلیغ رسالت ص ۳۶ ج ۹)

(۵)...... اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے۔

(تریاق القلوب ص ۳۳۲)

(۶)...... میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے، کیونکہ مجھے مہدی اور مسیح مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔ (تبلیغ رسالت ص ۱۷ ج ۹)

(۷)...... میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے، میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ (تریاق القلوب ص ۲۵)

مرزا صاحب کی مذکورہ بالا عبارات سے ثابت ہوا کہ (۱) مرزا صاحب کی عمر کا اکثر حصہ سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا (۲) مرزا صاحب کے نزدیک انگریز سے جہاد کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے (۳) انگریز سے جہاد کرنے والا خدا اور رسول کا نافرمان ہے (۴) مرزا صاحب نے ممانعت جہاد اور انگریزی حکومت کی اطاعت ووفاداری کے سلسلہ میں اس قدر کتابیں لکھیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ ان سے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔

لیکن ناظرین کرام! آپ محوحیرت اور غرق استعجاب ہوں گے جب (ملاحظہ فرمائیں گے) کہ مرزا صاحب پچاس الماریاں لکھنے کے باوجود بٹالوی صاحب سے سبقت نہیں لے جاسکے، بٹالوی صاحب نے انگریز کی اطاعت اور جہاد کی منسوخی پر جو رسالہ سپرد قلم کیا ہے وہ ان کے اپنے اعتراف واقرار کے بموجب اس قدر زوردار اور

وزنی ہے اور ایسی امتیازی خصوصیات کا حامل ہے کہ اپنی قدر و قیمت کے لحاظ سے اس کو مرزا صاحب کی پچاس الماریوں پر تفوق و برتری حاصل ہے۔

چنانچہ خود بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر چہ اس مضمون منسوخی جہاد کے رسائل گورنمنٹ کے اور بہی خواہوں (مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ) نے بھی لکھے ہیں لیکن جو ایک خصوصیت اس رسالہ میں ہے وہ آج تک کسی اور تالیف میں نہیں پائی گئی''۔ (اشاعۃ السنہ ص ۲۶۲۔۲۶۱ شمارہ ۹ جلد ۸)

یعنی انگریز سے وفاداری و جانثاری کے اظہار اور اس کی خواہشات کی تکمیل کے سلسلہ میں مرزا صاحب اور بٹالوی صاحب میں مسابقت جاری تھی، یہ دونوں اس بارے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتے تھے، ان میں ہر ایک کی قلبی تمنا اور دلی خواہش تھی کہ وہ اس سلسلہ میں انگریز سرکار کی زیادہ سے زیادہ خدمات سرانجام دے کر اس کی زیادہ سے زیادہ عنایات و نوازشات اور مراحم خسروانہ کا مستحق قرار پائے۔

بٹالوی صاحب چونکہ اس فن میں زیادہ ماہر تھے اور اس کے ساتھ ساتھ نہایت شاطر اور گھاگھ بھی تھے اور اس بارے میں خاص قسم کی ذہانت و فطانت کے مالک تھے، بناء بریں انہوں نے انگریز کی خوشامد و چاپلوسی، تملق و کاسہ لیسی اور اظہار وفاداری و نمک حلالی کے سلسلہ میں ایسی فقید المثال خدمات سرانجام دیں جہاد کی منسوخی پر ایسے دلکش براہین اور دلربا دلائل تراشے اور اپنے دور کے اکابر غیر مقلد علماء سے توافق آراء حاصل کرنے کے لئے ایسی کوششیں اور کاوشیں بروئے کار لائے اور ایسی سرگرمی عرق ریزی اور جانکاہی سے کام لیا کہ مرزا صاحب ان کی بلند پروازی اور برق رفتاری میں ان کا ساتھ نہ دے سکے۔

اور مرزا صاحب اپنی کتابوں کی کثرت، رسائل کی فراوانی اور اشتہارات کی بہتات کے باوجود ان سے نہ بڑھ سکے، بلکہ اس میدان میں ان کی گرد پا کو بھی نہ پہنچ سکے، ان سے شکست فاش کھا گئے۔

غیر مقلدوں کے وکیل اعظم کا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام تو نہ تھا، بٹالوی صاحب

اس میدان کے بانکے شاہ سوار تھے اور ایسے داؤ پیچ جانتے تھے کہ وہ مرزا صاحب کے تصور سے بھی بالاتر تھے۔

لنگڑا بیل، برق رفتار گھوڑے کا کیسے اور کیونکر مقابلہ کرسکتا ہے۔

ناظرین کرام!

آپ اس کتاب میں غیر مقلدین کے نومولود و نوخیز ہونے کے دلائل و براہین پڑھ چکے، نیز درج ذیل حقائق و واقعات کی تفاصیل و جزئیات معلوم کر چکے ہیں۔ اب ان کا اجمالی خاکہ ایک دفعہ پھر پڑھیئے۔

(۱)...... جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں غیر مقلدین کا حصہ نہ لینا، اس کو ہلڑ سے تعبیر کرنا، ایک زخمی میم کو عین حالت جنگ سے اٹھوا کر لانا، اس کا علاج معالجہ کرانا، پھر اس کو انگریزی کیمپ میں پہنچا کر تیرہ صد روپیہ نقد وفاداری کے سرٹیفکیٹ اور شمس العلماء کا خطاب حاصل کرنا۔

(۲)...... میاں صاحب کے زمانہ میں غیر مقلدین کے گھناؤنے کردار کے چند شرمناک اور حیا سوز واقعات۔

(۳)...... نواب صاحب کا انگریز کی اطاعت کو سب فرائض و واجبات سے بڑا اور اہم فرض قرار دینا۔ مجاہدین ۱۸۵۷ء کو غدار، شریر، فتنہ پرور، ظالم اور غاصب جیسے برے القاب سے یاد کرنا، مجاہدین ہزارہ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کرنا۔

(۴)...... بٹالوی صاحب کا جہاد کی منسوخی پر رسالہ لکھنا اور اس دور کے اکابر غیر مقلد علماء کا اور نواب صاحب کا اس کی پرزور تائید کرنا۔

(۵)...... غیر مقلدین کے اکابر و اسلاف کا متعدد نازک مقامات و مواقع میں انگریز سے اپنی وفاداری، جانثاری اور نمک حلالی کا ثبوت دینا۔

(۶)...... ان خدمات کے صلہ میں اپنے لئے اہلحدیث کے نام کی الاٹمنٹ کی درخواست کرنا اور انگریز سرکار کا اس درخواست کو نہایت خوشی سے قبول کر کے غیر مقلدین کی قلبی خواہش کو پورا کرنا۔

(۷)...... ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی کے موقعہ پر اکابر غیر مقلدین کا ملکہ کے حضور تملق و چاپلوسی کا مرقع سپاسنامہ پیش کرنا۔

(۸)...... بٹالوی صاحب کا انگریز سرکار کی عظیم الشان خدمات کے صلہ میں جاگیر سے سرفراز ہونا۔

(۹)...... بٹالوی اور مرزا صاحب کا ایک دوسرے سے انگریز کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مسابقت کرنا۔

(۱۰)...... مرزا صاحب اور بٹالوی صاحب کا اہم خصوصیات میں اشتراک اور ان کے ذوق کا ہم رنگ وہم آہنگ ہونا۔

ناظرین کرام!

ان حقائق وواقعات کی تفصیلات آپ سابقہ اوراق وصفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ ان تفصیلات کی طرف اوپر اجمالی اشارات کردیئے گئے ہیں آپ سابقہ اوراق میں ان تفصیلات و جزئیات کو ایک بار پھر پڑھ کر ذہن میں متحضر کیجئے اور پھر فیصلہ کیجئے اور خدا لگتی کہیے کہ کیا وہ جماعت، جس کے بانی اور مؤسس ایسے گھناؤنے کردار اور گھٹیا ذہن کے مالک ہوں کہ جن کی ساری زندگی انگریز پرستی اور اسلام دشمنی میں گزری ہو، جن کی زندگی کا مشن اور نصب العین ہی انگریز کی وفاداری اور جانثاری ہو جو انگریز سرکار کے مقاصد کی تکمیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہوں، محبِ وطن اور ملک وملت کی غم خوار اور بہی خواہ ہوسکتی ہے؟ کیا ایسی جماعت صحیح اسلام کی علم بردار ہوسکتی ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں۔

غیر مقلدوں کے بانیوں، مؤسسوں، مجددوں اور اکابر واسلاف کے کردار کے آئینہ میں ان کے اخلاف کے کردار کی جھلکیاں دیکھی جاسکتی ہیں، جب ان کے اکابر کے کردار کا یہ حال ہے تو ان کے اصاغر کے کردار کا اندازہ ناظرین کرام بخوبی لگاسکتے ہیں۔

''قیاس کن زگلستان من بہار مرا''



پچاس ہزار روپے انعام کی حقیقت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ - اَمَّا بَعۡدُ !

مولوی اشرف سلیم غیر مقلد نے فیصل آباد میں اہل سنت والجماعت کو بے نماز بے نماز کہنے کی مہم شروع کر رکھی تھی اور اس طرح علاقہ بھر میں بدامنی کی فضاء قائم کر دی تھی۔ آخر بعض حضرات نے ان سے تین سوالات پوچھے:

(۱) جس طرح اہلِ سنت والجماعت آیتِ قرآنی وَاِذَا قُرِئَ الۡقُرۡاٰن کا شانِ نزول صحابہؓ، تابعینؒ اور اجماع سے نماز میں قرأت نہ پڑھنا ثابت کرتے ہیں آپ بھی قرآن مجید کی ایک آیت جو اس آیت کے بعد نازل ہوئی ہو اس کا شانِ نزول صحابہؓ، تابعینؒ اور اجماعِ امت سے یہ ثابت کر دیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے جو مقتدی نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوگی اور قرآن پاک کی باقی ایک سو تیرہ سورتیں امام کے پیچھے پڑھنا منع اور حرام ہیں تو ہم آپ کو مبلغ دس ہزار روپے انعام دیں گے۔

(۲) جس طرح اہلِ سنّت والجماعت ثلاثی عالی سند سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کرنے والے مقتدی کو ڈانٹا۔ اس سے ناراض ہوئے آپ بھی کسی ثلاثی عالی سند سے ثابت کریں کہ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ نہ پڑھنے والے مقتدی کو ڈانٹا ہو۔ اس سے ناراض ہوئے ہوں اور وہ حدیث، حدیثِ ابو ہریرہؓ کے بعد کی ہو، تو ہم آپ کو مبلغ دس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔

(۳) اگر آپ کسی صحیح صریح حدیث سے ثابت کر دیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری نماز با جماعت میں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی تھی، خود مقتدی بن کر فاتحہ پڑھی تھی تو ہم مبلغ دس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔

اشرف سلیم صاحب ایک سوال کا بھی صحیح جواب نہ دے سکے۔ خود ان کے مقتدیوں نے سمجھایا کہ فرقہ واریت کو نہ بھڑکایا کرو اب تک تم بڑی شیخیاں اور شوخیاں کرتے رہے اب ان سوالات کے موافق آیت اور حدیث پیش کر کے انعام کیوں نہیں لیتے ؟ اس نے کہا چندہ اکٹھا کروائیں ان سوالات کا جواب بشکلِ اشتہار دوں گا چنانچہ اس چندے سے یہ اشتہار شائع کیا مگر اس میں ایک سوال کا جواب بھی نہ دیا۔ البتہ ضروری اطلاع کے تحت وعدہ کیا کہ جواب دیا جائے گا مگر آج پانچ سال گزر رہے ہیں ابھی تک لوگ انھیں وہ وعدہ یاد دلاتے ہیں کہ ان سوالات کا جواب دو، وعدہ پورا کرو، وعدہ خلافی منافق کی نشانی ہے مگر وہ ان لاجواب سوالات کا جواب نہ خود دے سکا نہ کسی اور سے دلا سکا۔ ویسے ہی اپنی جماعت کو ذلیل کیا۔

اشتہار کی حقیقت:

(۱) اس اشتہار میں آیت اَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ نقل کی اور وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ نقل نہ کیا اور ثابت کر دیا کہ یہ لوگ قرآن بھی پورا نہیں جانتے اگر انکو یہ آیت پوری یاد ہوتی تو مجتہدین کی تقلید کرتے کبھی غیر مقلد نہ رہتے۔

(۲) سورۃ المزمل کی ایک آیت نقل کی، یہ سورت باعتبار نزول نمبر ۵ پر ہے، الفاتحہ نمبر ۷ اور اعراف نمبر ۳۹ پر، پھر کسی حدیث یا قولِ صحابی سے یہ بھی ثابت نہیں کر سکا کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے لئے نازل ہوئی ہے۔ نہ یہ ہی بتایا کہ قرآن صرف سورت فاتحہ ہے یا مکمل ۱۱۴ سورتیں۔ الغرض یہ آیت تہجد کے لئے نازل ہوئی جو جماعت سے نہیں اکیلے پڑھی جاتی ہے۔ جماعت کے ساتھ اس کا تعلق نہیں۔

(۳) بائیں کونے پر ایک حدیث لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ خلف

الامام۔ (بیہقی) لکھی جس کو نہ روپڑی صاحب ڈبر شکر گنج کے مناظرہ میں صحیح ثابت کر سکے، نہ پروفیسر عبداللہ بہاولپوری مہتہ جھیڈو (چشتیاں) کے مناظرہ میں صحیح ثابت کر سکا، نہ اشرف سلیم میں یہ جرأت ہوئی کہ اس کو صحیح ثابت کر سکے۔ نہ ہی پیر بدیع الدین پیر جھنڈا ماتلی سندھ کے مناظرہ میں اسے صحیح ثابت کر سکا۔ اس حدیث کے ہر راوی کا عادل ضابط ہونا ثابت کرو۔ خصوصاً ابو ابراہیم محمد بن یحییٰ الصفار۔ اور اس کے شاگردوں کی ثقاہت ثابت کرو۔ ابو ابراہیم کا استاد عثمان بن عمر ہے اس کی روایت کتاب القرأۃ ص ۲۲ پر ہے جس میں خلف الامام کا لفظ نہیں۔ عثمان بن عمر کا استاد یونس ہے۔ اس کی حدیث صحیح مسلم (ص ۱۶۹، ج ۱) اور کتاب القرأۃ ص ۱۲، ص ۱۳ پر ہے جس میں خلف الامام کا لفظ ہی نہیں اور یونس کو زہریؒ کی روایت میں وہم بھی ہو جاتا تھا۔ (تقریب ص ۳۹۱)۔ یونس کا استاد زہری ہے جو عن سے روایت کر رہا ہے۔ عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد زہری کی ایسی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔ (ابکار المنن، ص ۴۳، ص ۶۰، ص ۶۴، ص ۱۷۱) نیز اسی کتاب القرأۃ ص ۹۲، ص ۹۵ میں ہے کہ امام زہریؒ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو خلافِ قرآن سمجھتے تھے۔

نیز زہری کے چودہ ثقہ شاگردوں میں سے ایک بھی اس حدیث میں خلف الامام کا لفظ بیان نہیں کرتا۔ بلکہ زہری کے کئی شاگرد خلف الامام کی بجائے فصاعداً بیان کرتے ہیں جو یقیناً صحیح ہے پس یہ لفظ شاذ ہوا۔

نوٹ: یہ ضعیف روایت کتاب القرأت ص ۵۶ پر ہے۔ اس کے بعد، ص ۸۶ تا ۱۰۶ میں یہ ثابت کیا ہے کہ ابتداء اسلام میں جس طرح لوگ نمازوں میں باتیں کر لیتے تھے اسی طرح مقتدی قرأت بھی کر لیتے تھے۔ پھر آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ نے مقتدی کو قرأت سے روک دیا۔ پھر بہت سی احادیث ترکِ قرأت خلف الامام کی لکھی ہیں جن میں ص ۱۳۶، ص ۱۳۸، ص ۱۷۱، ص ۱۷۳ پر خاص فاتحہ کے لفظ والی احادیث ہیں کہ مقتدی نہ پڑھے۔ اگر بالفرض اشرف سلیم کی پیش کردہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو آیت کے

نزول سے پہلے کی ہے۔ یہ حدیث پیش کرنا اور بعد کے زمانہ والی حدیث پیش نہ کرنا ایسا ہی فریب ہے جیسے کوئی یہودی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والی حدیث پیش کرے اور بعد میں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والی آیت اور حدیث پیش نہ کرے۔ کوئی متعہ والا بخاری سے متعہ والی احادیث پیش کرے اور متعہ سے منع کی احادیث پیش نہ کرے۔ کوئی شرابی بعض صحابہؓ کے شراب پینے والی روایات پیش کرے اور منع والی احادیث پیش نہ کرے۔ کوئی شخص نماز میں باتیں کرنے والی احادیث پیش کرے اور باتوں سے منع کی احادیث پیش نہ کرے۔ الغرض نہ تو اشرف سلیم صاحب اس حدیث کو صحیح ثابت کر سکتے ہیں اور نہ ہی یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ حدیث آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ کے بعد کی ہے۔ یہ حدیث غیر مقلدین کے دلائل کی سب سے اعلیٰ حدیث تھی جو نہ صحیح ہے اور نہ محکم۔

خلاصہ یہ ہے کہ اشرف سلیم اور اس کی ساری جماعت نہ ان تین سوالات کا جواب دے سکی نہ آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ کے بعد کی کوئی آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کر سکی کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا فرض اور باقی قرآن پڑھنا حرام ہے البتہ اپنے جاہلوں کو خوش کرنے کے لئے یہ اشتہار شائع کیا تاکہ کسی طرح سے غیر مقلدیت کے جنازے کو کندھا دیا جا سکے۔

یہ چیلنج جس دن چھپا اور فیصل آباد میں لگا اُسی دن عصر کے وقت ہمارے علماء حدیث کی کتابیں لے کر اشرف سلیم کو حدیث دکھانے گئے مگر اس نے حدیث دیکھنے سے انکار کر دیا ہمارے علماء نے یہاں تک کہا کہ اگر آپ کے پاس انعام دینے کے لئے پچاس ہزار روپیہ نہیں تو بھی ہم محض خدا تعالیٰ کی رضا اور سنت نبویؐ کے احیاء کے لئے آپ کو حدیث دکھاتے ہیں اس پر بھی اس نے حدیث دیکھنے سے انکار کر دیا۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا اگر تم بلا معاوضہ بھی حدیث نہ دیکھو گے تو آپ منکرِ حدیث، منکرِ رسول ہیں ہم آپ کی پٹائی کریں گے۔ مگر اس نے مار کھا لی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو دیکھنا گوارا نہ کیا۔ بعد میں اس پٹائی کا غصہ اس طرح نکالا کہ گھر میں بیٹھ کر عورتوں کی طرح گالیوں کا

اشتہار مرتب کیا اور اذا حدث کذب اور اذا خاصم فجر پر پورا پورا عمل کیا جب اس گالی گلوچ سے شہر کی فضاء بہت مکدّر ہوگئی تو جناب ڈی سی صاحب کے سامنے توبہ نامہ لکھ دیا۔

دھوکا دہی، پہلا دھوکا:

اس اشتہار میں پہلا دھوکا یہ کیا کہ متواتر حدیث میں ہے۔ البیّنۃ علی المدعی کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے چونکہ ان کا دعویٰ تھا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور باقی قرآن پڑھنا حرام ہے تو دلیل ان کے ذمہ تھی۔ اس نے دلیل کا مطالبہ قرأت نہ پڑھنے والوں سے کر کے متواتر حدیث کا انکار کر دیا۔

مثال نمبر ۱:

یہ ایسا ہی مطالبہ ہے جیسے کوئی رافضی یہ مطالبہ غیر مقلدین سے کرے کہ ایک صحیح صریح مرفوع غیر مجروح حدیث پیش کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص اذان میں اشھد ان علیا ولی اللہ کہنے سے منع کیا ہو تو ہم آپ کو مبلغ پچاس ہزار روپیہ انعام دیں گے تو کیا آپ پیش کر سکیں گے؟

مثال نمبر ۲:

یا کوئی بریلوی آپ سے مطالبہ کرے کہ آپ ایک ہی صحیح صریح، مرفوع، غیر مجروح حدیث ایسی پیش کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص میت کے ایصالِ ثواب کے لئے کھانا سامنے رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھنے سے منع فرمایا ہو تو ہم آپ کو پچاس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ غیر مقلد ذرا پیش کر دیں۔

دوسرا دھوکا:

سب جانتے ہیں کہ دینِ اسلام کامل ہے اس لئے رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مسئلہ بیان فرماتے تو مکمل مسئلہ بیان فرماتے۔ قرآن پاک کی تلاوت پر ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب بیان فرمایا تو یہ سارے قرآن کا مسئلہ تھا فاتحہ ہو یا کوئی اور سورت،

سب کا ایک ہی حکم ہے۔ حائضہ اور جنبی کو قرآن کی تلاوت سے ممانعت فرمائی تو پورے قرآن کی فرمائی خواہ فاتحہ ہو یا اور سورت۔ اسی طرح آپؐ نے نماز کے بارہ میں امام ہو، مقتدی ہو، منفرد ہو پورے قرآن کا مسئلہ بتایا مگر اشرف سلیم نے قرآن کی ۱۱۳ سورتوں کے حکم کا ذکر ہی نہ کیا۔ یہ انکار قرآن کی بدترین صورت ہے۔

تیسرا دھوکا:

اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ دلائل شرعیہ چار ہیں۔ کتاب اللہ تعالیٰ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع اور قیاس شرعی۔ تو سائل کو کسی دلیل کے خاص کرنے کا کوئی شرعی اور قانونی جواز نہ تھا۔ سوال یوں کرتا کہ آپ اپنے شرعی مسئلہ کو چاروں دلیلوں میں سے کسی دلیل سے ثابت کر دیں۔

چوتھا دھوکا:

اہل سنت والجماعت چار دلائل کو مانتے ہیں۔ غیر مقلدین اہل سنت کے خلاف رافضیوں کی تقلید میں اجماع کا انکار کیا کرتے ہیں اور خارجیوں کی طرح قیاس شرعی کا انکار کیا کرتے ہیں مگر اشرف سلیم نے تو مطالبہ دلیل کے وقت قرآن پاک کو بھی دلائل سے خارج کر دیا ذکر تک نہیں لایا۔

پانچواں دھوکا:

منکرین حدیث حدیث کی تمام اقسام کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ اشرف سلیم نے بھی صرف حدیث کی ایک قسم کے علاوہ باقی تمام قسم کی احادیث کے ماننے سے انکار کر دیا۔ اِس لئے اس سے سوال کیا گیا کہ آپ اپنی شرط کے مطابق ایک ہی حدیث صحیح، صریح، مرفوع، غیر مجروح ایسی پیش کریں کہ دلیل شرعی صرف حدیث صحیح، صریح، مرفوع غیر مجروح میں ہی منحصر ہے مگر وہ آج تک ایسی حدیث پیش نہیں کر سکا اس کی یہ شرط دین میں اضافہ ہے۔

چھٹا دھوکا:

جب اسے کہا گیا کہ تم اپنی پیش کردہ حدیث کو اِس اپنی شرط کے موافق ثابت کردو تو بھی بھاگ گیا۔

وعدہ پورا کرو:

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ مسئلہ فیصل آباد کی عدالت میں زیرِ بحث آگیا جس میں اہل سنت والجماعت نے صحیح مسلم شریف کی حدیث وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا پیش کی۔ مفصل بحث کے بعد فاضل عدالت نے اس حدیث کو صحیح قرار دے دیا اور لکھا کہ یہ موافق شرط ہے۔ اب تو خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوئے پچاس ہزار روپیہ اہل سنت کو دینا چاہئے ورنہ یہ قرض ذمہ رہا تو جنازہ جائز نہ ہوگا۔

نوٹ اوّل:

جہاں بھی کوئی غیر مقلد یہ اشتہار پھیلا کر فرقہ واریت کو ہوا دے اور بدامنی پیدا کرے تو اہل سنّت امن کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اہتمام پر اس غیر مقلد سے تحریری وعدہ لیں کہ اگر ہم جج صاحب کا فیصلہ دکھادیں تو مَیں پچاس ہزار روپیہ ادا کردوں گا پھر ہم سے رابطہ کریں ہم فیصلہ کی نقل لے آئیں گے۔

نوٹ دوم:

اس اشتہار میں اشرف سلیم نے مان لیا کہ حنفی پوری دنیا میں آباد ہیں اور خصوصاً عربستان میں بھی حنفی آباد ہیں۔ جب کہ غیر مقلد پاک و ہند کے بعض علاقوں کے سوا دنیا میں کہیں موجود نہیں۔

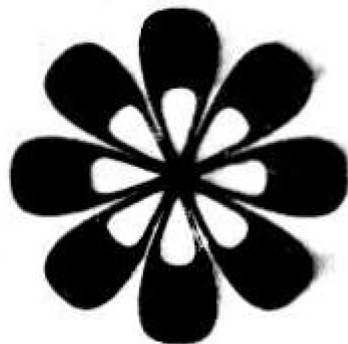
نوٹ سوم:

اشرف سلیم صاحب نے خالقِ کائنات کی قسم کھا کر لکھا ہے کہ کوئی مقلد ایسی حدیث پیش نہیں کرسکتا۔ حدیث پیش ہو چکی خاص فیصل آباد کے جج نے اس کے صحیح ہونے

کا فیصلہ سنا دیا۔ اس پر جو ذلت اِن کو نصیب ہوئی۔ اشتہار پر اشرف سلیم کا یہ پتہ درج ہے، خطیب جامع مسجد مرکزی محمدی اہل حدیث رضا آباد نمبر ۳، فیصل آباد۔ اب غیر مقلدوں نے نہ صرف اُسے مسجد سے نکال دیا بلکہ پورے فیصل آباد کے علاقہ سے بھگا دیا۔ یہ تو دنیا کا عذاب تھا اور خدا کے نام کی جھوٹی قسم کا عذاب آخرت میں بھی اس کے لئے تیار ہے۔

مذاہبِ اربعہ:

اشرف سلیم نے اپنا تعارف یہ کروایا ہے۔ فاضل مذاہبِ اربعہ۔ مذاہبِ اربعہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کو کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ ان چاروں مذاہب کو مذہب مانتا ہے مگر غیر مقلدیت کو وہ خود بھی کوئی مذہب نہیں سمجھتا۔ ورنہ وہ فاضل مذاہبِ خمسہ لکھتا۔ اس مشتہر نے مذاہبِ اربعہ کا لفظ لکھ کر اس فرقہ شاذہ کو مذاہب سے نکال کر لامذہب قرار دے دیا ہے۔ یہ بھی دنیا کا ایک عذاب ہے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔



غیر مقلدین کی فقہ کے دوسو مسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

دین اسلام کی تکمیل بنصِ قرآن پاک آنحضرت ﷺ کے ذریعہ ہوئی اور اس دین کامل کو تمکین خلافتِ راشدہ اور جماعت صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ذریعہ نصیب ہوئی اور با جماعِ امت اس کی تدوین کا سہرا سب سے پہلے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کے سر رہا۔ بقول امام شافعیؒ وہ اس باب میں (اب) اصل ہیں اور قیامت تک آنے والے ان کی نسل ہیں۔ یہ فقہ خیر القرون میں ہی مرتب ہوئی اور خیر القرون میں ہی تمام عالمِ اسلام میں بحیثیت قانون اسلامی نافذ ہوگئی۔ ۱۷۰ھ میں قاضی ابو یوسفؒ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ دیا گیا، ایک آواز بھی خیر القرون میں اس فقہ کے خلاف نہ اٹھی۔

جس طرح قرآن پاک کی تفسیریں ہر دور میں لکھی گئیں، کتب احادیث کی شروح ہر دور میں لکھی گئیں، اسی طرح فقہ حنفی کی کتابیں بھی ہر دور میں لکھی جاتی رہیں، ان میں سے ایک کتاب ''درمختار'' ہے یہ کتاب آنحضرت ﷺ کی منامی اجازت "من رانی فقد رای الحق" سے لکھی گئی مؤلف کو آنحضرت ﷺ خواب میں ملے۔ اپنی مبارک زبان جو ماینطق عن الھوی۔ ان ھو الا وحی یوحی کی ترجمان تھی، چونے کا حکم دیا اور مؤلف نے یہ کتاب مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ کے روضہ پاک پر بیٹھ کر تالیف فرمائی۔ یہی وہ مقام ہے جو روضۃ من ریاض الجنۃ ہے، اس کا وہ خاص ٹکڑا مبارک جو آنحضرت ﷺ کے مواجہہ شریف اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے مواجہہ شریف میں ہے، وہی رشک عرش ٹکڑا اس کتاب کی تالیف گاہ ہے۔

اس مبارک کتاب کو خدا تعالی نے اہل حرمین اور تمام اہل عجم میں وہ شرف قبولیت بخشا کہ ہر دار الافتاء کی زینت بنی، شام اور مصر کے عرب علماء نے اس کتاب پر شروح وحواشی لکھے۔ جو عرب وعجم کے علماء میں مقبول ہیں، اہل حرمین کی طرف سے آج تک اس کی تردید میں کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔

پاک و ہند میں جب انگریز کے منحوس قدم آئے تو اس کافر حکومت کے زیر سایہ ایک غیر مقلد عالم نے اس کے مقابلہ میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ''نزل الابرار من فقہ النبی المختار'' رکھا۔ جس کا مطلب ہے کہ نبی مختار علیہ السلام کی فقہ سے نیک لوگوں کی مہمان نوازی۔

بس اب کیا تھا سب کو یہ دعوت دی جانے لگی کہ ''درمختار'' امتی کی فقہ ہے اور ''نزل الابرار'' نبی ﷺ کی فقہ ہے۔ امتی معصوم نہیں ہوتا، اس لئے اس کی فقہ میں خطا کا احتمال ہے اور نبی معصوم ہوتا ہے اس کی فقہ میں غلطی اور خطا کا احتمال نہیں مگر اس کتاب کو غیر مقلدین کے علاوہ کسی نے بھی قبول نہیں کیا، اس ہی کتاب کے دوسو مسائل نمونہ کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ خدا تعالی جس شکل میں چاہے تجلی فرما سکتا ہے۔ (ج ا ص ۳)

۲۔ عرش خدا کا مکان ہے۔ (ج ا ص ۳)

۳۔ خدا کا چہرہ، آنکھ، کان، ناک کندھا، پسلی، ٹانگ پاؤں، انگلیاں سب کچھ ہے۔ (ج ا، ص ۳)

۴۔ ہم اہل حدیث اس کے قائل ہیں کہ مردے قبروں میں زندوں کی پکار سنتے ہیں۔ (ج ا ص ۴)

۵۔ زندہ اور مردہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔ (ج ا ص ۵)

۶۔ اللہ تعالی کا وعدہ خلافی کرنا عقلاً ممکن ہے گو امتناع بالغیر ہے۔ (ج ا ص ۵)

۷۔ آنحضرت ﷺ کی نظیر ممکن اور تحت قدرت ہے، امتناع بالغیر ہے۔ (ج ا ص ۵)

۸۔ ہمارے بعض اصحاب خلف وعید کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ (ج۱ص۵)
۹۔ اب نئی شریعت والا نبی نہیں آئے گا۔ (ج۱ص۶)
۱۰۔ کرامات اولیاء حق ہیں۔ (ج۱ص۶)
۱۱۔ خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا جائز ہے۔ (ج۱ص۷)
۱۲۔ اہل حدیث شیعانِ علی ہیں۔ (ج۱ص۷)
۱۳۔ نماز، روزہ، تلاوت، صدقہ وغیرہ کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔ (ج۱ص۷)
۱۴۔ عامی کے لئے مجتہد یا مفتی کی تقلید لازمی ہے۔ (ج۱ص۷)
۱۵۔ تمام مسائل میں خاص ایک امام کی تقلید بدعت مذمومہ ہے۔ (ج۱ص۷)
۱۶۔ تقلید شخصی شرک فی العادت ہے۔ (ج۱ص۴)
۱۷۔ ہمارا ایک نام ہے اہل حدیث، ان کو وہابی کہنے والے بدعتی ہیں۔ (ج۱ص۸)،
۱۸۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اگر نبی ﷺ کی بات کو امام کی بات پر مقدم سمجھیں تو یہ لوگ مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں شامل ہیں۔
۱۹۔ جسم پر مکھیوں کا پاخانہ لگا ہو تو دھونا ضروری نہیں۔ اس میں حرج ہے۔ (ج۱ص۱۲)
۲۰۔ اہل بیت سے متواتر روایات سے ثابت ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے کی بجائے مسح کیا جائے۔ (ج۱ص۱۳)
۲۱۔ اگر سر، موزہ، پٹی کو بے وضو آدمی نے برتن میں ڈال دیا تو مسح ہو گیا۔ (ج۱ص۱۳)
۲۲۔ سر کی بجائے وضو میں پگڑی پر مسح جائز ہے۔ (ج۱ص۱۳)
۲۳۔ پگڑی پر مسح کرنے کے بعد پگڑی اتار ڈالی تو اب سر پر مسح ضروری ہے (ج۱ص۱۳)
۲۴۔ کھڑے ہو کر کھانا پینا مسافر کے لئے مکروہ نہیں، نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کا ثبوت ہے۔ (ج۱ص۱۸)
۲۵۔ خون، پیپ اور قے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ج۱ص۱۸)
۲۶۔ صحیح یہ ہے کہ قے کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ (ج۱ص۱۹)
۲۷۔ صحیح یہ ہے کہ (الخمر) شراب ناپاک نہیں ہے۔ (ج۱ص۱۹)

۲۸۔ نماز میں بالغ آدمی قہقہہ لگا کر ہنسے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ج ا ص ۱۹)

۲۹۔ عورت کو مساس کرنے یا بے ریش لڑکے کو مساس کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ج ا ص ۱۹)

۳۰۔ مرد، عورت ننگے ہو کر شرم گاہیں ملائیں تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ج ا ص ۱۹)

۳۱۔ اگر انگلی پاخانہ کی جگہ داخل کی تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (ج ا ص ۲۰)

۳۲۔ اگر شرم گاہ میں لکڑی داخل کی اگر خشک نکل آئی تو وضو نہیں ٹوٹا۔ (ج ا ص ۲۰)

۳۳۔ اگر لوہے یا کسی اور چیز کا (ذکر بنا کر) داخل کیا، وہ خشک نکل آیا تو وضو نہیں ٹوٹا۔ (ج ا ص ۲۰)

۳۴۔ اگر لوہے اور لکڑی کا ذکر اندر ہی غائب ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (ج ا ص ۲۰)

۳۵۔ غیر مکلف (نابالغ) نے بالغ سے صحبت کی یا کروائی تو نابالغ پر غسل فرض نہیں۔ (ج ا ص ۲۳)

۳۶۔ بواسیر کا موہکا باہر نکل کر خود بخود اندر چلا گیا تو وضو نہیں ٹوٹا۔ ہاتھ سے اندر کیا تو وضو ٹوٹ گیا۔ (ج ا ص ۲۰)

۳۷۔ کیڑا (چنونا) باہر نکلا پھر خود واپس دبر میں داخل ہو گیا تو وضو نہیں ٹوٹا۔ (ج ا ص ۲۰)

۳۸۔ اگر کوئی شخص اعضاء وضو کو ہمیشہ ایک ایک بار ہی دھوتا رہے (دو بار اور تین بار اعضاء وضو دھونے کی احادیث کی ہمیشہ مخالفت کرتا رہے) تو بھی کوئی گناہ نہیں۔ (ج ا ص ۱۶)

۳۹۔۔ عورت کی شرم گاہ کا بیرونی حصہ (فرج خارج) مثل انسان کے منہ کے ہے۔ (ج ا ص ۲۱)

۴۰۔ آنکھوں میں ناپاک سرمہ ڈالا تو آنکھوں کا دھونا غسل وضو میں فرض نہیں۔ (ج ا ص ۲۰)

۴۱۔ غسل فرض ہو اور پردہ کی جگہ نہ ہو تو مرد کو مردوں کے سامنے اور عورت کو عورتوں کے سامنے ننگے ہو کر غسل کرنا ضروری ہے۔ (ج ا ص ۲۲)

۴۲۔ عورت نے صحبت کے بعد غسل کر کے نماز پڑھ لی پھر عورت کی باقی ماندہ منی باہر

نکل آئی تو غسل اور نماز کا دہرانا نہیں ہے کیونکہ یہ منی بغیر شہوت کے خارج ہوئی ہے۔
(ج۱ص۲۳)

۴۳۔ مرد نے منی نکلنے سے قبل عضو مخصوص کو زور سے پکڑ لیا یہاں تک کہ شہوت ختم ہو گئی اب چھوڑ دیا اور منی باہر نکل آئی تو غسل فرض نہیں ہوا۔ (ج۱ص۲۳)

۴۴۔ غیر مکلف (دیوانے) نے عاقل سے صحبت کی یا کروائی تو غیر مکلف پر غسل فرض نہیں۔ (ج۱ص۲۳)

۴۵۔ جن نے عورت سے صحبت کی، عورت کو انزال نہیں ہوا تو عورت پر غسل فرض نہیں۔
(ج۱ص۲۳)

۴۶۔ جانور کی شرمگاہ میں جماع کیا تو غسل فرض نہیں۔ (ج۱ص۲۳)

۴۷۔ جانور کی دبر میں جماع کیا تو غسل فرض نہیں۔ (ج۱ص۲۳)

۴۸۔ آدمی کے پاخانہ کے مقام میں جماع کیا (لونڈے بازی کی) تو غسل فرض نہیں۔
(ج۱ص۲۳)

۴۹۔ مردہ عورت سے جماع کیا تو غسل فرض نہیں۔ (ج۱ص۲۳)

۵۰۔ قریب البلوغ لڑکے یا لڑکی نے صحبت کی یا کرائی تو غسل فرض نہیں۔ (ج۱ص۲۳)

۵۱۔ امام بخاریؒ کے نزدیک عاقل مرد عورت جماع کریں، انزال نہ ہو تو غسل فرض نہیں۔ (ج۱ص۲۳)

۵۲۔ کسی نے اپنا آلہ تناسل اپنی دبر میں داخل کر لیا تو غسل فرض نہیں۔ (ج۱ص۲۴)

۵۳۔ خنثیٰ مشکل نے کسی سے جماع کیا تو دونوں میں سے کسی پر غسل فرض نہیں۔
(ج۱ص۲۴)

۵۴۔ آلہ تناسل پر کپڑا لپیٹ کر جماع کیا جماع کی لذت نہ آئی تو غسل فرض نہیں۔
(ج۱ص۲۴)

۵۵۔ کسی عورت نے انگلی استعمال کی تو غسل فرض نہیں۔ (ج۱ص۲۴)

۵۶۔ کسی عورت نے غیر آدمی کا آلہ تناسل اپنی شرم گاہ میں داخل کرایا، تو غسل فرض نہیں۔ (ج ۱ ص ۲۴)

۵۷۔ اگر کوئی عورت لکڑی (یا لوہے وغیرہ) کا ذکر بنا کر استعمال کرے تو غسل فرض نہیں ہوتا۔ (ج ۱ ص ۲۴)

۵۸۔ مندرجہ بالا عورت اگر لکڑی، لوہے کا ذکر اس صفائی سے استعمال کرے کہ ذکر تو سارا اندر جاتا رہے مگر ہاتھ کی ہتھیلی اندام نہانی کو نہ لگے تو وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔ (ج ۱ ص ۲۴)

۵۹۔ اگر وہ عورت کسی مردہ کا ذکر اپنی شرم گاہ میں داخل کرے تو بھی غسل فرض نہیں۔ (ج ۱ ص ۲۴)

۶۰۔ پیسوں کو جوڑ کر ذکر بنا لے اور عورت استعمال کرے تو غسل فرض نہیں۔ (ج ۱ ص ۲۴)

۶۱۔ اگر عورت نے لڑکے کا آلہ تناسل داخل کرایا جو بالغ نہ تھا تو کسی پر بھی غسل فرض نہیں۔ (ج ۱ ص ۲۴)

۶۲۔ عورت نے کسی خسرے سے جماع کرایا تو غسل فرض نہیں۔ (ج ۱ ص ۲۴)

۶۳۔ اگر کسی کنواری لڑکی سے جماع کیا اور کنوار پٹی نہ ٹوٹی تو غسل فرض نہیں۔ (ج ۱ ص ۲۴)

۶۴۔ (غیر مقلد) مرد بھی اپنی دبر میں لوہے، لکڑی یا مردے یا جانور کا آلہ تناسل داخل کرے تو غسل فرض نہیں۔ (ج ۱ ص ۲۴)

۶۵۔ حیض، نفاس والی عورت اور جنبی دعا اور ثناء کی نیت سے قرآن ایک ایک کلمہ کر کے پڑھیں تو جائز ہے۔ (ج ۱ ص ۲۶)

۶۶۔ ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک بہ نیتِ تلاوت بھی حیض، نفاس والی اور جنبی کو قرآن پڑھنا جائز ہے۔ (ج ۱ ص ۲۵)

۶۷۔ آخر اہل حدیث کے نزدیک بے وضو شخص قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ (ج ۱ ص ۲۶)

۶۸۔ قرآنی دعائیں پڑھنا حائضہ اور جنبی کے لئے مکروہ نہیں۔ (ج ۱ ص ۲۶)

۶۹۔ قرآن پڑھنے والے بچے، پڑھانے والا استاد بے وضو قرآن کو پکڑ سکتے ہیں۔
(ج ۱ ص ۲۶)

۷۰۔ قرآن پر غلاف ہو تو سر کے نیچے (تکیہ کی جگہ) یا پیٹھ کے پیچھے رکھ لینا مکروہ نہیں۔
(ج ۱ ص ۲۷)

۷۱۔ فلسفہ، منطق اور کلام (عقائد) کی کتابوں سے استنجا کرنا جائز ہے۔ (ج ۱ ص ۲۷)

۷۲۔ پاخانہ کرتے یا استنجا کرتے وقت دل میں قرآن پڑھتے رہنے میں کوئی حرج نہیں۔
(ج ۱ ص ۲۷)

۷۳۔ عرق گلاب سے وضو جائز ہے۔ (ج ۱ ص ۲۸)

۷۴۔ پانی خواہ کتنا تھوڑا ہو جب تک نجاست سے اس کا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے وہ پاک رہتا ہے۔ (ج ۱ ص ۲۹)

۷۵۔ مستعمل اور غیر مستعمل پانی میں کوئی فرق نہیں۔ (ج ۱ ص ۲۹)

۷۶۔ انسان، خنزیر، کتے وغیرہ ہر جاندار کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔
(ج ۱ ص ۲۹)

۷۷۔ خنزیر یا کتے، بلی وغیرہ کے چمڑے کو دھوپ میں سکھائے تو بغیر رنگے پاک ہیں
(ج ۱ ص ۳۰)

۷۸۔ (الف) جن جانوروں کی کھالیں رنگنے سے پاک ہو جاتی ہیں (مثلاً آدمی، خنزیر، کتا، بلا وغیرہ) ان کو اگر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر لیا جائے تو پھر بغیر رنگے بھی ان کی کھال پاک ہو جاتی ہے (ج ۱ ص ۳۲)

۷۸۔ (ب) حرام جانوروں کو ذبح کرنے سے سوائے خنزیر کے باقی سب کا گوشت اور چربی بھی پاک ہو جاتی ہے۔ (ج ۱ ص ۳۰)

۷۹۔ مردار جانور اور خنزیر کے بال، ہڈیاں، پٹھے، کھر اور سینگ پاک ہیں۔ (ج ۱ ص ۳۰)

۸۰۔ کتا اور اس کا لعاب محققین اہل حدیث کے نزدیک پاک ہے۔ (ج ۱ ص ۳۰)

۸۱۔ کتے کو بیچا جا سکتا ہے، کرائے پر دیا جا سکتا ہے، کسی کا کتا مار ڈالا تو تاوان دینا پڑے

گا۔ (ج ا ص ۳۰)

۸۲۔ (الف) کتے کی کھال کا ڈول بنانا جائز ہے۔ (ج ا ص ۳۰)

۸۲۔ (ب) کتے کی کھال کا جائے نماز بنانا جائز ہے۔ (ج ا ص ۳۰)

۸۳۔ کتا کنویں میں یا حوض یا پانی میں گر گیا اگرچہ اس کا منہ پانی تک پہنچا تو بھی پانی پاک ہے۔ (ج ا ص ۳۰)

۸۴۔ بھیگے کتے کی چھینٹیں بدن یا کپڑوں پر پڑیں تو بدن اور کپڑا پاک ہے۔ (ج ا ص ۳۰)

۸۵۔ کتے نے کاٹا اگرچہ جسم یا بدن کو اس کا لعاب بھی لگ گیا تو بھی جسم اور کپڑا پاک ہے۔ (ج ا ص ۳۰)

۸۶۔ کتے اور خنزیر کا جھوٹا پانی، دودھ وغیرہ بھی پاک ہے۔ (ج ا ص ۳۰)

۸۷۔ کتے کو اٹھا کر نماز پڑھے تو نماز جائز ہے۔ (ج ا ص ۳۰)

۸۸۔ شراب کی میل آٹے میں گوندھ کر روٹی پکائی وہ پاک بھی ہے اور حلال بھی۔ (ج ا ص ۳۰)

۸۹۔ حرام دوا کا استعمال حالت اضطرار میں جائز ہے۔ (ج ا ص ۳۱)

۹۰۔ گدھا اور خنزیر نمک کی کان میں گر کر نمک بن گیا تو وہ پاک ہے اور کھانا حلال ہے۔ (ج ا ص ۵۰)

۹۱۔ کتے کا پیشاب اور پاخانہ بھی پاک ہے۔ (ج ا ص ۵۰)

۹۲۔ ناپاک زمین خشک ہو جائے تو اس پر تیمم جائز ہے۔ (ج ا ص ۳۱)

۹۳۔ ایک شخص کو نجاست لگی ہے، پانی تھوڑا ہے وہ نجاست دھوئے تو وضو کے لئے پانی نہیں بچے گا اور اگر وضو کرے تو نجاست نہیں دھلے گی تو وہ نجاست نہ دھوئے بلکہ وضو کر لے اور نجاست سے نماز پڑھے۔ (ج ا ص ۳۲)

۹۴۔ حائضہ اور جنابت والے کو بسم اللہ اور قرآنی دعائیں، ان کا اٹھانا، چھونا سب جائز ہے۔ (ج ا ص ۴۶)

۹۵۔ ٹوپی، برقع اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔ (ج ا ص ۴۱)

۹۶۔منی پاک ہے، خشک ہو یا تر، پتلی ہو یا گاڑھی۔ (ج ۱ص ۴۹)
۹۷۔ ہر حلال اور حرام جانور کا پیشاب پاک ہے۔ (ج ۱ص ۴۹)
۹۸۔ گندم، چنوں میں اتنا انسان کا پیشاب ڈالا کہ گندم اور چنے پھول گئے ان کو پانی میں ڈال کر نکال کر خشک کر لو تو پاک ہو گئے۔ (ج ۱ص ۵۰)
۹۹۔شراب جب سرکہ بن گئی تو اس کا کھانا حلال ہے۔ (ج ۱ص ۵۰)
۱۰۰۔اگر بغیر عذر کے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو جائز مع الکراہت ہے۔ (ج ۱ص ۵۳)
۱۰۱۔گندگی پر سو گیا۔ گندگی کپڑے یا جسم پر ظاہر نہیں ہوئی تو جسم اور کپڑا پاک ہے۔ (ج ۱ص ۵۴)
۱۰۲۔ چوہا شراب میں گرا، پھر وہ شراب سرکہ بن گئی تو پاک ہے۔ (ج ۱ص ۵۴)
۱۰۳۔اہل ذمہ کافروں اور فاسقوں کے کپڑے پاک ہوتے ہیں۔ (ج ۱ص ۵۴)
۱۰۴۔استنجا کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنا مکروہ نہیں۔ (ج ۱ص ۵۳)
۱۰۵۔ جانور کے گوبر، مینگنی یا جگالی میں جَو ہے تو دھو کر کھالو۔ (ج ۱ص ۵۴)
۱۰۶۔ بچے نے گندگی کھالی پھر پانی وغیرہ پی لیا تو باقی پانی وغیرہ ناپاک نہیں۔ (ج ۱ص ۵۵)
۱۰۷۔کھانا حاضر ہو تو کھانا کھانے سے پہلے جو نماز پڑھی وہ نماز نہیں ہوئی۔ (ج ۱ص ۵۷)
۱۰۸۔آج کل اذان پر اجرت لینا جائز ہے۔ (ج ۱ص ۶۲)
۱۰۹۔نجاست لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھی تو نماز صحیح ہے۔ (شوکانی، صدیق حسن) (ج ۱ص ۶۴)
۱۱۰۔جسم پر نجاست لگی تھی اسی طرح نماز پڑھ لی تو نماز صحیح ہے۔ (شوکانی، صدیق حسن) (ج ۱ص ۶۴)
۱۱۱۔ پلید مرد عورت (جنبی) کو اٹھا کر نماز پڑھی تو نماز صحیح ہے۔ (ج ۱ص ۶۴)
۱۱۲۔شوکانی، نواب صدیق حسن فرماتے ہیں: کپڑا ہوتے ہوئے ننگے نماز پڑھی تو بھی نماز صحیح ہے۔ (ج ۱ص ۶۵)

۱۱۳۔عورت کی آواز کا پردہ نہیں۔(ج اص ۶۵)

۱۱۴۔شرم گاہ کی رطوبت پاک ہے۔(ج اص ۴۹)

۱۱۵۔جوتے پہن کر نماز پڑھنا سنت ہے۔(ج اص ۶۸)

۱۱۶۔زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔(ج اص ۶۹)

۱۱۷۔نماز کے تمام اذکار میں صرف تکبیر، فاتحہ، آخری تشہد اور سلام ہی ضروری ہیں۔ (ج اص ۸۴)

۱۱۸۔عورت اپنے ہاتھ پستانوں تک اٹھائے اور سجدوں میں سمٹ کر اور مل کر سجدہ کرے۔(ج اص ۸۴)

۱۱۹۔اذان اور خطبہ عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں جائز ہے۔(ج اص ۸۲)

۱۲۰۔اس طرح نماز میں قرآن پڑھنا جائز ہے ال ح م د ل ل ہ ر ب ال ع ال م ی ن۔(ج اص ۸۶)

۱۲۱۔زمین پر کھڑا ہو کر سجدہ میز پر کرے تو درست ہے۔(ج اص ۸۹)

۱۲۲۔حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب مسلمان ہیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے۔ (ج اص ۹۸)

۱۲۳۔نماز باجماعت میں مرد عورت ساتھ ساتھ ایک صف میں مل کر پڑھیں تو نماز فاسد نہیں۔(ج اص ۱۰۰)

۱۲۴۔امام نے نماز پڑھانے کے بعد کہا میں بے وضو تھا تو مقتدی نماز نہ دہرائیں ان کی نماز صحیح ہے۔(ج اص ۱۰۱)

۱۲۵۔امام نے نماز کے بعد کہا، میں کافر ہوں مقتدیوں کی نماز صحیح ہے دہرانے کی ضررت نہیں۔(ج اص ۱۰۲)

۱۲۶۔امام نے بعد نماز کہا، میں ناپاک ہوں، مقتدیوں کی نماز صحیح ہے۔(ج اص ۱۰۲)

۱۲۷۔نماز پڑھتے ہوئے اشارہ سے پانی مانگا یا پانی خرید لیا تو نماز باطل نہ ہوگی۔ (ج اص ۱۰۷)

۱۲۸۔ نماز پڑھتے ہوئے ایک ہاتھ سے اگال دان اٹھا کر تھوک لیا تو نماز فاسد نہیں ہوئی۔ (ج ا ص ۱۰۷)

۱۲۹۔ عورت نماز پڑھ رہی تھی مرد نے شہوت سے اس کا بوسہ لیا اور چھوا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ج ا ص ۱۱۰)

۱۳۰۔ مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لے لیا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ج ا ص ۱۱۱)

۱۳۱۔ نماز میں چوپائے کو بھگا دیا یا چند قدم کھینچ لیا اگر سینہ قبلہ سے نہ پھرا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ج ا ص ۱۱۱)

۱۳۲۔ نمازی نے نماز پڑھتے ہوئے پتھر اٹھا کر پرندے یا آدمی کو دے مارا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ج ا ص ۱۱۲)

۱۳۳۔ نمازی لکھے ہوئے کو دیکھ کر سمجھتا رہا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ج ا ص ۱۱۳)

۱۳۴۔ نماز میں لڑائی کے لئے لشکر کی تیاری کا منصوبہ بناتا رہا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ج ا ص ۱۱۳)

۱۳۵۔ نماز میں دینی مدرسہ کا نصاب وغیرہ سوچتا رہا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ج ا ص ۱۱۳)

۱۳۶۔ اگر نماز پڑھتے ہوئے سر سے ٹوپی گر جائے تو نماز میں ہی اٹھا کر سر پر رکھ لینا افضل ہے۔ (ج ا ص ۱۱۴)

۱۳۷۔ اگر نماز میں کلائی سے گھڑی، آنکھوں سے عینک گر جائے تو نماز میں ہی اٹھا لینا جائز ہے۔ (ج ا ص ۱۱۴)

۱۳۸۔ نماز میں جوئیں مارنا یا مکھیاں مارنا ناپسند ہے مگر نماز ہو جاتی ہے۔ (ج ا ص ۱۱۶)

۱۳۹۔ نماز پڑھتے ہنڈیا ابل جائے تو نماز توڑ ڈالے۔ (ج ا ص ۱۱۷)

۱۴۰۔ حقہ سگریٹ پینے والے کو مسجد سے نکال دینا مستحب ہے۔ (ج ا ص ۱۱۷)

۱۴۱۔ مسجد کو کسی فرقے کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں جیسے مسجد احناف، مسجد اہلحدیث۔ (ج ا ص ۱۱۹)

۱۴۲۔ مسجد کی دیواروں پر کچھ نہ لکھنا چاہئے۔ (ج ا ص ۱۲۱)

۱۴۳۔ مسجد میں ریا کاری کا خوف نہ ہو تو ذکر جہر مکروہ نہیں۔ (ج۱ص۱۲۱)

۱۴۴۔ دو التحیات سے تین وتر پڑھنا منع ہیں۔ (ج۱ص۱۲۳)

۱۴۵۔ جو شخص مؤکدہ سنتیں ادا نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (ج۱ص۱۲۵)

۱۴۶۔ نماز تراویح کی رکعات کا کوئی خاص عدد معین نہیں۔ (ج۱ص۱۲۶)

۱۴۷۔ اگر ایک ہزار رکعت ایک سلام سے پڑھے تو جائز ہے۔ (ج۱ص۱۳۱)

۱۴۸۔ نماز فرض رہ جائے تو اس کو قضا پڑھنا جائز نہیں۔ (ج۱ص۱۳۱)

۱۴۹۔ ایک شخص نماز پڑھ کر مرتد ہو گیا پھر اسی وقت کے اندر مسلمان ہو گیا تو دوبارہ نماز نہ پڑھے۔ (ج۱ص۱۳۶)

۱۵۰۔ بوقت نکاح باجے بجانے واجب ہیں۔ (ج۲ص۳)

۱۵۱۔ کسی شخص نے ایک عورت سے زنا۔ کیا اس عورت کی ماں اور بیٹی اس مرد پر حلال ہیں۔ (ج۲ص۲۱)

۱۵۲۔ بیٹے نے عورت سے زنا کیا، باپ کے لئے وہ عورت حلال ہے۔ (ج۲ص۲۱)

۱۵۳۔ سات سال کے لڑکے نے کسی عورت سے صحبت کی تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔ (ج۲ص۲۱)

۱۵۴۔ سات سال کی لڑکی نے جوان مرد سے صحبت کرائی تو بھی حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔ (ج۲ص۲۱)

۱۵۵۔ کسی عورت کی شرم گاہ کو شہوت سے دیکھا، چھوا بلکہ شرمگاہیں ملائیں تو بھی حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ (ج۲ص۲۱)

۱۵۶۔ ساس کا بوسہ لیا، اس کو کاٹا، گلے لگایا، بلکہ اس سے صحبت بھی کی تو نکاح قائم رہا۔ (ج۲ص۲۸)

۱۵۷۔ فقہاء حجاز کے ہاں متعہ کرنا جائز ہے۔ (ج۲ص۳۵)

۱۵۸۔ فقہاء اہل مدینہ کے نزدیک عورتوں کا غیر فطری مقام استعمال کرنا جائز ہے۔ (ج۲ص۳۵)

۱۵۹۔ نکاح میں خمر یا خنزیر کا مہر مقرر کیا تو نکاح صحیح ہے۔ (ج ۲ ص ۴۸)

۱۶۰۔ بیوی سے آلہ تناسل کے علاوہ کسی اور عضو سے جماع کیا یا پتھر، لوہے، لکڑی کا ذکر بنا کر جماع کیا اور اس طرح وہ مرگئی تو مہر پورا دینا ہوگا۔ (ج ۲ ص ۵۷)

۱۶۱۔ غیر عورت سے پتھر، لکڑی، لوہے کے آلہ تناسل سے جماع کیا وہ مرگئی تو کوئی مہر نہیں۔ (ج ۲ ص ۵۷)

۱۶۲۔ بعض صحابہ فاسق تھے مثلاً ولید، معاویہ، عمرو، مغیرہ، سمرہ (العیاذ باللہ) (ج ۳ ص ۹۴)

۱۶۳۔ پیشاب کی چھینٹیں جو نظر نہ آئیں ناپاک نہیں۔ (ج ۱ ص ۶۴)

۱۶۴۔ موزہ اور جوتا مٹی پر رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے نجاست تر ہو یا خشک، جسم والی ہو یا بغیر جسم۔ (ج ۱ ص ۶۴)

۱۶۵۔ گوبر اور پاخانے کی راکھ پاک ہے۔ (ج ۱ ص ۵۰)

۱۶۶۔ کپڑے کی کوئی ایک جانب ناپاک ہوگئی مگر یاد نہیں رہی کون سی تھی تو تحری سے ایک طرف دھولے۔ (ج ۱ ص ۵۰)

۱۶۷۔ حائضہ عورت اور جنبی کو خانہ کعبہ کا غلاف پہننا جائز ہے۔ (ج ۱ ص ۶۸۵)

۱۶۸۔ جنبی کو قرآن لکھنا مکروہ نہیں بشرطیکہ مکتوب نہ چھوا جائے۔ (ج ۱ ص ۲۷)

۱۶۹۔ شراب پینے والے کا جھوٹا ہر حال میں پاک ہے چاہے شراب پیتے ہی فوراً جھوٹا کرے۔ (ج ۱ ص ۳۱)

۱۷۰۔ اگر کیچڑ میں پانی غالب ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں۔ (ج ۱ ص ۳۴)

۱۷۱۔ اگر تیمم کی نیت سے زمین پر لوٹا جائے تو نماز ہو جائے گی کیونکہ حضور ﷺ نے عمار رضی اللہ عنہ پر انکار نہ فرمایا۔ (ج ۱ ص ۳۳)

۱۷۲۔ اگر کسی نے ضاد کو ظا پڑھا تو نماز درست ہے کیونکہ دونوں صفات میں متشابہ ہیں۔ (ج ۱ ص ۱۱۲)

۱۷۳۔ نماز جنازہ میں تیسرا رکن سورۃ الفاتحہ ہے۔ (ج ۱ ص ۱۷۳)

۱۷۴۔ نماز میں سلام وغیرہ کے لئے اشارہ جائز ہے۔ (ج ۱ ص ۱۱۳)

۱۷۵۔ اگر کسی نے درد کی وجہ سے نماز میں آہ یا اف کہا تو نماز مکروہ ہے۔ (مفسد نہیں)
(ج ۱ ص ۱۰۸)

۱۷۶۔ اگر نمازی کی زبان سے ہاں یا البتہ یا نہیں نکل گیا تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ (ج ص ۱۰۹)

۱۷۷۔ نماز میں صرف چہرہ (قبلہ) سے پھیر لیا تو نماز بالاتفاق فاسد نہ ہوگی۔ (ج ۱ ص ۱۱۱)

۱۷۸۔ بے وضو ہو جانے کے خیال میں قبلہ سے پھر کر چل دیا۔ مسجد سے نکلنے سے پہلے یاد آ گیا کہ میں بے وضو نہیں ہوا، تو واپس آ جائے نماز نہیں ٹوٹی۔ (ج ۱ ص ۱۱۱)

۱۷۹۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے آگے یا پیچھے کی طرف چلتا رہا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔
(ج ۱ ص ۱۱۱)

۱۸۰۔ کسی نے نمازی سے پوچھا کتنی رکعتیں ہوئیں اس نے ہاتھ کے اشارہ سے بتا دیا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ج ۱ ص ۱۱۵)

۱۸۱۔ جو شخص مر گیا اس کے ذمہ نمازیں رہ گئیں اس نے وصیت کی تو ہر نماز کے بدلے مثل صدقہ فطر کفارہ دے۔ (ج ۱ ص ۱۳۶)

۱۸۲۔ ایک شخص نے چار رکعت نماز ایک ایک رکعت چاروں طرف تحری سے پڑھی نماز ہوگئی۔ (ج ۱ ص ۷۰)

۱۸۳۔ فجر کی نماز میں کبھی کبھی قنوت پڑھ لیا کرے اکثر چھوڑ دیا کرے۔ (ج ۱ ص ۱۲۳)

۱۸۴۔ کسی خطیب نے بغیر وضو کے خطبہ پڑھ دیا تو جائز ہے مع الکراہت۔ (ج ۱ ص ۱۵۶)

۱۸۵۔ جو خطیب سے دور ہو اس پر خاموش رہنا واجب نہیں، درود و ذکر کرنا مباح ہے۔
(ج ۱ ص ۱۵۶)

۱۸۶۔ ذمی سے شراب اور مردار کی کھال کی قیمت کا بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا۔
(ج ۱ ص ۲۰۶)

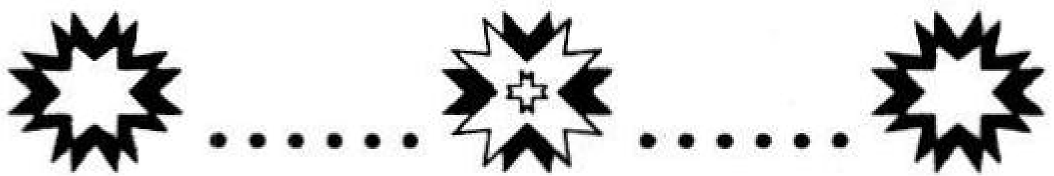
۱۸۷۔ اگر عورت کی طرف دیکھا اور تفکر کیا جس سے منی خارج ہوگئی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔
(ج ۱ ص ۲۲۸)

۱۸۸۔ دبر میں لکڑی یا لوہا داخل کیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ج ۱ ص ۲۲۸)

۱۸۹۔ اگر مرد نے اپنی انگلی دبر میں داخل کر دی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (ج اص ۲۲۹)
۱۹۰۔ اگر عورت نے اپنی انگلی اپنی شرم گاہ میں داخل کر دی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (ج اص ۲۲۹)
۱۹۱۔ اگر عورت سے فرج کے علاوہ جماع کیا، انزال نہیں ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔
(ج،ص ۲۲۹)
۱۹۲۔ اگر عورت مرد نے قصداً جماع کیا تو مرد پر کفارہ و قضا دونوں لازم ہیں عورت پر صرف قضا لازم ہے۔ (ج اص ۲۳۱)
۱۹۳۔ اگر عورت سے زبردستی صحبت کی تو اس پر قضا بھی لازم نہیں۔ (گویا اس کا روزہ ٹوٹا ہی نہیں) (ج اص ۲۳۱)
۱۹۴۔ دو عورتیں آپس میں چپٹی لڑائیں، انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (ج اص ۲۲۸)
۱۹۵۔ مرد نے عورت کی دبر زنی کی، انزال بھی ہوگیا تو مرد پر قضا لازم ہے کفارہ لازم نہیں۔ (ج اص ۲۳۱)
۱۹۶۔ پہلے بھولے سے جماع کر لیا روزہ یاد نہ تھا پھر قصداً جماع کر لیا کہ اب روزہ نہیں تو کوئی کفارہ نہیں۔ (ج اص ۲۳۰)
۱۹۷۔ حالت اعتکاف میں بغیر شہوت کے مباشرت کی تو کوئی مضائقہ نہیں۔
(ج اص ۲۳۸)
۱۹۸۔ حرم مدینہ میں کسی نے درخت کاٹا یا شکار کیا تو اس کے جسم پر جو کچھ ہے وہ چھین لیا جائے گا اور وہ چھیننے والے کے لئے حلال ہے نہ جزا ہے نہ قیمت۔ (ج اص ۲۴۹)
۱۹۹۔ عورت کو سوگ میں سیاہ کپڑا پہننا جائز ہے۔ (ج ۲ص ۱۸۵)
۲۰۰۔ جس نے جانور سے جماع کیا اس پر تعزیر ہے۔ (ج ۲ص ۲۹۸)

حضرات آپ کے دیکھنے کے لئے یہ وحید الزمان صاحب غیر مقلد نے نبی کی فقہ مرتب فرمائی ہے، وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں اس کتاب کا مطالعہ کرنا نفل نماز سے زیادہ ثواب ہے۔ (کنز الحقائق) غیر مقلدین سے درخواست ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد ایک دفعہ ان دوسو مسائل کی تلاوت کر لیا کریں اور یہ بھی بتائیں کہ کیا سکھوں نے

اپنے گرو یا مرزائیوں نے اپنے نبی کی طرف بھی کبھی ایسی خرافات منسوب کیں یا یہ صرف لامذہبوں کا ہی حصہ ہے۔ حضرات غیر مقلدین اگر یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے علماء قرآن حدیث کے موافق مسائل بیان کرتے ہیں تو ان مسائل کے موافق ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کر دیں، اگر وہ ان مسائل کو حدیث کے خلاف سمجھتے ہیں تو یہ اعتراف کر لیں کہ اہل حدیث کہلانے والے علماء حدیث کے خلاف مسائل لکھتے ہیں پھر ہر مسئلہ کے خلاف ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث لکھ کر ان مسائل کی تردید کر دیں، اب تک تو یہ مسائل ان کو مسلم ہیں کیونکہ ابھی تک کسی غیر مقلد نے یہ کام نہیں کیا۔ اگر کوئی صاحب اس پمفلٹ کا جواب لکھنا چاہیں تو ضرور لکھیں مگر قرآن وحدیث سے جواب دیں جواب میں اپنا قیاس پیش نہ کریں کہ کار شیطان ہے نہ کسی امتی کا قول پیش کریں کہ شرک تقلیدی ہے اور نہ مخالفین کو گالیاں دیں کہ یہ شرمناک شکست ہے۔



جماعت المسلمین کی حقیقت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم . اما بعد:

پیدائش:

جماعت المسلمین نامی فرقہ ۱۳۹۵ھ میں بنا۔ (جماعت المسلمین کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ ص۲)

بانی فرقہ:

اس فرقہ کے بانی کا نام مسعود احمد ہے جو باقاعدہ عالم نہیں ہے۔اتخذوا الناس رؤسا جھالاً فافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا

مسعود اہلحدیث تھا:

مسعود صاحب پہلے اہلحدیث تھے، جس کے نام کا ثبوت بقول مسعود صاحب قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔

حزب اللہ اور قرآن:

جس طرح قادیانیوں نے ایک نیا شہر بنا کر اس کا نام قرآن پاک کے لفظ سے ''ربوہ'' رکھ لیا حالانکہ قرآن پاک کے لفظ ربوہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ مسعود عثمانی نے بھی ایک نیا فرقہ بنا کر اس کا نام قرآنی لفظ حزب اللہ پر رکھ لیا، حالانکہ قرآنی لفظ سے اس کو کوئی

مناسبت نہیں ورنہ مسعودی فرقہ بھی حزب اللہ سے خارج اور حزب الشیطان میں داخل ہوگا۔

جماعت المسلمین کے نام کی حقیقت:

مشرکین کا شیوہ تھا کہ پتھر وغیرہ کے بت بنا کر کسی کا نام ابراہیم رکھ لیتے اور کسی کا نام اسماعیل۔ جبکہ اصل ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے ان بتوں کو دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنْ هِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآءُكُمْ. اسی طرح اہل کتاب خود کتابیں لکھ کر ان کا نام توارت، زبور اور انجیل رکھ لیتے تھے، جن کا اصل تورات، انجیل اور زبور سے کوئی تعلق نہ تھا۔ قادیانیوں نے ایک شہر نیا بسا کر اس کا نام ''ربوہ'' رکھ لیا تاکہ عوام سمجھیں کہ شاید یہ وہی ربوہ ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا اور قرآن پاک میں جو کسی نبی کا نام نظر آیا وہ اپنے اوپر چسپاں کرلیا، کبھی آدم بنا، کبھی عیسیٰ وغیرہ۔ کیپٹن مسعود عثمانی نے اپنا الگ نیا فرقہ بنا کر اس کا نام قرآنی لفظ پر ''حزب اللہ'' رکھ لیا، جو عثمانی کو نہ مانے وہ سب حزب الشیطان قرار پائے۔ اسی طرح فرقہ اہلحدیث سے ایک نیا فرقہ نکلا جس کا نام مسعود احمد نے ''جماعت المسلمین'' رکھ لیا، یہ فرقہ سب کے بعد ۱۳۹۵ھ میں پیدا ہوا۔

مسلم کا معنی:

فرقہ جماعت المسلمین میں مسلم کا وہ معنی نہیں جو چودہ سو سال سے اہل اسلام بیان کرتے آرہے ہیں کہ خدا اور رسول پر ایمان ہو، سب ایمانیات کو مان کر اور سب احکامِ اسلام پر عمل کر کے بھی آج کوئی مسلم نہیں جب تک وہ پہلے مجتہدین کی تقلید سے نکل کر مسعود احمد کو امام مفترض الطاعۃ نہ مانے۔ چنانچہ اس فرقہ کے بانی فرماتے ہیں: غرض یہ کہ المسلمین یعنی کسی امام کی تقلید نہ کرنے والے ہمیشہ رہے ہیں۔ (خلاصہ تلاش حق ص ۴۱) معلوم ہوا کہ جماعت المسلمین کا معنی ہے جماعت غیر مقلدین۔ یہ ایک منفی فرقہ ہے اور پھر ایک مستقل رسالہ ''امیر کی اطاعت'' لکھا ہے جس میں امیر کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے اور

خود ہی ماشاء اللہ امیر ہیں۔ چونکہ یہ فرقہ ائمہ کی تقلید نہ کرنے کو ہی اسلام کہتا ہے اسلئے ہم آئندہ جماعت المسلمین کی بجائے جماعت غیر مقلدین کا لفظ استعمال کریں گے اور چونکہ یہ فرقہ مسعود احمد کو امام مفترض الطاعۃ مانتا ہے اسلئے اس کو مسعودی فرقہ لکھیں گے۔

قرآن پاک اور مسعودی فرقہ :۔

قرآن پاک کے بارے میں اس فرقہ کا اعتقاد یہ ہے: قرآن ہر لحاظ سے ایک مکمل کتاب ہے، یہ ایک خوش نما جملہ تو ضرور ہے مگر حقیقت کچھ بھی نہیں، نہ نماز کا طریقہ اس میں ہے نہ کسی اور عمل کا اور پھر وہ ہر لحاظ سے مکمل ہے، یہ عجیب بات ہے۔ (تفہیم الاسلام ص ۲۲۶) قرآن کا اسلام تو بڑا آسان ہے، دعا مانگ لو صلوٰۃ ادا ہوگئی، پاکیزگی اختیار کر لو زکوٰۃ ادا ہوگئی، صلوٰۃ میں ریاح خارج ہو جائے تو بھی وضو سلامت رہے، ناچ و رنگ کی محفلیں قائم کرو کوئی ممانعت نہیں، فنون لطیفہ سے دلچسپی لو کوئی حرج نہیں، تاش و شطرنج سے لطف اٹھاؤ کوئی مضائقہ نہیں، قحبہ خانہ کھول لو کوئی ممانعت نہیں (تفہیم الاسلام ص ۲۳۲) قرآن میں عریانیت کا درس (ص ۲۴۶، ۲۴۷) قرآن میں بھی ایسی آیات پائی جاتی ہیں جن سے بظاہر رسول اللہ ﷺ کی منزلت کو بڑا دھکا لگتا ہے۔ (ص ۲۴۷، ۲۴۸) کیا ان آیات سے دشمنانِ اسلام کو اسلام پر ہنسنے کا موقع نہیں ملتا؟ (ص ۲۴۸) قرآن کی قطعیت پر تو قرآن کی آیات سے بھی چوٹ پڑتی ہے۔ ستیارتھ پرکاش وغیرہ کتابیں ملاحظہ ہوں (ص ۲۵۵) وہ مسلم رہ کر بھی قرآن کا انکار کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں کا ایک جم غفیر تحریف پر ایمان پر رکھتا ہے (ص ۲۶۹)

معلوم ہوا کہ مسعودی فرقہ کے امام مفترض الطاعۃ کے عقیدہ میں قرآن نہ مکمل ہے، نہ قطعی ہے، قرآن دشمنان اسلام کو اسلام پر ہنسنے کا موقعہ دیتا ہے۔ قرآن رسول اقدس ﷺ کی عظمت و منزلت کو بڑا دھکا لگاتا ہے، قرآن عریانیت کا درس دیتا ہے، ناچ، رنگ، تاش، شطرنج اور چکلے کھولنے سے منع نہیں کرتا، قرآن کی تحریف کا قائل بھی مسلم ہے، قرآن کا انکار کر کے بھی انسان مسلم ہی رہتا ہے۔

اس کے برعکس ایک شخص اس فرقہ کے بانی سے پوچھتا ہے ''ہم کلمہ پڑھتے ہیں، قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں، حج کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، خدا کی توحید پر ایمان ہے اور رسالت پر بھی ایمان ہے پھر کس جرم میں آپ ہم کو اسلام سے خارج کرتے ہیں حالانکہ تقلید کرتے ہوئے بھی ہم ان ساری باتوں کے قائل ہیں اور ایمان کامل رکھتے ہیں اور ہم تقلید اسی لئے کرتے ہیں کہ ایمان سلامت رہے، کوئی شخص ہمارے ایمان پر ڈاکہ نہ ڈال سکے۔'' (خلاصہ تلاش حق ص ۱۱۷، ۱۱۸)

مسعودی فرقہ کے امام مفترض الطاعۃ جواب دیتے ہیں ''خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھنے، حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کے باوجود بھی آپ مسلم نہیں اس لئے کہ آپ شرک کے مرتکب ہیں کیونکہ آپ نے تقلید کو داخل فی الدین کیا ہے، اس کو واجب قرار دیا ہے اس لئے آپ شرک کے مرتکب ہوئے۔'' (خلاصہ تلاش حق ص ۱۴۱، ۱۴۲)

دیکھئے! بانی فرقہ نے تمام حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کو غیر مسلم اور مشرک قرار دے دیا۔ تمام محدثین جن کا ذکر طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ میں ہے وہ غیر مسلم قرار پائے اور مشرک ہو گئے۔ کیونکہ طبقات غیر مقلدین یا طبقات جماعت المسلمین نامی کوئی کتاب کسی محدث یا مؤرخ کی دنیا میں موجود نہیں ہے اور عجیب بات تو یہ ہے کہ بانی فرقہ غیر مقلدین (اہلحدیث) کو بھی غیر مسلم ہی سمجھتے ہیں۔ انکا یہ گناہ ہے کہ مسعود احمد کو امام منصوص من اللہ اور مفترض الطاعۃ نہیں مانتے۔ نتیجہ یہی نکلا کہ مسلم ہونے کی ایک ہی شرط ہے کہ وہ مسعود احمد کو امام مفترض الطاعۃ مانے تو مسلم ہے ورنہ خدا اور رسول کو ماننے کے باوجود بھی غیر مسلم ہے۔

ائمہ اربعہ برحق:

مسعودی فرقہ کے امام مفترض الطاعۃ فرماتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ چاروں اماموں نے جس اصول پر مسائل کی بنیاد رکھی وہ اصول سنت ہے کیونکہ ان لوگوں نے مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کیا اور قرآن وحدیث کو چھوڑ کر کسی اور شخص کے قول

کو دلیل نہیں بنایا، نہ اس کو حجت سمجھا لہٰذا ان کا یہ طریقہ بے شک سنت تھا اور وہ چاروں برحق تھے رحمہم اللہ (خلاصہ تلاش حق ص ۸۸) اب سوال یہ ہے کہ جو امام برحق ہیں، انہوں نے مسائل قرآن وحدیث کی روشنی میں حل فرمائے، ان کا طریقہ سنت ہے، ان مسائل میں ان کی پیروی یقیناً قرآن و حدیث کی پیروی ہے، سنت طریقہ ہے، برحق ہے، کس آیت یا حدیث میں ایسی تقلید کو کفر اور شرک قرار دیا گیا ہے۔

اس کے برعکس ایک شخص کراچی شہر سے اٹھتا ہے جس شہر کا نام نہ قرآن میں، نہ حدیث میں اس کا نام مسعود احمد ہے، جس نام کا اشارہ تک قرآن میں نہیں، وہ اپنی زندگی کا اکثر حصہ اہلحدیث رہ کر بقول خود کفر وشرک میں گزارتا ہے، اسے چاروں طرف فرقے ہی فرقے نظر آنے لگتے ہیں، کوئی جماعت المسلمین اور اس کا امام نظر نہیں آتا۔ اب فرمان رسول اللہ ﷺ کے موافق اس کا فرض تھا کہ ان سب فرقوں سے الگ ہو کر کسی دور دراز جنگل میں کسی درخت کی جڑیں چباتا چباتا مرجاتا۔ مگر اس نے فرمان رسول کے خلاف ایک نیا فرقہ بنایا اس کا نام خود جماعت المسلمین رکھ کر یہ جھوٹ بولا کہ اس نوزائیدہ فرقہ (جس کی تاریخ پیدائش ۱۳۹۵ھ ہے) کا یہ نام اللہ تعالیٰ اور رسول اقدس ﷺ نے رکھا۔ حدیث رسول میں ''امامھم'' کے لفظ کا مصداق اپنے آپ کو قرار دے کر امام منصوص ہونے کا دعویٰ کیا اور رسول پاک ﷺ کا بنایا ہوا امیر ہونے کی وجہ سے اپنی اطاعت کو رسول کی اطاعت اور اپنی نافرمانی کو رسول کی نافرمانی قرار دیا اور جو اس کے فرقہ میں شامل نہ ہوا ان سب کو غیر مسلم اور مشرک قرار دیا۔ آخر وہ کون سی آیت یا حدیث ہے کہ ائمہ برحق کے سنت طریقہ کی پیروی شرک وکفر ہو اور مسعود احمد نے رسول اقدس ﷺ کے حکم **فاعتزل الفرق کلها** کے خلاف نیا فرقہ بنا لیا اور آپ ﷺ کے حکم ''جنگل میں درخت کی جڑیں چبانے کے'' برخلاف امام مفترض الطاعۃ ہونے کا دعویٰ کر کے تمام امت محمدیہ کو کافر قرار دے دیا، پھر اسکی تابعداری کو فرض جاننا کیوں کفر اور شرک نہیں۔

دین، مذہب اور فرقہ:۔

اسلام دین برحق ہے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَام. یہ ہماری منزل ہے۔

ایک منزل تک پہنچنے کیلئے جو راستے ہوتے ہیں ان کو مذہب کہتے ہیں، راستہ اور مذہب خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ وہ منزل تک پہنچانے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اسلئے مذاہب دین سے ہٹانے والے نہیں بلکہ دین کی منزل تک پہنچانے والے ہیں۔ راستوں کو توڑنے والا دراصل اس منزل کا دشمن ہوتا ہے، جس طرح ملک کے راستوں کو توڑنے والا ملک دشمن ہوتا ہے اسی طرح سنت کے طریقوں اور مذاہب کو توڑنے والا سنت کا دشمن ہوتا ہے، جو دین تک پہنچانے والے ان مذاہب اور راستوں سے کٹ کر بے راہ اور گمراہ ہو جاتے ہیں اور وہ فرقہ کہلاتے ہیں۔ بانی فرقہ مسعود احمد دین، مذہب اور فرقہ کی تعریف تک سے ناواقف ہے، اس لئے اس کی جماعت اور سب لوگوں کا فرض ہے کہ اس کو مجبور کریں کہ وہ اپنے اصول کے مطابق کہ ''میں اپنے مسلک کے ہر فعل کی تائید میں قرآن وحدیث وآثار صحابہ سے دلیل پیش کر سکتا ہوں۔'' (خلاصہ تلاش حق ص ۱۷) دین، مذہب اور فرقہ کی تعریف اور ان کا شرعی حکم قرآن وحدیث سے بیان کرے، لیکن یہ اس کے بس کا روگ نہیں کیونکہ وہ کتاب و سنت کے علم سے ہی تہی دامن ہے۔

بانی فرقہ نوزائیدہ (۱۳۹۵ھ) لکھتے ہیں: فرقہ وہ ہے جس نے اصل راستہ سے افتراق کیا ہو، اپنے مذہب کے علیحدہ اصول وفروع بنائے، اپنی کتابیں علیحدہ بنالیں، اپنا فرقہ وارانہ نام بھی علیحدہ رکھ لیا ہو۔ (فرقوں سے علیحدگی ضروری ہے ص ۲)

اس عبارت میں اس نے فرقہ یعنی راستے سے کٹنے والے اور مذہب یعنی راستے اور اہل مذہب یعنی راستے پر چلنے والوں کو ایک قرار دیا ہے، اس پر کوئی آیت یا حدیث پیش نہیں کی کہ راستے سے کٹنے والے اور راستے پر چلنے والے برابر ہوتے ہیں۔ نہ ہی یہ بتایا ہے کہ یہ تعریف قرآن کی کس سورۃ میں ہے یا کس حدیث میں ہے، امید ہے کہ وہ پہلی فرصت میں اس کا واضح حوالہ بیان کریں گے ورنہ ان کا یہ دعویٰ کہ وہ ہر بات پر قرآن وحدیث سے دلیل پیش کر سکتے ہیں بالکل جھوٹا ثابت ہو جائے گا۔ دیدہ باید۔

اختلاف دو قسم :۔

بانی فرقہ جدیدہ فرماتے ہیں: اختلاف ایک فطری امر ہے، جو ہو جایا کرتا ہے (تفسیر قرآن عزیز ج ۱/ ۷۵۱) اختلاف لعنت ہے۔ (ج ۱/ص ۷۵۲) اجتہادی اختلاف اعمال میں تو ہو سکتا ہے اور اس کو گوارا کیا جا سکتا ہے۔ ائمہ کا اختلاف اجتہادی تھا اور صرف اعمال میں تھا (خلاصہ تلاش حق ص ۶۶) اس سے معلوم ہوا کہ بانی فرقہ کے نزدیک بھی اختلاف دو قسم کا ہے: ایک فطرت، دوسرا لعنت اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ائمہ کا اختلاف اجتہادی ہے جو قسم اول میں شامل ہے اور فطری ہے۔ اس فطری اختلاف کا نام فرقہ وارانہ اختلاف رکھ کر اسی کو لعنت قرار دینا نہ صرف جہالت ہے بلکہ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ یعنی کسی موقع کی بات دوسرے غلط موقع پر چسپاں کر دینا ہے جو یہود کی عادت ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ ائمہ کا اختلاف گوارا بھی ہو، وہ برحق بھی ہوں، لیکن امام مسعود صاحب امام صاحبؒ کی تقلید کرنے والوں کو کافر و مشرک کہیں اور اپنی تقلید کرنے والوں کو مسلم قرار دیں۔

امام ابوحنیفہؒ اور مسعود احمد :۔

بانی فرقہ مسعود احمد کو ایک شخص نے خط لکھا: میں بفضل خدا حنفی ہوں۔ قرآن مجید، سنت رسول اللہ ﷺ اور مسلک صحابہ کرام کے بعد امام ابوحنیفہ کا اتباع کرتا ہوں اور حنفی کہلاتا ہوں اور بفضلہٖ تعالیٰ مطمئن ہوں۔ لیکن حنفی ہونا جز و ایمان نہیں سمجھتا اور ان کا اتباع اس لئے کرتا ہوں کہ انہوں نے قرآن و حدیث کو خوب سمجھا ہے۔ حدیث کو سمجھنا اور جانچنا بڑی قابلیت کا کام ہے، انہوں نے قرآن و حدیث کو خوب سمجھا اور ہم کو نہایت آسان طریقہ سے سمجھایا، جب ہی تو آج زائد از ایک ہزار سال سے لوگ ان کا اتباع کرتے چلے آتے ہیں نہ صرف کراچی اور سجاول بلکہ ساری دنیا میں ان کا اتباع کیا جاتا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک کرتے رہیں گے۔ آپ اندازہ لگائیے کہ ان ایک ہزار سے زائد برسوں میں کیسے کیسے زبردست محدث، قابل ترین علمائے کرام، عابد، زاہد، مجتہد، امام اور فقیہ گزرے

ہیں جو ان کے معتقد تھے اور ان کا اتباع کرتے تھے۔امام صاحب کا شمار تابعین میں تھا، امام صاحب کی مبارک آنکھوں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا، غور کیجئے! امام صاحب کا مرتبہ کتنا بڑا ہے، بڑے بڑے امام وقت آپ کے شاگرد ہو گزرے ہیں۔آج ان کے مقابلے میں اگر کوئی اپنی عقل کو ترجیح دے اور ان کو برا بھلا کہہ کر جہلاء میں اپنا مقام حاصل کرنا چاہے تو یہ اس کی خود غرضی اور نادانی بلکہ جہالت ہے۔(خلاصہ تلاش حق ص ۱۵)

بانی فرقہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: میں ان تمام فضائل کو تسلیم کرتا ہوں جو آپ نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بیان کئے ہیں۔میں کسی بھی چیز میں اپنے کو ان کا ہم پلہ تو کجا ان کی خاکِ پا کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔(خلاصہ تلاش حق ص ۲۷) اب حیرانی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ جو قرآن وحدیث کے مسائل سمجھائیں انکی اتباع تو شرک اور کفر قرار دی جائے اور جناب مسعود جو امام صاحبؒ کی خاکِ پا کے بھی برابر نہیں، جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں ان کی تقلید فرض ہو، ان کی تقلید نہ کرنے والا غیر مسلم قرار پائے۔**تلک اذاً قسمة ضیزیٰ.**

بانی فرقہ اور حدیث:۔

بانی فرقہ فرماتے ہیں: تواتر عملی، جن احادیث پر تواتر کے ساتھ عمل ہو رہا تھا اور تواتر کے ساتھ نقل کی جا رہی تھیں ان احادیث کی صحت قطعی ہے اور ان کا تواتر قرآن مجید کے تواتر سے بھی زیادہ وسیع ہے۔قرآن مجید کی آیات چند علماء اور حفاظ کی حفاظت میں تھیں لیکن یہ احادیث ہر عالم اور جاہل، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے کے عمل میں آ رہی تھیں (تفہیم الاسلام ص ۵۷) بعض احادیث قرآن سے زیادہ متواتر ہیں مثلاً سال میں دو عیدیں، پانچ وقت کی نماز، رکعات کی تعداد، ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے وغیرہ وغیرہ۔الغرض بے شمار احادیث ایسی ہیں جو اپنے مفہوم کے اعتبار سے نقلاً وعملاً قرآن سے زیادہ متواتر ہیں، کیا ایسی یقینی چیز کو چھوڑا جا سکتا ہے۔(برہان المسلمین ص ۱۶۲) جو کام رسول اللہ ﷺ سے عملاً متواتر چلا آ رہا ہو اس پر آبائی تقلید کا طعن اہل علم کے شایان شان نہیں، آبائی تقلید میں وہ عمل گمراہی ہوتا ہے جس کا سلسلہ کسی نبی تک نہ پہنچتا ہو مزید برآں

(رکوع کے بعد) ہاتھ چھوڑنے کا عمل پوری امت کا متواتر عمل ہے اس کو آبائی تقلید سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ (صلوٰۃ المسلمین ص ۵۱۲)

اکابر پر اعتماد:۔

بانی فرقہ فرماتے ہیں: ایمان کے ساتھ دوسری چیز اپنے اکابر پر اعتماد ہے جو لوگ اپنے اکابر پر اعتماد نہیں رکھتے وہی قرآن کو غیر یقینی سمجھتے ہیں، یہی حال حدیث کا ہے، جو لوگ دیانتداری کو بالائے طاق رکھ کر حدیث کے حجت ہونے سے انکار کرتے ہیں یعنی حدیث پر ایمان نہیں لاتے اور اپنے اکابر پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ انکو سازشی سمجھتے ہیں وہی حدیث کو غیر یقینی سمجھتے ہیں، اگر وہ حدیث پر ایمان لے آئیں اور اکابر پر اعتماد کریں تو حدیث بھی انکے نزدیک یقینی ہوسکتی ہے۔ (برہان المسلمین ص ۱۶۳)

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد اکابر پر اعتماد بہت ضروری ہے، اس کے بغیر نہ قرآن پر یقین ہوسکتا ہے نہ حدیث پر۔ اکابر کے اسی اعتماد کو عرف میں تقلید کہا جاتا ہے۔ یہ نیا فرقہ سب اکابر کو مشرک قرار دیتا ہے، کیونکہ مجتہدین کو شریعت ساز کہتا ہے، اس وجہ سے ان کو مشرک کہتا ہے اور مقلدین کو بوجہ تقلید غیر مسلم کہتا ہے۔ اب قرآن اور حدیث جنکے ذریعہ ہم تک پہنچا ان میں شرک کا عملی تواتر قرآن اور نماز کے تواتر سے بھی بڑھا ہوا ہے، ایسے مشرکین کے ذریعہ پہنچا ہوا قرآن اور نماز کیسے درست ہوسکتے ہیں؟ کیا بانی فرقہ اپنے پورے فرقے کو ساتھ ملا کر ایک آیت یا ایک حدیث ایسی پیش کرسکتا ہے جس کی سند کے راوی اس کے ہم عقیدہ ہوں، مجتہدین اور مقلدین کو مشرک اور کافر کہتے ہوں، قیامت تک پیش نہ کرسکیں گے وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ مشرکوں کی لائی ہوئی احادیث اور انکے لائے ہوئے قرآن کو مانا جائے، ایسی بے غیرتی تو ہندوؤں، عیسائیوں میں بھی نہیں پائی جاتی۔

سطحی مطالعہ:۔

بانی فرقہ جدیدہ لکھتے ہیں: سطحی نظر سے حدیث کا مطالعہ غلط فہمی اور گمراہی میں

مبتلا کر دیتا ہے ورنہ حقیقت بین نگاہیں اس کے رموز پالیتی ہیں، سطحی نظر سے تو قرآن کا مطالعہ بھی گمراہ کن ہوسکتا ہے۔ (تفہیم الاسلام ص ۱۳۵) نیز لکھتے ہیں: بیشک احادیث میں صحیح، حسن، ضعیف، موضوع سب کچھ ہے (خلاصہ تلاش حق ص ۵۷)، حدیث کی یہ تقسیم کتاب وسنت میں تو نہیں ہے، محدثین نے محض اپنی رائے سے یہ تقسیم کی ہے اور اپنی رائے سے ہی ان کی تعریف اور ان کے احکام بیان فرمائے ہیں جبکہ ان کی رائے وحی نہیں، منزل من اللہ نہیں۔

بانی فرقہ اور حدیث کی تقسیم :۔

بانی فرقہ کے نزدیک اس قسم کی تقسیم، تعریف اور احکام، شریعت سازی اور شرک ہیں۔ محدثین کی دو ہی قسمیں تاریخ میں ملتی ہیں: مجتہدین جو بانی فرقہ کے نزدیک شریعت ساز ہیں اور مقلدین جو مشرک ہیں، وہ لکھتے ہیں: مقلدین جانبدار ہوتے ہیں لہٰذا ان کا قول حدیث کی صحت کیلئے معیار نہیں، اس کیلئے غیر جانبدار ماہرین فن کی ضرورت ہے یعنی محدثین کا فیصلہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ (برہان المسلمین ص ۱۶۳)

اب سوال یہ ہے کہ ان کا محدث ہونا، ماہر ہونا اور غیر جانبدار ہونا یا کسی کا محدث نہ ہونا، ماہر نہ ہونا، غیر جانبدار نہ ہونا، اسکا فیصلہ وحی سے ہوگا یا محض بانی فرقہ مفترض الطاعۃ کی شخصی رائے سے۔ جن محدثین کا ذکر طبقات حنفیہ، طبقات شافعیہ، طبقات مالکیہ اور طبقات حنابلہ میں ہے انکا مقلد ہونا تاریخی حقیقت ہے جو بانی فرقہ کے نزدیک مشرک اور غیر مسلم ہیں، نیز یہ بات بھی غور طلب ہے کہ ان محدثین نے بذریعہ وحی نہیں محض اپنی رائے سے جن احادیث کو صحیح یا ضعیف یا موضوع کہا، کس دلیل سے کہا؟ کتاب وسنت کے علاوہ تو کوئی دلیل بانی فرقہ مانتے ہی نہیں اور ان کی رائے کے فیصلے کو ماننا شرک ہے۔ بانی فرقہ نے جن احادیث کو صحیح کہا ہے، بے دلیل کہا ہے، جن کو ضعیف کہہ کر چھوڑا ہے بے دلیل چھوڑا ہے۔ اس لئے اپنے فیصلے سے وہ خود مشرک اور غیر مسلم ہیں۔

بانی فرقہ اپنی کتاب ''صلوٰۃ المسلمین'' کے بارے میں لکھتے ہیں: اس کتاب میں

کوئی ضعیف حدیث نہیں لی گئی، اگر کوئی صاحب اس کتاب کی کسی حدیث کے ضعیف ہونے کی نشان دہی فرمائیں گے تو انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں اسے اس کتاب میں درج نہیں کیا جائے گا۔ (ص ۲۴) مؤرخہ ۲۳ محرم ۱۴۱۱ھ کو اس کتاب کی جھوٹی احادیث کے بارے میں سات (۷) صفحات کا ایک مضمون بانی فرقہ کو بھجا گیا لیکن نہ انہوں نے ان جھوٹوں سے توبہ کی نہ اس کتاب سے نکالا۔

دیکھنا یہ بھی ہے کہ ان مندرجہ احادیث کے صحیح ہونے کا فیصلہ کسی وحی سے کیا گیا یا کسی کی رائے سے۔ بانی فرقہ فرماتے ہیں:

انتباہ...... اس کتاب میں جن کتب کا حوالہ دیا گیا ہے ان کے متعلق ضروری معلومات درج ذیل ہیں:

(۱)...... ''بلوغ سے مراد بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی ہے۔ الفتح الربانی مسند امام احمد کی تبویبی ترتیب ہے جو علامہ احمد عبدالرحمٰن النبا الساعاتی نے مرتب کی ہے۔ اس کی شرح بلوغ الامانی بھی ان ہی کی لکھی ہوئی ہے۔'' امام احمدؒ مجتہد ہیں جو بانی فرقہ کے نزدیک شریعت ساز ہیں اور علامہ احمد عبدالرحمٰن، الحسن النباء کا لڑکا ہے جو گمراہ جماعت اخوان المسلمین کے بانیوں میں ہے۔ خود یہ شافعی ہے جو بانی فرقہ کے نزدیک مشرک ہے۔ بانی فرقہ مسعود احمد اس مشرک کے فیصلوں کو بلا دلیل نقل کر رہا ہے۔ اس غیر مسلم کے فیصلوں کو وحی آسمانی کی طرح مان رہا ہے، حیا اور غیرت کہاں گئی ہے؟ ہم نے تو کوئی غیر مسلم ہندو بھی ایسا بے غیرت نہیں دیکھا جو اپنے پرماتما کی بندگی کا طریقہ کسی دوسرے غیر مسلم یہودی سے سیکھتا ہو۔ کیا بانی فرقہ اور اس کا پورا فرقہ مل کر یہ ثابت کر سکتا ہے کہ یہ شخص مجتہدین کو شریعت ساز، مقلدین کو مشرک اور مسعود کو امام مفترض الطاعۃ مانتا تھا۔

(۲)...... ''صلوٰۃ النبی سے مراد علامہ محمد ناصر الدین البانی کی کتاب صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ ہے۔'' یہ البانی وہ شخص ہے جو مسعود احمد کو امام مفترض الطاعۃ ماننے کی بجائے گمراہ قرار دیتا ہے۔ اب اس فتویٰ کے بعد بانی فرقہ نے بھی اس کے محدث ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ البانی اہلحدیث ہے جن کو بانی فرقہ گمراہ اور غیر مسلم کہتا ہے مگر اس کو رسول پاک

ﷺ کی احادیث پر حاکم مانتا ہے، جس کو چاہے اپنی رائے سے صحیح کہے، جس کو چاہے اپنی رائے سے ضعیف کہے مگر اس کی رائے بانی فرقہ کے نزدیک وحی منزل من اللہ کی طرح واجب الاتباع ہے۔

(۳)...... ''مرعاۃ سے مراد مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ہے۔ یہ شرح علامہ ابوالحسن عبید اللہ مبارک پوری کی تصنیف ہے۔'' صاحب مشکوٰۃ شافعی المذہب ہیں، ان کا لامذہب ہونا ہرگز ثابت نہیں نہ ان کا مجتہدین کو شریعت ساز کہنا ثابت ہے نہ مقلدین کو مشرک کہنا اور اس کے شارح عبید اللہ مبارک پوری اہلحدیث ہیں، صاحب مشکوٰۃ بھی مشرک اور غیر مسلم اور اس کا شارح بھی مشرک اور غیر مسلم اور مسعودی فرقہ کی ساری نماز ہی مشرکین سے درآمد کی گئی، ان مشرکوں نے جو احادیث کا انتخاب اپنی رائے سے کیا اور ان کی صحت وضعف کا فیصلہ رائے سے کیا ان کی رائے وحی آسمانی کی طرح واجب الاتباع بن گئی ہے۔ ع

ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہئے

بانی فرقہ لوگوں کو کہتے ہیں کہ رائے کو پاخانے میں ڈال دو اور خود اسے پاخانے سے نکال کر دستر خوان پر چن رہے ہیں۔

(۴)...... ''نیل سے مراد نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ہے۔'' یہ شخص خود مقلدین حافظ ابن حجر وغیرہ کا خوشہ چین ہے، بعض لوگ اسے زیدی کہتے ہیں لیکن بانی فرقہ نے اس کو پوپ کا مقام دے رکھا ہے۔

(۵)...... ''التعلیقات سے مراد التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ ہے۔'' ان دونوں کا حال گزر چکا۔

(۶)...... ''فتح سے مراد فتح الباری شرح صحیح بخاری ہے۔'' فتح الباری کے مصنف حافظ ابن حجرؒ عسقلانی امام شافعیؒ کے مقلد ہیں، نہ انہوں نے کبھی ائمہ اربعہ کو شریعت ساز کہا نہ مقلدین کو مشرک کہا۔ یہ ہیں جن کو بانی فرقہ نے احبار و رہبان کی جگہ دے کر ان کے مبنی بر رائے فیصلوں کو وحی آسمانی کی طرح مانا ہے۔

